من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصوراً

جو مظلومیت کے عالم میں قتل ہو جائے ہم نے اس کے وارث کو تسلط دے دیا پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہیں بڑھے گا یقیناً وہ منصور ہے (بنی اسرائیل 33)

مجالس المنتظرین

علیٰ

روضۃ المظلومین

جلد چہارم

اردو ترجمہ

مجموعہ مجالسِ تاریخ و تحقیق

شہزادہ فصیح البیان

السیّد محمد جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

مترجم

جناب تنویر حسین نجف خان صاحب

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؒ جعفرؒ الزمان نقوی البخاری

کتاب : مجالس المنتظرین جلد چہارم اردو

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنۂ اشاعت : 2014ء

تعداد : 1000

پرنٹرز : فدک پرنٹنگ پریس لاہور

ایڈیشن : دوئم

پبلشرز : القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11 اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3220537,32311979,32311482

Email: klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

www.jammanshah.com

Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-969-8806-54-5

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

انتساب

اس مظلوم کائنات عجل اللہ فرجہ الشریف کے نام کہ جو پردۂ غیبت میں صدیوں سے آنکھوں سے اشک خونی برساتے ہوئے فرماتے ہیں

لا بكين لك بدل الدموع دماً

ہم آنسوں کے بدلے میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں

میں اس استدعا کے ساتھ ان کی خدمت میں یہ کتاب پیش کرتا ہوں کہ وہ اب تو اپنے اجداد طاہرین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کے انتقام کے لئے اپنی تلوار بے نیام فرمائیں آمین

جعفر نقوی

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

فہرست مضامین

مجلس نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

عرضِ مرتب

تمام حمد وتوصیف وقف ہے اس رب العالمین کیلئے جو محمدؐ آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کا بھی رب ہے کہ جس نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ میں نے اس وسیع کام کا ذمہ لیا ہے اوراس کی عطا کردہ توفیق سے آہستہ آہستہ مکمل کرنے میں بھی مصروف ہوں اوراس کام میں کلی طور پر شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا مرہونِ کرم رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے پاک اجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کی نصرت کرنے والے کو مسلسل اور لامتناہی کرم سے نوازا ہے، ورنہ میں اس قابل تھا ہی نہیں

جیسا کہ سائیں جعفرؑ الزمان نقوی البخاری کے بارے میں ان کے سارے سامعین اور قارئین جانتے ہیں کہ وہ کبھی کسی علم کے حوالے سے کوئی خطبہ دیتے ہیں تو کبھی کسی دوسرے علم کے حوالے سے مجلس پڑھ رہے ہوتے ہیں اور یہ بھی ان کی خصوصیت ہے کہ وہ فضائلیہ خطابات کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو وہ چلتا چلا جاتا ہے اور جب تاریخ وروضہ ومقتل کے مضامین کو شروع فرماتے ہیں تو ایک ہی مضمون پر ان کے کئی کئی مجالس ہوتے ہیں

میرے لئے جو سب سے بڑا مسئلہ تھا وہ یہ تھا کہ ان کے وہ خطبات جو انہوں نے تاریخ کربلا پر دیئے تھے وہ ایک سال میں نہیں تھے کہ جن کے آڈیو وڈیو کیسٹ

ان کی لائبریری سے نکال کر لکھ لئے جاتے بلکہ یہ سلسلہ تقریباً تیس سال پر محیط تھا اور اس تیس سال کے ریکارڈ میں سے مواد نکال کر اسے ایک ترتیب میں لانا کارے دارد، مگر اس میں یہ سہولت بھی ہے کہ جب کوئی سلسلہ ملتا ہے تو وہ ایک مکمل پیکٹ کی طرح ملتا ہے یعنی جب انہوں نے شام غریباں کا سلسلہ بیان فرمایا تھا تو اس میں انہوں نے شام غریباں کے واقعات کو اوّل سے آخر تک بیان فرمایا تھا یعنی کوفہ تک کے حالات پر یہ سلسلہ رکا تھا

پھر دو سال بعد جب منازل سفر کو بیان فرمایا تو داخلہ شام پر جا کر روکا، اسی طرح داخلہ شام بیان فرمایا تو رہائی تک بیان فرمایا، مگر یہ ایک ہی سال میں بیان نہیں فرمایا گیا بلکہ کئی کئی برسوں بعد اس سلسلے کا اگلا حصہ بیان فرمایا تھا

یہ بھی ہوتا رہا ہے کہ بعض مجالس بغیر سلسلے کے مل جاتے تھے یا صرف دو مجالس پڑھنا ہوتے تھے تو اس میں اگر کوئی تاریخی موضوع آ جاتا تھا تو اسے ڈھونڈنا تھوڑا مشکل تھا جیسا کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے موضوع پر 1983 میں انہوں نے مجالس پڑھی تھیں، مگر اسی سلسلہ کی دوسری کڑیاں اسمائے مبارکہ کی تشریحات میں سامنے آئیں، جنہیں میں نے ''مجالس المنتظرین'' کی مجلدات میں شامل ہی نہیں کیا کیونکہ وہ اسمائے مبارک کی مجلدات ''نہج المعرفت'' میں بیان ہو چکی تھیں اس لئے انہیں یہاں لانا اعادہ کرنے کے مترادف تھا

یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری ہے کہ میں نے ایک دن استاذی المکرّم سے عربی عبارتوں کے ترجمہ کے بارے میں عرض کیا کہ روضہ نگاری میں عربی عبارتوں کا ترجمہ کس انداز میں کرنا چاہیے؟

انہوں نے جواباً فرمایا کہ ترجمہ کی چار قسمیں ہوتیں ہیں

() لفظی ترجمہ () بامحاورہ ترجمہ () ترجمانی () خلاصہ...... جیسا کہ اشھدان لا الہ الا اللہ کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ''گواہی دیتا ہوں تحقیق نہیں اللہ سوائے اللہ کے''

بامحاورہ ترجمہ اس طرح ہے کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے'' ...... ترجمانی والا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ ''میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ موجوداتِ عالم کا کوئی اللہ ہے ہی نہیں'' خلاصہ اس کا یہ ہوگا کہ ''اللہ ایک ہی ہے'' ...... بات صرف اتنی ہوتی ہے کہ ترجمانی میں اس کے مفہوم کو بھرپور طریقے سے ادا کرنا ہوتا ہے، مقتل نگاری میں بامحاورہ ترجمہ واجب ہوتا ہے، روضہ نگاری میں ترجمانی لازم ہوتی ہے، ترجمہ نہیں ......اس لئے ہم روضہ نگاری میں ترجمانی کو ترجیح دیتے ہیں

قارئین میں نے یہ بات اس لئے لکھ دی ہے کہ آپ کو اگر عربی عبارات میں ترجمانی نظر آئے تو اسے بھی ایک علمی حیثیت سے دیکھیں نہ کہ بہ نظر تنقید

مجالس المنتظرین کے اُردو ترجمہ کا جو سلسلہ اپنے مخلص احباب کے تعاون سے میں نے شروع کیا ہوا ہے، اس میں جناب تنویر حسینؑ خان نجف صاحب کی مصروفیات کی وجہ سے تھوڑی سی تاخیر ہوئی ہے، کہ مجالس کی چوتھی جلد کا اُردو ترجمہ وہ مجھے بروقت مہیا نہ کر سکے جس کی وجہ سے مجھے پانچویں جلد پہلے شائع کرانا پڑی

لیکن اب انہوں نے موقع ملتے ہی اپنے مصروف ترین اوقات سے اس کام کیلئے وقت نکالا ہے اور اس کی تکمیل کی ہے جس کیلئے میں ان کا بے حد ممنون ہوں

دوستو! اس کتاب کی تجمیع سے اشاعت تک کے ضمن میں جن حضراتِ گرامی

القدر نے ہمارے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے میں ان کا یہاں شکریہ ادا نہ کرنا ایک ناانصافی سمجھتا ہوں

اس لئے سب سے پہلے میں جناب علامہ سید مظہر حسینؑ موسوی صاحب کا شکریہ ادا کروں گا کہ جنہوں نے اس کام میں میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور کتاب کی طباعت کا بیڑا بھی خود ہی اٹھایا ہے، اس کے ساتھ اپنے علمی وعرفانی حلقۂ احباب کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گا جن میں جناب علامہ حسن عسکری صاحب، جناب پروفیسر شمیم اعجاز پرنسپل آف ڈگری کالج شورکوٹ، جناب تنویر حسینؑ خان نجف صاحب، جناب قاضی شاہ عمران علوی صاحب آف کروڑ، سید وجاہت حسینؑ زیدی صاحب آف کراچی، جناب سید یحیٰی حسن رضوی صاحب آف فیصل آباد، برادرِ محترم جناب خادم حسینؑ سائل صاحب، جناب علیؑ رضا قریشی صاحب، جناب بلال حسینؑ خان صاحب، جناب ابجر مہدیؑ صاحب، اورعزیزی انور علیؑ خان شامل ہیں

ان تمام ذی عزت احباب کا میں ہمیشہ مشکور وممنون ہی رہوں گا اور انہیں تاحیات یہی دعا کرتا رہوں گا کہ

مالک موجودات شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف آپ سب کو اپنے پاک گھر اطہر کی ابدی اوردائمی خوشیاں عطا اورنصیب فرمائیں

والسلام ......احقرالعباد ......فقیر گوشہ نشین

مہتاب اذفر

ھواللہ المستعان

تعارفی کلمات

الحمد لله رب العالمین والصلواۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

وآلہ طیبین الطاھرین خصوصاً علی ولّیِ زماننا عجل اللہ فرجہ الشریف

امابعد

رہبرانقلاب اسلامی ایران حضرت سید روح اللہ خمینی مدظلہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''عزاداری ہماری شہ رگ جان ہے اور جو کچھ ہم نے اس دور میں حاصل کیا ہے وہ عاشورہ امام حسینؑ علیہ السلام سے ہی کیا ہے، ہم سب پرلازم ہے کہ عاشورہ محرم کو یادرکھیں کیونکہ عزاداری ہی ہماری بقاہے''

اس میں شک نہیں کہ اسلام کی حفاظت سینکڑوں سال سے عزاداری کے ذریعے ہی سے ممکن ہوئی ہے اور شیعیت کی پہچان دنیائے اسلام میں اسی عزاداری سے ہے اور جو عزاداری کے مخالف ہیں وہ حقیقت میں اسلام کے مخالف ہیں

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت پاکستان میں روح عزاداری ختم ہو چکی ہے اور جو کچھ باقی ہے اگر عزاداری کی معنوی بقا کے لیے کچھ نہ کچھ اقدام نہ کئے گئے تو رہی سہی کسر بھی ختم ہو جائے گی اور یہ بہت بڑا نقصان ہم پاکستانی شیعوں کو پہنچے گا جس کی تلافی ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہوگی

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ قوم نے مقاصد شہادت عظمیٰ سے یا تو واقفیت حاصل نہیں کی یا پھر اسے بیان نہیں کیا گیا اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جن واقعات کربلا کو بیان کرنے اور سننے پر ہمارے اربوں روپے سرف ہورہے ہیں ان واقعات پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا، بلکہ سنی سنائی باتوں کومنبر پر بیان کردیا جاتا ہے جوایک غیر مناسب بات ہے۔مگر میں اس میں فقط ذاکرین کو برا بھلانہیں کہوں گا کیونکہ اس معاملہ میں فقط ان ہی کا قصور نہیں ہے بلکہ صاحبانِ قلم وعمامہ وعبا کا بھی ہے کہ انہوں نے انہیں جب کوئی کام کرکے دیا ہی نہیں تو وہ کہاں سے حقیقت لائیں، ہمارے کتب ماخذ میں واقعات کربلا بلا ترتیب اور بلا تحقیق لکھے ہوئے ہیں ایک ایک واقعہ کئی طرح سے اور کئی غیر مربوط ٹکڑوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ عام ذاکر تو کجا بڑے بڑے علماء کے لیے وہ ایک ایسا معمہ بن جاتا ہے کہ ان ٹکڑوں کو جوڑ کر اصل حقیقت تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے

میری مدت سے یہ خواہش تھی کہ ہماری عزاداری کو ایک مکمل ٹریک مل جائے کہ جس میں ذاکرین اگر دو دو

گھنٹے کی مجالس بھی پڑھیں تو انہیں پڑھنے کے لیے مناسب مضمون مل جائیں
اس جگہ ایک اور بات بھی نا قابل انکار ہے کہ اس وقت پاکستان میں عزاداری کے لیے جو موزوں ترین زبان ہے وہ ہے سرائیکی اور سب سے زیادہ ذاکرین کی زبان سرائیکی ہوتی ہے اگر کوئی دوسری زبان ہو بھی تو وہ خصوصاً ذکر مصائب میں سرائیکی زبان کو استعمال کیے بناں مصائب میں رقت وسوز پیدا نہیں کر سکتے
پھر یہ بھی اس سرائیکی زبان کی خصوصیت ہے کہ اس میں بند لکھے جاتے ہیں جو کسی دوسری زبان میں ذکر مصائب کے لیے نہیں لکھے جاتے، کیونکہ تحت اللفظ تقریر تو کسی بھی زبان میں ہو سکتی ہے مگر سوز خوانی اور بین کیلئے سرائیکی زبان ہی سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہے
ان خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ہمارے دل میں یہ خواہش تھی کہ کوئی اس میدان میں کام کرے جس میں یہ خصوصیات ہوں
☆ تاریخ پر مکمل تحقیق ہو تا کہ غلطی کے امکان کو کم سے کم تر کیا جا سکے
☆ کربلا کے مضامین اس طرح مربوط ہوں کہ جو ذاکرین کے مزاج خطابت کے عین مطابق ہوں تا کہ انہیں اپنی طرف سے کوئی بات ڈالنا نہ پڑے
☆ یہ تحقیقی کام سرائیکی زبان میں ہو تا کہ عزاداری کی مرکزی زبان ہی میں ذاکرین کو مواد ملے کیونکہ اس بات سے سارے علمائے کرام اتفاق کریں گے کہ ذکر مصائب کے لیے عربی کے بعد سرائیکی سے بہتر کوئی زبان ہے ہی نہیں
☆ اس تحقیقی کام میں ذکر مصائب اور مجالس کی جان یعنی دوہڑے (بند) ضرور ہوں تا کہ مضمون یہاں سے لے کر دوہڑے کسی اور شاعر سے لینے سے پوری طرح تطابق نہیں ہو پائے گا
☆ اس کتاب میں جو زبان استعمال ہو وہ فضول اور گنوار قسم کی نہ ہو بلکہ ایک مہذب اور شریف گھر کے اندر استعمال ہونے والی زبان ہو
☆ اس تحقیقی کام میں یہ بھی خصوصیت ہو کہ جو ہمارے مذہب کے مسلمات ہیں ان سے متصادم ہونے والی روایات کی نشاندہی بھی ہوتی جائے تا کہ کوئی عالم یا مقرر انجانے میں اپنے مسلمات کی تردید یا تکذیب کا ارتکاب نہ کرے
اس کام کے لیے مجھے جو لوگ موزوں نظر آئے ان کے پاس اس کام کے لیے وقت نہیں تھا یا ان میں سارے کوائف جمع نہ تھے یعنی کوئی صاحب عالم تو بہت بڑے تھے مگر شاعر نہ تھے دوہڑے نہ دے سکتے تھے اور جو بند دوہڑے کے شاہسوار تھے وہ محقق نہ تھے اسی طرح کے کئی اور موانع بھی تھے

ایک کہاوت ہے کہ چراغ تلے اندھیرا وہ ہم پر صادق آئی اور مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ہمارے ہی برادر محترم جناب مخدوم سید محمد جعفر الزمانؒ نقوی آف جمن شاہ اسی چیز پر کام کر رہے ہیں میں نے ان کی بعض تحقیقی کتابوں کا مطالعہ کیا جس سے ان کا علمی مقام اور جدید وقدیم ماخذ پر احاطہ واضح ہوتا ہے اسی طرح ان کا شاعرانہ مقام ان کے کئی مجموعہ ہائے کلام اور سینکڑوں نوحوں کے آئینے میں دیکھا جا سکتا ہے ان کے محققانہ مزاج اور فن تحقیق کا ثبوت ان کی کتاب ''معدن العصمت'' کو پڑھ کر لگایا جا سکتا ہے جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کی سیرت طیبہ پر چار سو صفحات پر مشتمل ہے جبکہ ان کے بارے بڑی بڑی کتابوں میں بھی زیادہ مواد یکجا نہیں ہے مگر مجھے کبھی اس طرف خیال ہی نہ آیا

جب میں نے مخدوم صاحب کی کتاب ''امتیاز العالین'' دیکھی تو پھر خیال آیا کہ میں جنہیں باہر ڈھونڈ رہا تھا وہ تو خود ہمارے ہی گھر میں موجود ہیں اس کے بعد میں فوراً جمن شاہ گیا اور وہاں جا کر ان سے مصائب اور بالخصوص کربلاء کے واقعات کے بارے میں بات کی اور اپنی آرزو کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم تو اس پر پہلے ہی کام کر رہے ہیں، یہ معلوم کر کے ہمیں بڑی خوشی ہوئی اور میں نے ان سے کہا کہ اس کتاب کو ہم اپنے کمپلیکس کی طرف سے ذاکرین اور مقررین کو تحفہ دیں گے اور انہوں نے ہماری اس تجویز کو بصد خوشی قبول کیا

مدینہ سے کربلا، کربلا سے شام اور شام سے واپس مدینہ یہ سب کربلا کی کہانی ہے، اس پر فاضل مؤلف نے پانچ جلدیں تحریر فرمائی ہیں جن کو واقعات کربلا کا انسائیکلو پیڈیا کہا جا سکتا ہے، جو اس وقت سرائیکی اور اردو دونوں زبانوں میں دستیاب ہیں تاکہ ہر مکتبہ فکر کا آدمی اپنے اپنے شعور کے مطابق ان سے استفادہ کر سکے آخر میں چند باتیں اس کتاب کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں

(1) برادر عزیز جناب سید محمد جعفر الزمانؒ نقوی نے مجالس کو ترتیب وار مرتب کرنے میں بہت محنت کی ہے مقاتل کی کتب پر انہیں مکمل دسترس حاصل ہے بعض انتہائی پیچیدہ اور مشکل واقعات کو بڑے احسن انداز میں سلجھایا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے حق تحقیق ادا کیا ہے

(2) فاضل مؤلف نے اپنی بات کو کہیں بھی حرف آخر قرار نہیں دیا بلکہ محققین کو تحقیق مزید کی دعوت دی ہے اور سچ بھی یہی ہے کہ ان واقعات کو سمجھنے، صحیح کو غلط سے جدا کرنے میں کافی مشکلات کا سامنا ہے اس سلسلے میں انہوں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کر کے اپنے عالم ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے

(3) مؤلف کا نظریہ ہے کہ آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام کی امہات مخدرات ہمشیرگان ان کی دختران پاک اور حرم ہائے مطہرات کے اسمائے گرامی کو مجالس کے دوران اپنی تقریر وخطاب میں ذکر کرنا انکے اسمائے گرامی

کو تحریر میں لانا درست نہیں ہے اسی وجہ سے انہوں نے تمام مجالس میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا ہے جس سے ذاکرین اور سامعین، پڑھنے اور سننے والوں کو ادب کی ایک نئی جہت دی ہے

یہ اگرچہ ہمیں عجیب سا لگتا ہے اور ہمارے ہاں جو عزاداری کا انداز ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے بہرحال ادب کا تقاضا تو یہی ہے جس کا مؤلف نے پورا پورا خیال رکھا ہے، خدا کرے کہ ایسا ادب ہم سب کے ہاں عزاداری کی مجالس میں رواج پا جائے، اگرچہ اس نظریہ کی مخالفت کی گنجائش موجود ہے لیکن ادب بہرحال ادب ہے اسے کون غلط کہہ سکتا ہے؟

(4) ایک مشکل مسئلہ جناب قاسم علیہ السلام کے کربلا میں عقد کا ہے، ان مجالس میں انہوں نے جناب قاسم علیہ السلام کو بنزا اور امام حسینؑ علیہ السلام کی دختر کو جو بظاہر آپ کی دختر پاک نمبر 2 قرار دی گئی ہیں انہیں بنزی پاک کے نام سے یاد کیا ہے، یہ فاضل مؤلف کی اپنی رائے ہے اور وہ خود ہی اس کے ذمہ دار ہیں ہمارے لیے اسے ماننا فی الحال مشکل ہے لیکن اگر دلائل سے بات ثابت ہو جائے تو ماننے بغیر چارہ ہی نہیں ہم اس انتظار میں ہیں کہ فاضل مؤلف کی اس پیچیدہ اور اختلافی مسئلہ پر مکمل تحقیق سامنے آ سکے کیونکہ ہم دلیل کے تابع ہیں، جدھر ہمیں دلیل و منطق لے جائے گی وہی ہمارا انتخاب ہوگا

(5) اس کتاب میں امام حسینؑ علیہ السلام کے پانچ فرزندوں اور پانچ دختران پاک کا نظریہ قائم کیا گیا ہے اور دو دختران پاک کی وفات کو شام میں کمسنی کے ایام میں قرار دیا گیا ہے ایک کی قبر مبارک زندان شام اور دوسری کی مزار مبارک کو مسافروں کے قبرستان میں قرار دیا گیا ہے اور اس وقت شام میں یہ دونوں مزارات ایسے ہی موجود ہیں یہ بھی ہماری معلومات میں ایک نیا اضافہ ہے جسے سب کے لیے تسلیم کرنا ذرا مشکل ہے لیکن چونکہ یہ سب کچھ ظاہری قرائن کے عین مطابق ہے اس لیے اس رائے کو تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سے غیر موزوں اٹھائے گئے سوالات کا جواب بالصواب بھی موجود ہے

(6) جناب سیدہ شریکۃ الحسینؑ علیہ السلام کربلا کی شیر دل خاتون فاتحہ شام بی بی کے وصال کے بارے جو تحقیق پیش کی گئی ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے اور یہ آپ کے وسیع مطالعہ پر دلالت کرتی ہے

(7) بہت سارے مقامات پر مؤلف نے مقاتل کے اندر بعض واقعات جو موجود ہیں ان کو سامنے رکھ کر زبان حال میں مصائب کو بیان کیا ہے اور زبان حال میں بند مرثیہ جات اور اشعار لکھے ہیں جن میں اہل بیت علیہم الصلوات والسلام کی عظمت عصمت و طہارت اور ان کے احترام کو پورا پورا ملحوظ رکھا گیا ہے اور ہر واقعہ کو بیان کرتے وقت ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا یعنی ذکر مصائب میں ان کی عزت و عظمت کو کماحقہ مدنظر رکھا گیا ہے، یہ انداز بھی فاضل مؤلف کا اپنا ہی حصہ ہے جو کہ قابل تحسین ہے

(8) فاضل مؤلف نے بعض مقامات کو عارفانہ انداز میں بیان کیا ہے ادب واحترام کی خاطر کنایوں استعاروں اورتشبیہات کا سہارا لیکر مصائب کو بیان کیا گیا ہے شاید ظاہر بین نگاہیں ایسے بیان کو اہل بیتؑ پر ہونے والے مصائب کو چھپانے کا نام دیں لیکن حقیقت میں یوں نہیں ہے بلکہ یہ سب احترام اورادب کوملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے

آخر میں ایک دفعہ پھر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی تک میری نظروں سے کوئی ایسی جامع کتاب نہیں گزری جس میں تہذیب بھی ہو، تفصیل بھی ہو، اور تحقیق بھی ہو...... یہ فاضل مؤلف کو خدا کی طرف سے توفیق ملی ہے حقائق کا علم تو ذات کبریا کو ہی ہے یا وہ ذوات مقدسہ واقف ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کا مظہر بنا کر بھیجا ہے یا پھر وہ سب کچھ جانتے ہیں جن پر یہ سارے مصائب گزرے ہیں، زمانے کے حالات کے ساتھ ساتھ زمانہ کے وارث جب تشریف لائیں گے تو تب اصل حقیقت سے پردہ اٹھے گا لیکن جو کچھ شیعہ کتب خانوں میں اس وقت مقتل کے بیان سے متعلق مواد موجود ہے ان میں مجالس کا یہ مجموعہ بہترین اضافہ ہے ذاکری کے لیے یہ ایک عظیم ذخیرہ ہے مصائب آل محمدؐ کا مؤثر ترین بیان ہے

خداوند سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مصائب صحیح پڑھنے صحیح سننے اور درست سمجھنے کی توفیق دے، بے جا تنقید سے ہمیں محفوظ رکھے اور برادر مومن کے عمل کی تاویل احسن کرنے کی جرأت اور ہمت بھی عطا کرے

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ حضرت منتقم امام العصر عجل اللہ فرجہ الشریف شریک القرآن عدل مشتہر تلوار بے نیام حق جدید کے ظہور پرنور سے زمین سے ظلمت کا خاتمہ کرے، عدل وانصاف قائم ہو اور ہم گناہگاروں کو حضرت حجت قائم کے انصار ومعاونین سے قرار دے، ان کے مخالفین میں سے قرار نہ دے اور ہم گناہگاروں کو ذخیرۂ آل محمدؐ وخاتم الاوصیاء کے منتظرین حقیقی کے خادموں میں شمار فرمائے ...... (آمین)

گدائے در اہل بیت
سید افتخار حسین نقوی
سربراہ امام خمینی کمپلیکس
ماڑی انڈس میانوالی

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 1

محترم سامعین !

شام غریباں کا موضوع اتنا حساس ہے کہ میں سمجھتا ہوں اس موضوع پر کلام کرنے کیلیئے انتہائی پاکیزہ، شائستہ، اعلیٰ اقدار سے روشناس، روایاتِ عرب سے واقف اور شریف خاندانوں کے (Etiquettes) ایٹی کیٹس یا رکھ رکھاؤ سے پوری طرح آشنا شخص کا ہونا ضروری ہے، اس کے علاوہ کوئی شخص مناسب ہی نہیں ہے، کیونکہ اگر بیان کرنے والا شخص ان باتوں میں سے کسی ایک سے بھی ناآشنا ہوگا تو پھر اس سے سہواً کوئی نہ کوئی سوئے ادبی ضرور سرزد ہو جائے گی

اس لئے ہمیں ذکر مصائب پڑھتے وقت پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، ورنہ ذکر مصائب میں کئی مقامات ایسے آجاتے ہیں کہ جہاں ہمارے مقررین بھائی تمام فضائل پر پانی پھیر دیتے ہیں، یعنی ایک گھنٹہ فضائل پڑھنے کے بعد چند منٹ کے مصائب میں تمام تقریر کی نفی کر دیتے ہیں اور انہیں سمجھ بھی نہیں آتی کہ ان کا ایک گھنٹے کا خطاب بے سود ہو جاتا ہے

اس کی کئی وجوہات اور بھی ہیں مگر ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ

پاک خاندان تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے بارے میں کوئی ذاتی اور پختہ عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ عوام کی پسند و ناپسند کے پابند رہتے ہیں، یعنی جو چیز عوام کو پسند ہو وہی کچھ بیان کرتے ہیں، اور عوام کا معیار بھی ایک نہیں بلکہ اکثر لوگ اس معاملہ میں دوہرا معیار رکھتے ہیں، یعنی عوام فضائل کی انتہا مانگتے ہیں تاکہ وہ خوب نعرے لگا سکیں اور مصائب کی بھی انتہا مانگتے ہیں کہ وہ خوب روسکیں، وہ فضائل میں مصائب کو فراموش کردیتے ہیں، اور مصائب میں تمام فضائل کو اچانک بھول جاتے ہیں
حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک انتہائی رویہ ہے اور ہر انتہائی رویہ حقیقت سے بعید ہوتا ہے، کیونکہ ایک (Balanced) یا متوازن رویہ ہی حقیقت کے قریب ہوتا ہے
میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ واقعہءِ کربلا کے بارے میں جتنی روایات ہیں وہ کئی سانحات سے گزری ہیں، جن کی وجہ سے ان میں بے پناہ تناقض و تضادات پائے جاتے ہیں، یعنی ایک روایت کچھ کہتی ہے تو دوسری روایت اس کی مخالفت کرتی ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ تمام متضاد و متناقض روایات بیک وقت درست سمجھی جاتی ہیں، اور ہمارے منبر پر بیان بھی کردی جاتی ہیں
یہاں مناسب ہوگا کہ میں ان سانحات میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتا چلوں جن کی وجہ سے اصل حقائق مسخ ہوئے ہیں یا کئے گئے ہیں

﴿ پہلا سانحہ ﴾

روایاتِ واقعہءِ کربلا کے ساتھ جو پہلا سانحہ پیش آیا تھا، اس کی وجہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون اور یزید ابن معاویہ ملعون کے انعامات کا لالچ تھا

انسان کی فطرت ہے کہ وہ کسی لالچ یا شاباش کی وجہ سے یا پھر کسی خوف یا لعنت و ملامت کی وجہ سے سچ کو چھپا تا ہے، یا جھوٹ بولتا ہے

میں اکثر احباب کے سامنے اپنا ایک تجربہ بیان کیا کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہمارے مکان تعمیر ہو رہے تھے، اور بھٹہ سے پختہ اینٹیں ٹریکٹر پر آ رہی تھیں، ایک ٹریکٹر میری موجودگی میں وہاں آیا، اس وقت وہاں کافی تعداد میں لڑکے موجود تھے، ٹریکٹر والے نے مجھے بھٹہ کی پرچی دی، میں نے سب لڑکوں سے کہا کہ تم یہ اینٹیں اتارو، اور اپنی اپنی اینٹیں گنتے رہنا، جس کی اینٹیں زیادہ ہوں گی اس کو انعام ملے گا اور جس کی اینٹیں کم ہوں گی اسے انعام نہیں ملے گا

انہوں نے اینٹیں اتار کر میرے پاس اپنی اپنی اینٹوں کی تعداد لکھوائی، میں نے جب کل اینٹوں کو جمع کیا تو وہ ساڑھے چار ہزار بنتی تھیں، میں نے پرچی دیکھی تو اس میں کل اینٹوں کی تعداد تین ہزار تھی، یعنی ان لڑکوں نے انعام کے لالچ میں 1500 اینٹیں زیادہ لکھوا دی تھیں، یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان لالچ میں آ کر جھوٹ بولنے سے نہیں شرماتا

یہی وجہ تھی کہ کربلا میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی، انہوں نے اس لالچ میں اپنے اپنے مظالم بڑھا چڑھا کر لکھوائے تھے کہ انعام زیادہ سے زیادہ ملے گا

یعنی اگر کسی نے ظلم نہیں بھی کیا تھا تو اس نے اپنا ایک نہ ایک ظلم ضرور لکھوا دیا تھا تاکہ اسے کچھ نہ کچھ انعام مل جائے، اور جس نے ایک ظلم کیا اس نے دس ظلم لکھوا دیئے جس سے مظالم کی تعداد کم از کم دس گنا بڑھ گئی تھی

﴿ دوسرا سانحہ ﴾

دوسرا سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جب ابو العباس سفاح عباسی ملعون نے حضرت امام حسن علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد کو ساتھ ملا کر خاندانِ امیہ ملعون کے خلاف ایک سیاسی جنگ شروع کی، اس سیاسی جنگ میں واقعہءِ کربلا کو ایک سیاسی اشو بنایا گیا تھا اور اس وقت ان لوگوں نے ظالمین کے بیان کیئے گئے مظالم جمع کر کے کتابیں لکھوائیں اور سفاح عباسی ملعون نے حکماً ایک ایک ظلم کو دس گنا بڑھا چڑھا کر لکھوایا تاکہ عوام کے دلوں میں بنی امیہ کے ملاعین کے خلاف زیادہ سے زیادہ نفرت اور اشتعال پیدا کیا جا سکے

اس دور میں بڑی تعداد میں کتب مقاتل لکھی گئیں، ہماری مشہور کتاب مقتل ابی مخنف بھی اسی دور میں لکھی گئی اور یہ لوط بن یحیٰ ازدی قحطانی سے لکھوائی گئی

اس دور میں مقتل ابی مخنف نام کی چار کتابیں لکھوائی گئی تھیں جو چار مختلف لوگوں نے لکھی تھی، اور ان کی روایات ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں، اور وہ چاروں نسخے اب بھی موجود ہیں، جو ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں

یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ حمید بن مسلم ازدی قحطانی ایک عیسائی تھا، اور قبیلہ ازد قبیلہ قحطان کی ایک شاخ تھی

واضح رہے کہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو خاموش کرنے والوں میں سب سے زیادہ کوشش قبیلہ قحطان کی رہی تھی، جو کئی صدیوں سے نورِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاموش کرنے کی سعی لاحاصل کرتا رہا تھا، ظہورِ اسلام کے بعد یہ قبیلہ خوف سے

مسلمان تو ہوگیا تھا مگر جہاں بھی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی موقع ملا تو بنی ازد یا بنی قحطان نے بھرپور مخالفت کی، جنگ جمل میں ازدی قبیلے کی زیادہ تعداد شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالف رہی، اسی طرح باقی مقامات پر بھی ہوتا رہا

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حمید بن مسلم ازدی بھی کوئی غیر جانبدار یا قابل وثوق راوی نہیں ہے، بلکہ ایک انتہائی متعصب، انتہائی جانبدار اور دشمن راوی ہے، جسے بنی امیہ نے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا تھا

تیسرا سانحہ

تیسرا سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جس وقت ایرانی حکومت نے خلافت عثمانیہ کا جوا اپنے گلے سے نکالنے کیلئے اپنے ملک کو شیعہ سٹیٹ قرار دیا اور عزاداری کو رواج دیا گیا، اس وقت رونے رُلانے کی خاطر بہت سی خلافِ واقعہ روایات داخل مقتل ہوئیں، اس کے بارے میں پھر کسی وقت تفصیل سے عرض کروں گا

چوتھا سانحہ

چوتھا سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جب مجالس عزا میں کاروبار کا سلسلہ شروع ہوا، یہاں گویا مارکیٹنگ کی فضا بن گئی، زیادہ رُلانے والا بڑا ذاکر شمار ہونا شروع ہوگیا، اور بڑے ذاکر کی فیس بھی بڑی تھی، اس لئے بڑا بننے اور زیادہ پیسہ بٹورنے کیلئے لالچی اور پیشہ ور لوگوں نے اس ذکر پاک میں ظالمین نے جو ظلم کئے تھے یا جو کتابوں میں موجود تھے، ان سے دس گنا زیادہ مظالم بیان کرنا شروع کر

دیئے، اور اس میں اضافے کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے

اس دور کے ایک نامور ذاکر صاحب نے ہمارے علاقہ میں ایک مجلس پڑھی اور بقول شخصے اس نے بڑی کامیاب مجلس پڑھی، مجلس کے بعد وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور دورانِ گفتگو اس نے مجھ سے پوچھا کہ استاد محترم! میری آج کی مجلس کیسی تھی؟ میں نے جواب دیا کہ مجلس تو خوب تھی اور بڑا مصائب بھی ہوا کہ لوگ مجلس کے بعد بھی کافی دیر تک روتے رہے ہیں، مگر یہ بھی تو بتاؤ کہ تم نے یہ روایت کس کتاب سے پڑھی ہے؟ کیونکہ ابھی علاقہ کے لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ کیا یہ روایت جو پڑھی گئی ہے درست ہے؟ تو میں انہیں کوئی جواب تو دوں

اس ذاکر صاحب نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ آپ انہیں سچ نہ بتایئے گا کیونکہ ہم ذاکر لوگ اکثر مضمون رات کو بستر پر بنا لیتے ہیں اور صبح منبر پر پڑھ دیتے ہیں، ہمیں کتابیں پڑھنے کا وقت ہی کہاں ملتا ہے؟

دوستو! ان باتوں کی وجہ سے مجالس عزاء میں لاتعداد ایسی توہین آمیز روایات بیان ہو رہی ہیں کہ جو ہمارے مذہب شیعہ کے مسلّمات کے سراسر خلاف ہیں

اس بارے میں اپنی سابقہ کتب میں ذکر کرتا رہا ہوں اس لئے یہاں ان کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا، مگر جو ان واقعات کے ساتھ مربوط ہیں ان کا ذکر اِس زیرِ نظر کتاب میں موقع و محل کی مناسبت سے ضرور کروں گا

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی ہر بات اور ہر واقعہ ایک راز ہے، جس کا انکشاف شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی تشریف آوری کے بعد ہی ہونا ہے، اس لئے ہمیں مل کر دعا کرنا چاہیے کہ اب اس خانہءِ توحید

ورسالت کی عظمت کے راز جلد کھلیں، اوراس پاک گھر کا آخری وارث عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد سے جلد تشریف لے آئیں اور تمام کا تمام گھر پاک دوبارہ آباد وشاد ہوجائے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 2

دوستو! آج سے میں شام غریباں کے واقعات بیان کرنے کی ابتداء کر رہا ہوں یعنی شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے فوراً بعد کے حالات بیان کرنے کا ایک سلسلہ شروع کر رہا ہوں

اس مقام پر میں یہ عرض کروں گا کہ جتنی کتب مقاتل ہیں ان میں ان واقعات کی کوئی ترتیب موجود نہیں ہے بلکہ صاحبانِ تاریخ و مقتل نے واقعات کو بلا ترتیب لکھ دیا ہے، بلکہ ایسی بے ترتیبی کے ساتھ لکھا ہے کہ ان میں یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کون سا واقعہ پہلے رونما ہوا، اور کون سا واقعہ بعد میں

ہاں اگر ہم اپنے طور پر تحقیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد امت نے پہلے نمازِ جمعہ ادا کی، اس میں بہت سے ملاعین نے شکرانے کی نمازیں بھی ادا کیں جوانہوں نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کیلئے بطور منت مانی ہوئی تھیں، کتب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ امت ملعون نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کی شہادت کے بعد شکرانے کے طور پر سات سے لے کر چالیس مساجد بھی تعمیر کرائیں، جن میں چار مساجد صرف

کوفہ کے مرکزی شہر میں بنوائیں گئیں تھیں

جب امت ملعون نمازِ جمعہ سے فارغ ہوئی

☆ثم نادی عمر ابن سعد فی اصحابه من ینتدب الحسین علیہ الصلواۃ والسلام فیو طی بالخیل ظهره ()فانتدب منهم عشرة منهم اسحاق بن حیواة الذی سلب قمیصه واخنس بن مرثد وحکیم بن طفیل النسبی وعمر بن الصبیح الصیداوی ورجاء بن منقذ العبدی وسالم بن خیثمه الجعفی وصالح بن وهب الجعفی و واعظ بن ناعم وهانی بن ثبیت الحضرمی و اسید بن مالك ()

فداسوا الحسین علیہ الصلواۃ والسلام بحوافر خیولهم رشوا ظهره وصدره

امت ملعون میں عمر ابن سعد ملعون نے اعلان کیا کہ تم میں سے کون کون سے جوان ہیں جو شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر گھوڑے دوڑانا چاہتے ہیں؟

اس کے اس اعلان پر دس حرام زادے اپنے اپنے گھوڑے آگے لے آئے پھر ان کے ساتھ دس اور ظالم بھی شامل ہو گئے یعنی ان کی کل تعداد بیس تھی

یہاں تک تو روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ تقریباً اکثر مؤرخین وصاحبان مقاتل متفق ہیں، اس سے آگے روایات میں اختلاف ہے

() پہلی روایت یہ ہے کہ پہلے پہلے امت ملعون نے تمام شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کی پامالی کا حکم دیا تھا، مگر اکثر شہیدوں کے ہم قبیلہ لوگ وہاں موجود تھے اور انہوں نے بڑھ کر اپنے اپنے رشتہ داروں کی لاشیں اٹھوا لیں تھیں، صرف پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے افراد باقی رہ گئے تھے اور ان کی لاشیں پامال ہوئی تھیں

( ) یہاں ابومخنف اور کچھ دوسرے صاحبان مقتل ایک روایت شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ پاک معظّمہ شہزادی صلواۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ہم خیام کے دروازہ پر موجود تھے اورسوچ رہے تھے کہ امت ملعون اب ہمارے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرتی ہے؟...... ہم دیکھ چکے تھے کہ امت ملعون نے ہمارے پاک باباعلیہ الصلواۃ والسلام کو گوسفند کی طرح شہید کردیا تھا اور ہم نے دیکھا کہ ☆وخیول علی اجسادھم تجول

یعنی ہمارے سامنے لاشہ ہائے اطہر پر گھوڑے دوڑادیئے گئے تھے

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پامالی کا حکم خیام کی تاراجی سے پہلے دیا گیا تھا

( ) صاحبانِ مقتل کا ایک بڑا طبقہ لاشہ ہائے اطہر کی پامالی کی روایت کو اس موقع پر تسلیم ہی نہیں کرتا یعنی وہ کہتا ہے شام غریباں کے وقت یعنی 10 محرم کی شام کو لاشہ ہائے اطہر کی پامالی کا پروگرام بنایا تو گیا تھا مگر پامالی نہیں ہوسکی تھی، یہ تسلیم کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ لکھا تو 10 محرم کی شام کے واقعات میں گیا ہے مگر اس دن پامالی نہیں ہوئی، ممکن ہے کہ پھر گیارہ محرم کے دن لاشوں کو پامال کیا گیا ہو، یعنی وہ یقینی طور پر کوئی بات نہیں کرتے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ پامالی سے متعلق اتنی روایات ہیں کہ انہیں رد بھی نہیں کیا جاسکتا اور دس محرم کی شام کو پامالی کے عمل کو تسلیم نہیں کرتے، اس لئے جمع بین الروایات کا فارمولا استعمال کرتے ہوئے اتنا کہہ سکتے ہیں کہ شاید گیارہ محرم کے دن لاشوں کو پامال کیا گیا ہو

مگر کسی کتاب میں گیارہ محرم کے دن کے واقعات کے ضمن میں لاشہ ہائے اطہر کی پامالی کے بارے میں کوئی روایت موجود ہی نہیں، صرف احتمال ہے

( ) جملہ صاحبانِ مقتل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس وقت امت ملعون نے پامالی کا حکم دیا تو اس وقت کسی کنیز نے آ کر حرم سرا میں یہ اطلاع دی کہ امت ملعون نے لاشہ ہائے اطہر کی بے حرمتی کا پروگرام بنالیا ہے

جناب فضہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملکہء عالمین معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے رخِ انور کا رنگ متغیر ہوا، اس وقت انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ ''اے خالق عالمین! اموی ملاعین نے ہمارے بھائی کو شہید کیا، پھر ان کی لاشِ اطہر کو زمین پر چھوڑ دیا، یہ سب کچھ ہمیں تیری رضا کیلئے برداشت کرنا پڑا، مگر اب ان غریبوں کی لاشوں کی پامالی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے، اب ان کیلئے تو خود ہی کچھ کر

جناب فضہ سلام اللہ علیہا نے فوراً پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ

☆فقالت فضة یا سیدتی ان سفینة صفیة کسر فی البحر فخرج به الی جزیرة فاذا هو باسد( ) فقال یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهمهم بین یدیه حتی وقف علی الطریق

آپ کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی سفینہ مہران تھا جو باقی لوگوں کے ساتھ ایک سمندر میں مصروفِ سفر تھا کہ راستے میں طوفان آ گیا، اور ان کی کشتی طوفان میں پاش پاش ہوگئی تھی، انہوں نے ایک جزیرے میں جا کر پناہ لی تھی، جب وہ اس جزیرے میں داخل ہوئے تو وہاں ان پر ایک شیر نے حملہ کر دیا، وہاں اس صحابی نے حملہ آور شیر سے فرمایا کہ اے ابوالحارث! کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میں شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں، تم مجھ پر کیوں حملہ کرتے ہو؟

یہ سنتے ہی شیر نے ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا تھا وغیرہ وغیرہ

پاک معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا ! جس وقت ہم علاقہ قطقطانیہ کے شہر حیرہ (موجودہ نجف) کے قریب سے گزر رہے تھے تو وہاں ایک شیر آپ کے محملوں کے ساتھ ساتھ کربلا تک ہمارے ساتھ آیا تھا، اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے کہوں کہ وہ آکر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر پہرہ دے

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بیشک آپ اس شیر سے کہہ دیں کہ وہ آکر میرے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی حفاظت کرے، جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا خیام سے چند قدم باہر تشریف لے گئیں اور وہاں انہوں نے آواز دی یا ابا الحارث! یا ابا الحارث! (واضح رہے کہ عرب ہر شیر کو ابوالحارث کہتے ہیں) اسی وقت ایک شیر گونجتا ہوا ظاہر ہوا، جو سیدھا جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا کے قریب آیا، جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے ابوالحارث! کیا تمہیں یہ علم ہے کہ آج ہمارے شہنشاہ مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ امت کیا کرنا چاہتی ہے؟ امت ان کی لاشِ اطہر کی بے حرمتی کرنا چاہتی ہے، تم فوراً جاکر شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کی حفاظت کرو...... پھر اسی وقت وہ شیر ببر میدان میں اس مقام پر پہنچا جہاں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر موجود تھی

☆والعسکر واقف تظن ابن سعد انه جاء یاکل من لحوم الموتیٰ حتیٰ وضع یده علیٰ جسد الحسین علیہ الصلواۃ والسلام وجعل یمرغ وجهه وناصیة بدم الحسین علیہ الصلواۃ والسلام ویبکی علی الصیاح فاقبلت الخیل فلما نظروا الیه قال لهم عمر ابن سعد ملعون فتنة لا تنشروها

شیر کو آتے ہوئے دیکھا تو لشکر کوفہ وشام دور کھڑا ہو گیا، اور ابن سعد ملعون نے یہ

گمان کیا کہ یہ شیر شاید شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کا گوشت کھانے کی غرض سے آیا ہے، مگر اس شیر نے آتے ہی امام مظلوم کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور اپنی پیشانی کو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے خون سے رنگین کرنا شروع کر دیا اور بین شروع کر دیئے

اس وقت امت ملعون کے گھوڑے لاش اطہر کو پامال کرنے کیلئے مقتل گاہ میں آئے مگر جب ان کی نگاہ شیر پر پڑی تو وہ رک گئے، اس وقت عمر ابن سعد نے انہیں کہا کہ اب تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ، یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جو ظاہر ہو گیا تو لوگ ہم سے منحرف ہو جائیں گے، تم اس راز کو ظاہر ہی نہ کرنا

(بحوالہ اصول کافی، انوار الشہادۃ)

یہاں مؤرخین کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم شیر کی آمد والی روایت کو درست مانتے ہیں تو پامالی کی روایت رد ہو جاتی ہے، اور اگر پامالی کی روایت درست مانتے ہیں تو شیر کی روایت رد ہوتی ہے، مگر صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طرف پامالی کی لاتعداد روایات ہیں، دوسری طرف شیر کی روایت کو رد کرنا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ صدیوں سے اس روایت کو اس حد تک درست مانا جاتا ہے کہ اب تک کربلا میں شیر کی شبیہ بنائی جاتی ہے جو اس روایت کی صداقت کی دلیل ہے

اس مقام پر صاحبانِ مقتل کی کئی آراء ہیں جو اجمالی طور پر عرض کرنا ضروری ہیں تاکہ اصل تصویر سامنے آسکے

( ) کچھ مؤرخین کہتے ہیں کہ شیر والی روایت درست نہیں ہے

( ) کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ لاشہ ہائے اطہر کی پامالی والی روایت غلط ہے

( ) کچھ یہ کہتے ہیں کہ دس محرم کو شیر کی مقتل گاہ میں آمد کی وجہ سے پامالی کا ارادہ ترک کر دیا گیا تھا مگر گیارہ محرم کو پامالی کا واقعہ ہوا ہوگا ، یعنی احتمال ہے کہ ہوا ہوگا

( ) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ روایات اور زیارات میں الفاظ یہ ہیں کہ شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے تھے، جیسا کہ زیارت مفجعہ میں بھی ہے اور دیگر کئی زیارات میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں جو پامالی والی روایت کی تائید کرتے ہیں

( ) کچھ محققین اس بات سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی توجیح یوں کرتے ہیں کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معانی کی بجائے یہاں مجازاً استعمال ہوئے ہیں کیونکہ عربی زبان کا محاورہ تھا کہ کسی کی لاش پر یا کسی پر گھوڑے دوڑانے سے مراد بغاوت کرنا ، شکست دینا یا بے حرمتی کرنا لیا جاتا تھا ، نہ کہ حقیقی معنی میں

اس لئے ان الفاظ سے لاشوں کے پامال کئے جانے پر استدلال درست نہیں ہے

اس دعویٰ کی دلیل میں وہ کلام اِلٰہی کی یہ آیت لاتے ہیں کہ جس میں مال فے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

جس پر تم نے گھوڑے نہیں دوڑائے اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ......یعنی جس کیلئے تم نے کوئی جنگ نہیں کی اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے

صاحب ناسخ التواریخ کی رائے یہی ہے کہ کربلا معلیٰ میں شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے لاشہ ہائے اطہر کو پامال نہیں کیا گیا ، یہ گھوڑے دوڑانا محاوراتی زبان کا استعمال ہے

( ) یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے شیر کا آ کر پامالی سے روکنے کا واقعہ لکھا

ہے تو وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ شیر اس وقت تک لاشہ ہائے اطہر کی حفاظت کرتا رہا تھا کہ جب تک انہیں دفن نہیں کر دیا گیا، اور لاشوں کی تدفین بارہ محرم کو ہوئی لہٰذا پورے تین دن تک شیر نے لاشوں کے قریب کسی کو نہیں آنے دیا

( ) صاحب ریاض القدس کا قول یہ ہے کہ وہ شیر جو نجف سے ساتھ ہولیا تھا وہ کوئی حقیقی شیر نہیں تھا بلکہ وہ خود شیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کی حفاظت کیلئے اس شکل میں ظاہر ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے نور نظر کو پامالی سے بچایا تھا

( ) ابن ادریس اسدی سے روایت ہے کہ ہم ظالمین کے خوف سے لاشہ ہائے اطہر کی زیارت کیلئے نہ آ سکے، جب بارہ محرم کی رات ہوئی تو میں نے سوچا کہ میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت تو کر آؤں، جب میں مقتل گاہ میں پہنچا تو وہاں مجھے مشک اور عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی، میں نے دیکھا کہ کئی ستارے آسمان سے لاشہ ہائے اطہر پر گر رہے تھے اور پھر واپس جا رہے تھے، پھر میں نے ان لاشوں کے قریب جا کر دیکھا تو کچھ مستورات امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر گریہ و بکا کر رہی تھیں، میں بہت دیر تک دیکھتا رہا، پھر اچانک ایک شیر ظاہر ہوا، اس شیر کو دیکھتے ہی مستورات کے رونے کی آواز زیادہ بلند ہوئی

میں نے ان مستورات میں سے ایک مستور سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

☆فقالت انا نساء من الجن

اس مستور نے مجھے بتایا کہ میں قوم جنات کی عورتوں میں سے ایک عورت ہوں، ہم سب امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر ماتم کرنے کیلئے آئی ہیں، پھر اس

عورت نے مجھ سے پوچھا

☆اتعرف هذا الاسد قلت لا قالت هذه الاسد هو ابوه علیؑ علیہ الصلواۃ والسلام

کیا تم اس پاک شیر سے واقف ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں میں نہیں جانتا، اس مستور نے بتایا کہ یہ شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام ہیں جو اپنے لخت جگر علیہ الصلواۃ والسلام پر گریہ فرمانے کیلئے تشریف لے آئے ہیں

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بارہ محرم تک لاشہ ہائے اطہر کی شیر یا خود امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام حفاظت کرتے رہے تھے

اب ان روایات سے اتنا تو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ لاشہ ہائے اطہر کی بے حرمتی والی روایت کو حتمی طور پر درست نہیں کہا جا سکتا

میں اس پر جمال ملعون کے واقعہ کے ضمن میں مزید گفتگو کروں گا کیونکہ عباسی دور میں مقتل کی جو کتابیں لکھوائی گئیں یہ روایت بھی انہی کا ایک حصہ ہے

یہاں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ زیارتِ ناحیہ مقدسہ میں بھی تو یہ مضمون موجود ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ زیارت ناحیہ کہ بارے میں ہے کہ جناب علم الہدیٰ نے شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو یہ زیارت پڑھتے ہوئے سنا تھا، اس لئے انہوں نے اسے نقل کیا ہے مگر اتنی طویل زیارت کو کلی الفاظ کے ساتھ یاد رکھنا بھی تو ایک مسئلہ ہے، اس لئے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ جناب علم الہدیٰ نے زیارت ناحیہ مقدسہ کا فقط مفہوم ہی نقل کیا ہے نہ کہ مکمل الفاظ نقل کئے ہیں

اور وہ مقامات جہاں توہین کا کوئی معمولی سا شائبہ بھی سامنے آتا ہو وہاں ہم پر واجب ہو جاتا ہے کہ ہم ان فقروں کی تاویل کرنے کی پوری کوشش کریں، اگر

کوئی تاویل نہ ہوسکے تو پھران فقروں کورد کرنا واجب ہے کیونکہ پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی عظمت پر ہزاروں دعائیں قربان کی جاسکتی ہیں

ہم یہ بھی تو سوچ سکتے ہیں کہ جناب علم الہدیٰ کو جو باتیں یاد نہ رہی ہوں انہوں نے دوبارہ کتب مقاتل کو دیکھ کراس میں شامل کی ہوں

کچھ علماء کرام تو یہ کہتے ہیں کہ زیارت ناحیہ خود شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت ہے ہی نہیں ...... مگر یہ بھی ایک جارحانہ سوچ ہے اس لئے نہ تو اس زیارت کا انکار کرنا چاہیے، اور نہ ہی اس کے توہین آمیز فقروں کو درست مانا جاسکتا ہے

اب درمیانہ راستہ یہ ہے کہ جو فقرہ پاک گھر کی عظمت کے منافی نہ ہو اسے قبول کرنا چاہیے اور جو توہین آمیز حصہ ہو اسے راوی یا ناقل کا اشتباہ سمجھنا چاہیے اس سے رواي یا ناقل کی عزت پر بھی کوئی حرف نہیں آتا، اور انسان توہین جیسے ظلم عظیم سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے

یہاں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان توہین آمیز روایات سے انکار کرنا خدانخواستہ علمائے اعلام، روایات یا احادیث کی توہین ہے...... بلکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان راویان اور ناقلین سے لے کر ہم تک آتے آتے یہ روایات اور مواد ہزاروں ہاتھوں اور ہزاروں ذہنوں کی بھٹیوں سے گزرے ہیں، اور ان ہزاروں لوگوں میں کسی ایک کی ذراسی غفلت بھی معانی اور مقصد کو بدلنے کیلئے کافی سے بھی زیادہ ہے

آج میرے سلسلہءِ بیان کا چونکہ پہلا دن ہے اس لئے اسے صرف تمہید تک محدود رکھتے ہوئے میں مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا

میری توضیحات کا سلسلہ ہر مجلس کے ساتھ ساتھ جاری رہے گا مگر آج میں اپنی بات کو اور اپنے بیان کو یہیں روک کر عرض کروں گا کہ
اب ہم سب مل کر دعا کریں کہ ان مظلومین کے وارثِ حقیقی اور منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہٗ الشریف اس دنیا میں جلد قیام فرمائیں تاکہ ان تمام مصائب کے حقیقی راز منکشف ہو سکیں، اور پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی عظمت اِلٰہیہ کا اظہار ہو، پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کا مقام حقیقی اور شانِ حقیقی سب پر عیاں ہو جائے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 3

جناب سوید بن ابی مطاع

علیہ السلام

دوستو! آپ جانتے ہیں کہ میں نے شام غریباں کے واقعات پر مبنی ایک سلسلہ ءِ بیان شروع کیا ہوا ہے، مگر آج اپنا موضوع شروع کرنے سے پہلے میں چند گذارشات کرنا چاہتا ہوں

اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ آج ہمارے منبر پر جس طرح واقعات کربلا بیان کئے جارہے ہیں ان میں پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی عظمت کا ذرہ بھر بھی لحاظ نہیں رکھا جارہا ہے، اس دور میں مقررین اور سامعین کے دونوں طبقے شدت پسند بن گئے ہیں

علم نفسیات کا مسلّمہ ہے کہ انسان کے ذہن میں جب کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس کیفیت سے ذہنی اعصاب میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور پہلی مرتبہ اس تحریک کی وجہ سے انسانی ذہن کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ درجاتی لحاظ سے اپنے شدید ترین درجات پر ہوتی ہے ...... اور اگر انسان ایک ہی تحریک بار بار پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اس کی شدت میں آہستہ آہستہ کمی آنا شروع ہوجاتی ہے۔ کیونکہ بار بار کی تحریک سے اعصاب اس کے عادی ہوجاتے ہیں، تا اینکہ ایک مقام ایسا

آ تا ہے کہ ذہنی اعصاب تھک کر کام کرنا ہی چھوڑ دیتے ہیں، اس لئے اگر کسی تحریک کو ہمیشہ اس کے شدید ترین درجہ پر باقی رکھنا ہو تو پھر اس میں ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ اضافے کی ضرورت ہوتی ہے

اس کی حِسی مثال ایسے ہے کہ جیسے انسان اپنی فصل بڑھانے کیلئے زمین میں کھاد استعمال کرتا ہے تو اس کی زمین پہلی بار کھاد کی وجہ سے بہت اچھی فصل دیتی ہے، لیکن اس کے بعد اگر کھاد کی مقدار میں اضافہ نہ کیا جائے تو زمین اس کھاد کی عادی ہو جاتی ہے، اور وہ پہلی مرتبہ کی طرح فصل نہیں دیتی، ہاں اگر فصل کی مقدار کو بحال رکھنا ہو تو پھر ہر بار کھاد کی مقدار میں تھوڑا بہت اضافہ کرنا لازمی ہوتا ہے، اس لئے امریکی ماہرین زراعت نے کہا تھا کہ کھاد زمین کیلئے زہریلے نشے کی طرح ہے، اور ہم اپنی زمینوں کو اس کا عادی کر چکے ہیں اور آنے والے وقت میں امریکہ کی زمین سے بھرپور فصل لینے کیلئے ہمیں تمام زرعی زمین پر دو انچ کھاد کی تہہ چڑھانا پڑے گی پھر ہمیں مطلوبہ مقدار میں فصل حاصل ہو سکے گی جو کہ ہم آجکل تھوڑی سی کھاد سے حاصل کر رہے ہیں

بعینہٖ ذکر مصائب بھی دراصل انسان کے اعصاب میں تحریک پیدا کرتا ہے اور اگر اس کی مقدار میں اضافہ یا تبدیلی نہ ہو تو سامعین کے دلوں میں پہلے جیسی کیفیت پیدا نہیں کی جا سکتی

اس لئے ایک مقام پر جو ذاکرین مسلسل عشرے پڑھتے ہیں ان کیلئے کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، آج اگر ہم اپنے منبر کا جائزہ لیتے ہیں تو مصائب کے واقعات کے بیان میں بہت زیادہ شدت آ رہی ہے، اور پروفیشنل (Professional) مقررین

ہمیشہ مصائب کی مقدار میں اضافہ کرنے میں مصروف ہیں، جس کی وجہ سے آجکل مجالس عزاء کی فضا کافی حدتک توہین آمیز روایات کے قریب پہنچ چکی ہے اور کچھ لوگ تو دنیا وعقبیٰ سے بے نیاز ہوکر زیادہ رُلانے کی ہوس میں مبتلا ہوکر نعوذ باللہ توہین کا ارتکاب بھی کررہے ہیں، اور سامعین اس زہر مسلسل کے عادی ہوتے جا رہے ہیں، اس لئے میں مقررین اور سامعین کے سامنے دست بستہ گزارش کروں گا کہ وہ میدانِ تقریر میں اترنے سے پہلے معزز اور شریف گھروں کے رسم و رواج اور اعلیٰ خاندانوں کی اعلیٰ اقدار کا مشاہدہ کریں کہ وہ ایک دوسرے سے بولتے کیسے ہیں؟ ان کے درمیان جملہ معاملات کے آداب کیا ہیں؟ ان کا اسلوب بیان اور طریق گفتگو کیا ہے؟ یعنی کوئی شریف آدمی یا کوئی ادیب شخص کسی شریف کا کوئی واقعہ کیسے بیان کرتا ہے؟ کیا کبھی کسی شریف اور باعزت گھر میں بزرگوں کو مخاطب کرنے میں واحد کے صیغے استعمال ہوئے ہیں؟ کیا کوئی شریف آدمی بزرگوں سے تو کجا اپنے بچوں سے بھی تو تاں کرکے بولتا ہے؟

دوستو! جس آدمی کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ شرفائے دہر کے آدابِ حیات، طرزِ معاشرت، اسلوبِ بیان، الفاظ کا انتخاب اور زبان کی شائستگی کیا ہے؟ وہ شخص لازماً پاک گھر کے واقعات بیان کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں عمداً یا سہواً ایسی غلطی ضرور کرے گا کہ جس سے اس کی آخرت برباد ہونے کا امکان پیدا ہوجائے گا حقیقت یہ ہے کہ ہم پاک خاندانِ رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کے شایانِ شان الفاظ تو استعمال کرہی نہیں سکتے، نہ ہی ہماری لیاقت، بساط یا ذہنی استعداد اتنی ہے لیکن اُن پاک ذوات علیہم الصلواۃ والسلام کا ذکر پاک کرنے کیلئے کم ازکم اپنے ماحول اور

معاشرے کے اعلیٰ ترین لوگوں جیسا طرزِ گفتگو تو اختیار کر ہی سکتے ہیں، اس میں تو ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس کے باوجود بھی ہم ذکر پاک کرتے وقت اگر گنوار زبان اور گھٹیا الفاظ استعمال کرتے رہیں تو پھر یہ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کرنے کے مترادف ہے، اور اس کی سزا کیا ہے؟ آپ سب جانتے ہیں

تاریخ کربلا کا بغور مطالعہ کرنے والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تاریخ مقتل کی جملہ کتب میں جابجا ایسے واقعات وروایات موجود ہیں کہ جو ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں، ایک واقعہ دوسرے واقعہ کو رد کرتا ہے، اس لئے ان متضاد و متناقض بیانات کے ڈھیر میں سے حقیقت تلاش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے

﴿ حقیقت کا پیمانہ ﴾

اب اس موقع پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان واقعات میں سے ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟ کہ یہ واقعہ درست ہے، یا یہ غلط ہے، اس کا درست پیمانہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیز کیلئے ہمیں شہنشاہ معظم صادق آلِ محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحیح پیمانہ عطا فرمایا ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ

''تم ہمارے مصائب ضرور بیان کرو مگر ہماری توہین نہ کرو''

یعنی مصائب اور توہین کے درمیان جو نازک سی دیوار ہے وہ ذرا سی بے ادبی کی ٹھوکر سے چکنا چور ہو جاتی ہے، اس کا بچانا واجب ہے

حقیقت یہ ہے کہ جہاں ظلم کو چھپانا ایک ظلم ہے، وہاں خاندانِ توحید ورسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ومراتب عالیہ کو ٹھیس پہنچانا ظلم عظیم ہے، کیونکہ محبت اور

احترام ہمیشہ غلیظ الفاظ اور سفاک طرزِ بیان سے روکتے ہیں، یعنی کوئی محبّ اپنے حقیقی محبوب کا ذکر بے ادبی یا گھٹیا اور بازاری الفاظ میں کر ہی نہیں سکتا بشرطیکہ وہ اپنی محبت میں سچا اور خالص ہو، کیونکہ یہ بات آئین محبت اور آئین وفا کے سراسر خلاف ہے، دوسرا یہ کہ اخلاقی اعتبار سے بھی یہ بات کسی شریف کیلئے زیبا نہیں

اگر کسی ذاکر، مقرر، روضہ خوان یا عالم کی سمجھ میں میری یہ بات آسکے تو مصائب بیان کرنے کیلئے یہ ایک مسلّمہ کلیہ، قاعدہ، پیمانہ اور اسلوبِ بیان ہے کہ جو ہمیں شہنشاہِ معظم سرکار امام جعفرؑ صادق علیہ الصلواۃ والسلام نے عطا فرمایا ہے

اب میں آپ کے سامنے شام غریباں کے واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں مگر میں اسی پیمانے کو سامنے رکھ کر ہی گفتگو کروں گا

عام مقررین کے سامنے (First priority) یا اوّلین ترجیح پبلک ہوتی ہے مگر میرے لئے یہ پیمانہ بھی جدا ہے، میرے سامنے سب سے پہلے میرے اور آپ کے منعم حقیقی شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی ذات اقدس ہے، اور میں انہی سے توفیق کا طلبگار ہوں کہ وہ پاک ذات علیہ الصلواۃ والسلام مجھ ناچیز کو کم از کم اتنی توفیق ضرور عطا فرمائیں کہ میں اس انداز میں یہ واقعات بیان کرسکوں جو ان کے پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی خاندانی عظمت کے معیار پر پورے اتریں، اور میرا یہ سلسلۂ بیان ان کے اجداد طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کی نصرت شمار ہو...... آمین

﴿شام غریباں﴾

سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شام غریباں کا آغاز واقعاتِ کربلا میں

کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

صاحبانِ مقتل بیان کرتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام زین ذوالجناح سے اترے تو اس کے بعد کچھ وقت انہوں نے پیدل جنگ کی، جو میں ان کی شہادت کے واقعات میں بیان کر چکا ہوں، اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آج جہاں روضہ اطہر ہے اس مقام سے کافی دور وہ مقام موجود ہے جہاں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام زین ذوالجناح سے اترے تھے، تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اس مقام سے لے کر مقام شہادت تک کا جو فاصلہ ہے وہ پیدل جنگ کرتے ہوئے طے فرمایا اور مقام شہادت سے مزارِ اطہر سولہ 16 قدموں کے فاصلہ پر ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد گیارہ محرم کی رات ملکہ عِ کائنات آپ کی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا اپنے لختِ جگر کی زیارت کیلئے تشریف لے آئیں اور انہوں نے آ کر اس مقام کو زینت بخشی کہ جہاں آج مزارِ اطہر ہے یہاں آ کر پاک ملکہ عِ دو جہاں صلواۃ اللہ علیہا نے آواز دی میرے مظلوم فرزند! میرے لختِ جگر علیہ الصلواۃ والسلام! آپ نے ہمیں اس وقت آزمایا تھا کہ جب ہماری تکفین ہو چکی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا ہمیں نہیں بلائیں گی ہم نہیں آئیں گے......اور میں نے کفن کے بند کھول کر آپ کو گلے سے لگایا تھا

میرے لعل! آج ماں بلا رہی ہے، اب خود آ کر دکھی ماں کو گلے سے لگائیں

جب پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے مظلوم بیٹے علیہ الصلواۃ والسلام کو آواز دی تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی بے سر لاش مقام شہادت سے اٹھی، اور لاش اطہر نے بغیر سر کے چلنا

شروع کر دیا، 16 قدم چل کر آپ نے پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا کو گلے لگایا، جہاں آپؑ نے اپنی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا سے ملاقات کی تھی، اسی جگہ آج پاک مزار ہے...... میں عرض کرر ہا تھا کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام جس جگہ زین سے اترے وہاں سے کافی فاصلہ پر آ کر شہادت پائی، اور آپ نے یہ فاصلہ جنگ کرتے ہوئے طے فرمایا، اس آخری جنگ کی منظر کشی پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ

ہم سبھی مستورات صلواۃ اللہ علیہن آخری قنات کے قریب کھڑی ہو کر دیکھ رہی تھیں، کافی دور ہمیں فوجوں کا ہجوم دِکھائی دیا، مارو مارو کی آوازیں آ رہی تھیں، فوجوں کا ہجوم کسی وقت دائیں طرف بھاگتا اور کسی وقت بائیں طرف بھاگتا تھا، اس ہجوم کے اندر کبھی کبھی ہمیں اپنے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی تکبیر کی آواز سنائی دیتی تھی ''اللہ اکبر''...... اور کبھی رہ رہ کر آواز آتی تھی کہ

☆هل من ناصرٍ ينصرنا ...... کوئی ناصر ہے کہ جو ہماری نصرت کرے

میرے بھائی کو ہجوم نے گھیرا ہوا تھا، جس طرف میرے مظلوم بھائی علیہ الصلواۃ والسلام حملہ کرتے شامی ملاعین آگے فرار ہو جاتے، مگر باقی پیچھے سے حملہ کر دیتے تھے، چاروں طرف میدان میں گرد وغبار کے بادل چھائے ہوئے تھے، وہ ہجوم آہستہ آہستہ خیام کے طرف بڑھ رہا تھا...... یعنی امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام خیام کی سمت بھی بڑھ رہے تھے اور جنگ بھی فرما رہے تھے

شیخ عبد العلی ہروی طہرانی فرماتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے ایک مقام پر گھٹنوں کے بل چل کر بھی جنگ کی، پھر لشکر شام نے آپ علیہ الصلواۃ والسلام کے گرد حلقہ بنا

لیا، اس تھوڑے سے وقفہ میں کچھ شامی ملاعین نے خیام کی طرف رخ کرنا چاہا تو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن سعد ملعون سے فرمایا کہ تم ان شامیوں اور کوفیوں سے کہہ دو کہ ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں ہماری ظاہری زندگی میں یہ خیام کی طرف جانے کی گستاخی نہ کریں

یہ فرمان سن کر ابن سعد ملعون نے تمام کوفیوں اور شامیوں کو روک دیا پھر ملعون ازل نے اعلان کیا کہ اب جلدی کرو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دو کیونکہ جمعہ نماز کی ادائیگی میں تاخیر ہو رہی ہے، پہلے انہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید کرو پھر نمازِ جمعہ ادا کریں گے

اس مقام پر چند واقعات اور بھی ہیں یعنی جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار سالہ فرزند جناب عبداللہ ابن حسن مثنیٰ ابن مولا امام حسن علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادت، جنہیں بعض مؤرخین نے غلطی سے مولا امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرزند بھی لکھا ہے، یہ ان کا اشتباہ ہے، جس کا ازالہ میں اپنی کتابِ مقتل کی دوسری جلد میں کر چکا ہوں، تفصیل کیلئے دوسری جلد ملاحظہ کریں، اسی طرح کچھ اور واقعات ہیں جنہیں میں مقتل کی تیسری جلد میں پیش کر چکا ہوں، اس لئے یہاں ان کا اعادہ کرنا مناسب نہیں ہے

جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام

دوستو! اب اس مقام پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ شام غریباں کا سب سے پہلا واقعہ کون سا ہے؟

میری تحقیق کے مطابق شام غریباں کا سب سے پہلا واقعہ جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام کا ہے، پہلے میں ان کا تعارف کروادوں کہ جناب سوید تھے کون؟

یہ شہنشاہ مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے بزرگ صحابی تھے اور ان کا شمار شہنشاہ معظم علیہ الصلواۃ والسلام کے اصحابِ خاص میں ہوتا تھا، انہوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں اپنی جوانی کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے زمانے کے شہنشاہ یزدان اقدار مولا امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی بڑی بہادری کے ساتھ نصرت کی تھی، جنگ جمل وصفین ونہروان میں خوارج کے دانت ان کی تلوار نے توڑ کر یوں کھٹے کئے تھے کہ وہ رہتی دنیا تک کھٹے ہی رہیں گے

یہ اصل میں کوفہ کے رہنے والے تھے، زاہد شب زندہ دار اور عابد بے بدل تھے، ان کی پیشانی پر صبح کے پر سعادت ستارے کی طرح ہمیشہ محراب چمکتا رہتا تھا شہنشاہِ معظم مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام کو اپنے خاص صحابی جناب بشر بن عمرو حضرمی علیہ السلام کا بھائی بنایا تھا اور ان کے درمیان صیغہءِ اخوت بھی خود ہی پڑھایا تھا، بشر بن عمرو حضرمی وہ شخص تھے کہ جنہیں کربلا معلیٰ میں نو 9 محرم کے دن یہ اطلاع ملی تھی کہ تمہارے فرزند کو مخالفین نے گرفتار کرلیا ہے اور وہ اب تاوان طلب کررہے ہیں، اورانہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر تاوان ادا نہ کیا گیا تو وہ اسے شہید کردیں گے

مگر انہوں نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کو چھوڑ کر جانے سے انکار کردیا اور کہا کہ چاہے میرے لاکھوں بیٹے شہید ہوجائیں مگر میں اپنے شہنشاہ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کو اس عالم غربت میں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا، پھر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے

ان کے دوسرے فرزند کے ہاتھ تاوان بھجوا دیا تھا مگر یہ نہیں گئے تھے، جبکہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے بھی فرمایا تھا کہ تمہیں بیٹا لینے آیا ہے تم چلے جاؤ، مگر یہ قدموں میں گر پڑے اور عرض کیا کہ للہ مجھے اپنی نصرت سے محروم نہ کریں

جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام کے بارے میں تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جس وقت جناب امیر مسلم علیہ الصلواۃ والسلام کوفہ تشریف لے آئے تو انہوں نے اپنے نائبین بیعت میں جنابِ سوید بن ابی مطاع علیہ السلام کو بھی شامل فرمایا تھا، جب جناب امیر مسلم علیہ الصلواۃ والسلام شہید ہوئے تو یہ کوفہ کے نواح میں ان کی طرف سے بیعت لینے میں مصروف تھے، اسی دوران کوفہ کے دروازے ان کیلئے بند کر دیئے گئے جس کی وجہ سے یہ کوفہ میں داخل نہیں ہو سکے تھے، جب انہیں جناب امیر مسلم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر ملی تو یہ خفیہ راستے سے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف روانہ ہو گئے اور قطقطانیہ سے پہلے یہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک قافلہ میں شامل ہو گئے تھے اور پھر کربلا تک یہ پاک قافلہ کے ساتھ ساتھ رہے تھے

روزِ عاشورا اگرچہ ظاہراً اِن کی ضعیفی تھی مگر عزم نصرت و شہادت عین شباب پر تھا جب جناب بشر بن عمرو حضرمی علیہ السلام شہید ہوئے تو انہوں نے آ کر شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ آقا! میرا بھائی مجھ سے پہلے شہادت کی کشتی پر سوار ہو چکا ہے مگر میں ابھی تک محروم ہوں، آپ مجھے اجازت ضرور عطا فرمائیں

امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام سے اجازت لے کر اور اپنے مالک حقیقی کے قدموں کا بوسہ لے کر یہ میدان میں تشریف لائے، انہوں نے اپنی ضعیفی کو جوانی کی پوشاک پہنا

کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ کوفہ وشام کی جنگجوؤں کی ہمت مردانہ نے ان کے مقابل آنے کی بجائے نسوانیت کو ترجیح دی، انہوں نے بہت سے ملاعین کو قتل کر کے خازنِ جہنم کے حوالے کیا، پھر میدان میں کھڑے ہو کر تمام لشکر کوفہ وشام کو رجز یہ انداز میں یوں للکارا کہ

اے ملاعین کوفہ وشام! مجھے پہچانو کہ میں ابی مطاع کا وہ بہادر فرزند سوید ہوں کہ جو نیزہ اور تلوار چلانے کا ماہر ہے، یہ بجا ہے کہ امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں میں نے ظاہراً ضعیفی کی پوشاک زیب تن کر لی ہے مگر مجھے ضعیف سمجھنے کی حماقت کبھی نہ کرنا، کیونکہ میں آج بھی امام کائنات مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی الفت ومؤدت میں عین جوان ہوں، اور وہی مردِ میدان ہوں کہ جس نے تمہارے ملاعین ازل آباء واجداد کی لاشوں کو پامال کیا تھا

آج میں تم سب کی زندگی کا خریدار اور موت کا مؤکل بن کر تمہارے سامنے آیا ہوں، یاد رکھو! میں فاتح خیبر و خندق شہنشاہِ ذوالفقار مولا حیدرِ کرار و غیر فرار علیہ الصلواۃ والسلام کا شاگردِ رشید ہوں، قادرِ مطلق کی تقدیر پر قابض ہو کر آج انشاء اللہ تیغ کے ایسے جوہر دکھاؤں گا کہ جس طرح نوجوان شیر ببر بھیڑوں کے غول پر حملہ آور ہوتا ہے

یہ فرمانے کے بعد انہوں نے اچانک فوجِ شام پر بھرپور حملہ کر دیا، جس سے سامنے کھڑے ہوئے سپاہی بدحواس ہو گئے، کافی دیر تک اِنہوں نے تیغ کے جوہر دکھائے، اور بہت سے ملاعین کو فی النار بھی کیا

مگر کچھ دیر بعد ظالمین نے مل کر ان پر اجتماعی حملہ کر دیا، اس شدید حملہ میں یہ

زخموں سے چور چور ہوکر زمین پر گر گئے ، ظالمین شاید ان کا سرتن سے جدا کر دیتے مگراس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے فوج شام پرحملہ کر کے سب کوفرار ہونے پر مجبور کر دیا اور خود انہیں اٹھا کر گنج شہداء میں لے آئے ، اس وقت یہ بے ہوش تھے اور ان کے جسم میں رمق جاں ابھی باقی تھی

اس زمانہ میں جنگ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی جوان کسی مقابل کوقتل کرتا تو اس کے ہتھیار نشانی کے طور پر اتار لیتا تھا اور بعد میں وہی چیزیں دوسروں کو دکھا کرفخر ومباہات کرتا تھا کہ دیکھو میں نے فلاں نامور بہادر کوزیر کیا تھا

ان کی زرہ اورتلوار بھی ظالمین نے اسی مقصد کے تحت وصول کر لی تھی

جب امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام شہید ہوگئے تو اس وقت ظالمین نے پہلے نمازِ جمعہ ادا کی ، پھرانہوں نے خیام کی طرف رخ کیا

☆فتسابقوا القوم حتیٰ دنوا من الخیام فقامت علیها غوغاء یوم القیامۃ فسلوا السیوف والخناجر و ارادوا فاخذوا فی نھب الخیام والمقانع وسلب المعاجر

لوگ ایک دوسرے پرسبقت لے جانے کی خاطر دوڑتے ہوئے اورنعرے لگاتے ہوئے خیام کےقریب آئے ، اس وقت ان کےنعروں سے قیامت کا سماں تھا

ان ملاعین ازل کے ہاتھوں میں بے نیام تلواریں تھیں ، کچھ لوگوں کے پاس خنجر تھے ، ان بدترین از خلائق لوگوں کے ارادوں کی ترجمانی میں اپنے الفاظ میں یہی کچھ کرسکتا ہوں کہ شاید ان کا ارادہ یہی ہوگا کہ ہم جا کر ملکہ ءِ عالمین جناب سیدہ پاک صلواۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کو بھائیوں اور بیٹوں کا پرسہ دیں گے ، ان کے پاک پردۂ تطہیر کی حفاظت کریں گے ، اور ان کے خیام پرصلواۃ پڑھیں گے

اُدھر خیام میں معصوم بچوں میں گریہ کا کہرام بپا ہوا، ہر طرف خوف و ہراس کی فضا تھی، جب ان شامی اور کوفی فوج کا گزر گنج شہداء سے ہوا تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، عین اس وقت جناب سوید علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی

انہیں ہوش آیا تو انہیں ماحول اچانک بدلا ہوا نظر آیا، یعنی جہاں شبیہ پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام کا پہرہ ہوا کرتا تھا وہاں اب ظالمین نعرے لگا رہے تھے، جناب غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک علم کی جگہ اب ظالمین کی لہراتی ہوئی تلواریں نظر آئیں، پاک خیام کے قریب خندق کے باہر ظالمین جمع ہو رہے تھے

جب جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے اپنی تلوار سنبھالنا چاہی تو وہ موجود نہیں تھی، پھر نیزہ تلاش کرنا چاہا مگر وہ بھی نہ ملا، ان کی عادت تھی کہ ایک تیز دھار چھری اپنے قمیص کے اندر والی صدری میں پوشیدہ طور پر رکھتے تھے، انہوں نے وہ خنجر نما چھری نکال لی اور اسے بلند کر کے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے پاک خیام کی جانب ظالمین کے آتے ہوئے لشکر کے سامنے جا کھڑے ہوئے، اور ظالمین کو للکار کر کہا کہ تم ان پاک خیام کو لاوارث نہ سمجھو، ابھی امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا ایک غلام زندہ ہے، اور جب تک میں زندہ ہوں خیام کے قریب کسی کو نہیں آنے دوں گا

پھر انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور آتے ہوئے لشکر پر حملہ کر دیا، چند ملاعین کو قتل کیا، یہ بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ لشکر شام کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف تھے کہ ادھر سے عروہ بن بکار تغلبی اور زید بن ورقا جہنی ملعون نے ان پر اچانک حملہ کر دیا، جس وقت دو نیزے ایک ساتھ ان کے سینہ میں لگے تو جناب سوید علیہ السلام

کا رُخ نجف اشرف کی طرف مڑ گیا، روکر عرض کرنے لگے کہ

آ قا! غلام کا آخری سلام قبول فرمانویں، آپ کی پردہ دار بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن اب اکیلی رہ گئی ہیں، کیونکہ ان کے پردوں کے سب نگران چل بسے ہیں، ان درد رسیدہ مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے پردوں کے اب آپ ہی محافظ ہیں، اے انبیاء علیہم السلام کی مشکل کشائی فرمانے والے! اب ان بے سہارا یتیم بچوں کی اس مشکل وقت میں خود ہی مدد کریں

ان اشک آلود آنکھوں سے سب مومنین مل کر دعا کریں کہ ان پاک معظّمہ شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے غم و آلام کا موسم ختم ہو جائے، ان کے دکھوں اور غموں کا اب بھرپور انداز میں انتقام لیا جائے، ان شہید ہونے والے مظلومین علیہم السلام کے مقصد عظیم کی جلد تکمیل ہو، ان کا پاک منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لائیں اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام فوراً عمل میں آئے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 4

علیہ الصلواۃ والسلام

دوستو!

یہ ایک حقیقت ہے کہ شام غریباں کے واقعات بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اپنی زبان کو تلوار کی دھار پر چلانے کے مترادف ہے، کیونکہ اس بیان میں اگر زبان سے ذرا سی بھی لغزش ہوجائے تو بلا توقف زبان کٹ کر ابدی جہنم کی نذر ہوسکتی ہے، یہ موضوع بہت ہی نازک ہے کیونکہ مصائب اور ادب کے درمیان ایک باریک اور لطیف سی لکیر ہے، اگر کوئی شخص سہواً یا عمداً اس لکیر کو ٹچ کرتا ہے تو سوئے ادبی کی وجہ سے جہنمی بننے میں دیر نہیں لگتی

آج کے موضوعِ کلام کو شروع کرنے سے پہلے میں پاک خیام کی صورتِ حال عرض کرنا چاہتا ہوں، آٹھ محرم کی رات بروایت دیگر نو محرم کی رات امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ آپ پاک خیام کے باہر ایک خندق کھود لیں، جنگی نقطہءِ نگاہ سے اس کی وجہ یہ تھی کہ دشمن اگر حملہ کرنا چاہے تو چاروں طرف سے حملہ نہ کرسکے بلکہ اسے صرف ایک ہی راستہ ملے اور اس راستہ کی حفاظت کرنا آسان ہوگا، اس لئے خندق کھودی گئی تھی

پھر 10 محرم کی رات امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ تم سب

اپنی مستورات کے خیام ہماری پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے خیام کے ساتھ خندق کے اندر لگادو، اور مردوں کے خیام خندق کے باہر چاروں طرف سے لگادو......اس خندق کا فقط ایک ہی دروازہ میدانِ جنگ کی طرف رکھا گیا تھا اور وہاں پیدل اصحاب کا پہرہ تھا، خیام کے گرد کچھ گھوڑا سوار اصحاب پہرہ دیتے رہے تھے

اس وضاحت کے بعداب میں سلسلہءِ بیان کو آگے بڑھاتا ہوں

دوستو! میں نے کل آپ کے سامنے بیان کیا تھا کہ شہنشاہِ معظم مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے ضعیف صحابی جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام نے اپنا حق نصرت کس طرح ادا کیا تھا

اگر ہم تاریخی لحاظ سے واقعات کی ترتیب کو بغور دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جناب سوید علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو واقعہ رونما ہوا وہ جناب محمدؐ بن ابی سعید علیہ السلام کی شہادت کا ہے

یہاں مناسب ہوگا کہ پہلے میں ان کا تعارف کروادوں کیونکہ ان کا ذکر پاک عام طور پرنہیں کیا جاتا اور ہمارے اکثر سامعین ان سے متعارف نہیں ہیں

جناب امیر مسلمؑ بن عقیل علیہا الصلواۃ والسلام کے ایک چھوٹے بھائی تھے جن کا نام پاک جناب ابی سعید علیہ الصلواۃ والسلام تھا، جناب ابی سعید علیہ الصلواۃ والسلام شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت میں اپنی جانِ عزیز کا نذرانہ پیش کرچکے تھے اور یہ جناب محمد علیہ الصلواۃ والسلام انہی کے فرزند تھے

تاریخ بتاتی ہے کربلا میں ان کا سن مبارک 6 یا 7 سال کا تھا یعنی کمسن تھے، گویا یہ

جناب امیر مسلم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک فرزندان جناب محمد و ابراہیم علیہما الصلواۃ والسلام کے ہم سن تھے

﴿واقعہ ءِ شہادت﴾

جب ظالمین نے جناب سوید بن ابی مطاع علیہ السلام کو شہید کیا تو اس کے بعد پھر انہوں نے ظلم کا پروگرام بنایا، جس وقت خیام وحدانیت کبریٰ کو لشکر ابلیس نے گھیرے میں لیا تو خیام کے باہر ظالمین اکٹھے ہو گئے، ان کے ساتھ بہت سے گھوڑے سوار بھی تھے، ہانی بن بعیث ملعون سے روایت ہے کہ اس وقت خیام کے باہر والی قنات کے دروازے پر میں نے ایک معصوم شہزادے علیہ الصلواۃ والسلام کو دیکھا جو اس قنات کی ایک چوب کے ساتھ رخسار لگائے اور اسی چوب کا سہارا لئے کھڑا تھا، وہ نہایت خاموشی اور معصومیت سے گستاخانِ وحدت کے نعرہ ہائے تکبیر سن رہا تھا، لیکن کسی کسی وقت وہ معصوم شہزادہ علیہ الصلواۃ والسلام اپنے خشک ہونٹوں پر اپنی خشک زبان کو پھیرتا جیسے بہت زیادہ پیاسا ہو اور میں نے محسوس کیا کہ پیاس کی وجہ سے اس کے چہرۂ اطہر کا رنگ متغیر ہو چکا تھا

ہانی بن بعیث ملعون کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ شہزادہ کبھی دائیں دیکھتا اور کبھی بائیں جانب دیکھنے لگتا تھا کہ اچانک ظالمین نے یک لخت آواز دی

لوٹو تبرکاتِ علیؑ و بتولؑ کو

جب اس معصوم شہزادے علیہ الصلواۃ والسلام نے یہ آواز سنی تو اس کے معصوم چہرے پر جلال کی سرخی نمودار ہوئی، اس معصوم کے پاس کوئی دوسرا ہتھیار تو تھا نہیں، ادھر

ظالمین نے گھوڑے دوڑانے کیلئے نعرہ لگایا تو بلا تاخیر اس پاک شہزادے نے خیام کی چوب میں ہاتھ ڈالا اور چوب کو اکھاڑ کر تلوار کی طرح بلند کیا

پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں میں خیام کی چوب کو علم کیئے یہ معصوم شہزادہ دوڑتا ہوا جلدی سے خندق کے دروازہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا

جب لشکر ابلیس کے بڑے بڑے جری جوانوں نے اس کمسن کی شجاعت کا مظاہرہ دیکھا تو وہ حیرت کے سمندر میں یوں غرق ہو گئے کہ وہ اپنے گھوڑوں کی لگامیں اٹھانا بھول گئے

ادھر معصوم شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آواز دی کہ اے ملاعین ازل! تم نے کیا سمجھا ہے کہ اب ان پاک خیام کا کوئی وارث اس دنیا میں باقی نہیں رہا؟

کیا شہنشاہِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چلے جانے کے بعد یہ گھر اطہر خالی ہو گیا ہے؟

واللہ ایسا ہرگز نہیں ہے، اگرچہ میں کمسن ہوں مگر پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کے پردوں کا محافظ بن کر زندگی کی آخری سانس تک ان کی حفاظت کروں گا...... یہ فرمانے کے بعد آپ نے خیام کی جانب بڑھتے ہوئے ملاعین پر بڑھ کر حملہ کر دیا

دائیں طرف سے ہانی بن بعیث ملعون نے اور بائیں طرف سے لقیط ملعون نے اپنے گھوڑے بڑھائے، دونوں ظالمین کی تلواریں ہوا میں لہرائیں، اور اس معصوم غیور شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر اطہر پر چمکیں

جونہی پاک شہزادے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر والی خندق کا دروازہ عبور کیا، دونوں ظالمین اپنی تلواریں بے نیام کر کے بھاگتے ہوئے گھوڑوں سے جھکے، کربلا کی

زمین کو زلزلہ آیا، آسمان کانپ اٹھا، عرش پر کہرام بپا ہوا، روضہ ءِ نبوی متزلزل ہوا، معصوم شہزادے کی لاش زمین پر تڑپ اٹھی ،لشکر شام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ادھر خیمہ سے ان کی پاک دکھی ماں صلواۃ اللہ علیہا نے روتے ہوئے تحسین آمیز لہجہ میں فرمایا کہ بیٹا! آپ کے جذبہ ءِ غیرت پر ماں قربان جائے، آپ نے میرے دودھ کی لاج رکھ لی ہے، ماں کو سرخرو کر دیا ہے، میرے لختِ جگر! مجھے یقین ہے کہ آج اگر آپ جوان ہوتے تو یقیناً جرأت حیدریہ اور شجاعت جعفریہ کے مالک ہی ہوتے ،اور آپ کی موجودگی میں کوئی ملعون خیام کی طرف دیکھنے کی جرأت ہی نہ کرتا...... پھر گنجِ شہداء کی جانب دیکھ کر فرمانے لگیں کہ اے میرے پاک سرتاج! ذرا اپنے کمسن معصوم کی قربانی کا انداز دیکھیں، میری آس و امید کا مرکز بسمل کی طرح زمین پر تڑپ رہا ہے،اس کا بہتا ہوا لہو ہمیں سرخرو کرنے کیلئے کافی ہے

مجھے یقین ہے کہ اس وقت اس معصوم پاک شہزادے کی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا نے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا ضرور کی ہوگی کہ

اے ربِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام ! شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی ان قربانیوں کے مقصد عظیم کی جلد تکمیل فرما، ان مظلومین کے آخری وارث عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد تشریف لائیں، وہ اس دنیا میں تشریف لاکر ان بے جرم و خطا شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کا انتقام لیں ،تاکہ ہمارے زخمی دلوں کو چین و راحت نصیب ہو

تمام مومنین سے التماس ہے کہ اس معصومؑ شہزادے کو تہہ دل سے دعا دیں کہ خدا کرے یہ پاک شہزادہ پھر سے اپنے گھر اطہر میں آباد ہو، ان کی پاک بہنیں انہیں جوان ہوتا ہوا دیکھیں، اور ان کے دلوں میں رہ جانے والی تشنہ ءِ تکمیل حسرتیں

اب فوراً پوری ہوں، ان کی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا اپنے لخت جگر کو سہرے پہنائیں، اور چمن نبوت کے یہ نازک اندام گل رعنا ہمیشہ کیلئے خزاں نا آشنا رہیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 5

زن بکر ابن وائل

دس 10 محرم کے دن کا چوتھا پہر ہے، یعنی تقریباً 3 سے 4 بجے کا درمیانی وقت ہے پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام کے باہر چاروں طرف کوفہ و شام کی فوج کا ہجوم ہے، اور وہ ملاعین ازل اس ادھیڑ بن میں ہیں کہ اب ہم پاک مستوراتِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن کو فرزندوں اور بھائیوں کا پرسہ کیسے دیں یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ کربلا میں عرب کے بہت سے قبائل جمع ہو کر مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے مقابلہ کیلئے آئے تھے، ان میں بکر ابن وائل کا قبیلہ بھی شامل تھا، اور اس قبیلہ کے بہت سے افراد اس جنگ میں شریک تھے، یہ قبیلہ شمالی عرب میں آباد تھا، میں نے اپنی مقتل کی پہلی جلد میں ان منازل کا ذکر بھی کیا تھا کہ جہاں جہاں یہ لوگ آباد تھے، اس کا اعادہ یہاں نہیں کرنا چاہتا

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت 11 محرم کا دن ہوا، اور شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر قبائل میں تقسیم ہوئے تو اس وقت بنی بکر ابن وائل نے 4 سر حاصل کئے تھے، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کربلا کی اس جنگ میں قبیلہ بنی بکر ابن وائل کا بہت زیادہ اور نمایاں کردار تھا

جب معصوم شہزادہ جناب محمدؑ بن ابی سعید علیہا الصلواۃ والسلام قربان ہوا تو اس وقت امت

ملعون نے فوج کی دوبارہ ترتیب بنائی اور خیام کا رخ کیا

اس وقت خیام کے اندر ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی، ہر مستور یہ سوچ رہی تھی کہ اب امت ملعون ہمارے ساتھ معلوم نہیں کیا رویہ اختیار کرتی ہے؟

چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اپنی ماؤں سے لپٹے ہوئے تھے، انتہائی عجیب بے کسی کا عالم تھا، لاکھوں کی فوج میں کوئی بھی ایسا نیک بخت نظر نہیں آرہا تھا کہ جو پردۂ وحدت کی حفاظت کرنے والا ہو۔ یا اپنے نبیؐ کی عترت کی حفاظت کیلئے تیار ہو سکے حقیقت یہ ہے کہ پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی اس مشکل ترین وقت کی کسمپرسی، بے کسی، بے چارگی، پریشانی اور خوف و ہراس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے، اس وقت کا تصور ہم اگر اپنے ذہن میں لائیں تو خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں

اس منظر کو دیکھنے کیلئے ہزاروں لوگ جمع تھے، ان میں اس قبیلہ بکر ابن وائل کے سردار کی بیوی بھی موجود تھی، اس نیک طینت مستور کا نام میری نظر سے نہیں گزرا اس کے دل میں یہ خیال تھا کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کے تمام اعوان و انصار کو شہید کر کے امت ملعون اپنا مقصد پورا کر چکی ہے، اور چونکہ دورِ جاہلیت سے لے کر اسلام کے غزوات تک ہر جنگ میں تمام عرب نے ہمیشہ مستورات کا احترام ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ یہ فوج بھی اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھے گی

اس کے اس خیال کو اس سوچ نے بھی تقویت بخشی کہ یہ تو ویسے بھی کلمہ گو لوگ ہیں اور پھر یہ خیام عام مستورات کے نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بہو بیٹیوں کے خیام ہیں صلواۃ اللہ علیہن، امید ہے کہ یہ ملاعین اتنی جرأت ہرگز نہیں کریں گے اور

ان پاک خیام فلک احتشام کی جانب جسارت کا قدم نہیں بڑھائیں گے
یہ مستور خیام کے گرد موجود خندق کے مرکزی دروازے پر آ کر کھڑی ہوگئی، ان ملاعین ازل کا پروگرام یہ تھا کہ ایک ملعون جونہی آواز دے گا تو سارے گھوڑا سوار خندق کے دروازہ سے اندر داخل ہو جائیں گے
اچانک ایک ملعون نے آواز دی، سب گھوڑے سوار ملاعین نے اپنے اپنے گھوڑوں کو آگے بڑھایا، جس وقت ان ملاعین ازل کے نجس عزائم سے یہ مستور آگاہ ہوئی تو اپنے دونوں بازو کھول کر خندق کے دروازے پر آئی، اور آتے ہوئے ملاعین کو روکنے کی کوشش کرنے لگی، اور اس نے روتے ہوئے کہا کہ
خبردار! کوئی شخص اندر آنے کی کوشش نہ کرے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کے خیام ہیں، تم نے ان کے ضعیف، جوان اور معصوم بچے شہید کر دیئے مگر میں خاموش رہی کہ جنگوں میں ایسا ہوتا ہی ہے
بے غیرت لوگو! کیا اب تم ان پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو بے وارث سمجھ کر لوٹنے کیلئے آ رہے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آتی، تم عرب لوگ تو حمیت و غیرت پر جان دینے والے کہلاتے ہو، اب تمہاری غیرت کہاں دفن ہو چکی ہے؟ کل ان کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤ گے؟ کچھ تو خوفِ خدا کرو اور اس ظلم سے باز آ جاؤ
اس مستور کے راستہ میں حائل ہو جانے پر ظالمین نے فوراً گھوڑے روک لئے
سب نے اِس مستور کی طرف دیکھا، اس مستور کی نگاہ سامنے کھڑے اپنے قبیلہ کے جوانوں پر پڑی تو انہیں مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ

☆ یا آل بکر بن وائل تسلب بنات رسوؐل الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا حکم الا الله یا لثارت آلؐ رسولؐ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ( )

اے بکرا بن وائل کی بے غیرت اولاد! کیا تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن کو لوٹنا چاہتے ہو؟ کیا تم ان کو فی ملاعین کے حکم پر یہ ظلم عظیم کرنا چاہتے ہو؟ حالانکہ اللہ کے حکم کے علاوہ کوئی حکم واجب تعمیل نہیں ہوتا

پھر یہ مستور پکار پکار کر کہنے لگی کہ کیا کوئی ہے؟ کہ جو نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے انتقام وحفاظت کیلئے تلوار اٹھائے، کیونکہ اس وقت یہ پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن صحرائے کربلا میں تنہا رہ گئے ہیں، اس ظلم بھرے ماحول میں بے آس و بے آسرا ہو چکے ہیں، کوئی تو ان مجبور وبیکس مستورات صلواۃ اللہ علیہن کی مدد کو آئے

جب اس مستور نے یہ بات کی تو اسے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتے ہوئے خیام کے اندر سے چھوٹے چھوٹے بچے دوڑ کر اس مستور کے پاس آ گئے، کوئی معصوم رو کر کہنے لگا کہ میں مدینہ کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہوں، کوئی کہتا کہ میرا بابا شہید ہوگیا ہے، میں یتیم ہوگیا ہوں، اس مستور نے تمام بچوں کو گلے لگا لیا اور رو رو کر ملاعین ازل سے کہنے لگی کہ اے سنگ زادو! ذرا ان معصوم یتیموں کی طرف تو دیکھو کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے جن کے رُخ زرد ہو چکے ہیں، جن کی آنکھیں اندر دھنس چکی ہیں، جو بات کرنے کے قابل بھی نہیں رہے، میں تمہاری منت سماجت کرتی ہوں کہ ان قابل رحم معصوم شہزادوں پر ظلم کرنے سے باز آ جاؤ

جب اس مستور نے یہ بات کی تو اس کے احترام میں تمام لشکر نے فوراً گھوڑے روک لئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے قبیلہ کے ایک سردار بکر

ابن غنم کی زوجہ ہے، ہمارے اپنے قبیلہ کی مستور ہے، اب کوئی بھی اپنا گھوڑا آگے نہ بڑھائے ...... اس وقت اس مستور نے ان ملاعین سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم مجھے اپنے قبیلہ کی مستور سمجھتے ہوئے میرا تو لحاظ اور ادب کررہے ہو مگر تف ہے تم سب پر کہ تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو اس کی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیھن کا مجھ جتنا لحاظ کرنے کیلئے بھی تیار نہیں ہو، شہنشاہ کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد ہر پاک مستور بے آسرا ہو چکی ہے، خدارا تم ان کا ادب ملحوظ رکھو اور انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دو، تاکہ کل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرخرو ہوسکو

جب اس مستور نے یہ بات کہی تو اس وقت قبیلہ بکر ابن وائل کے سردار بکر ابن غنم ملعون نے گھوڑے سے جمپ لگایا، فوراً آکر اس نے اپنی بیوی کے سر پر چادر دی اور کہنے لگا کہ تم اتنے بڑے لشکر کے سامنے سر برہنہ کیوں آئی ہو؟ تم نے تمام لوگوں کے سامنے قبیلے کی عزت مٹی میں ملا دی ہے، یہ کہہ کر اس نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا ......☆فاخذ زوجھا وردھا الی رحلہ

اور اسے اپنے خیام کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا، تو اس مستور نے رو رو کر کہا اے بے شرم ملعون! تمہیں اپنی عزت کا اتنا احساس ہو رہا ہے مگر میں حیران ہوں کہ تم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے سردار کی عزت بھلا دی ہے، کہ ان کی پاک بیٹیوں کو لوٹنے کیلئے تیار کھڑے ہو، مجھے اب زندگی کی کچھ غرض نہیں ہے، تم جتنا ظلم کرنا چاہو میں حاضر ہوں، مگر اپنے جیتے جی کسی کو ان پاک خیام میں داخل نہیں ہونے دوں گی، اور اس کے بدلے میں ہر دکھ برداشت کرلوں گی

جب اس کے شوہر نے یہ سنا تو اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا جبراً اپنے خیمہ میں

لے گیا، یہ مستور روتی اور چلاتی رہ گئی مگر اس کی چیخ و پکار پر کس نے توجہ دینا تھی آخر کار جب یہ مستور راستہ سے ہٹ گئی تو اس وقت ایک بے غیرت ظالم نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ

(جو کچھ اس ملعون نے کہا میں وہ تو بیان نہیں کر سکتا، البتہ اپنے الفاظ میں یہی کچھ کہہ سکتا ہوں کہ)

اب ان پاک خیام کا کوئی ایک محافظ بھی باقی نہیں رہا ہے، اور اب تمہارا ہاتھ روکنے والا کوئی موجود نہیں ہے، اس لئے اب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب جس طرح چاہو ان بے وارث مستورات کو بھائیوں اور بیٹوں کیلئے پرسہ دے سکتے ہو، یہ مستورات اور معصوم بچے چار دن سے پیاسے ہیں، اگر کوئی انہیں پانی سے سیراب کرنا چاہے تو اجازت عام ہے، اب سب کچھ کر سکتے ہو

یہاں عرض کروں گا کہ آپ سب مل کر دعا کریں کہ اب ان پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن پر کیئے گئے تمام مظالم کا انتقام ہو، ان دکھی مستورات صلواۃ اللہ علیہن کا پاک وارث عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لائیں، ان سب پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کو شام غریباں کے تمام دکھ بھول جائیں، ان کا مدتوں سے ویران گھر پھر سے آباد ہو جائے اور انہیں ابدی خوشیاں نصیب ہوں

﴿آمین یا رب العالمین﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 6

اپنی کل کی مجلس کا اختتام میں نے اس مقام پر کیا تھا کہ قبیلہ بنی بکر ابن وائل کی مستور بکر ابن غنم ملعون کی زوجہ کو زبردستی واپس اپنے خیمہ میں پہنچا دیا گیا

اس کے بعد جب یہ ملاعین آمادۂ جفا ہوئے تو اس وقت لشکر شام میں ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی، جس کا ثبوت یہ عجیب وغریب واقعہ ہے کہ جو میں آج آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں

تاریخ کی کتابوں میں یہی درج ہے کہ اس دور میں خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے سب سے بدترین دشمن خوارجِ صفین تھے

یعنی جس وقت جنگ صفین کے دوران واقعۂ تحکیم پیش آیا، پھر عمر ابن عاص ملعون اور ابو موسیٰ اشعری کو ثالث بنایا گیا، فیصلہ ایک دھوکے پر ختم ہوا تو اس وقت لشکر شام اور لشکر امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا ایک بڑا حصہ خارجی بن گیا، بعد ازاں یہ خارجی مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے بدترین دشمن قرار پائے

ابن ملجم ملعون، شمر ذی الجوشن ملعون، شیث بن ربعی ملعون، عمر ابن حجاج زبیدی ملعون وغیرہ یہ تمام لوگ خوارج میں سے تھے، انہی کے ساتھ جنگ نہروان ہوئی

اور خوارج کی فوج نہروان میں یوں بے جگری سے لڑی کہ دنیا میں شجاعت کی مثالیں قائم ہوئیں، مثلاً ایک خارجی ملعون کے بازو پر تلوار لگی تو ہڈی اور گوشت کٹ گیا مگر چمڑا باقی بچ گیا مگر یہ جنگ میں مصروف رہا، حالانکہ بازو کاندھے سے لٹک رہا تھا، جب اس ملعون نے محسوس کیا کہ اس کا بازو جنگ میں رکاوٹ بن رہا ہے تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے جھٹکا دیا، اس کا قلم شدہ ٹوٹا ہوا بازو الگ ہوگیا اور یہ ملعون پھر جنگ میں مصروف ہوگیا

بہادری کے ایسے لاتعداد مظاہرے جنگ نہروان میں سامنے آئے تھے اور جملہ مؤرخین نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جنگ نہروان شہنشاہ مولا امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کی سخت اور مشکل ترین جنگ تھی

اس سے پہلے بھی یہ خوارج آپ سے کوئی زیادہ محبت کرنے والے یا مخلص نہیں تھے، مگر اس جنگ کے بعد ان ملاعین کے دلوں میں شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کے پاک خاندان سے شدید دشمنی پیدا ہوگئی، اور پھر بغض اور کینہ کی یہ آگ ہمیشہ ان کے دلوں میں روشن رہی

واقعہءِ کربلا میں خوارج کی شرکت اسی انتقامی جذبے کے تحت تھی، اس لئے یزید ملعون کی فوج میں بن بلائے فوجی یہی خارجی تھے اور تمام واقعہءِ کربلا میں زیادہ اہم کردار بھی انہی خوارج نے ادا کیا تھا

مگر انسان کا مقدر اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اپنے فیصلے پر سر جھکانے پر یہ ہر کسی کو مجبور کر دیتا ہے

لشکر یزید ملعون میں دو ایسے خوش نصیب انسان بھی تھے جو بظاہر اپنے والدین کا

انتقام لینے کی حسرت لے کر آئے تھے، دس محرم کے دن شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی فوج کے خلاف بڑی بہادری سے جنگ کرتے رہے اور ہر ظلم میں بڑھ چڑھ کر شریک رہے، ان کے نام ابوحتوف بن حرث اور سعد بن حرث تھے

جب لشکر شام امام مظلوم کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کر کے خیام کی طرف بڑھا تو یہ دونوں بھائی اگلے گھوڑے سوار دستے میں شامل تھے، اور فوج کے ساتھ ساتھ نعرے لگا رہے تھے، خیام کے سامنے جو واقعات پیش آئے یہ دونوں دیکھتے رہے جب بنی بکر ابن وائل کی مستور نے آواز دی

☆یا ایتها لثارات رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تو اس وقت ابوحتوف کی گرفت گھوڑے کی لگام پر قدرے ڈھیلی ہوگئی

یہ ابوحتوف وہ ہے کہ جس کے بارے میں تاریخ کا مشہور فقرہ ہے

☆فرماه ابو حتوف فی جبین الحسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام

یعنی امام مظلوم کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی جبین مبارک پر دورانِ جنگ اس نے ایک تحفہ بھی ثبت کیا تھا جس کی وجہ سے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کو اپنا عمامہ چاک کر کے پیشانی پر پٹی باندھنا پڑی تھی

شام غریباں کے وقت خیام کے اندر معظّمہءِ کونین صلواۃ اللہ علیہا کی کیفیت یہ تھی کہ

☆قامت علی باب الخیمة واضعة یدها علیٰ راسها وقالت امافیکم رجل مسلم

خیمہ کے دروازے پر معظّمہءِ کونین، ملکہءِ دوجہاں صلواۃ اللہ علیہا کی مظلومہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا پریشانی کے عالم میں رو رہی تھیں، اور دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر فرما رہی تھیں کہ کیا تم میں سے کوئی مسلم بھی ہے؟

واضح رہے کہ ☆ المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ و لسانہٖ ...... (حدیث نبوی)
کے تحت مسلم صرف وہی ہوتا ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان ہمیشہ سلامتی میں رہیں ...... اور یہ اصول یا قانون آج تک رائج ہے اور ہمیشہ رائج رہے گا، کہ کسی ظالم کو مسلم سمجھنے یا کہنے والا خود بھی ظالم شمار ہوتا ہے
اسی لئے مظلومہ ءِ کونین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی مسلم بھی ہے؟ ......اس کے بعد آپ صلواۃ اللہ علیہا نے بہ آوازِ بلند استغاثہ کیا اور فرمایا کہ
☆ هل من راحم بنات رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کیا کوئی ہے؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں پر رحم کرے، جو ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیام کو بچائے
جب جناب شریکتہ الحسین صلواۃ اللہ علیہا نے یہ استغاثہ بلند فرمایا تو ابوحتوف کے دل پر بجلی گری یعنی اس کو ادراکِ حقیقت عطا ہوا، یہ فوراً اپنے گھوڑے کو دوڑا کر اپنے بھائی سعد کے قریب لے گئے اور اس سے پوچھنے لگے کہ اے بھائی! کیا تمھیں خبر ہے کہ یہ خیام کس کے ہیں؟ اور استغاثہ کرنے والی یہ پاک معظّمہ شہزادی صلواۃ اللہ علیہا کون ہیں؟ ...... سعد کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوئے اور وہ رو کر کہنے لگا کہ بھائی! یہ ملکہ ءِ دوجہاں، معظّمہ ءِ کونین صلواۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیوں کے خیام ہیں، اور فدک کی مالک بیؑ بی صلواۃ اللہ علیہا کی پاک معظّمہ مظلومہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا استغاثہ کر رہی ہیں
ابوحتوف بن حرث رو کر کہنے لگا کہ
بھائی! ذرا یہ بھی تو سوچو کہ ہم لوگ نواسہ ءِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر کے اور دخترانِ رسول صلواۃ اللہ علیہن کے خیام لوٹ کر پاک حسنینؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نانا یعنی اپنے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیسے جائیں گے؟
اتنے بڑے جرائم کے بعد کیا ہم شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امید بھی رکھ سکتے ہیں؟ دونوں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب ہم پر جہنم واجب ہوگئی ہے
اس وقت سعد نے کہا کہ بھائی! توبہ کا دروازہ ابھی بند تو نہیں ہوا، اور یہ تو ویسے بھی کریم ابن کریم کی پاک بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن ہیں، یہ تو اپنے پاک آباء واجداد علیہم الصلواۃ والسلام سے بھی بڑھ کر کریم ہیں، اگر ہم ان کی نصرت میں آج اپنے سر قربان کردیں تو شاید پاک حسنینؑ علیہما الصلواۃ والسلام کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں معاف فرما دیں ......ابھی یہ دونوں بھائی آپس میں یہی باتیں کر ہی رہے تھے کہ
☆فصاح الرجل ما وقوفكم وتنظرون
ایک ملعونِ ازل نے آواز دے کر کہا کہ رُک کیوں گئے ہو اور دیکھ کیا رہے ہو؟
فوراً خیام کی طرف بڑھو
اس سے پہلے کہ ظالمین خیام فلک احتشام کی جانب قدم بڑھاتے، یہ دونوں بھائی اپنے گھوڑے دوڑا کر خندق کے مرکزی دورازہ کی طرف بڑھے، اور آگے بڑھتے ہوئے ظالمین کے لشکر کے سامنے آ کر کہنے لگے کہ اے بے سہارا مستورات پر ظلم ڈھانے والے بزدلو! کیا تم سب نے ان پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو بے وارث سمجھ رکھا ہے؟ ......ان دونوں بھائیوں نے اپنی تلواریں بلند کیں اور نعرۂ تکبیر بلند کیا، سامنے آنے والے لشکر بدنہاد کو للکار کر کہنے لگے کہ
ظالمو! اپنے گھوڑے روک لو، کیونکہ اب ہمارے جیتے جی ان خیام کی طرف کوئی بھی میلی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا ہے

پھر دونوں بھائیوں نے ایک بار خیام کی جانب حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا، پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کی بارگاہ قدس میں ندامت کے چند آنسو پیش کر کے فوج شام پر حملہ کر دیا، اور پردۂ توحید کی مالک پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی نصرت میں یوں جم کر تلوار چلائی کہ تمام لشکر ورطہءِ حیرت میں ڈوب گیا

آخر کار ظالمین شام نے مل کر اِن دونوں بھائیوں پر حملہ کر دیا، دونوں بھائیوں نے بہت خوبصورت جنگ کی اور بہت سے ملاعین کو قتل کیا، مگر کچھ وقت کے بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ دونوں بھائی شہید ہو گئے، فرشِ زمین کی طرف آتے ہوئے دونوں نے بہ یک زبان مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے ہمارے مظلوم آقا! آپ کی پاک ذات شاہد ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے تو ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کسی طرح آپ کے پاک خیام کو بچا سکیں، مگر افسوس یہ ہے کہ ہمیں یہ خیال بہت دیر سے آیا ہے، اب ہمارے بس سے یہ معاملہ باہر ہے، اس لئے ہماری طرف سے اتنی قلیل سی نصرت اور معذرت کو قبول فرمانویں اور اگر ہو سکے تو اب شہنشاہِ کردگارِ وفا جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو بھیج دیں تا کہ ان ملاعین کے ظلم سے پاک پردۂ توحید کو بچا لیں

تمام مومنین ان بہتی ہوئی آنکھوں سے دعا کریں کیونکہ جس وقت آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں تو اس وقت دعا کی اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں

سب مل کر دعا کریں کہ ان پاک معظّمہ شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کا پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد آئیں، ان پردۂ تطہیر کی مالک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کا انتقام لے کر ان سب کو پھر سے وطن میں آباد کریں، یہ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اس طرح آباد ہوں کہ

جیسے آباد ہونے کا حق ہے، پاک معظّمہ ءِ کونین بی بی صلواۃ اللہ علیہا دوبارہ خوشیوں اور سکھوں کی چھاؤں میں بیٹھیں، کل کائنات کی تمام خوشیاں ہمیشہ ان کے قدموں میں سجدہ ریز ہوں، یہ اپنے پاک بھائیوں کے بخت واقبال کا اوجِ کمال دیکھیں، اور یہ اپنے ہر لخت جگر کے سر اطہر پر خوشیوں اور ابدی مسرتوں کے تاج اور سہرے سجائیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 7

ایک معصومؑ

علیہ السلام

دوستو! میں نے ایک سلسلہءِ بیان شروع کیا ہوا ہے کہ جس میں شام غریباں کے واقعات بیان کرنے میں مصروف ہوں، اور حتیٰ الامکان یہ کوشش بھی کر رہا ہوں کہ شام غریباں کے واقعات جس ترتیب سے رونما ہوئے تھے یا پیش آئے تھے میں اُسی ترتیب سے آپ کے سامنے پیش کرسکوں

آج اس سلسلہ کی اگلی کڑی بیان کرر ہا ہوں، میں جو واقعہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، اس کی تمہید کے طور پر پہلے ماضی قدیم کا ایک واقعہ پیش کروں گا

واقعہ یہ ہے کہ 1400 ق م جناب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا، انہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کوحکم فرمایا کہ جتنی ظالم قومیں اس وقت موجود ہیں، تم ان کے خلاف جہاد کرو، اور ان کے ممالک پر قبضہ کر کے اللہ کے قوانین کے مطابق حکومتیں بناؤ، انہوں نے اسی مقصد کیلئے بہت سے ممالک میں اپنی فوجیں روانہ کیں

یہ حکم ملتے ہی تمام قوم بنی اسرائیل نے پورے عربستان پر حملے شروع کر دیئے تھے اس وقت سرزمین مدینہ اور اس کے تمام ملحقہ علاقوں میں قومِ عمالقہ کی حکومت تھی، وہ بہت ظالم قوم تھی، اور یہ عملیق بن لاوَذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی

عملیق کے معنی بھی زبردست کے ہیں، اور یہ قوم تھی بھی زبردست مگر انتہائی ظالم اور سفاک...... اسی دوران ایک بہت بڑی فوج کو حجاز یعنی مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے تیار کیا گیا کیونکہ یہاں عمالقہ نے ظلم کا طوفان برپا کیا ہوا تھا، اس لئے جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی فوج کو حکم دیا تھا کہ اگر وہ ہمارا دین قبول نہ کریں اور تمہارے ساتھ آمادۂ جنگ ہوں تو پھر کوشش کرنا کہ ان کا کوئی فرد بھی زندہ نہ چھوڑا جائے

جب جناب موسیٰ علیہ السلام کی فوج نے آ کر مدینہ پر حملہ کیا تو اس وقت انہیں ایک سخت جنگ لڑنے کے بعد فتح نصیب ہوئی اور انہوں نے آ کر عمالقہ کے بادشاہ کے محل پر حملہ کیا، اس پر قبضہ کرنے کے بعد جناب موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق قتل عام شروع کر دیا گیا، جب جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم قتل عام میں مصروف تھی تو عین اس وقت محل کے اندر سے ایک بہت ہی خوبصورت شہزادہ باہر آیا جس کی عمر چھ یا سات سال تھی، جب اس شہزادے کی نگاہ قتل ہوتے ہوئے لوگوں پر پڑی تو خوف سے اس کا رنگ زرد ہو گیا

وہ کمسن شہزادہ اتنا خوبصورت اور حسین وجمیل تھا کہ تمام فوج کی نگاہیں اس کے معصوم چہرے پر جا کر جم گئیں اور فوج کو تلوار چلانے کا ہوش بھی نہ رہا

شہزادے کے چہرے پر خوف طاری تھا، اور وہ تھر تھر کانپ رہا تھا، یہ دیکھ کر ایک فوجی نے اسے اٹھا کر پیار کیا اور اسے قتل و غارت کے منظر سے دور لے گیا

جس وقت تمام فوج فتح حاصل کر کے جمع ہوئی تو اس فوجی نے آ کر وہ کمسن شہزادہ اپنی فوج کے سالار کے سامنے پیش کیا اور فوج سے کہنے لگا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام

نے حکم دیا تھا کہ تم کسی کو زندہ نہ چھوڑنا مگر ایسے کمسن، معصوم، اور حسین وجمیل شہزادے کو قتل کرنے کیلئے جو حوصلہ چاہیے وہ میرے اندر تو ہے نہیں، اگر تم میں سے کوئی حوصلے والا جوان ہے تو میدان میں آئے

جب سب لوگوں نے اس کمسن شہزادے کے چہرے کی طرف دیکھا تو بس دیکھتے ہی رہ گئے، کیونکہ اس کا حسن اور معصومیت ایسی تھی کہ کسی کو اسے قتل کرنے کی جرأت نہ ہوسکی، آخرکار فوج کے سالار نے حکم دیا کہ اس کمسن معصوم شہزادے کو کوئی بھی قتل نہ کرے، اسے ہم اپنے ساتھ شامات کے علاقے میں لے جائیں گے، اور وہاں جاکر اپنی طرف سے جناب موسیٰ علیہ السلام سے سفارش کریں گے کہ اتنے خوبصورت بچے کو قتل ہونے سے بچالیں

جب یہ لوگ حجاز کو فتح کر کے شامات کے علاقہ میں واپس آئے تو اس وقت جناب موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا، اس فاتح فوج کا تمام قوم نے بہت پر جوش طریقے سے والہانہ استقبال کیا، جب یہ فوج محل کے اندر داخل ہوئی تو وہ کمسن بچہ بھی ان کے ساتھ تھا، اس وقت تمام قوم بہت خوش تھی، اچانک کسی نے یہ سوال کیا کہ یہ بچہ کون ہے؟ فاتح فوج کے سالار نے انہیں تمام بات بتائی

اس وقت جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فاتح فوج کے سالار سے کہا کہ تم نے اس بچے کو قتل نہ کر کے جناب موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کی ہے اس لئے تمہارے سامنے دو راستے ہیں یا تو اس معصوم بچے کو اپنے ہاتھوں قتل کردو یا پھر ہمارے ملک کو چھوڑ کر کہیں دور چلے جاؤ کیونکہ اس نافرمانی کے جرم میں ہم تمہیں اپنے ساتھ یہاں نہیں رہنے دیں گے

یہ سن کر فاتح فوج کے سالار نے ایک بار اس بچے کے چہرے کی طرف دیکھا، اس کے دل نے کہا کہ ایسے خوبصورت اور معصوم بچے کو قتل کرنا ناممکن ہے
دوسری طرف اپنی قوم سے جدا ہونا بھی ایک مشکل امر تھا اس لئے سالارِ لشکر نے تمام فوج سے مشورہ لیا اور پوچھا کہ اس صورتِ حال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟
کیا اس بچے کو قتل کر دیا جائے یا پھر ترک وطن کرتے ہوئے کہیں دور چلے جائیں؟
تمام فوج نے جواب دیا کہ اگر اس معصوم بچے کی خاطر ہمیں ساری قوم چھوڑنا چاہتی ہے تو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، مگر اس معصوم بچے کو قتل کرنے کے جرم کا ارتکاب ہم نہیں کر سکتے، انہوں نے جب اپنا آخری فیصلہ اپنی قوم کو سنایا تو قوم نے اس فاتح فوج کو شامات سے باہر جلا وطن کر دیا اور انہوں نے بھی جلا وطنی قبول کر لی مگر ایک کمسن، معصوم اور حسین وجمیل شہزادے کو قتل نہ کیا
یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد آپ سب سے عدل وانصاف طلب کرنا تھا کہ آپ لوگ منصف مزاجی سے فیصلہ کریں کہ ایک طرف وہ قوم یہود تھی کہ جنہوں نے رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ترکِ وطن کو ترجیح دی، مگر یہاں میدانِ کرب وبلا میں نہ تو یہودی تھے، نہ نصرانی یا عیسائی تھے، نہ ہی ہندو یا لا مذہب لوگ تھے، یہاں تو سبھی ظاہراً کلمہ پڑھنے والے نام نہاد مسلمان تھے کہ جن کے دست ظلم سے خانوادۂ نبوت ورسالت کے کمسن، معصوم اور پاک پردہ دار تک محفوظ نہیں رہے
اب یہ فیصلہ میں اپنے سامعین اور قارئین پر ہی چھوڑتا ہوں کہ کیا اچھے انسان وہ یہودی تھے یا یہ مسلمان کہلانے والے ملاعین تھے؟
تاریخ گواہ ہے کہ جس وقت ان ظالمین نے خیام توحید کی طرف جسارت آمیز

قدم بڑھائے تو ایک راوی روایت کرتا ہے کہ ابھی ہم خیام کی پہلی قنات کے قریب نہیں پہنچے تھے، میں نے دیکھا کہ خیام کی پہلی قنات کی اوٹ میں ایک پانچ چھ سال کا معصوم شہزادہ کھڑا تھا، مگر اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ خوف سے کانپ رہا تھا، اور اس پر خوف و دہشت کی وجہ سے ایسی شدید کپکپی طاری تھی کہ اس کے گوش ہائے اطہر میں جو گوشوارے تھے وہ بھی ہل رہے تھے، چہرہ خوف کی وجہ سے زرد تھا، پیاس سے ہونٹ بالکل خشک ہو چکے تھے، وہ شہزادہ ظالمین سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ درحقیقت اپنے آپ کو چھپا لینا تو جانتا ہی نہیں تھا

راوی کے بیان کے مطابق ظالمین میں سے سب سے پہلے اس شہزادے پر ہانی بن ثبیت ملعون کی نگاہ پڑی، یہ ملعون شہزادے کی طرف بڑھا، جب یہ قریب پہنچا تو اس معصوم نے کانپتے ہوئے لبوں سے سوال کیا کہ

☆یا شیخ هل رایت عمی عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام

اے بزرگوار! کیا تم نے کہیں چچا عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو بھی دیکھا ہے؟

اس ظالم نے سوال کیا اے معصوم شہزادے! تم ان کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟ شہزادے نے آہستہ آہستہ رو کر کہا میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چچا جان! آپ کہاں چلے گئے ہیں؟ آپ کی پاک معظّمہ شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے خیام میں داخل ہونے کیلئے ظالمین آ گئے ہیں، اگر بچا سکتے ہیں تو جلدی سے آ کر اپنی پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہن کے پردے بچا لیں

جب اس معصوم شہزادے نے یہ بات کی تو راوی بیان کرتا ہے کہ ظالم ازلی ہانی بن ثبیت ملعون نے ایک تحفہ بلند کیا، جب میں نے اس ظالم کو آمادۂ ظلم دیکھا تو

میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں، خیام کے دروازہ سے ایک دردناک آواز آئی

''ہائے میرے کمسن معصوم بیٹے ...... ہائے میرے یتیم بیٹے''

راوی کہتا ہے کہ جب میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ اس معصوم کا جسم خون میں تڑپ رہا تھا، اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے تڑپتے تڑپتے ان کی پاک روح پرواز کرگئی، مگر مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ معصوم شہزادہ کون تھا

اچانک اس معصوم کی پاک والدہ معظّمہ کا بین خیام میں سے سنائی دیا جس میں بے انتہا درد اور مصائب تھا، میں اگرچہ دشمن تھا مگر پھر بھی یہ بین سن کر بے ساختہ میرے آنسو نکل آئے ...... میں نے سنا کہ اس معصوم کی پاک والدہ کی آواز آ رہی تھی کہ اے ظالمو! ایسے معصوم تو ماں کی ممتا کیلئے پھول کے غنچوں کی طرح ہوتے ہیں، اور غنچوں کو تو کوئی سنگدل بھی پامال نہیں کرتا

جس ماں کے سامنے ایسے نازک اندام اور خوبصورت لخت جگر شہید ہو جائیں وہ جینے کے قابل ہی نہیں رہتی ہیں، تم نے اتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ جو میں قبر میں بھی نہیں بھلا پاؤں گی، کیا تم میں سے کوئی صاحب اولاد نہیں ہے؟ کہ میرے دکھ کو جو محسوس کرسکتا اور میرے لعل کو اس ظالم کے ظلم سے بچا لیتا

اب دعا کا وقت ہے، سب مومنین مل کر یہی ایک دعا کریں کہ خدا کرے اب تو ان مظلومین کا پاک وارث عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد از جلد تشریف لے آئیں، تاکہ بے وارثوں کی طرح شہید ہونے والے ان معصوم بچوں کا انتقام لیا جائے

سب مل کر رب العزت کی بارگاہ میں استغاثہ کرو کہ اے ارحم الراحمین، اے ذاتِ ذوالانتقام اب تو اس کمسن معصوم کی پاک والدہ کو ان کا لخت جگر ملا دے کہ

جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے فخر روزگار بیٹے کو ظلم وستم سے شہید ہوتے ہوئے دیکھا تھا، اب تو اس ماں کے پاک دل کو چین نصیب ہو، صدیوں سے ترستی ہوئی ماں اب تو اپنے نورِ نظر کی جوانی کی ابدی بہار دیکھے

اور خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی رحمت اور شفقت کی چھاؤں میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شاد و آباد رہے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 8

حصولِ اسباب

جس وقت میں کتب مقاتل اور کتب تاریخ میں ان واقعات پر ریسرچ کرنے میں مصروف تھا تو مجھے ایسے لاتعداد سوالات کا سامنا کرنا پڑا کہ جن کا جواب بظاہر ایک معمہ تھا، مگر ان سوالات کے جوابات سے عظمت آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور واضح ہوسکتا ہے

اگر ایک غیر جانبدار انسان ذاتی رجحانات کو علیحدہ رکھ کر سوچے اور ان کتابوں سے خالص صداقت کو تلاش کرے تو سچائی اور حقیقت حاصل ہوسکتی ہے

حالانکہ ہمارے مقررین کا رویہ ہمیشہ اعتدال سے ہٹ کر ہوتا ہے، مثلاً فضائل کے بیانات میں انتہائی اعلیٰ صفات و اختیارات کو پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد کیلئے ثابت کر دیا جاتا ہے...... مگر جس وقت یہی مقررین صاحبان مصائب کے بیان میں مصروف ہوں تو ان کا رویہ انتہائی جارحانہ اور عامیانہ ہوتا ہے اور یہ فضائل کی مکمل تقریر کو بالائے طاق رکھ کر پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انتہائی مجبور اور بے بس عام اور سطحی انسان کے برابر کھڑا کر کے ان کے واقعات بیان کرتے ہیں ...... محسوس یوں ہوتا ہے کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی موجود نہیں ہے کہ جو عرب کے تمام لوگوں میں موجود تھا

یہ بھی ہے کہ ان کے فضائل اور مصائب کے بیان میں دوہرا معیار نظر آتا ہے
جس طرح ابو ہریرہ نے ایک موقع پر امام اوّل سرکار امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے دست قدرت شعار میں عصائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا تو بڑھ کر عصاء کا بوسہ لے لیا مگر جو پاک ذات عین ذاتِ رسول اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثانی کی حیثیت رکھتی تھی انہیں سلام تک نہ کیا...... بعینہٖ یہاں بھی ایسا مظاہرہ ہورہا ہے، یعنی دوہرا معیار نظر آتا ہے
اس میں صرف مقررین ہی نہیں بلکہ صاحبانِ کتب مقاتل بھی ملوث ہیں
مگر میں ذاتی طور پر ان مؤرخین کا تہہ دل سے شکرگزار بھی ہوں کہ انہوں نے ہر قسمی متضاد ومتناقض واقعات کو جمع تو کیا ہے، اس کا فائدہ صرف اور صرف اس شخص کو پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص خالص صداقت کا متلاشی ہو اور ذاتی مفادات سے ماوریٰ ہو کر اصل حقائق کو تلاش کرتا ہے

آمدم برسر موضوع

جس وقت ظاہراً پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کا کوئی وارث باقی نہ رہا اور ظالمین وملاعین ازل ہر طرف سے بے خوف ہو کر مصروفِ ظلم ہوئے تو اس وقت کے واقعات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے
(1)...... پہلا حصہ وہ ہے کہ جب امت نابکار نے تبرکاتِ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کو جبراً لوٹا......اس حصہ سے متعلقہ تمام واقعات اسی بیان میں آجاتے ہیں
(2)...... دوسرا حصہ وہ ہے کہ پاک خیام کو کس طرح سیراب کیا گیا

یا بہ الفاظِ دیگر ...... خاکم بدہن ...... کس طرح نذرِ آتش کیا گیا

﴿ خلاصہ روایات ﴾

جس وقت ہم حصول اسباب کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں مختلف انداز میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں مثلاً

(1) کچھ روایات اس طرح ہیں کہ جس وقت ظالمین امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کر چکے تو پھر وہ رکے نہیں بلکہ انہوں نے آ کر ایک ہنگامی انداز میں خیام پر حملہ کیا یا ہلہ بول دیا اور بغیر رکے خیام میں داخل ہو گئے، اور جو سامان جس کے سامنے آیا وہ لوٹتا رہا اور جس ظالم کے سامنے جو بھی مستور آئی، تو اگر اس کے پاس کوئی زیور بھی تھا تو وہ بھی نوچ کر چھین لیا گیا اور اس لوٹ کھسوٹ اور چھینا جھپٹی میں اکثر مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے نعوذ باللہ گوش ہائے اطہر بھی دریدہ ہو گئے

☆نعوذ باللہ من ذالك الكفر والطغيان

بہت سی مستورات کو طمانچے مارے گئے، جس کی وجہ سے ان کے رخسار زخمی ہو گئے کچھ مستورات پر نیزوں کے وار کئے گئے، سب کی چادریں اور برقعے لوٹ لئے گئے، اور کچھ راویوں نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ نعوذ باللہ امت کے ظلم سے کئی مستورات کی پشت مبارک بھی ظاہر ہو گئی تھی نعوذ باللہ من ذالك الكفر والطغيان

(2) کچھ روایات ایسی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظالمین نے شہادتِ عظمیٰ کے بعد نمازِ جمعہ ادا کی، پھر بہت سے اور مظالم کئے، پھر خیام کے قریب آئے سب سے آگے عمر ابن سعد ملعون تھا، جب انہوں نے خیام کے اندر داخل ہونے

کا ارادہ کیا تو اس وقت پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی پاک کنیز جناب فضہ سلام اللہ علیہا کو بھیجا کہ جا کر ظالمین سے کہو کہ ہمارے خیام کے اندر نہ آئیں، ہمارے پاس جو کچھ بھی موجود ہے، وہ ہم آخری قنات کے دروازے پر رکھ دیں گے، وہ کسی ایک ملعون کو بھیج کر وہ سب مال واسباب اٹھا لیں، پھر اسے آپس میں بانٹ لیں مگر حرم رسالت و نبوت کے اندر قدم رکھنے کی جسارت نہ کریں

اس پیغام کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے تمام فوج کو حکم دیا کہ وہ خیام سے دور ہٹ جائیں، اس وقت پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام پردہ داروں کو حکم فرمایا کہ جس کے پاس جو سامان بھی موجود ہے، اپنے پردے کا صدقہ سمجھ کر باہر رکھوا دے، اس وقت کچھ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے زیورات میں سے کچھ تبرکات اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کیا تو پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ پردے سے کوئی چیز پیاری نہ کرو، تم ہر چیز باہر رکھوا دو یعنی اپنے پاس کچھ بھی باقی نہ رکھو کہ جس کے لالچ میں ان ملاعین کو اندر داخل ہونے کا جواز مل سکے

تمام پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن نے ان کے حکم کی تعمیل کی، جس وقت تمام مال و اسباب جن میں زیورات اور کپڑے وغیرہ بھی شامل تھے، باہر آخری قنات کے قریب رکھ دیا گیا تو جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے ظالمین کو حکم دیا کہ اب آ کر یہ سامان اٹھا لو...... اس وقت ایک ظالم آخری قنات کے اندر آیا، اور تمام سامان اٹھا کر لے گیا، پھر ظالمین میں اس اسباب کی بندر بانٹ شروع ہوگئی اور اس موقع پر ان کے آپس میں جھگڑے بھی ہوئے اور تلواریں بھی نیام سے باہر آ ئیں

(3) کچھ روایات میں یہ بیان سامنے آتا ہے کہ ظالمین پہلے تو خیام میں داخل

نہیں ہوئے مگر جو سامان خیام اطہر سے باہر آیا وہ ان کی توقع سے بہت کم تھا اس لئے انہوں نے پھر خیام پر ہلہ بول دیا اور خیام اطہر کو ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا جب پاک خیام ٹھنڈے ہونے لگے تو باہر تمام ملاعین اپنے گھوڑوں پر سوار اس انتظار میں کھڑے تھے کہ جو بھی باہر آئے اسے پامال کر دیا جائے یا لوٹ لیا جائے سو انہوں نے ایسا ہی کیا

جب خیام کو ٹھنڈا کیا جا رہا تھا تو جو پاک مستور بھی خیام سے باہر تشریف لے آتی نعوذ باللہ یہ ظالم اس مستور کے پیچھے گھوڑے دوڑا کر اس کے زیورات اور چادریں لوٹ لیتے، اور بھی اسی طرح کی بہت سی گستاخانہ روایات ہیں، جنہیں کوئی شریف آدمی بیان ہی نہیں کر سکتا

☆قد قتل الحسین علیہ الصلواۃ والسلام قال قبلوا اعداء الله حتی احد قوا بالخیمة فقال ذی الجوشن ادخلوا واسلبوا بزینتهن فدخل القوم فاخذوا ما کان فی الخیمة حتی جعلوا ینزعون ملحفتةً علی المراة عن راسها وظهرها حتی کانت المراة لتنازغ ثوبها علی ظهرها حتی تغلب علیه ثم بال الناس علی الورس والحلی والحلك والابك فا نتهبوا

مختلف کتابوں میں یہ روایت بہت سی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے حوالے سے بیان ہوئی ہے مثلاً جناب بیمارِ مدینہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا، جناب شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا، ام معصوم صلواۃ اللہ علیہا، اور بھی کئی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن سے یہی روایت مروی ہے کہ

☆انها قالت کنت واقفةً بباب الخیمة وانا انظر الی ابی واصحابی مجرزین

كاالاضاحى على الرمال اجساد هم تجول وانا افكر فيما يقع علينا بعد ابى من بنى امية ايقتلوننا او ياسروننا فاذا برجلٍ على ظهر جوادهٖ يسوق النساء بكعب رمحهٖ وهن يلذن بعضهن ببعضٍ وقد اخذ ما عليهن من احمرةٍ اسورةٍ وهن يصحن واجداه ووابتاه واحسناه واحسيناه واقلة ناصراه اما من مجيرٍ يجيرنا اما من ذائدٍ يذود عنا ......قالت فطارا فوادى وارتعدت فرائصى فجعلت اجيل بطرفى يميناً وشمالاً على عمتى خشيةً منه ان ياتينى فبينما على هذه الحالة واذا به قد قصدنى ففررت منهً منهرمةً قد تبعنى فذاهلت خشيةً منه واذا بكعب رمحهٖ بين كتفى فسقطت على وجهىٖ فخرم اذنى قرطى ومقنعتى و ترك والدماء تسيل على خدى ورواسى تصهرت الشمس وولى راجعاً الى الخيم وانا مغشى على الارض واذا انا بعمتى عندى تبكى وهى تقول قومى يا بنتى نمضى ما اعلم ما جرى على البنات واخيك العليل فقمت وقلت يا عمتاه هل من خرقةٍ استربها راسى عن اعين الناظرين فقالت يا بنتاه وعمتك مثلك فرايت راسها مكشوفاً ومتنها قد اسود من الضرب......

وہ بیان فرماتی ہیں کہ ہم اپنے خیام کے دروازے پر کھڑی اپنے پاک باباؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے میں مصروف تھیں جو کہ خاکِ کربلا کو عرش معلیٰ کی زینت بنائے دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو کر آرام فرما تھے اور ان کے جسم ہائے اطہر پر گھوڑے دوڑائے جا چکے تھے یعنی انہیں پامال کیا جا چکا تھا ہم دیکھ رہی تھیں اور یہ سوچ بھی رہی تھیں کہ اب ہمارا کیا ہوگا؟ کیا یہ ملاعین ہمیں

بھی شہید کر دیں گے یا ہمیں اسیر کر لیں گے
اچانک ایک ملعون گھوڑے پر سوار ہو کر خیام میں داخل ہوا، اس ملعون نے آتے ہی تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو نعوذ باللہ نیزے کی زد میں لے کر ایک جگہ جمع کیا، پھر جو کچھ بھی ہمارے پاس تھا، اس ملعون نے وہ سب کچھ لوٹ لیا، جس میں سونے اور چاندی کے زیورات، برقعے، چادریں اور کپڑے وغیرہ شامل تھے
اس وقت تمام پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگے، پھر فریادیں کرتے رہے، ایک ایک شہید کو پکارتے رہے، گھر اطہر کے بزرگوں کو آوازیں دیتے رہے، یعنی کسی وقت اپنے جد اطہر شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاتے، کسی وقت پاک بابا سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کو پکارتے، کسی وقت اپنی بے بسی بیان کرتے ہوئے اپنے پاک بھائیوں اور بیٹوں کو آوازیں دیتے
جب ہم نے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کی ان کیفیات کا مشاہدہ فرمایا تو ہمارے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی، ہم نے ہر طرف نگاہ کی، ہم نے پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا کو دیکھا تو ان کی حالت بھی ہم سے زیادہ مختلف نہیں تھی
جب اس ملعون نے ہماری طرف رخ کیا تو ہم نے وہاں سے دوڑ جانے کی کوشش کی، نعوذ بالله من ذالك الكفر مگر اس ملعون نے ہمارے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا، پھر بھاگتے ہوئے گھوڑے سے ہماری پشت پر نیزے سے وار کیا، جس کی وجہ سے ہم منہ کے بل زمین پر گر پڑے، وہ گھوڑے سے اترا، اور آ کر ہمارے کانوں سے گوشوارے نوچ لئے جس کی وجہ سے ہمارے گوش ہائے اطہر زخمی ہو گئے، پھر

اس ملعون نے ہمارا مقنعہ اور چادر بھی چھین لی، اس وقت ہمارے رخساروں سے خون جاری تھا، اور وہ ملعون ہمیں سورج کے سامنے بے حجاب کر کے واپس خیام کی طرف چلا گیا، اور ہم اس کے ظلم سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اس سے آگے میں ترجمہ نہیں کر سکتا، اور یہ ترجمہ بھی میں نے نرم ترین الفاظ میں کنایہ سے کیا ہے، پھر بھی ان روایات کو بیان کرنے کی جسارت پر میں اللہ تعالیٰ اور اپنے شہنشاہ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام سے معافی مانگتا ہوں کیونکہ میرا مقصد ان روایات کو بیان کرنا نہیں بلکہ اپنے سامعین اور قارئین کو کتب مقاتل کا آئینہ دکھانا ہے

جناب شریکتہ الحسین معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا سے بھی ایک روایت بیان کی جاتی ہے...... وہ فرماتی ہیں کہ جس وقت ابن سعد ملعون نے خیام کو لوٹ لینے کا حکم دیا تو ہم خیام کے دروازہ پر تشریف فرما تھے، اس وقت ارزق ملعون خیام کے اندر داخل ہوا، اور ہمارے خیام میں جو کچھ بھی موجود تھا وہ زبردستی لوٹ کر اور اٹھا کر باہر چلا گیا، اور جاتے ہوئے اس نے جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ کی طرف دیکھا تو وہ چمڑے کے بستر پر آرام فرما تھے، اس ملعون نے وہ بستر بھی اتنی بے دردی سے حاصل کیا کہ سرکار بیمارِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے زمین کو زینت بخشی

جناب شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بیوہ دلہن صلواۃ اللہ علیہا نے پاؤں میں پازیب یا کڑے پہنے ہوئے تھے، نعوذ بالله من ذالك الكفر اس ظالم نے اپنے ہاتھوں سے انہیں جبراً اتار لیا، پازیب اتارتے ہوئے وہ ملعون رو بھی رہا تھا، جب اسے روتے ہوئے دیکھا تو کسی مستور نے سوال کیا کہ اے ملعون! تو ظلم بھی

کر رہا ہے اور رو بھی رہا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اس ملعون نے جواب دیا کہ میں آپ کی غربت پر رو رہا ہوں، اور یہ زیورات اس لئے اُتار رہا ہوں کہ اگر میں نہیں اُتاروں گا تو کوئی اور اُتار لے گا، پھر اس ملعون نے گوشوارے بھی نوچ لئے جس کی وجہ سے پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کے گوش ہائے اطہر زخمی ہو گئے

یہ روایت بھی چار مستورات سے منسوب ہے، یعنی معصوؐمہ پاک صلواۃ اللہ علیہا، جناب شہزادہ امیر قاؐسم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا، جناب بیمارِ مدینہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا (جو اس وقت مدینہ میں تھیں) اور پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی چھوٹی پاک ہمشیر جناب ام معصوم بی بی صلواۃ اللہ علیہا

پاک معصوؐمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے گوشوارے نوچ لئے جانے کا ذکر کئی مقامات پر مختلف صورتوں میں ہوا ہے، مثلاً پہلی بار جب یہ پاک باباؐ علیہ الصلواۃ والسلام سے ملنے کیلئے میدان میں گئیں اور راستے میں شمر ملعون سے دریافت فرمایا کہ

☆ یا شیخ هل رأیت ابی ......تو یہاں شمر ملعون نے ان کے دونوں گوشوارے نوچ لئے اور گوش ہائے اطہر بھی زخمی کر دیئے

دوسری بار یہاں ذکر ہے کہ جب ظالمین خیام کے اندر داخل ہوئے تو اس وقت خولی ملعون نے گوشوارے نوچ لئے تھے اور گوش ہائے اطہر زخمی کر دیئے تھے

تیسری بار مقتل گاہ میں جس وقت تمام پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن آخری وداع کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور وہاں سے شمر ملعون نے انہیں جبراً اٹھانے کی کوشش کی تو اس موقع پر پاک معظّمہ معصوؐمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے گوشوارے نوچے گئے

مؤرخین اور صاحبان مقتل کا اس بات پر بھی اختلاف ہے کہ خیام کس دن لوٹے

گئے تھے، مثلاً کچھ کہتے ہیں کہ دس محرم کی شام تھی، جمعہ کا دن تھا، اس وقت خیام کو لوٹا گیا...... دوسری روایت یہ ہے کہ خیام کو اتوار کے دن یعنی 12 محرم کو لوٹا گیا ابن اثیر کی روایت کے مطابق یوم عاشور کے بعد دو دن تک کربلا میں قیام رہا، اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ ہفتہ یا اتوار کے دن خیام کو لوٹا گیا ہو

بہرحال ان روایات میں اتنے زیادہ اختلافات ہیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے

﴿تحقیق حقیقت﴾

دوستو! اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ تو کتب تاریخ و مقاتل میں شام غریباں سے متعلق جو روایات درج ہیں ان کا خلاصہ اور آئینہ تھا

لیکن یہاں سب سے پہلے جو بات قابل تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ کیا جو کچھ صاحبانِ مقتل نے لکھا ہے کیا یہ سب کچھ ممکن الوقوع بھی ہے یا نہیں؟

اس ضمن میں یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے، کیا یہ سب کچھ اسی طرح اور اسی انداز میں پیش آیا تھا؟ اور کیا یہ سب کچھ اسی انداز میں وقوع پذیر ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ ......اس بات کو ہم کئی پہلوؤں سے پرکھ سکتے ہیں

﴿تحقیق اوّل﴾

اس بات کی سچائی کو پرکھنے کیلئے پہلے ہمیں یہ دیکھنا لازم ہے کہ ان تمام مظالم کے طوفاں کو لانے والے مرکزی کردار کون کون سے ہیں؟

شام غریباں کے مظالم میں جن ملاعین کے نام زیادہ آتے یا بیان کئے جاتے ہیں یا جن جن لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ زیادہ نہیں بلکہ چند نام ہیں مثلاً

( ) شمر ذوالجوشن ضبابی ملعون ( ) خولیٰ بن یزید اصبحی ملعون ( ) بجیر بن کعب ملعون ( ) محمد بن اشعث بن قیس کندی ملعون ( ) قیس بن اشعث بن قیس کندی ( ) عمر ابن حجاج زبیدی ملعون ( ) حمید بن مسلم ازدی قحطانی ملعون (جو عیسائی تھا)

یعنی کل دس آدمیوں کے نام آتے ہیں، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ملاعین اس وقت کربلا میں موجود بھی تھے یا نہیں؟

یہ بات بھی تمام صاحبانِ مقتل نے بیان کی ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کر دیا گیا تو ظالمین نے جمعہ کی نماز ادا کی اور اس کے بعد قبائل میں شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر تقسیم کیئے گئے پھر عمر ابن سعد ملعون نے شمر ملعون، خولیٰ ملعون، عمر ابن حجاج زبیدی اور محمد بن اشعث کندی ملعون (یہ خلیفہ اوّل کا بھانجا تھا) کو حکم دیا کہ تم شہدائے کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے ضروری سرہائے اطہر اٹھا کر فوراً کوفہ روانہ ہو جاؤ، کیونکہ فرعونِ کوفہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون واقعہ کربلا کا نتیجہ سننے کیلیئے بے قرار ہے......تم اسے جا کر فتح کی خبر دو اور سرہائے اطہر بھی دکھاؤ...... میں اپنے مقتولین وملعونین کی لاشیں دفن کروا کر جب بھی فارغ ہوا باقی لشکر کے ساتھ کوفہ پہنچ جاؤں گا

یہ تقریباً جملہ کتب مقاتل نے لکھا ہے کہ

☆امر برؤس الباقین من اصحابہٖ واھلبیتہٖ فقطعت

عمر ابن سعد ملعون نے شمر ملعون کو حکم دیا کہ پاک شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر جدا کر کے فوراً کوفہ روانہ ہو جاؤ، یہ ملعون فوراً سرہائے اطہر لے کر کوفہ چلا گیا تھا اور عصر کی نماز انہوں نے راستے میں پڑھی تھی

کوفہ سے کربلا شمال کی طرف 80 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، یہ بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ اونٹ کی اوسط رفتار 8 سے 10 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے، اس لئے اُس دور میں کربلا سے کوفہ تک کا یہ صحرائی سفر کم وبیش 9--10 گھنٹے کا تھا

اور امام مظلوم کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادتِ عظمیٰ کا وقت تقریباً 2 بجے کے بعد کا ہے، اب چونکہ ان لوگوں نے خیمے اکھاڑنا تھے اور اپنا سارا سامان اونٹوں پر لوڈ بھی کرنا تھا، اس لئے انہیں آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت اس کام کیلئے درکار تھا

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ شام غریباں کے واقعات جس طرح بیان کئے جاتے ہیں ان واقعات کے وقوع اور مبینہ بے حرمتی کا دورانیہ دو یا اڑھائی گھنٹے بنتا ہے

یہ بھی حقیقت ہے کہ اکتوبر کے مہینہ میں عراق میں سورج چھ بجے سے بھی کچھ قبل غروب ہو جاتا ہے اور دس محرم 61 ہجری نو یا دس اکتوبر کا دن تھا

اگر ہم ان ظالمین کو شام غریباں کے مظالم میں بھی شامل سمجھیں، اور پھر ان کی بہت جلد کربلا معلیٰ سے روانگی کا وقت تصور کیا جائے تو وہ 5 بجے کے بعد کا بنتا ہے

اب اگر ہم ان کی روانگی شام پانچ بجے ہی تصور کر لیں تو ان کے کوفہ پہنچنے کا وقت رات کے 3 بجے بنتا ہے، جبکہ ان ظالمین کے کوفہ پہنچنے کا جو وقت جملہ کتب مقاتل میں لکھا گیا ہے وہ قبل از نصف شب یعنی تقریباً 10--11 بجے کا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دس محرم کو کربلا سے کوفہ پہنچنے والے ملاعین ازل زیادہ سے زیادہ تقریباً 2 بجے سے کچھ بعد یہاں سے روانہ ہوئے ہوں گے

ان دنوں کوفہ کی پوزیشن یہ تھی کہ ابن زیاد ملعون کا دربار رات کے صرف ایک پہر تک کھلا رہتا تھا، اس کے بعد وہ ملعون اپنے قصر کے اندر اپنی عیاشی کی محفل شروع

کیا کرتا تھا، جس میں خالد ملعون جیسے کئی لوگ شامل ہوتے، یہ مل کر شراب پیتے اور پھر بدمست ہوکر خوب غل غپاڑا کیا کرتے، پھر بے ہوش ہوکر سو جاتے تھے اس لئے ان ظالمین نے بہت جلدی کوفہ جانے کی تیاری کی، کیونکہ ابن زیاد ملعون کا حکم تھا کہ جب کوئی آخری فیصلہ ہو تو فوراً کسی کو بھیج کر مجھے اطلاع دی جائے اور حمید بن مسلم ازدی بھی ان کے ساتھ کوفہ روانہ ہوا کیونکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ کربلا کے واقعات کے بعد دربارِ ملعونِ کوفہ کے تمام واقعات لکھے اور جو واقعات وہاں رونما ہوں، ان کو بھی نقل کیا جائے

یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ یہ حمید بن مسلم ازدی دراصل رومن حکومت کا ایجنٹ تھا اور یہ عرب کے اہم واقعات لکھ کر روم کی حکومت کی طرف بھیج دیا کرتا تھا، شام میں سرجون رومی موجود تھا، اور کوفہ میں یہ حمید بن مسلم ازدی مقرر تھا یہ واقعہ بھی تمام کتب مقاتل میں درج ہے اور ہمارے ذاکرین بھی اکثر بیان کرتے ہیں کہ اسی رات خولیٰ ملعون امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر دربار میں پیش کرنے کیلیئے گیا تھا مگر اس وقت فرعونِ کوفہ عبید اللہ ابن زیاد ملعون شراب کے نشے میں بدمست ہوکر اپنے قصر کے اندر بے ہوش پڑا تھا، اس لئے یہ ملعون سر اطہر کو اپنے گھر لے آیا تھا، جہاں اس پاک سر کو تندور میں زینت دی گئی تھی

11 محرم کی رات کے واقعات میں سب لوگوں نے شمر کی بیوی کا واقعہ بھی لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شمر ملعون اس رات آدھی رات سے پہلے کوفہ پہنچا اور اس کی بیوی نے اسے برا بھلا کہا، یہ تمام واقعات میں آگے تفصیل سے پیش کروں گا ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب ملاعین کربلا سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

شہادت کے فوراً بعد کوفہ روانہ ہو گئے تھے اور شام غریباں کے واقعات میں شامل نہیں تھے

اب اس حقیقت کے معلوم ہو جانے کے بعد یہ ماننا پڑے گا کہ شام غریباں کی جتنی بھی روایات ان ظالمین سے منسوب ہیں وہ درست نہیں ہیں

یعنی اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شام غریباں کے مظالم جن لوگوں کے نام منسوب ہیں وہ سب غلط ہیں کیونکہ یہ لوگ وہاں موجود ہی نہیں تھے تو انہوں نے ظلم کیسے کیئے ہوں گے؟

اگر غور سے دیکھا جائے تو اکثر توہین آمیز واقعات و روایات کے اندر ان لوگوں کا کردار دکھایا گیا ہے یا پھر حمید بن مسلم ازدی سے مروی روایات ہیں جو اس وقت کوفہ کے راستے پر مصروفِ سفر تھا، اس لئے ان لوگوں سے منسوب تمام روایات ساقط الاعتبار ہو جاتی ہیں

اگر شام غریباں کے واقعات میں ان لوگوں کے مظالم داخل نہ سمجھے جائیں تو 70 فیصد توہین آمیز روایات خود بخود غلط ثابت ہو جاتی ہیں، اور حقائق کی تصویر زیادہ واضح ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سب ملاعین تو یقیناً کوفہ چلے گئے تھے، اس بات کی صداقت کیلئے وہ واقعات موجود ہیں جو گیارہ محرم کی رات کوفہ میں پیش آئے تھے

﴿تحقیق ثانی﴾

دوستو! جس وقت ہم شام غریباں کے وقت ہونے والی مبینہ بے حرمتی کے واقعات پر تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں اپنے مذہب کے مسلّمات (یعنی وہ عقائد جو

شیعہ قوم کے بنیادی، حقیقی اور مصدقہ عقائد ہیں) کو پیمانہ بنا کر ہر واقعہ پر تحقیقی
کام کرنا لازم آتا ہے، ورنہ انسان اپنے مذہب کے حقیقی اور بنیادی عقائد کو ناسمجھی
کی وجہ سے رد کر دیتا ہے، اور اسی وجہ سے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے
یہ ٹھیک ہے کہ جملہ کتب مقاتل میں پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے لٹنے کے واقعات
بڑی تفصیل سے اور بڑے دردناک انداز میں بیان کیئے گئے ہیں مثلاً
زیورات، پاک دُر، چادریں، مقنعہ ہائے اطہر، شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام کی
پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کا جہیز اور باقی سامان کے لٹنے کے واقعات بڑی شد و مد کے
ساتھ لکھے ہوئے ہیں، ایک ایک چیز کا تذکرہ موجود ہے، مگر انہی کتابوں میں
صاحبانِ مقتل کا واضح اور سچائی پر مبنی تبصرہ بھی موجود ہے اور یہ تبصرہ شیخ عاملی کے
دور سے لے کر علامہ مجلسی اور علامہ دربندی تک، بلکہ موجودہ دور کی مقتل کی
کتاب سعادت الدارین تک ہر کتاب میں موجود ہے
یعنی ان سب مؤرخین نے شام غریباں ہی کے ضمن میں شیعہ مذہب کے اس مسلّمہ
عقیدہ پر نہ صرف تبصرہ کیا ہے بلکہ اپنی قیمتی آراء سے بھی ہمیں مطلع کیا ہے، اور وہ
مسلّمہ یہ ہے یعنی ہمارے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ
''ودائع نبوت و امامت کو کوئی غیر معصوم نہ مس کر سکتا ہے...... نہ انہیں حاصل کر
سکتا ہے...... اور نہ ہی ان پر تصرف حاصل کر سکتا ہے''
یعنی انبیائے ماسلف علیہم السلام ہوں، یا شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا مولا امیر کائنات علیہ
الصلواۃ والسلام، یا ان کی اولادِ طاہرہ میں موجود معصومین علیہم الصلواۃ والسلام ہوں...... ان کے
تبرکات اور امانتوں میں سے کسی ایک چیز کو بھی کوئی غیر معصوم نہ تو حاصل کر سکتا

ہے اور نہ ہی اسے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے

اسی عقیدہ اور مسلّمہ کے تحت مولوی محمد حسین ڈھکو صاحب نے چند چیزوں پر تبصرہ بھی کیا ہے مثلاً اپنی کتاب سعادت الدارین کے صفحہ 429 پر وہ لکھتے ہیں کہ

''ذوالفقارِ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام چونکہ ودائع نبوی میں سے تھی، اس لئے وہ تلوار ذخائرِ نبوت اور امامت میں مذخور ہوگئی تھی، لہٰذا اسے کسی نے حاصل نہیں کیا تھا

مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی وہ انگوٹھی جس پر ☆لا الہٰ الا الله عدة لِلقاء الله لکھا ہوا تھا، وہ بھی ودائع نبوت و امامت میں سے تھی، اس لئے کسی ظالم ازلی کا اسے آ کر لوٹ لینا اور اپنے ساتھ لے جانا ناممکن ہے''

اسی طرح دیگر کتابوں میں پاک مرتجز، عمامۂ سحاب وغیرہ کا ذکر بھی موجود ہے کہ ان اشیاء کو بھی کوئی غیر معصوم ہاتھ نہیں لگا سکتا، اور نہ ہی اپنے تصرف میں لا سکتا ہے کیونکہ یہ بھی ودائع نبوت و امامت میں سے ہیں

لہٰذا یہاں صاحبانِ مقاتل کے اپنے ہی متفقہ علیہ قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو اشیاء ودائع نبوت اور باقیاتِ انبیاء و معصومین علیہم السلام میں سے ہوں، انہیں کوئی غیر معصوم مس نہیں کرسکتا یعنی چھو نہیں سکتا، حاصل نہیں کرسکتا، اور استعمال میں نہیں لاسکتا، یہ امور ناممکنات میں سے ہیں

کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ کسی ظالم نے ذوالفقار کو قبضے میں کرلیا، یا اسے ہاتھ لگا یا تھا تو وہ شیعہ ہی تصور نہیں ہوتا...... یا جو شخص یہ کہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے ذوالجناح پاک کو کسی غیر معصوم نے استعمال کیا، یا اسے اپنے تصرف میں لانے

کیلئے ہاتھ لگایا تھا تو وہ شیعہ ہی تصور نہیں ہوسکتا

یا جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہءِ سحاب کو، یا ان کے لباسِ اطہر کو، یا ان کی ناقہءِ غضبہ کو، یا ان کی سواری کے دراز گوش یا عفور کو آپ کی رحلت کے بعد کوئی غیر معصوم شخص اپنے تصرف یا استعمال میں لایا تھا

تو جملہ علمائے عظام اور مؤرخین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا شخص شیعہ تو کیا مسلمان کہلانے کے لائق بھی نہیں ہے، کیونکہ اس نے مسلّماتِ مذہب کے خلاف دعویٰ کیا ہے جو بالکل باطل ہے، بلکہ صاحبانِ فقہ نے تو یہاں تک فیصلہ صادر کیا ہے کہ مسلّماتِ مذہب کے خلاف بات کرنے والا یا ان کا انکار کرنے والا کفر و شرک کا مرتکب ہوتا ہے

اب صاحبانِ عقلِ سلیم کی خدمت میں میری اپیل ہے، انہیں دعوتِ غور و فکر ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچیں، غور کریں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ کیا جتنا تعلق ذوالفقار یا تلوار کا شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، کیا ان کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن کا ان کے ساتھ اتنا سا تعلق بھی نہیں تھا؟

اور جو شخص یہ کہے کہ شہنشاہ سرورِ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کو کربلا کے میدان میں ظالمین و کفار و مشرکین نے ہاتھ لگائے تھے، انہیں نعوذ باللہ طمانچے مارے تھے، ان کے جسم ہائے طاہر و اطہر سے پاک دُر اور گوشوارے یا زیورات نوچ لئے تھے اور گوش ہائے اطہر کو دریدہ کردیا تھا، طمانچوں سے ان کے رخساروں کو زخمی کردیا تھا

ایسی بے ہودہ باتیں کہنے والا شخص کیا پکا شیعہ ہے؟ ......اور یہ کیسا عقیدہ ہے؟

یا ایسی باتیں کہنے والے کے متعلق جو شخص اچھے خیالات رکھتا ہو اس کا اپنا نظریہ یا عقیدہ کیسا ہے؟ اس کا فیصلہ میں اپنے دانائے زمانہ سامعین اور قارئین پر ہی چھوڑ کر اپنی بات کو کچھ آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ

ایک طرف تو ہمیں عقائد میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ جملہ پاک ذواتِ متعالیات علیہم الصلوٰۃ والسلام سے منسوب اور مخصوص جملہ اشیاء کو کوئی غیر معصوم اپنے تصرف میں نہیں لا سکتا ...... دوسری طرف جب شام غریباں کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تو پھر سابقہ تمام تعلیمات اور عقائد و مسلّماتِ مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے کیا یہ ظلم نہیں ہے؟؟؟

یہ بھی ایک حقیقت ہے جس سے کوئی بھی صاحب شعور آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہر فرد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک امانت تھا اور اس دعویٰ کی محکم ترین دلیل بھی مقاتل کی کتب ہی میں موجود ہے کہ

معظّمہ ءِ کونین جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلواۃ اللہ علیہا جب بھی اپنے بیمارِ کربلا بیٹے مولا امام سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز دے کر بلانا چاہتی تھیں تو اندازِ تخاطب یہ ہوتا تھا کہ

یا بقیۃ الآلِ محمدؐ ...... یا بقیۃ اللہ ...... یا ودیعۃ جدی ...... یا ودیعۃ اللہ

اس بات کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ کتب ادعیہ میں جو مروّجہ اور منقولہ زیارات درج ہیں، ان میں تو بکثرت ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں

جس وقت قافلہ ءِ تسلیم و رضا کربلا معلّیٰ سے کوفہ جانے کیلئے روانگی کے وقت گنج شہداء یا مقتل گاہ سے گزرا تو اس وقت جناب سجّادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت دیکھ کر معظّمہ ءِ کونین جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے انہیں اِن الفاظ میں تسلی دی

☆مالی اراك تجود بنفسك يا بقية جدی وابی واخی
فرمایا اے جد اطہر اور میرے بابا اور بھائی کا واحد بقیہ! میرے لعل ! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں کہ آپ اپنی ذات سے بھی بے نیاز ہوتے جا رہے ہیں
خاص طور پر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کو ودیعت نبوت کا خطاب حاصل ہے
اب میرے لئے یہ معمہ حل کرنا بہت مشکل ہے کہ نبی اور امام کی ودیعت و امانت کو تو کوئی مس نہیں کر سکتا ...... اور جو خود نبی ہے، یا امام ہے، اس پر لوگ مظالم کے جتنے پہاڑ جی چاہے ڈھاتے رہیں، یا جس طرح مارتے رہیں، اس میں کوئی ہرج نہیں ہے
اگر ہم اس مسلّمہ عقیدے کے تناظر میں دیکھیں تو امت کا آ کر خیام فلک احتشام کو لوٹنا محال نظر آتا ہے، اور اس مسلّمہ عقیدہ کے متعلق ابھی تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ غلط ہے، کم از کم کسی ایسے عالم نے تا حال اس کی تردید نہیں کی ہے کہ جس پر مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا لیبل موجود ہو

﴿لوٹ کا مال﴾

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ظالمین تمام مال و اسباب لوٹ کر جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ کے سامنے جا بیٹھے اور پھر وہاں بیٹھ کر تبرکاتِ آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام آپس میں بانٹتے رہے اور آپس میں اس مال کی تقسیم پر لڑتے بھی رہے، مگر سامان کیا تھا؟
اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں، کوئی کچھ لکھتا ہے، اور کوئی کچھ لکھتا ہے
مگر کچھ روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام کی

پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کی مہندی اور زعفران بھی لوٹ کے اس مال میں شامل تھا، مگر یہ مہندی اور زعفران جب ظالمین کے سامنے پہنچے تو بالکل راکھ ہو گئے تھے، انہیں کسی ظالم نے ہاتھ نہیں لگایا تھا

اس پاک مہندی کے بارے میں تو باقی صاحبانِ مقاتل کی طرح مولوی محمد حسین ڈھکو صاحب نے بھی لکھا ہے کہ یہ مہندی راکھ بن گئی تھی ...... (سعادت الدارین)

بعض روایات میں ہے کہ جن لوگوں نے یہ زعفران استعمال کیا وہ برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے، اور جن لوگوں نے پاک پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کی سواری والے اونٹ حلال کر کے کھانے کی کوشش کی تھی، تو اونٹوں کا گوشت انتہائی کڑوا ہو گیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ اِن اونٹوں کا گوشت پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا، یعنی ان چیزوں میں سے کوئی چیز کوئی بھی شخص استعمال نہیں کر سکا تھا

ان باتوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنے منبر پر توہین آمیز روایات اور مسلّمات مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں کرنا چاہیے

ہم وقتی طور پر داد وصول کرنے کیلئے یا مومنین کو رُلانے کیلئے یا عوام کی نگاہوں میں اپنی اہمیت اجاگر کرنے کی خاطر ایسی روایات تو پڑھ دیتے ہیں مگر اس کے نقصانات کا خیال نہیں کرتے ...... اس لئے ہمیں اپنی مجالس میں اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو موجود سمجھنا چاہیے تاکہ ان کی موجودگی کا احساس ہمیں صرف اور صرف حقائق بیان کرنے کا پابند بنا دے، اور ہماری عاقبت و آخرت محفوظ رہے

میری تو یہ بھی دعا ہے کہ مولائے کائنات عجل اللہ فرجہٗ الشریف تمام مومنین اور ذاکرین کو اپنی معرفت اور خالص نیت عطا فرمائیں

اور ہمیں مجالس عزاء کے دوران یہ دعا مسلسل کرنا چاہیے کہ اللہ کرے حق کی صبح جلدی طلوع ہو، جہالت کی یہ تاریکی ختم ہو جائے، تمام راز منکشف ہو جائیں، اور شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نور سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا اُٹھے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 9

دوستو!

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کل سے شام غریباں کے موقع پر خیام کی مبینہ بے حرمتی اور پاک ذواتِ متعالیات صلواۃ اللہ علیہن پر روا رکھے گئے مبینہ مظالم کے بارے میں بہت سے تحقیق طلب امور پر بحث کر رہا ہوں، آج میں اپنے اس سلسلہءِ بیان کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں ......کل میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ کسی غیر معصوم کی یہ جرأت ہی نہیں کہ وہ پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے پردے کو مس کر سکے یا ان کی کسی چیز کو اپنے تصرف میں لا سکے، کیونکہ یہ مسلّمات مذہب شیعہ کے خلاف ہے اور تحقیقی حوالے سے بھی درست نہیں ہے

اسی ضمن میں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ایک طرف تو تاریخ اور مقاتل کی کتابیں ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ شام غریباں کے موقع پر ملاعین کوفہ و شام نے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن پر اتنے زیادہ مظالم ڈھائے کہ جو کسی بے کس و مجبور گھرانے پر ہو سکتے تھے ...... دوسری طرف پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کی عظمت کے تقاضے ہم سے کچھ اور طلب کرتے ہیں

ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جو تاریخ ظلم کی یہ داستان پیش کرتی ہے، وہی تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ اس موقع پر ظلم کے مرکزی کردار موجود ہی نہیں تھے، اور ان کے

نام سے منسوب مظالم ہمارے مسلّمات مذہب کے بھی خلاف ہیں
یعنی میں نے دو حوالوں سے گفتگو کی تھی، آج اس سلسلے کو آگے بڑھا رہے ہیں

تحقیق ثالثہ

تاریخ اور کتب مقاتل میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جس وقت ظالمین نے پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے خیام اطہر کی طرف جسارت کے قدم بڑھائے تو اس وقت ابن سعد ملعون کے سامنے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے فریاد کی، ان کی فریاد سن کر ابن سعد ملعون نے تمام ظالمین کو ظلم کرنے سے روک دیا، تو اس وقت شمر ملعون نے آگے بڑھ کر اس سے کہا کہ ہم تمہارے اس رحم کی شکایت فرعونِ کوفہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون سے کریں گے، جس کی وجہ سے گھبرا کر عمر ابن سعد ملعون نے شمر ملعون کو ہر ظلم کرنے کی اجازت دے دی اور کہا کہ تم بے شک اپنی آتش انتقام بجھالو

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کو درست تسلیم کرنے کے بعد ہزاروں مفاسد سامنے آتے ہیں اور ظالمین کو ہر ظلم کی اجازت مل جاتی ہے

پھر ہمیں امت کے ہر ظلم کو درست ماننا پڑے گا...... اور یہ بات ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان واقعات کو سچ مان لینے سے خود پروردگار عالم کی ذات کے وجود کی نفی ہونا شروع ہو جاتی ہے، بلکہ اس کی ذات پاک کا وجود بھی مشکوک نظر آتا ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسے واقعات انسان کو توحید سے منکر کرنے کیلیئے کافی ہیں، کیونکہ یہ اس قدر انتہائی پست درجہ کی روایات ہیں

کہ اس مقام پر غیرتِ الٰہی کی خاموشی خود اس کے وجود کی نفی کر دیتی ہے، یا پھر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ ہمارے عقائد حق کیا ہندو لوگوں کے عقائد کی طرح تو نہیں ہیں؟

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک ہندو نے آٹے کا ایک بت بنا رکھا تھا اور اس کی روز عبادت کیا کرتا تھا، ایک دن اس کی عبادت گاہ کا کمرہ کھلا رہ گیا اور کمرے کے اندر ایک کتا داخل ہو گیا، اور وہ کتا اس بت کو اٹھا کر گندگی کے ایک ڈھیر پر اسے کھانے کیلئے بیٹھا ہی تھا کہ اوپر سے وہ ہندو پہنچ گیا

اس نے کتے کو بھگا دیا اور اس بت کو اٹھا کر رونے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ قربان جاؤں تمہارے صبر پر، کہ نہ گندگی کے اس ڈھیر کو آگ لگی، اور نہ ہی کتے کو موت آئی، تم کتنے بڑے صابر ہو، میں ہزار جان سے قربان تمہارے اِس صبر پر

اگر صبر اس حد تک پہنچ جائے تو پھر اختیار اور ذات کی نفی ہو جاتی ہے، اور شام غریباں کے واقعات میں سے کچھ واقعات تو اتنے پست ہیں کہ ان کو وقوع پذیر ہوتا ہوا دیکھنا ایک عام انسان کی غیرت بھی گوارا نہیں کرتی ہے، بلکہ ایک غیرت مند انسان آج بھی ایسی باتوں کو سننا یا بیان کرنا پسند ہی نہیں کرتا ہے

چہ جائیکہ غیرتِ الٰہی کو یہ سب کچھ گوارا ہو؟

خاص طور پر ایسے مقام پر کہ جہاں خود اس کے وجود کی نفی ہو رہی ہو، اس کا صبر کرنا ناممکن ہے...... جس طرح انبیاء ما سلف علیہم السلام کے واقعات میں ہے کہ جہاں خود توحید کے اختیارات اور ذات کی نفی ہونے کا مقام آیا تو فوراً خالق کی غیرت کا ظہور ہوا، اور اس نے ثابت کر دیا کہ یہ نہ تو اندھیر نگری ہے اور نہ ہی اس کا

راجا اندھا ہے

ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ امت کی لوٹ مار کوئی انداز میں پیش کیا گیا ہے مثلاً چھینا جھپٹی، دست درازی، گستاخانہ کلام، مستورات کے گوش اطہر دریدہ کرنا، ظالمین کا اپنے ہاتھوں سے زیورات یا چادریں نوچنا اور چھیننا، کوڑوں اور نیزوں کا بے دریغ استعمال وغیرہ وغیرہ

یہ طریقہ کار انتہائی مذموم، گمراہ کن اور توہین الٰہی پر مبنی ہے

یہ سب واقعات ایسے مظالم ہیں کہ جن کو درست ماننے سے پروردگار عالم کے وجود کی نفی ہو جاتی ہے اور ان واقعات کو تسلیم کرنے کے بعد رب ذوالجلال والاکرام کی حیثیت کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتی، اور ہر ذہن میں لاکھوں گمراہ کن خیالات سے لبریز سوالات ابھر کر خود انسان کو توحید سے منکر کر دیتے ہیں مثلاً

( ) کون سا غیرت مند ہے جو اپنے ناموس کی توہین پر خاموش رہ سکتا ہے؟

جب تک امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام ظاہراً موجود رہے تو پاک پردۂ توحید کی حفاظت کرتے رہے، ان کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ اگر موجود تھا تو خاموش کیوں رہا؟

( ) کسی شریف آدمی کے سامنے اس کے محلے کی کسی عورت کے سر سے کوئی شخص جبراً دوپٹہ اتار لے تو وہ قطعاً برداشت نہیں کرسکتا، کیونکہ کسی بھی شریف آدمی کی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرسکتی ہے......اور جو غیرت کا بھی خالق ہے اس نے کس طرح یہ مناظر دیکھے ہوں گے؟ اور کس طرح خاموش رہا ہوگا؟

( ) کسی انسان کو یہ اطلاع ملتی ہے کہ تمہارے دوست کے سامنے کسی بدمعاش نے تمہاری بہن کا برقعہ اور زیورات نوچ کر چھین لئے ہیں، حالانکہ تمہارے دوست

کے ہاتھوں میں کلاشنکوف بھی تھی اور اس بدمعاش کے ہاتھ میں صرف چاقو تھا مگر تمہارے دوست نے تمہاری عزت اور ناموس کا کوئی خیال نہیں کیا

جب وہ انسان یہ بات سنے گا تو اس کے تاثرات دو طرح کے ہوں گے

اس کا پہلا خیال یہ ہوگا کہ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ میرے دوست کے سامنے یہ واقعہ رونما ہوا ہو، اور وہ حفاظت کی طاقت رکھنے کے باوجود کچھ بھی نہ کرے، لازماً وہ وہاں موجود ہی نہیں ہوگا

دوسرا تاثر اس وقت پیدا ہوگا کہ جب کوئی یہ ثابت کردے کہ اس موقع پر تمہارا دوست موجود تھا اور تمہاری بہن کو بچانے کی طاقت بھی رکھتا تھا مگر اس نے بچایا نہیں ،تو پھر اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ انسان میرا دوست ہے ہی نہیں ، ورنہ کچھ نہ کچھ ضرور کرتا ...... بعینہٖ شام غریباں کے مظالم کا معاملہ ہے

کیونکہ تمام دنیا بہ سروچشم یہ بات تسلیم کرتی ہے اور مانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس محسن پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کا دوست ہے

اب اگر اس کے سامنے اس پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے ناموس پر یہ تمام مظالم ہوتے رہے اور اس نے قادرِ مطلق ہونے کے باوجود کچھ بھی امداد نہیں کی تو پھر ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور تھی کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس موقع پر موجود نہیں تھا، یا پھر وہ اس پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کا دوست نہیں ہے

جبکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور اصل حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے

﴿ تصورِ امتحان ﴾

شام غریباں کے موقع پر پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن پر ڈھائے جانے والے مظالم کو دیکھ کر کچھ لوگ اپنے دل کو یہ تسلی دے کر شانت کر لیتے ہیں کہ یہ اصل میں اس پاک گھر کا ایک امتحانِ صبر تھا

مگر جو لوگ کچھ نہ کچھ سوچ رکھتے ہیں وہ اس نظریہ کو اہمیت نہیں دیتے ، اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اکثر لوگ جب ان مظالم پر بات کرتے ہیں تو یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ تو اس پاک گھر کا امتحانِ صبر تھا ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نہ کیا تاکہ ان کا امتحان مکمل ہو سکے

دوستو ! یہ بات کئی وجوہات کی بنا پر باطل ہے ، اور ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نظریہ سے علم اِلٰہی کا بطلان ثابت ہوتا ہے

کیونکہ امتحان تو ہمیشہ انسانی صلاحیتوں کو پرکھنے کیلئے ہوتا ہے ، کیونکہ یہ انسان کی سب سے بڑی مجبوری ہے کہ خود انسان کسی دوسرے انسان کی صلاحیتوں کو بلاواسطہ نہیں پرکھ سکتا ، اس لئے وہ امتحان کا راستہ اختیار کرتا ہے

مگر اللہ تعالیٰ کیلئے ایسی کوئی مجبوری ہو ہی نہیں سکتی ، کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور خود ہی تمام صلاحیتوں کا بھی خالق ہے ، اس لئے اسے کسی کو بلاواسطہ پرکھنے کی ضرورت لاحق نہیں ہو سکتی ، لہٰذا امتحان لینا خود اس کے علم احاطی کے منافی ہے ، کیونکہ وہ تو اس پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے ہر فرد کو اچھی طرح سے جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ میری خاطر کیا کر سکتے ہیں ، کیا قربانیاں دے سکتے ہیں ؟

پھر اسے ان پاک ذواتِ اطہار علیہم الصلواۃ والسلام کا امتحان لینے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟

﴿ مظاہرۂ صبر ﴾

دوستو ! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کچھ لوگ ان واقعات کی یہ توجیہہ بھی پیش کرتے ہیں کہ یہ خود پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے صبر کا مظاہرہ تھا ، اور انہوں نے مظاہرۂ صبر فرما کر دنیا کو دکھا دیا کہ ہم جیسا صبر کوئی بھی نہیں کرسکتا ہے

یہ توجیہہ بھی کئی وجوہات کی وجہ سے باطل ہے ، اور اس توجیہہ کے بطلان کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عقلاً مستحسن صبر (یعنی قابل تعریف صبر) کی ایک (Limit) یا حد ہوتی ہے ، جب صبر اپنی اِس حد سے تجاوز کر جائے تو پھر وہ صبر کی بجائے بزدلی یا بے غیرتی بن جاتا ہے

مثلاً کسی انسان کے جوان بیٹے کو کوئی شخص قتل کر دیتا ہے ، اور وہ انسان بااختیار ہونے کے باوجود اس قاتل کو معاف کر دیتا ہے ، تو یہ قابل تعریف صبر ہے

بصورتِ دیگر اگر کسی غیور انسان کی بہو یا بیٹی کو کوئی شخص بے پردہ کرتا ہے ، یا خدا نا خواستہ اس کے ناموس کو نقصان پہنچاتا ہے ، اور وہ انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور بااختیار ہوتے ہوئے بھی اپنی عزت کے دشمن کے خلاف کچھ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں تو صبر کا مظاہرہ کر رہا ہوں

تو اسے کوئی بھی غیور صابر نہیں کہے گا ، بلکہ بے غیرت یا بزدل ہی کہے گا

کیونکہ صبر کی ایک حد ہے ، اور وہ حد غیرت کے مقامات سے پیچھے رہ جاتی ہے

جہاں عزت و ناموس یا غیرت کا سوال سامنے آتا ہے تو وہاں بدلہ یا ایکشن

(Action) لینا ہی مردانگی کا حسن اور انسان کیلئے قابل تحسین ہوتا ہے نہ کہ خاموشی

بلا تشبیہ شام غریباں کے جو واقعات تاریخ کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، آپ اگر انہیں غور سے دیکھیں تو وہ سب مظالم مقاماتِ غیرت کے مسائل ہیں کہ جہاں کوئی عام غیور بھی چپ نہیں رہ سکتا، تو پھر غیرت کا خالق اللہ تعالیٰ کیسے خاموش رہ سکتا ہے؟

یہ ایک علیحدہ حقیقت ہے کہ مردوں پر وقت آتے رہتے ہیں، جوان لڑتے رہتے ہیں، قتل ہوتے بھی رہتے ہیں اور قتل کرتے بھی رہتے ہیں، ان کے درمیان قتل کے فیصلے بھی ہوتے رہتے ہیں، اور قتل معاف بھی ہوتے رہتے ہیں

مگر آج تک کسی غیور نے ناموس کے معاملات میں بھی کیا صلح کی گنجائش رکھی ہے؟ اور اگر کوئی آدمی ایسے معاملات کو صبر کے نام پر معاف کردے تو کیا کوئی اسے شریف انسان یا غیرت مند انسان کہے گا؟

امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام جیسا پاک بابا تو پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کے رونے کی آواز برداشت نہیں کرتے تھے، کہ کہیں کوئی غیر نہ سن لے

شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام جیسا غیور بھائی تو پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہن کے خیام کی طرف کسی کی نگاہ برداشت نہیں کر سکتے تھے، جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام دس محرم کی رات اپنے پاک بابا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کرتے ہیں کہ اصحاب کے خیام اتنے نزدیک نہ لگائے جائیں کہ ان کی آواز پاک خیام تک پہنچے، یہ میری غیرت گوارا نہیں کرتی، حالانکہ وہ سب اپنے امام وقت علیہ الصلواۃ والسلام کے فرمان کے مطابق قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے

پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کل کائنات کی غیرت کا غیور خالق ہر بات کو صبر کے نام پر خاموشی سے دیکھتا رہے اور ظالمین کے خلاف کوئی ایکشن ہی نہ لے

کیا کائنات کی غیرت کا خالق اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) اس خاندان کے پاک افراد جتنا بھی غیرت پسند نہیں تھا؟ ......نعوذ بالله من ذالك الكفر

﴿اصل حقیقت﴾

دوستو! اس مقام پر پہنچنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شام غریباں واقع بھی ہوئی ہے، اور اس میں بے انتہا مظالم بھی ہوئے ہیں تو وہ مظالم کس قسم کے تھے؟ اور ان کی حدود(Boundry Lines) کیا تھیں؟ کہ جس حد سے آگے بڑھنے سے ظالمین اور ملاعین کو جبروتیت اِلٰہیہ نے روکا ہوا تھا؟

دوستو! میں یہ سمجھتا ہوں بلکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ واقعاتِ کربلا میں جس جس مقام پر بھی غیرت کا سوال سامنے آتا رہا، وہاں وہاں اللہ تعالیٰ کا نظام جبروتیت خود بخود فعال یا(Active) ہوتا چلا گیا

حقیقت یہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد ظالمین نے نماز جمعہ ادا کی، اس کے بعد ابن سعد ملعون نے تمام ظالمین میں شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سرہائے اطہر تقسیم کیئے، اور یہ اعلان کیا کہ جو آدمی از خود کوفہ جانا چاہے یا جس کی کوئی مجبوری ہو تو وہ فوراً کوفہ چلا جائے، اور باقی لوگ اپنے ملاعین کی لاشیں دفن کرنے کے بعد دوسرے دن کوفہ جائیں گے

پھر ابن سعد ملعون نے دس نامور ملاعین کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر دے کر

فوراً کوفہ روانہ کر دیا تا کہ یہ لوگ جا کر عبیداللہ ابن زیاد ملعون کو تازہ رپورٹ پیش کریں، جس کا تفصیلی ذکر میں پہلے کر چکا ہوں یعنی شمر ملعون، خولیٰ ملعون وغیرہ
بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ شہداء کے سر ہائے اطہر گیارہ محرم کو جدا کئے گئے اور اس دن سر ہائے اطہر قبائل کے حساب سے تقسیم کئے گئے تھے
بہر حال باقی شہداء کے سروں کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہوا ہو، یہ بات ثابت ہے کہ شام غریباں کے مبینہ تمام مرکزی کردار امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد ان کا سر اطہر لے کر کوفہ روانہ ہو گئے تھے، پھر شامی ملاعین نے حرم توحید و رسالت کی طرف جسارت کا قدم بڑھایا، اس دوران جو واقعات رونما ہوئے وہ میں بیان کر چکا ہوں یعنی جناب سوید سے لے کر بکر ابن وائل کی مستورات تک کئی افراد نے اپنے تئیں اس عمل کو روکنے کی کوشش کی
جس وقت ظالمین کو روکنے والی کوئی دیوار باقی نہ رہی تو انہوں نے خیام کی طرف جسارت کا قدم بڑھایا، اس وقت جناب شریکتہ الحسین صلواۃ اللہ علیہا نے ملاعین کی طرف پیغام بھجوایا کہ تم خیام کے اندر مت آؤ، تمہارا مقصد صرف سامان حاصل کرنا ہے تو وہ ہم تمہیں خود عطا کر دیتے ہیں
اس بات کو صاحبانِ مقاتل کے استاد جناب شیخ حر عاملی نے بیان کیا ہے، ان کے علاوہ بہت سی دوسری کتب میں بھی تھوڑے سے اضافی الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ اسی طرح بیان ہوا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ
جس وقت پاک پردہ داروں نے دیکھا کہ خیام کی حفاظت کرنے والا ظاہراً کوئی باقی نہیں بچا تو جناب شریکتہ الحسینؑ معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عمر ابن سعد ملعون

کی طرف پیغام بھیجا کہ تم ہمارے گھر کی روایات سے آشنا ہو، ہمارے گھر کے پردے سے بھی تم آشنا ہو، اس لئے ہمارے خیام کے اندر کسی کو نہ بھیجنا

نوٹ (یہ اسی لئے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سعد بن ابی وقاص کے خاندان کے ساتھ یک گونہ تعلق تھا، کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا سعد بن ابی وقاص کے خاندان کے سردار جناب وہب علیہ السلام کی دختر تھیں)

جب اس ملعون نے یہ پیغام سنا تو اس نے تمام ظالمین کو روک دیا اور حکم دیا کہ جو کچھ خیام میں ہے وہ خود بخود باہر آجائے گا، تم میں سے کوئی بھی خیام کے اندر نہیں جائے گا، یہ سن کر تمام ظالمین رک گئے، پھر پاک مخدومہ معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو حکم فرمایا کہ تم سب اپنا تمام سامان جا کر آخری قنات کے ساتھ جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ کے سامنے رکھ دو، اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی، کچھ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے کچھ یادگار اشیاء یا تبرکات اپنے پاس رکھنا چاہے تو پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا، اور وہ سامان بھی حسب فرمان باہر بھجوا دیا گیا

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس دوران پریشانی کے عالم میں پاک معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے دُر اُتارنا بھول گئے، ایک دوسری شہزادی کا بھی ذکر موجود ہے کہ انہیں بھی اپنے دُر اتارنا یاد نہ رہے، مگر جب قافلہ سالار معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نگاہ پڑی تو فوراً وہ پاک دُر اتروا کر ظالمین کی طرف بھجوا دیئے گئے کیونکہ آپ نے ظالمین سے وعدہ فرمایا تھا کہ تم خیام کے اندر نہ آنا، ہم کوئی بھی چیز اپنے پاس نہیں رکھیں گے اور ہر چیز تمہیں از خود عطا کریں گے، اسی وعدے کے مطابق سب

کچھ باہر بھجوا دیا گیا تھا...... اسی طرح ایک پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے پازیب اتارنا یاد نہ رہے تو وہ بھی اُن سے لے کر بھجوا دیئے گئے

اس کے بعد جملہ مستورات کو حکم فرمایا کہ ان زیورات کے ساتھ ضروریاتِ زندگی کا دیگر سامان بھی جا کر آخری قنات کے قریب رکھ دیں، ہر پاک مستور نے اس حکم کی تعمیل کی

اس وقت شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ پھوپھی اماں! جو گوشوارے مجھے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہیز میں عطا فرمائے تھے، اگر آپ کی اجازت ہو تو وہ میں رکھ لوں، معظّمہ ءِ کونین بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کے سر اطہر کی ردا پر بوسہ دے کر دریافت فرمایا کہ میری بیٹی! کیا یہ گوشوارے آپ کو اپنے پردہ سے زیادہ عزیز ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا پھر پردے کا صدقہ سمجھ کر یہ گوشوارے بھی امت کو عطا کر دیں

جناب سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری قنات کے دروازے کے قریب والے خیمہ میں سلا دیا گیا، اس خیمہ کے سامنے اپنی نگرانی میں جناب شریکتہ الحسینؑ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام سامان رکھوا دیا، پھر ایک کنیز کو حکم فرمایا کہ اب تم جا کر ظالمین سے کہہ دو کہ وہ آ کر نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کا سامان لوٹ لیں

شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا سے روایت ہے کہ

☆کنت فی ذالك الوقت واقفة فی الخيمة اذدخل رجل ارزق العينين فاخذوا ما كان فی خيام

ہم ایک خیمہ کے اندر سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں، کہ جب تمام سامان باہر پہنچ گیا تو

سب سے پہلے خیام میں جو شخص داخل ہوا اس کی دونوں آنکھیں نیلے رنگ کی تھیں اور بھی کچھ لوگ اندر داخل ہوئے جنہوں نے سب سامان اٹھایا اور باہر چلے گئے

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خیام میں داخل ہونے والا شخص شمر ملعون ہرگز نہیں تھا بلکہ کوئی اور ملعون تھا، کیونکہ شمر ملعون کی صرف ایک آنکھ تھی یعنی وہ کانا تھا اور اس روایت میں دو آنکھوں کا ذکر ہے

اس نیلی آنکھوں والے ملعون کے بعد اس کے چند ساتھی خیام میں داخل ہوئے اور وہ لوگ تمام مال و اسباب اٹھا کر باہر لے گئے، پھر مال کی تقسیم کے وقت وہ باہر ایک دوسرے سے لڑتے رہے، کوئی ملعون کہتا تھا کہ یہ زیور میں لوں گا، کوئی ملعون کہتا تھا کہ یہ چیز میں کسی اور کو نہیں لینے دوں گا، وغیرہ وغیرہ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عرب کا ایک محاورہ تھا کہ ہر ظالم کو ارزق العین کہا جاتا تھا

جب گھر کا تمام سامان، زیور، کپڑے اور تبرکات وغیرہ آخری قنات کے اندر رکھوا دیئے گئے تو اس سے پاک معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کا وعدہ اور فرمان تو پورا ہو گیا، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی غیر معصوم ان کے استعمال کی کسی چیز کو مس نہیں کرسکتا تھا، اس لئے یہ ایک حتمی اور یقینی بات ہے کہ وہ اشیاء جو پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے استعمال میں آچکی تھیں، انہیں خالق کائنات نے اپنے مخفی خزانہ میں مذخور فرما لیا تھا اور کسی ظالم ملعون کی نجس نگاہ نے ان مقدس اشیاء کو دیکھا ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کیا چیزیں تھیں؟

اور جو چیزیں ان کے استعمال میں تو نہیں آئی تھیں مگر ان کے پاک نام سے منسوب ہو چکی تھیں، انہیں ظالمین نے دیکھا ضرور تھا مگر انہیں ہاتھ نہیں لگا سکے تھے

مثلاً کچھ بچی ہوئی مہندی تھی، تو اسے ظالمین نے دیکھا ضرور تھا، مگر جونہی کسی غیر معصوم کی نگاہ پڑی اور اس نے مہندی کو مس کرنا چاہا تو وہ فوراً راکھ میں تبدیل ہو گئی، اسی طرح کچھ باقی ماندہ زعفران تھا، تو اسے بھی ظالمین نے دیکھا تھا مگر اسے ہاتھ نہیں لگا سکے تھے، بلکہ وہ بھی راکھ میں بدل گیا تھا

حتیٰ کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے خزانہ میں بہت سی اشرفیاں تھیں جو ملاعین نے آپس میں تقسیم کیں اور ہر ملعون کو دس دس اشرفیاں ملی تھیں، اور جو ملاعین اس تقسیم سے پہلے کوفہ چلے گئے تھے، ان کا حصہ بھی ان تک پہنچا دیا گیا تھا

ان اشرفیوں کے بارے میں بھی یہ روایت ہے کہ جب یہ اشرفیاں شمر ملعون کو ملیں تو وہ انہیں گھر لے آیا، اس کی ایک ملعونہ بیٹی نے فرمائش کی کہ دو اشرفیاں مجھے دے دیں کہ میں ان سے اپنے لئے گوشوارے بنواؤں گی، شمر ملعون نے دو اشرفیاں اسے دے دیں تو اس ملعونہ نے وہ اشرفیاں جا کر ایک سنار کو دیں تا کہ وہ ان اشرفیوں کے گوشوارے بنا دے

دوسرے دن اس سنار نے شمر ملعون کو آ کر بتایا کہ جس وقت میں نے وہ اشرفیاں پگھلانے کیلئے کٹھالی میں ڈالیں تو اچانک وہ غائب ہوگئیں، شمر ملعون نے کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، سنار نے کہا تم مجھ سے قسم لے لو، شمر ملعون نے کہا کہ میں تم سے قسم نہیں لیتا، میرے پاس ان اشرفیوں کے ساتھ کی آٹھ اشرفیاں ابھی باقی ہیں، تم ان اشرفیوں کو میرے سامنے پگھلانے کیلئے کٹھالی میں ڈالو، میں بھی دیکھوں کہ یہ ہوا کیسے ہے؟ اس سنار نے فوراً شمر ملعون سے وہ آٹھ اشرفیاں لیں اور شمر ملعون کو ساتھ لے کر دکان پر آ گیا، پھر اس ملعونِ ازل کے سامنے سنار نے

جب وہ آٹھ اشرفیاں کٹھالی میں ڈالیں تو شمر ملعون کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ غائب ہوگئیں

اس واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی ملکیت میں جو سکہ رائج الوقت تھا، اسے حاصل کر لینے کے باوجود کوئی ظالم اپنے تصرف و استعمال میں نہیں لا سکا تھا، اسی بات سے یہ استنباط کرنا عین مبنی بر حقیقت ہے کہ پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے استعمال کی ذاتی اشیاء یا ان کے پاک نام سے منسوب چیزیں کسی غیر معصوم یا ظالم ملعون کے تصرف میں کیسے آ سکتی تھیں

جب ظالمین نے خیام کے باہر موجود سامان کو دیکھا تو صرف وہ سامان باقی رہ گیا تھا کہ جو صرف کنیزوں اور اصحاب کی مستورات سلام اللہ علیہن کا تھا، اور چونکہ وہ سامان ان ملاعین ازل کی توقع سے بہت ہی کم تھا اس لئے ظالمین کو گمان ہوا کہ شاید ہمیں پورا سامان نہیں دیا گیا ہے، اس لئے انہوں نے دوبارہ پروگرام بنایا کہ اب انہیں خیام میں داخل ہو کر خود تحقیق کرنا چاہیے

اس موقع پر ایک روایت یہ بھی میری نگاہ سے گزری ہے کہ ان ملاعین ازل نے پہلے اپنی کچھ عورتوں کو جاسوسی کی غرض سے خیام کے اندر بھیجا تھا کہ تم اندر جا کر غور سے دیکھو کہ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے پاس کیا کچھ باقی ہے کہ جو ہمیں نہیں دیا گیا، اور ہم سے چھپایا گیا ہے...... (واللہ اعلم بالصواب)

پھر انہوں نے مکمل تیاری کر کے خیام میں داخل ہونے کا پروگرام بنایا تو بلند آواز سے تین دفعہ نعرۂ تکبیر بلند کیا، گویا یہ الرٹ ہونے کا ایک کاشن یا اشارہ تھا

پس یہی وقت تھا کہ جب غیرت اِلٰہیہ کو جوش آیا...... پھر کیا ہوا؟

☆کبر العسکر ثلث تکبیرات زلزلت الارض واظلمت السموات وقطر السماء دماً و نادی منادی من تحت العرش

تاریخ کے الفاظ ہیں کہ جس وقت ان ملاعین ازل نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا تو پھر یک لخت کائنات میں زلزلہ آیا، زمین وآسمان پر تاریکی چھا گئی، آسمان سے خون کی بارش ٹوٹ کر برسی، اور اس وقت ایک منادی نے عرش سے ندا دی کہ

☆یا امت متحیرہ لا وفقکم اللہ لا ضحی ولا فطر

اے امت متحیرہ! اب اللہ تمہیں کبھی عید نصیب نہیں کرے گا، نہ تم عید الفطر کو اور نہ ہی عید الاضحیٰ کو پا سکو گے

امام صادقِ آلِ محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جس وقت اس ندا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! یہ ذلیل امت عیدوں سے ہمیشہ ہمیشہ محروم رہے گی، اور یہ امت عیدوں پر اس وقت تک موفق نہ ہو سکے گی کہ جب تک ہمارا آخری فرزند (ہمیشہ سلامت رہے) آ کر ہمارے تمام گھر کا انتقام نہیں لے گا

میں عرض کر رہا تھا کہ جب امت ملعون نے خیام کی طرف جسارت کا قدم بڑھانے کا ارادہ کیا تو پھر عین اسی وقت

☆فارتفعت فی ذالك الوقت غرة شدیدة سودآء مظلمة فیها ریح حمراء لایری فیها عین ولا اثرحتی ظن القوم ان العذاب قد جاء

سیاہ طوفانی آندھی چلی کہ جس میں دل ہلا دینے والی گرج، چمک اور سرخی تھی وہ ایک ایسا خوفناک منظر تھا کہ آج تک کسی آنکھ نے ایسا ہولناک منظر نہیں دیکھا تھا، اس وقت سورج کو گرہن لگا، اور پوری کائنات پر سیاہ رات چھا گئی

جیسا کہ صاحب الاتحاف فی حب الاشراف ، اور تہذیب التہذیب سے لے کر صواعق محرقہ تک سب لوگوں نے لکھا ہے کہ اس وقت ایسا شدید گرہن لگا کہ دنیا پر سیاہ رات چھا گئی ، اور آسمان پر ستارے ظاہر ہوگئے ، پھر اس کے فوراً بعد ایک سیاہ رنگ کا بادل آسمان پر چھا گیا ، اور اُس بادل سے ایک گرج دار آواز آئی کہ جسے وہاں موجود ہر خاص و عام نے سنا کہ ☆قد قتل والله امام بن امام

صاحب مواعظ حسنہ اسی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ سورج گرہن ہمیشہ قمری مہینے کے آخری دنوں میں لگتا ہے، مگر یہاں دس محرم کے دن جو تاریخ کا شدید ترین سورج گرہن لگا یہ معمول کے گرہنوں میں سے نہیں تھا ، بلکہ اس سورج گرہن کی وجہ یہ تھی کہ

ہر زمانے میں امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کا نورِ اقدس اس عالم موجود کی وجہ ءِ بقا ہوتا ہے ، اور اگر نورِ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام ایک لمحہ یعنی چشم زدن کیلئے بھی اس کائنات سے منقطع ہو جائے تو یہ کائنات ایک دھماکہ کے ساتھ فنا ہو جائے ، کیونکہ اسی پاک نور کی وجہ سے ہی کائنات کی ہر شے باقی رہتی ہے

مگر واقعہ ءِ شہادتِ عظمیٰ کے وقت ایک سیکنڈ کے ایک لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کیلئے نورِ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کائنات کیلئے معطل ہوا تو اس کا اثر یہ تھا کہ کائنات کے فنا ہونے کے امکانات پیدا ہوگئے ، سورج کو گرہن لگ گیا ، دنیا تاریک ہوگئی ، اور کائنات کو دن میں تارے نظر آ گئے

تمام صاحبانِ کتب تواریخ و مقاتل یہ لکھتے ہیں کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد سورج گرہن لگا مگر ظالمین نے اس کی پرواہ نہیں کی اور اسے معمول کا

گر ہن سمجھا...... لیکن جب تمام ملاعین نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا اور وحدتِ کبریٰ کے خیام فلک احتشام پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا، اور خیام پاک کی بے حرمتی کیلئے جسارت کا قدم بڑھانے کا اِرادہ کیا تو عین اسی وقت سرخ اور سیاہ طوفان نما آندھی چلی، اس آندھی کے ساتھ ہی ایک سیاہ رنگ کا بادل آسمان پر چھا گیا، اس بادل کے اندر سے بڑی ہیبت ناک گرج اور چمک کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور اس کی ہر گرج کے ساتھ کربلا کی زمین لرز اٹھتی تھی، پھر اس ہیبت ناک بادل سے خون کی بارش شروع ہوگئی، جس سے ساری زمین ایک مقتل گاہ کی تصویر نظر آتی تھی ...... ابن عساکر نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ یہ منظر پورے تین دن تک باقی رہا

جب سیاہ آندھی چلی تو اس آندھی اور خون کی بارش میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے جو رو بھی رہا ہے اور آواز بھی دے رہا ہے کہ اے لوگو! یہ دنیا برباد ہونے والی ہے، اور عذاب اِلٰہی آنے والا ہے

اس سے پوچھا گیا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے بتایا میں کیوں نہ آنسو بہاؤں کہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آج رو رہے ہیں، لوگوں نے سمجھا کہ یہ کوئی دیوانہ ہے

امام جعفرؑ صادق علیہ الصلواۃ والسلام سے کسی نے پوچھا کہ آقا وہ شخص کون تھا؟ جو اس وقت گریہ کر رہا تھا

☆فقال ما تراہ الا جبرائیل ...... واللہ وہ جناب جبرائیل علیہ السلام تھے

اور وہ دنیا کی بربادی کے مکمل احکام لے کر آئے تھے، خالق کی طرف سے انہیں اس دنیا کو برباد کرنے کی مکمل اجازت مل چکی تھی

☆ولکن مھلھن لیزدادوا اثماً ولھم عذاب الیم ( )

مگر عین کر بلا معلیٰ پہنچنے کے بعد ظالمین کو مہلت دے دی گئی کہ یہ ابھی زیادہ سے زیادہ مظالم کرلیں ، کیونکہ ان کیلئے عذاب الیم مقرر کر دیا گیا تھا ، یعنی شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی تلوار انتقام نے ان سب ظالمین کو مزا چکھانا تھا

میں عرض کر رہا تھا کہ جب ظالمین نے خیام توحید و رسالت کی بے ادبی کا ارادہ کیا تو کائنات تباہی اور بربادی کے کنارے پر پہنچ گئی ، اس وقت کائنات میں ایسے آثار ظاہر ہوئے جو پاک گھر کی قدرتِ کاملہ کے گواہ بن گئے

بہت سے صاحبانِ مقاتل و تواریخ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ ہولناک منظر پورے چالیس 40 دن تک دنیا پر باقی رہا ، یعنی پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیھن جس وقت کوفہ سے شام جاتے ہوئے کربلا معلیٰ تشریف لائیں تو اس وقت تک یہ منظر باقی رہا ، اور آسمان کا رنگ پورے تین ماہ تک اسی طرح رہا ، جیسے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا ہوتا ہے

فلسطین کے ایک مفتی کا بیان ہے کہ شام غریباں یعنی دس محرم کی شام کو اور گیارہ محرم کی رات کو خون کی اس قدر بارش ہوئی کہ اس رات جن لوگوں کے کپڑے اور قالین زیرِ آسمان رہ گئے تھے وہ صبح کو سب خون آلود تھے ، یعنی یہ صورتِ حال صرف کربلا میں نہیں تھی بلکہ شامات ، لبنان ، فلسطین ، شام سے لے کر ہندوستان تک یہی کیفیت تھی ، یعنی تمام دنیا میں خون کی بارش ہوئی

ایک ہندو راجہ کا بیان میری نظر سے گزرا ہے کہ اس رات ہندوستان میں بھی خون کی بارش ہوئی تھی ......عرب سے لے کر فلسطین تک جس جگہ سے بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون کا چشمہ جاری ہو جاتا ، جس درخت کی ٹہنی قطع کی جاتی اس

سے خون جاری ہو جاتا، 12 محرم کی رات جس جگہ بھی خیام لگانے کیلئے میخ لگائی گئی تو زمین سے خون جاری ہو گیا

یعنی کم سے کم تین دن اور بروایات دیگر چالیس دن تک پوری کائنات تاریکی میں ڈوبی رہی، تین ماہ تک آسمان خون آلودہ رہا، بہ روایت دیگر قافلہ پاک کی شام سے رہائی تک جو چھ ماہ کا عرصہ بنتا ہے، اس وقت تک آسمان کا رنگ تازہ خون کی طرح رہا

یہ وہ روایات ہیں کہ جنہیں آج تک کوئی بھی رد نہیں کر سکا، یعنی یہ کیفیات کتنے دن تک یا کتنا عرصہ باقی رہیں؟ صرف اس بات میں اختلاف ہے مگر ان کیفیات کے وقوع پذیر ہونے سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا، اپنے، پرائے، شیعہ، سنی، مسلم اور غیر مسلم سب ان امور عجیبہ کو درست مانتے ہیں

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سب مشاہدات کے بعد ظالمین کے اندر مزید ظلم کا حوصلہ کیونکر رہا ہو گا؟ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی کسی عمل کا اتنا بڑا یا خوفناک رد عمل دیکھنے کے بعد بھی اس عمل کو دہرانے کی جرأت کر سکے

میں ایک مثال دیتا ہوں، اگر کسی شخص کو بتایا جائے کہ فلاں قبرستان میں ایک برگد کا درخت ہے اور اس پر جنات کا بسیرا ہے، اگر وہ رات کو اس درخت سے لکڑی توڑ کر لے آئے تو اسے ہزار روپے انعام دیا جائے گا

پہلے تو اس شخص میں اتنا حوصلہ ہی پیدا نہیں ہو گا، اور اگر کوئی یہ جرأت کر بھی لے اور تیار بھی ہو جائے، اور اس شخص کے جانے سے پہلے کسی اور آدمی کو درخت پر چڑھا دیا جائے اور کہا جائے کہ جب یہ شاخ توڑنے کیلئے آئے تو درخت کی

شاخوں کو زور سے ہلا دینا...... پھر وہ شخص جائے اور شاخیں بھی ہلا دی جائیں تو وہ آدمی جب واپس آئے گا تو اسے انتہائی تیز بخار ضرور ہو جائے گا

بعینہٖ اسی طرح جب ظالمین نے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کیا، اس کے بعد عجیب ترین اور ہیبت ناک امور کا مشاہدہ کیا، تو کیا وہ واقعی اتنے بہادر تھے کہ مزید ظلم کا ارادہ کرتے؟ کوئی شخص کتنا ہی بہادر کیوں نہ ہو ایسے امورِ عجیبہ کے مشاہدات کے بعد وہ مزید کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا

ان باتوں کو دیکھتے ہوئے انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ جتنی توہین آمیز روایات ہیں، یہ واقعی وضعی ہیں یعنی بعد والوں نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ایسی روایات خود بنائی ہیں...... کیونکہ یہ پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام اتنا مجبور اور بے بس کبھی بھی نہیں تھا کہ جس قدر بے بس اور لاچار انہیں دِکھایا گیا ہے، ان کا صبر تھا تو وہ بھی اختیاری تھا، وہ مجبورِ محض تو ہرگز ہرگز نہیں تھے

اب ہم سب مل کر دعا کریں کہ ان پاک مظلومین کا منتقم حقیقی جلدی آئے، اور وہ ان کے تمام مصائب اور دکھوں کا ازالہ کرے، اور ان کی عظمت کے راز کائنات کے سامنے منکشف فرمائے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 10

تاراجیٔ خیام

گذشتہ مجلس میں شام غریباں کے حالات پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالی گئی تھی، جس میں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جس وقت ظالمین ازل نے مخدراتِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک خیام کی طرف جسارت کا قدم بڑھانے کا ارادہ کیا تو ملکہ ءِ عالمین معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ایک کنیز کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ تم ہمارے حرم توحید و رسالت کے اندر قدم نہ رکھو، خیام کے اندر جتنا بھی سامان ہے ہم خود تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار ہیں، مگر تم اندر داخل ہونے کی جرأت نہ کرنا پھر حسب الوعدہ تمام سامان باہر رکھوا دیا گیا، یہ تھی اصل حقیقت

اس کے بعد کے واقعات کتب مقاتل میں مختلف انداز میں بیان کئے گئے ہیں

پہلی روایت

پہلی روایت یہ ہے کہ جو لوگ پہلی قنات کے اندر سے سامان اٹھانے کیلئے آئے ان میں سے ایک ملعون نے جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک خیمہ کے اندر جھانک کر دیکھا تو

☆نظر الی علیؑ ابن الحسینؑ علیہما الصلواۃ والسلام وھو علی نطع من الادیم وکان مریضاً فجزب لنطع من تحتہ فرماہ الی الارض

جب اس ملعون کی نگاہ جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام پر پڑی تو دیکھا کہ آپ چمڑے کے ایک بستر پر آرام فرما تھے، تو اس ملعون نے بڑھ کر وہ بستر بھی آپ کے نیچے سے کھینچ لیا، اور آپ کو زمین پر سلا کر چلا گیا

دوسری روایت

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ (جو اس وقت وہاں موجود ہی نہیں تھا)

☆قال الحمید بن مسلم فانتهینا الی علی ابن الحسین علیہ الصلواۃ والسلام وهو منبسط علی الفراش وهو شدید المرض ......مع شمرٍ جماعة من الرجال فقالوا له الا تقتل هذا الصبیان انما هذا صبی..................... الخ

جس وقت ہم جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ تک پہنچے تو دیکھا کہ وہ شدید بیمار تھے اس وقت ایک جماعت کے ساتھ شمر ذی الجوشن ملعون بیمار کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ میں داخل ہوا، جب اس نے جناب امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ تو ابھی تک زندہ ہیں، اس کے بعد انہیں شہید کرنے کیلئے اس ملعون نے فوراً تلوار نکال لی

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے اسے بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر باہر نکالا

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ اس روایت میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے ''صبی'' آپ نے اس لفظ پر بھی غور کرنا ہے، عربی زبان میں صبی سات سال سے کم عمر بچے کو کہتے ہیں، اور جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی عمر اس وقت 25 سال تھی اور وہ صاحب اولاد بھی تھے

﴿ تیسری روایت ﴾

تیسری روایت یہ ہے کہ جس وقت شمر ملعون خیام کے اندر سامان اٹھانے کیلئے گیا تو وہ جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ میں داخل ہوا، اس ملعون نے جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن میں کہرام بپا ہو گیا

☆وجاء عمر بن سعد فصاحت النساء فی وجهه وبكين ......فقال لاصحابه لا يدخل منكم بيوت وهولاءَ النساء.................... الخ

جب عمر ابن سعد ملعون نے یہ آواز سنی تو وہ فوراً خیمہ کے اندر داخل ہوا، اور اس نے شمر ملعون کو یہ ظلم کرنے سے روکا

پھر معظّمہ عِ کونین صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے ابن سعد ملعون ! میرے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ '' رحم اچھی چیز ہے، اگر چہ وہ کافر کے دل میں ہی کیوں نہ ہو''

تم ان ظالمین کو ظلم کرنے سے روکو کہ یہ خاندان رسالت علیہم الصلواۃ والسلام پر رحم کریں

یہ سن کر ابن سعد ملعون نے فوراً اعلان کیا

☆فقال لاصحابه لايدخل منكم احد بيوت هولاء النساء ولا تعرضوا لهذا الغلام

کہ لشکر شام میں سے کوئی بھی مستورات کے خیام میں داخل نہ ہو، اور نہ ہی کوئی اس شہزادے کو اذیت پہنچائے، اس حکم کے بعد لشکر شام فوراً خیام سے باہر آ گیا

﴿ چوتھی روایت ﴾

یہ ہے کہ جس وقت شمر ملعون خیام میں سے سامان اٹھانے کیلئے اندر آیا تو اس کی

نگاہ جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام پر پڑی، اس ملعون نے فوراً تلوار برآمد کی، جب اس نے جناب سید الساجدین علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو ملکہ ءِ عالمین معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے لعل کے سامنے آ گئیں، اور مستورات میں کہرام بپا ہوگیا، جس کی وجہ سے ملعون ازل نے انہیں شہید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا

﴿ روایات تاراجی خیام ﴾

پانچویں روایت اس موقع کی نہیں ہے بلکہ خیام توحید و رسالت کی مبینہ تاراجی کے وقت کی ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ خیام توحید و رسالت کو تاراج کئے جانے سے متعلق جتنی روایات ہیں، انہیں بھی یہاں اجمالی طور پر بیان کردوں

﴿ پہلی روایت ﴾

خیام توحید و رسالت کو تاراج یا نعوذ باللہ نذرِ آتش کئے جانے کی جتنی روایات مذکور ہیں، ان میں سے سب سے پہلی روایت یہ ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے زین ذوالجناح کو خیر باد کہا اور فرشِ کربلا کو زیب عرشِ معلیٰ بنایا تو اس کے بعد ذوالجناح پاک خیام کے دروازہ پر آیا اور دردناک آواز میں ہنہنانے لگا اس وقت تمام پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن اس کے ساتھ مقتل کی طرف روانہ ہوئے، اور شہادت عظمیٰ واقع ہونے تک تل عاؐلیہ صلواۃ اللہ علیہا کے مقام پر موجود رہے، پھر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد پاک مستوراتِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن واپس اپنے خیام میں تشریف لے آئیں، جب وہ خیام کے قریب پہنچیں تو وہاں ایک دل دہلا دینے والا منظر ان کے سامنے تھا، کہ اس وقت

پاک خیام فلک احتشام سیراب ہورہے تھے، یعنی ان کی عدم موجودگی میں ظالمین نے خیام کوٹھنڈا کردیا تھا، اس وقت باقی سب خیام راکھ میں تبدیل ہو چکے تھے، صرف امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا خیمہءِ نماز باقی بچ گیا تھا، اور تمام مستورات توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن نے مقتل گاہ سے واپس آنے کے بعد اسی خیمہ میں پناہ لی تھی

دوسری روایت

جس وقت امت ملعون اپنے تمام مظالم سے فارغ ہو چکی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب خیام توحید ورسالت کوٹھنڈا کیا جائے

اس وقت پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ میں جمع تھے، اور سوچ رہے تھے کہ اب کیا کیا جائے؟ کہ اچانک ایک کنیز نے آ کر عرض کیا کہ ظالمین نے ایک طرف سے خیام کوٹھنڈا کرنا شروع کردیا ہے، ہر طرف خیام میں دھواں ہی دھواں پھیل چکا تھا، اس وقت معظّمہءِ کائنات سیدہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا سراسیمگی کے عالم میں جناب سجاؐد علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس تشریف لائیں اور ان سے دریافت فرمایا کہ بیٹا! آپ اب ہمارے امام زمانہ ہیں، آپ ہمیں حکم دیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا ہمیں باہر چلے جانا چاہیے یا ان خیام کے اندر ہی رہ جانا چاہیے؟ اس وقت جناب سجاؐد علیہ الصلواۃ والسلام نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ آپ صحرا کی طرف روانہ ہوجائیں

اس حکم کے بعد تمام پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن خیام سے نکل کر روتے ہوئے صحرا یا مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوگئے

﴿ تیسری روایت ﴾

یہ ہے کہ جب خیام ٹھنڈے ہونا شروع ہوئے تو پاک پردہ داران توحید رسالت صلواۃ اللہ علیہن امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہءِ نماز (جو سفر کے دوران بطور مسجد استعمال ہوتا تھا) میں جمع ہو گئے، اس خیمہ کے علاوہ تمام خیمے ٹھنڈے ہو گئے

اس وقت ابن سعد ملعون اس خیمہ کے دروازہ کے قریب آ کر کہنے لگا کہ اے اہل بیت نبوت! آپ سب خیام سے باہر آ جائیں ورنہ ہم اس خیمہ کو بھی ٹھنڈا کر دیں گے اس وقت ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے ابن سعد ملعون سے تین مرتبہ فرمایا کہ تم ہمارے حال پر رحم کرو اور ہمارے معاملے میں اللہ کے جلال و غضب سے ڈرو

مگر اس ملعون نے کہا کہ جب تک نعوذ باللہ آپ سب گرفتاری پیش نہیں کریں گے ہم اپنی بات پر قائم رہیں گے

اس وقت پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن نے فرمایا کہ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ ہم گرفتاری پیش کریں

یہ سن کر ابن سعد ملعون نے اس آخری خیمہ کو بھی ٹھنڈا کرنے کا حکم دے دیا

جب خیمہ ٹھنڈا ہونے لگا تو پاک مستورات توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن باہر آ گئیں مگر ان میں سے کسی کے قدموں میں نعلین نہیں تھی اور سرا طہر بے ردا تھے

اس حال میں تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن روتی ہوئی خیام سے نکل کر مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئیں، جب امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر پہنچیں تو تمام پاک مستورات نے کچھ اس انداز میں بین کرنا شروع کر دیئے

☆وامحمداہؐ صلی علیك مليك السماء هذا حسين علیہ الصلوٰۃ والسلام مرمل بالدماء و مقطعوع الاعضآء وبناتك سبايا الى الله المشتكى

﴿ چوتھی روایت ﴾

یہ روایت بھی حمید بن مسلم ازدی سے مروی ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ امت ملعون نے اعلان کیا تمام خیام کو خالی کر دیا جائے مگر کسی نے خیام کو خالی نہ کیا، آخرکار ظالمین نے خیام کو ہر طرف سے ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا، کوئی مستور کسی طرف سے باہر نکلی، کوئی مستور کسی طرف سے باہر نکلی، جو معصوم خیام سے باہر نکلتے ان پر گھوڑے دوڑا دیئے جاتے تھے

وہ روایت کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک معصوم شہزادی تھی جس کا دامن جھلس رہا تھا، مجھے اس پر رحم آیا تو میں دوڑ کر اس کے قریب گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی تیزی سے دوڑی، میں نے اس کا تعاقب کیا، جب میں اس کے قریب پہنچ گیا تو اس معصوم نے رو رو کر کہا کہ اے عبد خدا! تم میرے قریب مت آنا، میں شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی ہوں

( ) یہاں ایک روایت بیان کی جاتی ہے جو روایت اور واقعہ تو ایک ہی ہے، اس کے الفاظ بھی ایک جیسے ہیں، مگر جن سے یہ واقعہ منسوب ہے وہ چار ہستیاں ہیں یعنی یہ روایت کسی کتاب میں شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام سے منسوب ہے، کسی کتاب میں یہ واقعہ بیمارِ مدینہ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام سے منسوب ہے، حالانکہ وہ کربلا میں موجود ہی نہیں تھیں، کسی کتاب میں یہ روایت معظّمہ و مخدومہ عاؑلیہ پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کی چھوٹی پاک ہمشیر صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام سے

منسوب ہے

روایت یہ ہے کہ جب ظالمین نے خیام کو سیراب کرنا شروع کیا تو ہم خیام سے باہر نکل آئے، سامنے ایک گھوڑے سوار ملعون کھڑا تھا، اس نے ہمیں روکنے کی کوشش کی، مگر ہم نہیں رکے، اس نے نعوذ باللہ ہمارے پیچھے گھوڑا لگا دیا، اور ہم اس گھوڑے کے آگے دوڑ رہے تھے، اس ملعون نے ہماری پیٹھ پر نیزے کا وار کیا، نعوذ بالله من ذالك الكفر...... آگے میں ترجمہ نہیں کرسکتا

تاینکہ فرمایا کہ ہمیں سورج کی روشنی میں بے حجاب اور زخمی حالت میں چھوڑ کر وہ ملعون چلا گیا، عبارت یہ ہے

☆اذا بكعب رمحهٖ بين كتفى فسقطت على وجهى فخرم اذنى قرطى ومقنعتى و ترك والدماء تسيل على خدٖى و رواسى تصهرت الشمس و ولى راجعاً الى الخيم وانا مغشى على الارض

ایک طرف تو یہ روایت ہے کہ اس وقت ساری دنیا تاریک ہوگئی تھی، اور سیاہ آندھی چلی ہوئی تھی، خون کی بارش ہورہی تھی، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت سورج کہاں سے ظاہر ہوگیا تھا؟

یہاں حمید بن مسلم سے منسوب ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جس وقت امام مظلوم کے خیمہءِ نماز کو ٹھنڈا کیا گیا تو اس خیمہ سے شعلے بھڑک رہے تھے

☆ورایت امراة صلواة اللہ علیہا القت نفسها على النار فجائت بجسد كانه ميت و رجلاه تجريان على الارض......

میں نے دیکھا کہ ایک مستور صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے آپ کو ان بھڑکتے ہوئے شعلوں

میں ڈال دیا اور اس خیمہ میں داخل ہوگئی، کچھ دیر بعد وہ ان شعلوں سے برآمد ہوئی تو ان کی پشت پر مجھے ایک جسم نظر آیا، جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے تھیں، اور جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کی کیفیت اس وقت یہ تھی کہ ظاہراً غش کی حالت میں تھے، اور ان کے قدم مبارک زمین پر لکیر بناتے ہوئے آرہے تھے

﴿ پانچویں روایت ﴾

پانچویں روایت یہ ہے کہ یمن میں ایک شہابی رنگ کا چمڑا رنگ کیا جاتا تھا، جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یمن میں سال کے اندر ایک رات ایسی آتی ہے کہ اس رات آسمان پر کثرت سے شہاب ثاقب ظاہر ہوتے ہیں، اس رات اہل یمن لاتعداد چمڑے صاف کر کے اور انہیں کوئی خاص کیمیکل لگا کر زمین پر بچھا دیتے اور اس کیمیکل کی وجہ سے آسمان سے جتنے ستارے شہاب ثاقب بن کر ٹوٹتے ان کا رنگ چمڑوں پر پرنٹ ہوجاتا، پھر ان چمڑوں سے وہ لوگ بہت سی چیزیں بناتے، جو دنیائے عرب میں بہت زیادہ قیمت میں فروخت ہوتی تھیں

یعنی اس مخصوص طریقہ سے رنگ کیا گیا ایک اونٹ کا چمڑا دس اونٹوں کی قیمت کے برابر سمجھا جاتا تھا، کیونکہ یہ نایاب چیز تھی

معاویہ کی موت کے بعد حاکم یمن کو پتہ چلا کہ تمام عرب کے اندر فرعون شام یزید ملعون کے خلاف ہنگامے شروع ہوگئے ہیں اور اس کی حکومت غیر یقینی ہے اور امید ہے کہ یہ لوگ مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کو حکومت دے دیں گے

اس لئے اس نے قبل از وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ تعلقات کو خوشگوار بنانے کیلئے اپنی طرف سے ایک وفد بھیجا، اس وفد کے ذریعے اس نے بہت سے قیمتی تحائف بھی بھیجے، اور اپنی وفاداری کی یقین دہانی بھی کروائی، مگر جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے مدینہ سے ہجرت فرما کر مکہ میں قیام فرمایا تو اس وقت حاکم یمن کو یقین ہوگیا کہ فرعونِ شام یزید ملعون نے حالات پر مکمل کنڑول حاصل کرلیا ہے

اس لئے اس نے اخماس اربعہ شام روانہ کئے جو منزل تنعیم پر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے قافلہ کو روک کر وصول کر لئے تھے، جس کا ذکر میں نے اپنی اس کتاب کی پہلی جلد میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ حاکم یمن نے جو تحائف امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں ارسال کئے تھے، ان میں ایک بہت بڑا خیمہ بھی تھا جو اس شہابی رنگ کے چمڑے سے بنا ہوا تھا، وہ خیمہ انتہائی قیمتی تھا، اس پر مزید نقش و نگار بھی تھے وہ اس قدر وسیع اور بڑا تھا کہ اس خیمے کے اندر کئی سو افراد بیٹھ سکتے تھے، یعنی وہ کم و بیش 30 اونٹوں کے چمڑوں سے بنایا گیا تھا، جس کی قیمت 300 اونٹوں کے برابر تھی

عمر ابن سعد ملعون کو معلوم تھا کہ یہ خیمہ بہت قیمتی ہے، اس ملعونِ ازل کی نیت میں یہ فتور تھا کہ کسی طرح میں یہ خیمہ حاصل کرلوں اور عبید اللہ ابن زیاد ملعون کو بھی یہ بات معلوم نہ ہونے پائے، کیونکہ اگر اسے علم ہوگیا تو وہ ملعون یہ خیمہ مجھ سے چھین لے گا ...... شام غریباں کے موقع پر ابن سعد ملعون نے چند بوسیدہ خیام کو جلانے کا

حکم دیا تاکہ وہ فرعونِ کوفہ کو یہ بتا سکے کہ وہ قیمتی خیمہ بھی لوگوں کی جلد بازی کی وجہ سے جل گیا ہے

یعنی اس ملعونِ ازل نے خیام کو جلانے کا صرف ڈرامہ کیا تھا، کیونکہ جن لوگوں نے اہل بیت کے یتیم معصوم بچوں کے بدن پر بوسیدہ لباس تک نہیں رہنے دیئے تھے، وہ اپنے ہاتھوں اپنا اتنا بڑا نقصان کس طرح کر سکتے ہیں؟

دوسرا یہ کہ جس آدمی کو یہ علم ہو کہ یہ خیمہ اسے مال غنیمت کے طور پر مل جائے گا وہ اس خیمہ کو کیسے جلا سکتا تھا؟

یعنی بعض مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ خیام کو نذرِ آتش کئے جانے والی روایات غیر حقیقی ہیں، اور یہ اس قیمتی خیمہ کو بچانے اور حاصل کرنے کیلئے عمر ابن سعد ملعون کا رچایا ہوا فقط ایک ڈرامہ تھا

اگر واقعی یہ بات درست ہے اور قرین قیاس بھی ہے تو پھر بھی اس ملعونِ ازل کو یہ خیمہ نصیب تو نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ بھی تو ودائع معصومین علیہم الصلواۃ والسلام میں سے تھا اس لئے اسے بھی تو کوئی ملعون اپنے ذاتی تصرف میں نہیں لا سکتا تھا

یہ ہے ان روایات کا خلاصہ جو شام غریباں کے ضمن میں صاحبانِ تاریخ مقتل نے بیان کی ہیں، یا دوسرے راویوں سے نقل کی ہیں ...... بہت سی روایات میں نے ترک کر دی ہیں کیونکہ ان پر کسی نے بھی یقین کا اظہار نہیں کیا، البتہ جن روایات کو زیادہ درست سمجھا جاتا ہے، میں نے ان کا خلاصہ بیان کر دیا ہے

دوستو! اصل حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے ہمیں چند دوسری روایات کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے، جو کہ ہمارے مذہب شیعہ کے مسلّمات میں سے ہیں

﴿ پہلی بات ﴾

جب امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے آخری بار ھل من ناصراً کی صدا بلند فرمائی تو اس وقت دنیا کی ہر چیز نے لبیک کہا، جن میں سے ایک جناب زعفر جن بھی تھے، ان کے حاضر بارگاہ ہونے کا واقعہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، یہاں صرف اس واقعہ کا وہ حصہ دوہرانا چاہتا ہوں کہ جس کا تعلق میرے موضوعِ گفتگو سے ہے

جس وقت جناب زعفر جن نے مدد اور نصرت کی اپیل کی تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ تم فی الحال اس میدان کو چھوڑ دو، البتہ کچھ وقت کے بعد ہمارے پاک خیام کی جانب سے تم ایک اور ھل من ناصراً کی آواز سنو گے، جب وہ آواز آئے تو تم ان پاک خیام کے قریب چلے جانا، اس وقت نظام امامت منتقل ہو چکا ہوگا، اور اس وقت منصب امامت ہماری پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا کے پاس ہوگا، تم جا کر ان کی پاک بارگاہِ قدس میں عرض کرنا، اگر وہ مناسب سمجھیں گی تو تمہاری اعانت ونصرت قبول فرمالیں گی

جس وقت ظالمین نے خیام کو گھیرے میں لیا تو ملکہ ءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے ھل من ناصراً کی صدا بلند فرمائی، جناب زعفر جن اپنی والدہ اور دیگر مستوراتِ جنات کے ساتھ خیام کے دروازہ پر حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ اب ہمیں اس ملعون لشکر کو برباد کرنے کی اجازت ضرور عطا فرمائیں کیونکہ اب تو ان ملاعین کے ظلم وستم کی

کوئی بھی حد باقی نہیں رہی
اس وقت ملکہ ءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ہمارے دشمنوں کو وقت معلوم تک مہلت دی جا چکی ہے، اس لئے تم ان ظالمین سے کوئی تعرض نہ کرو بلکہ تم اب ہمارے اس ستم رسیدہ قافلہ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہو، اور کوفہ و شام تک ہماری مدد کرتے رہنا
یہ بھی ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ جناب زعفر جن اپنے ساتھیوں سمیت کوفہ سے شام، اور پھر شام سے مدینہ واپسی تک خدمت گار بن کر اس پاک قافلہ ءِ تسلیم و رضا کے ساتھ ساتھ موجود رہے تھے، پھر مدینہ پہنچ کر انہیں جانے کی اجازت بخشی گئی تھی، آج بھی جناب زعفر جن کی قوم کربلا کے گرد ونواح میں آباد ہے اور اس کے بھائی ناصر کی اولاد شام میں ملکہ ءِ عالمین معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے مشہد مقدس کے گرد ونواح میں آباد ہے

﴿ دوسری بات ﴾

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے آخری لمحات تھے تو اس وقت 3 ہزار سے لے کر 70 ہزار ملکوت تک کی روایات ہیں کہ انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا تھا کہ ہمیں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت کی اجازت عطا کی جائے
انہیں حکم ہوا کہ تم سب جا کر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کرو، اگر بے نیاز کا وہ بے نیاز عاشق تمہاری نصرت قبول فرمانویں تو ضرور کرو
جب یہ ملکوت کربلا پہنچے تو بہت دیر ہو چکی تھی، پھر انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں

عرض کیا کہ اب ہم ان کا انتقام لئے بغیر واپس آسمانوں کی طرف نہیں آنا چاہتے خالق کی طرف سے حکم پہنچا کہ تم اب ملکہ عِ عالمین معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نصرت کیلیئے اس پاک قافلہ ءِتسلیم و رضا کے ساتھ ساتھ رہو، اور انہیں شام سے واپس مدینہ تک پہنچاؤ، اس کے بعد اس وقت تک کربلا میں قیام پذیر رہنا کہ جب تک ان کے پاک منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا خروج وظہور نہ ہو

یہ تمام ملکوت شام سے واپسی مدینہ تک قافلہ پاک کے ساتھ رہے، یہ پردے کی حفاظت پر مامور تھے، اس لئے کسی مقام پر کسی ظالم کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ ان کے پاک پردے کی طرف نگاہ کرسکتا ...... اس کے بعد حکم خداوندی کے مطابق یہ ملکوت کربلا معلیٰ پہنچ کر مستقل طور پر یہیں قیام پذیر ہوگئے، اور ہمارے شہنشاہ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے پاک خروج تک یہ کربلا معلیٰ ہی میں رہیں گے

اس بات کی محکم ترین دلیل یا ثبوت یہ ہے کہ آج تک زائرین میں سے کسی ایک کی زیارت بھی منظور نہیں ہوتی ہے کہ جب تک وہ ان ملکوتِ منتظرین کو سلام نہ کرے، کیونکہ وہ آج بھی حائر (روضہ ہائے اطہر کے گرد وپیش کے احاطے) کے اندر رہتے ہیں

﴿ تیسری بات ﴾

ایک عالم سید کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ وہ کتب مقاتل کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھے، جب انہوں نے شام غریباں کے واقعات پڑھے تو ان کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں مشکوک ہوگئے

انہوں نے یہ سوچا کیا اللہ تعالیٰ کربلا میں موجود تھا؟ اگر وہ موجود تھا تو پھر وہ اس حد تک ظلم وستم ہوتے ہوئے دیکھ کر کیسے برداشت کرتا رہا؟ اور اگر وہ قادرِ مطلق ہوتے ہوئے یہ تمام مظالم برداشت کرتا رہا تو پھر وہ اس پاک گھر کا دوست کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ کوئی غیور تو یہ ظلم کسی ہمسائے کی عورت پر بھی برداشت نہیں کرسکتا ایسے ہی بہت سے خیالات نے انہیں اللہ تعالیٰ کے وجود سے منکر کردیا

آخرانہوں نے یہ سوچا کہ میں اپنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی خدمت میں عرض کروں تاکہ وہ پاک ذات خود ہی مجھے حقیقت سے آگاہ فرمائیں، ورنہ میرا تو ایسے اللہ سے ہی جواب ہے

یہ سوچ کر اس بزرگوار سید نے بارگاہِ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف میں استغاثہ کرنا شروع کردیا، اورنماز توسل کو وسیلہ بنالیا، اور استغاثہ کرنے کے دوران یہ بھی عرض کیا کہ آقا! اگر آپ نے مجھے تین روز تک جواب عطانہ فرمایا تو پھر آپ کے دین سے بھی میرا جواب ہے

جب اس سید نے گریہ وزاری کے ساتھ استدعا کی تو پہلی رات ہی وہ شہنشاہِ عالمین عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی زیارت سے مشرف ہوئے، ہادیءِ حق وصداقت عجل اللہ فرجہٗ الشریف نے فرمایا کہ تم بہت جلد مایوس ہوگئے ہو، حقیقت یہ نہیں جوتم نے پڑھی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت ظالمین نے خیام توحید ورسالت کی جانب جسارت کا قدم بڑھانے کا مکمل ارادہ کیا تو اس وقت ہماری جدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی اور عرض کیا کہ خالق! کیا ہمارے پردے کا کوئی انتظام ہے؟

عین اس وقت خالق کون ومکاں نے ہمیں ان کی خدمت اقدس میں بھیج دیا اور ہم نے جا کر انہیں تسلی دی تھی کہ آپ بالکل ہی فکر نہ کریں، ہم آپ کے منتقم ہیں، ہم آپ کے تمام دکھوں کا انتقام لیں گے، اور اب بھی ہم ہی آپ کے ساتھ ہیں، آپ کے محافظ ہیں، آپ سب کے پاک پردہ پر کسی کی نگاہ نہیں پڑے گی؟

آپ گھبرا کیوں رہی ہیں؟ ہم آپ کی حفاظت واعانت کیلئے موجود ہیں

اس وقت تمام کائنات کو تاریکی میں غرق کر دیا گیا تھا اور کوئی بھی ظالم ہمارے اس نظام حفاظت کو توڑنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا

اس لئے میں عرض کر رہا تھا کہ یہ جو کچھ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ دشمنوں نے پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کو نعوذ باللہ طمانچے مارے

اسی بات کو غور سے دیکھیں اور سوچیں کہ کیا کسی کافر بدمعاش کے ہاتھ کسی مقدس ہستی کے جسم کو مس کر سکتے ہیں؟ جبکہ کوئی کافر تو کسی حور کو بھی ہاتھ لگانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، یہ ظالمین ازل کا اپنے ہاتھوں سے پازیب اتارنا، اور ہاتھوں سے مقدس ترین سرہائے اطہر سے چادریں نوچنا، ہاتھوں سے پاک دُر اُتارنا، طمانچے مارنا، پاک مستوراتِ وحدتِ کبریٰ صلواۃ اللہ علیہن کو کسی ظالم کا دیکھنا، یا اس جیسی اور جتنی روایات ہیں، یہ سراسر توہین ہیں، ایسی روایات کو بیان کرنے والوں کو روک دینا چاہیے، ایسی روایات کو سننا بھی کفر اور شرک کے برابر کا ظلم ہے اور امام صادقِ آل محمدؐ علیہ الصلواۃ والسلام کے حکم کے مطابق حرام ہے

یہاں کوئی شخص یہ اعتراض اٹھا سکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ جو پاک مستوراتِ تطہیر صلواۃ اللہ علیہن کربلا میں موجود تھیں، انہیں دیکھا نہ گیا ہو، کیونکہ وہ اس وقت

ظالمین کے گھیرے میں موجود تھیں، تو پھر بغیر کسی ثبوت کے اس بات کو کیسے تسلیم کیا جائے؟ کہ انہیں کسی بھی ظالم ازلی کی نگاہ نہیں دیکھ سکی تھی

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پاک مستوراتِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے ایک لختِ جگر عجل اللہ فرجہٗ الشریف آج بھی ہم میں موجود ہیں، اور وہ ہر سال حج پر تشریف بھی لے آتے ہیں، مگر کوئی شخص ان کو نہیں دیکھ سکتا، البتہ جسے وہ خود چاہتے ہیں اپنی زیارت کا شرف عطا فرماتے ہیں، ورنہ کوئی شخص از خود ان کی زیارت نہیں کرسکتا بعینہٖ اسی طرح ان کے گھر اطہر کے تمام پاک افراد کا معاملہ ہے، اس گھر اطہر کا ہر فرد اگر خود چاہے تو کوئی شخص ان کی زیارت کرسکتا ہے، اور اگر وہ خود نہ چاہیں تو پھر کوئی بھی ان کی زیارت نہیں کرسکتا، یعنی یہ سب معاملہ ہمارے اختیار میں سرے سے ہے ہی نہیں، درحقیقت خود انہی کے چاہنے یا نہ چاہنے پر منحصر ہے

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس گھر اطہر کا کوئی فرد جب تک خود نہ چاہے انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا...... تو اب آپ خود سوچیں کہ پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کیا یہ چاہتے ہوں گے کہ کوئی انہیں دیکھے؟

اس بات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو پھر انہیں کسی شخص نے ان کی مرضی کے بغیر کیسے دیکھ لیا ہوگا؟ اور ان کی چادریں بھی نعوذ باللہ نوچ لی ہوں گی، یا نعوذ باللہ انہیں مس بھی کیا ہوگا...... یہ باتیں تو ناممکنات میں شامل ہیں

دوستو! میں عرض یہ کرنا چاہ رہا ہوں کہ اس پاک گھر کے جملہ پاک افراد ہرگز ہرگز مجبور نہیں ہیں، بلکہ بااختیار اور مامورِ من اللہ ہوتے ہیں، ان کے گرد اللہ کا جبروتی نظام حفاظت ہمیشہ قائم رہتا ہے، اور کائنات کی کوئی طاقت اس نظام

حفاظت کو توڑنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتی ہے

ہاں! جہاں تک ظلم کی بات ہے تو وہ بھی صرف اسی حد تک ہوا تھا کہ جس حد تک انہوں نے اپنے صبر کے مظاہرے کیلئے پسند کیا تھا، اور انہوں نے صبر کا مظاہرہ بھی فقط اس حد تک کیا تھا کہ جہاں تک صبر اپنے استحسان اور اچھائی کے دائرہ کے اندر رہا تھا...... مقاماتِ غیرت اور حدودِ عزت و ناموس پر صبر کبھی اور کسی بھی حالت میں قابل تعریف نہیں ہوا کرتا ہے، بلکہ وہ خلافِ غیرت تصور ہوتا ہے، اس لئے صبر کے بیان کو ہمیشہ صبر مستحسن کی حدود سے باہر نہیں لے جانا چاہیے

میرے ایک مہربان نے یہ فرمایا ہے کہ اگر ہم عظمت آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کا خیال رکھیں تو کتب مقاتل کا ایک بڑا حصہ ختم ہو جائے گا، یعنی 20 فیصد روایات رد ہو جائیں گی، اس لئے ذکر مصائب میں یہ خیال رکھنا ناممکن ہے

میں نے جواباً گذارش کی کہ عزت و عظمت آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام ہمارے مسلّماتِ مذہب میں سے ہے، اگر اس کے ساتھ تاریخی یا تحریری مواد چاہے کتنا بڑا یا کتنا ہی معتبر کیوں نہ ہو، خدا نا خواستہ ٹکرا جائے تو پھر اسے رد کرنا یا اس کی تاویل کرنا ہمارے لئے ضروری ہوتا ہے

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بہت سے فرامین معصومین علیہم الصلواۃ والسلام ایسے بھی کتب میں موجود ہیں کہ جو ان توہین آمیز روایات کی تائید کرتے ہیں، تو پھر ہم ان کے بارے میں کیا کریں؟

میں نے یہ جواب دیا کہ یہ ایک ناقابل تردید مسلّمہ ہے کہ اگر کوئی قرآنی آیت مبارکہ توحید و نبوت و امامت و عصمت کے منافی ہو تو اس کی تاویل کرنا لازم

وواجب ہے، اور جملہ مسالک ومذہب اسلامیہ اس بات کے قائل ہیں، حتیٰ کہ حنابلہ جو تاویل کے سب سے زیادہ خلاف ہیں، وہ بھی تین مقامات پر قرآن کریم کی تاویل کو واجب سمجھتے ہیں، کیونکہ ان آیات سے شان وعظمت توحید میں فرق آتا ہے، اور ہمارے مذہب شیعہ کے عقائد مسلّمہ کے خلاف تو بہت سی آیات ہیں جن کی تاویل کرنا ہم واجب سمجھتے ہیں مثلاً ☆و وجدك ضالا فهدى
اس آیہ کے اگر لفظی معنی لئے جائیں تو سراسر توہین منصب رسالت ہے، اس لئے اس کی تاویل سبھی لوگ واجب سمجھتے ہیں
جب کلام اِلٰہی کی آیات کی تاویل واجب ہے تو پھر فرمانِ معصوم علیہ الصلواۃ والسلام کی تاویل بھی واجب ہے، یعنی عظمت وشان کو ہر حال میں بحال رکھنا واجب ہے
اس میں اگر چہ عام روایات کو رد کرنا پڑے، یا تاویل کرنا پڑے، ہمیں تاویل کرنا واجب ہے، کیونکہ عظمت محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کے تحفظ کیلئے لاکھوں روایات کو قربان کرنا پڑے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے، بلکہ اس میں دیر ہی نہیں کرنا چاہیے
دوستو ! اس حقیقت کو کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے اور ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے ذکر مصائب میں فضائل اور عظمت وحفظ مراتب کا خیال رکھنا واجب ہی نہیں بلکہ اَوجب ہے
آئیں ! ہم سب مل کر دعا کریں کہ ان پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے پاک وارث یعنی ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہُ الشریف دنیا میں ظہور پذیر ہوں تاکہ اس پاک گھر کی عظمت وجبروتیت ظاہر وآشکار ہو، اور ان کی مظلومیت پسندی کے تمام راز دنیا کے سامنے منکشف ہوں، پاک محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی حکومت اِلٰہیہ جلد از جلد

قائم ہو اور کبھی بھی زوال پذیر نہ ہو بلکہ ابدالآباد تک قائم و دائم رہے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 11

دوستو!

شام غریباں کے موقعہ پر تاراجیءِ خیام کے ضمن میں بہت سے واقعات کتب میں ایسے لکھے ہوئے ہیں کہ جنہیں عام طور پر بیان نہیں کیا جاتا، انہی میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جو میں آپ کے سامنے آج بیان کرنا چاہتا ہوں

اربابِ تاریخ ومقتل میں اس امر پر اختلاف ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر مدینہ میں سب سے پہلے کس نے پہنچائی تھی؟

اس واقعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر مدینہ میں سب سے پہلے ایک کبوتر نے پہنچائی تھی

تاریخ بتاتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے سفید رنگ کے کچھ کبوتر پال رکھے تھے، جب مدینہ سے کربلا معلٰی کی طرف تیاری ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کبوتر بھی ہمارے ساتھ جائیں گے، اور یہ کبوتر کربلا تک ساتھ رہے تھے

سفر کے دوران ان کبوتروں کے بارے میں آپ کا یہ معمول تھا کہ صبح سویرے ان کو دانہ اور پانی عطا فرمانے کے بعد آزاد کردیا کرتے تھے، آزاد ہونے پر یہ کبوتر تمام وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے خیام کے اوپر پرواز کرتے رہتے اور پاک خیام کا طواف بھی کرتے رہتے، اسی طرح یہ کبوتران تمام سفر میں امام مظلوم

علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ رہے

جب کربلا میں 7 محرم کو امت ملعون نے پانی بند کیا تو یہ کبوتر بھی پیاسے رہے

ہر صبح ان کبوتروں کو ملکہ ءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا خود آزاد کر دیا کرتی تھیں اور فرماتیں کہ ان ملاعین کی طرف سے ہمارے لئے پانی کی ممانعت ہے، تم تو پیاسے نہ رہو، جاؤ اور دریائے فرات سے پانی پی لو، ہمارے معصوم بچے پیاسے ہیں، کم از کم تم تو جا کر پانی پی لیا کرو

یہ کبوتر پرواز کرتے ہوئے صحرا میں اتر جاتے، سارا دن صحرا میں بیٹھ کر مظلومین کرب و بلا کی مظلومیت اور غربت پر آنسو بہاتے اور شام کو خیام کے سات طواف کر کے اتر جاتے

جب 10 محرم کا سورج ڈھل گیا، شہادتِ عظمیٰ کے بعد شام غریباں کا آغاز ہوا تو امت ملعون نے پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو پرسہ دینے کا پروگرام بنایا، اس وقت حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے معظّمہ ءِ کونین بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے سب سے پہلے ان کبوتروں کو آزاد کیا اور فرمایا کہ اچھا خدا حافظ

جب تک میرا بس چلا تو میں تمہاری حفاظت کرتی رہی، اب میں بے بس ہو گئی ہوں اس وقت کبوتروں نے پرواز کی، سب سے پہلے خیام کے سات طواف کئے، پھر مقتل گاہ کی طرف پرواز کی، یہ کبوتر پرواز کرتے ہوئے اس مقام پر آئے کہ جہاں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے زمین کو عرش معلیٰ کا فخر بنا کر زینت بخشی ہوئی تھی

یہ کبوتر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاشِ اطہر کے قریب آ کر اتر گئے، پھر ان کبوتروں نے اپنے آپ کو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کا گواہ بنانا شروع کیا، کوئی کبوتر

سرکارؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خونِ اطہر سے اپنے پر رنگین کرتا، کوئی اپنا سینہ رنگین کرتا، کوئی اپنا سر رنگین کرتا، یعنی انہوں نے اپنے اپنے جسم کو امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے رنگین کرنا شروع کیا، اپنے تمام جسم امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خونِ ناحق سے رنگین کرنے کے بعد انہوں نے پرواز کی اور تیز سیاہ آندھی کی وجہ سے یہ فضا میں بکھر گئے

ان میں سے ہر کبوتر نے جس سمت پرواز کی اور راستے میں اسے جتنے پرندے نظر آئے، انہیں رو رو کر امام مظلوم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر دے کر انہیں کربلا کی طرف بھیجتا رہا

صاحب لہوف نے ان کبوتروں کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ

☆لما استشهد الحسين علیہ الصلوٰۃ والسلام بقى فى كربلا صريعاً ودمه على الارض مسفوحاً اذا بطائر ابيض قد اتى وتمسح بدمه

جب شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام شہادت عظمیٰ کو زینت بخشی اور ان کے پاک لہو نے زمین نینوا کو معلیٰ کا درجہ عطا فرمایا تو اس وقت کئی سفید رنگ کے پرندے (کبوتر) آکر لاشِ اطہر پر اترے، انہوں نے اپنے جسم آپ کے لہو سے رنگین کیئے اور پھر وہ مختلف سمتوں میں پرواز کر گئے

☆وجاء الطائر والدم يقطر منه فراى طيوراً تحت الظلال على الغصون و الاشجار وكل منهم يذكر الحب والعلف والماء

صاحب لہوف نے کچھ واقعات ایک پرندے کی زبانی یوں بیان فرمائے ہیں کہ ایک پرندہ روایت کرتا ہے کہ "ہم درختوں پر بیٹھے اپنے دانہ پانی کے حصول میں

مشغول ومصروف تھے کہ اچانک ایک پرندہ آیا، ہم نے اسے دیکھا تو اس کا تمام جسم لہو سے تر تھا اور اس کے پروں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا، اس کبوتر نے روتے ہوئے ہم سب کو آگاہ کیا کہ

☆واللہ قتل الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بکربلا

تم اپنے دنیاوی معاملات میں مصروف ہو، کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ شہنشاہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام دشت کربلا میں شہید ہو چکے ہیں؟

جس وقت ہم نے یہ دردناک آواز سنی تو ہم اس کبوتر کے پاس جمع ہو گئے اور ہم نے پوچھا کہ کربلا کون سی جگہ واقع ہے؟

جب اس نے جگہ بتائی تو ہم سب پرندے اڑ کر وہاں پہنچے، اور ہم نے دیکھا کہ

☆فرأینا سیدنا الحسینؑ ملقی فی الارض جثتہ بلاراسٍ ولا غسلٍ ولاکفن

شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام سدرۃ المنتہیٰ کی نورانی مسند پر جلوہ افروز تھے، ان کا سر اطہر مقام محمود پر سرفراز تھا، جسم اطہر کو خاک کربلا نے کوثر و تسنیم بن کر غسل دیا ہوا تھا، ان کا کفن رضائے الٰہی کی چادر تھا، ہم نے کوثر کی ان بہتی ہوئی ندیوں سے اپنے پر و بال رنگین کیئے، مگر ابھی ہم نے اپنی حسرت پوری نہیں کی تھی کہ اچانک تیز سیاہ آندھی چلی، جس کی شدت نے ہمیں یکجا نہ رہنے دیا اور ہم بکھر گئے، پھر تقدیر ہمیں جہاں لے جانا چاہتی تھی ہم چلے گئے''

انھی پرندوں کے حوالے سے ایک واقعہ کتب مقاتل میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی رہتا تھا، جو اپنی قوم کا سردار بھی تھا، اور مدینہ کے نواح میں اس کی زرعی زمین تھی، جس میں کھجوروں کا ایک باغ تھا اور اسی باغ

میں اس کی تفریح گاہ بھی تھی ......اس یہودی سردار کی ایک دختر تھی جو بہت زیادہ بیمار تھی ،اوراس کی کیفیت یہ تھی کہ

☆له بنت زمناً عمياً طرشاً مشلولةً والجذام قد احاطه ببدنها

وہ گونگی ، بہری ، اور مشلول یعنی اپاہج یا زمین گیر تھی ، اور جذام کی بیماری نے اس کے بدن کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا ، اس یہودی کا معمول یہ تھا کہ وہ اکثر اپنی اس بیٹی کو باغ میں لے آتا تھا تا کہ اس کا دل بہل جائے

اسی طرح وہ یہودی اسے کئی کئی دن تک باغ میں رکھتا ، اوراس کی تیمارداری کرتا اور ضروریاتِ زندگی بھی مہیا کرتا ، اور جتنے روز تک وہ لڑکی باغ میں رہتی وہ یہودی صبح وشام اس کے پاس ملنے کیلئے آتا رہتا تھا...... دس محرم 61 ہجری کے دن صبح کے وقت وہ یہودی اپنی دختر سے ملنے کیلئے آیا مگر شام کے وقت وہ مجبوراً نہ آسکا کیونکہ اس وقت مدینہ میں تیز سیاہ آندھی چلی ہوئی تھی

دس اور گیارہ محرم کی درمیانی رات یہودی کی دختر ایک کھجور کے درخت کے نیچے سوئی رہی کیونکہ اسے آج کسی نے وہاں سے نہیں اٹھایا تھا

سفید رنگ کے جو پرندے یا کبوتر یوم عاشور کربلا معلیٰ سے اُڑے تھے اور پھر تیز آندھی کی وجہ سے فضا میں بکھر گئے تھے ، انہی میں سے ایک پرندہ مدینہ پہنچا

یہ گیارہ محرم سن 61 ہجری کی صبح کا واقعہ ہے کہ نواحِ مدینہ میں یہودی سردار کے باغ میں کھجور کے اس درخت پر ایک سفید پرندہ آکر بیٹھا کہ جس کے نیچے اس کی بیمار اور اپاہج دختر سو رہی تھی ، اس وقت اُس پرندے کے پروں سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا اور وہ یہودی سردار کی بیٹی کی پیشانی پر آیا

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لڑکی مکمل طور پر شفا یاب ہوگئی، اس کے ہاتھ پاؤں بالکل ٹھیک ہو گئے، اور جذام یا کوڑھ کا مرض تو جیسے اسے کبھی ہوا ہی نہیں تھا، فقط یہی نہیں بلکہ طویل بیماری کی وجہ سے اسے جو کمزوری اور نقاہت تھی وہ بھی جاتی رہی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اسے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ ہو

جس وقت اس لڑکی کو اپنی صحت اور تندرستی کا احساس ہوا تو پہلے تو وہ بہت خوش ہوئی، اوراس نے اُٹھ کر چلنا پھرنا شروع کر دیا، لیکن جب اس نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو اسے اپنے سر کے عین اوپر کھجور کے درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا وہ پرندہ نظر آیا کہ جس کے بال و پر خون آلود تھے، پھر اسے اپنی پیشانی پر پسینے کا احساس ہوا اور اس نے ہاتھ سے پسینہ صاف کرنا چاہا تو خون کا وہ مقدس قطرہ جو پرندے کے پروں سے اس کی پیشانی پر گرا تھا، وہ اس کے ہاتھ پر منتقل ہوا تو اسے اپنے اچانک صحت یاب ہو جانے کی حقیقت کا ادراک ہوا

اگر میں یہ کہوں تو شاید زیادہ مبنی بر حقیقت ہو گا کہ اسے ادراکِ حق عطا کیا گیا

وہ یہودی صبح صبح بیٹی کی خبر گیری کیلئے جب باغ میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک لڑکی باغ میں ٹہل رہی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، پہلے تو وہ اپنی بیٹی کو پہچان بھی نہ سکا اور اس نے سوال کیا کہ یہاں میری بیٹی سوئی ہوئی تھی، کیا تمہیں اس کی کوئی خبر ہے؟ اس لڑکی نے جب اپنے والد کو دیکھا تو بھاگ کر گلے سے لگا لیا اور رو رو کر کہا کہ......☆یا ابتاه انا بنتك

میں ہی آپ کی بیمار بیٹی ہوں، یہودی نے حیرت و استعجاب سے پوچھا کہ اتنی جلدی تمہاری حالت کیسے بدل گئی؟ لڑکی نے جواب دیا کہ بابا! وہ جو سامنے

والے درخت پر سفید پرندہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ یہ آواز بھی دے رہا ہے کہ

☆ قد قتل سبط النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسی پرندے کے پروں سے خون کا ایک قطرہ میری پیشانی پر گرا، جس سے میں صحت یاب ہوئی ہوں، وہ یہودی فوراً اس درخت کے نیچے گیا اور دیکھا کہ ایک سفید پرندہ ہے، جس کے پر اور جسم خون آلود ہیں، اس یہودی نے سوال کیا کہ

☆ایها الطیر المبارك ماحالك

اے بابرکت پرندے! بتاؤ تم کون ہو، کہاں سے آ رہے ہو، اور تمہیں کون سا دکھ ہے؟ کہ جس کی وجہ سے تم رو رہے ہو

اس وقت پرندے نے دوبارہ فصیح عربی زبان میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر دی اور پھر اس درخت کی شاخ سے اُڑ کر چلا گیا

☆جاء یر فرف والدم یتقاطر من اجنحته ودار حول قبرسیدنا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعلن بالنداء الا قد قتل الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بکربلا الا قد ذبح الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بکربلا () فاجتمعت الطیور علیه وهم یبکون علیه و ینوحون()

یہودی کے اس باغ سے روانہ ہو کر یہ سفید پرندہ یا کبوتر پرواز کرتا ہوا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارِ اقدس پر آ بیٹھا اور بلند آواز میں بین کرنے لگا کہ

☆الاقد قتل الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بکربلا الاقد ذبح الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس کی آواز سن کر مزارِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زلزلہ آ گیا، اور وہاں موجود تمام پرندے اس کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے مل کر گریہ وزاری شروع کر دی

مزارِ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ منظر دیکھ کر اہل مدینہ میں گریہ و ماتم کا کہرام بپا ہوگیا

دوسری طرف سے وہ یہودی سردار اپنی دختر کو لے کر گھر پہنچا، اس نے تمام قوم یہود کو جمع کیا اور انہیں اپنی دختر کے شفایاب ہونے کا معجزہ بیان کیا، اس کے بعد اس نے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر ایک پرندے کی زبانی سننے کا ماجرا بھی سنایا تو اسی وقت 500 یہودی مسلمان ہو گئے

قرآن پاک کے بارے میں ارشادِ رب العزت ہے کہ

☆وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين ولا يزيد الظالمين الاخسارا

قرآنِ کریم میں مومنین کیلئے شفا ہے اور ظالمین کیلئے خسارا ہے

ثقل اکبر اہل بیت اطہار علیہم الصلواۃ والسلام نے خداوند کریم کے اس فرمان کا عملی مظاہرہ یوں فرمایا ہے کہ امام مظلوم کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے خونِ ناحق کا ایک قطرہ ایک یہودی کی بیٹی پر ٹپکا تو اسے شفا مل گئی اور ادراکِ حقیقت کے بعد پانچ سو یہودی مشرف بہ اسلام ہوئے ...... دوسری طرف اسی مقدس خون کا ایک قطرہ عبید اللہ ابن زیاد ملعونِ ازل کی ران پر بھی ٹپکا تھا جو اس کیلئے دائمی عذابِ الٰہی بن گیا تھا کہ اس ملعون کی ران میں ایک ناسور پیدا ہوگیا تھا جو ہمیشہ رستا رہتا تھا، اور اس سے بدبو آتی رہتی تھی

واضح رہے کہ جناب مختار ثقفی علیہ السلام نے رات کے وقت جب اس ملعونِ ازل کو فی النار والسقر کیا تو اسی ناسور سے اس کی حتمی شناخت ہوئی تھی

اس واقعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ ان نام نہاد اور

بدطینت مسلمانوں سے تو وہ یہودی لاکھ درجے بہتر تھے کہ جن کیلئے خونِ اقدس و اطہر کا ایک قطرہ ازلی وابدی رحمت بن گیا، انہیں ایمان بھی عطا ہوا، اور صحت بھی یعنی ان سب یہودیوں کو دین ودنیا کی دائمی صحت سے فیض یاب کر گیا

کچھ عارفین حق کا کہنا ہے کہ یہ کوئی عام پرندہ نہیں تھا، بلکہ ایک فرشتہ تھا جو پرندے کے روپ میں کربلا سے ایک رات میں مدینہ پہنچا تھا، ورنہ ہزار میل کا سفر کوئی عام پرندہ ایک رات میں نہیں کر سکتا

کچھ عارفین کا یہ فرمان ہے کہ یہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفید کبوتروں میں سے ایک کبوتر تھا، جو قدرتِ الٰہی سے دس محرم کی شام مدینہ منورہ پہنچا تھا، اور ملکہ ءِ ہجر وفراق معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کو پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے آگاہ کرنے کے بعد صبح ہوتے ہی یہ یہودی کے باغ میں جا بیٹھا اور تمام یہودیوں کو ایمان سے شرفیاب کر کے غائب ہو گیا تھا

قاصد کبوتر

یوم عاشور، شہادتِ عظمیٰ کے بعد، شام غریباں کے وقت امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پالتو کبوتر اُن کے پاک خون سے رنگین ہو کر کربلا معلیٰ سے روانہ ہوئے، اس وقت سیاہ آندھی چل رہی تھی، یہی آندھی مدینہ میں بھی چلی ہوئی تھی

ہجر کی ملکہ، بیمارِ مدینہ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اندازاً دن کے نو یا دس بجے کے قریب جگر پر ہاتھ رکھ کر روتی ہوئی پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار پر تشریف لائیں، اور سارا دن مزارِ اقدس پر ہی گزار دیا، پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کرتی رہیں کہ

میرا دل آج بہت زیادہ اداس ہے، عراق کی جانب سے آنے والی گرم ہوا میں مجھے بین سنائی دیتے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے مسافرانِ عراق پر دکھ ٹوٹ کر برس رہے ہیں، مجھے اپنی پاک بہن معصومؑہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے، نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ دعا فرمائیں کہ میرا پاک بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیریت سے ہو، ان کی نعلین اقدس دکھ کے گرم جھونکوں سے ہمیشہ محفوظ رہے، میرے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام پاک پردہ دارانِ وحدت صلوٰۃ اللہ علیہن کے ہمراہ خیر و عافیت سے وطن لوٹ آئیں

روتے روتے اور یہی دعا کرتے کرتے دن ڈھل گیا، جس وقت سیاہ آندھی چلی اور ہر طرف تاریکی چھا گئی تو اس وقت ہجر کی ملکہ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا روضہءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر کی طرف روانہ ہوئیں، جب گھر اطہر میں داخل ہوئیں تو تھکاوٹ کی وجہ سے ایک دیوار کا سہارا لے کر زمین پر بیٹھ گئیں اور رو رو کر کہنے لگیں کہ اکبرؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کی بہن آج دوپہر سے ضعیف ہوگئی ہے، اس کے بعد شدتِ حزن و ملال سے آپ کو غش آ گیا، اسی غش کی حالت میں اچانک بیمارِ مدینہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے پاک باباؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو محسوس کی، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ سمجھا کہ شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے اور واقعی میرے بابا واپس آ گئے ہیں

یہ نمازِ عشاء سے بعد کا وقت تھا، ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا، اور ویسے بھی سیاہ آندھی کی وجہ سے ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا، معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے فوراً آنکھیں کھولیں، ہر طرف دیکھنے کی کوشش کی، مگر کہیں بھی آپ کو پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر نہ آئے، لیکن ان کی پاک و طاہر خوشبو برابر محسوس ہو رہی تھی

ہجر کی ملکہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے خوشبو کے رخ کا تعین کرتے ہوئے دیوار کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا، چند قدم چلنے کے بعد آپ کو دیوار پر کسی پرندے کا عکس دِکھائی دیا، معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رو کر دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟

اس وقت اس پرندے یا کبوتر نے فصیح عربی زبان میں عرض کیا کہ اے معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! میں آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کا قاصد ہوں اور آپ کو یہ بتانے کیلئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے پاک بابا امام کائنات علیہ الصلواۃ والسلام اپنے تمام احباب و اعوان و انصار علیہم الصلواۃ والسلام سمیت کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں انتہائی ظلم و جور سے شہید کر دیئے گئے ہیں، اور آپ کے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کے خیام فلک احتشام ظالمین کوفہ و شام کے ظلم کی زد میں ہیں

ہجر کی ملکہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ تم مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے وہاں کیا کیا دیکھا تھا؟ تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ میری پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا کے خیام میں ظالمین آ گئے تھے، مجھے یہ تو بتاؤ کہ اس وقت میرے چچا ابوالفضل العباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کہاں تھے؟ میرے غیور بھائی زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کہاں تھے؟

اس وقت وہ کبوتر دیوار سے اُڑ کر آپ کے ہاتھ پر آ گیا اور روتے ہوئے عرض کرنے لگا کہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! آپ کے پاک چچا جان علیہ الصلواۃ والسلام کے ہوتے ہوئے تو کسی ملعونِ ازل نے خیام کی جانب دیکھنے کی جرأت ہی نہیں کی تھی، مگر جب وہ اطاعت امرِ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام میں خاموشی سے شہید ہو گئے تو پھر ملاعین کے دل کا خوف جاتا رہا، آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد انہوں نے خیام پاک کی طرف جسارت کا قدم بڑھایا، اس وقت آپ کے پاک بھائی

امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام غیرت کے مریض بن کر غش کی حالت میں تھے اور رونے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے تھے

جب ہجر کی پاک ملکہ صلواۃ اللہ علیہا نے یہ حال سنا تو انہوں نے کبوتر کو اپنے زانو پر بٹھا لیا، اس کے بعد معظّمہ بی بی نے کبوتر کے پروں سے بابا کا خون وصول کیا اور اس خونِ ناحق کو اپنی پیشانی پر لگا یا

پھر کبوتر کو اٹھا کر آپ اپنی پاک نانی صلواۃ اللہ علیہا کے قریب آئیں اور رو رو کر کہنے لگیں کہ نانی اماں صلواۃ اللہ علیہا ! آج میں ہمیشہ کیلئے یتیم ہوگئی ہوں، میرے بابا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چلے گئے ہیں، آپ اب مجھے ایک یتیم سمجھ کر پیار کریں، کیونکہ میری یہ پردرد اُداسی اب شاید کبھی ختم نہیں ہو سکے گی، اور میں اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام اور اپنے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کے پیار کو ترستی ہی رہوں گی، کیونکہ ان کا پیار اب زندگی بھر مجھے کبھی بھی نصیب نہیں ہوگا

مگر اس وقت مجھے اپنی ذات سے زیادہ فکر اپنی پاک پھوپھیوں صلواۃ اللہ علیہن کی ہے کہ وہ پردیس میں اکیلی رہ گئی ہیں، ان کے پاک پردۂ تطہیر کے سبھی رکھوالے چل بسے ہیں، اور ایسا کوئی ایک فرد بھی تو باقی نہیں رہا کہ جو انہیں ظالمین کے دستِ ظلم سے بچا سکے یا ان کے خیام کی حفاظت کر سکے

تمام مومنین رو رو کر بارگاہِ رب العزت میں التجا کریں کہ اے خداوند جبار و قہار! جن ملاعین ازل نے کربلا کے میدان میں پاک پردۂ توحید کی جانب جسارت کا قدم بڑھایا تھا، اب ان کے سروں پر اپنے جبر و قہر کو جلد نازل فرما، ان سے اب ایسا انتقام لے کہ جس طرح انتقام لئے جانے کا حق ہے

معظّمہ و مخدومہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کا گھر اطہر بلا تاخیر آباد فرما، ہمارے مولا و آقا منتقم آلِ عبا علیہم الصلواۃ والسلام کو اب جلد اذنِ ظہور عطا فرما تاکہ وہ اس دنیا میں تشریف لا کر اپنے پاک آباء و اجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کا ظالمین ازل سے بھرپور انتقام لیں

شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام اب اپنی ہجر گزیدہ پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا سے آ ملیں، اور یہ پاک معصوم شہزادی صلواۃ اللہ علیہا اپنے بھائی کے سر اطہر پر ابدی خوشیوں کے سہرے سجائیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 12

میں پہلے بھی یہ گذارش کر چکا ہوں کہ شام غریباں کے حالات بیان کرنا انتہائی مشکل کام ہے، یہ واقعات بیان کرنا تلوار کی دھار پر سفر کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے، کیونکہ ایک طرف ظالمین کے ظلم وستم بیان کرنا ہوتے ہیں، دوسری طرف حفظ مراتب کا خیال نہ رکھنا بھی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے، اور یہاں زبان کی ذراسی لغزش انسان کو ابدی جہنم میں جھونک سکتی ہے

میں کئی مرتبہ آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں کہ پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن صرف ایک بار نہیں بلکہ چار مرتبہ مقتل گاہ میں تشریف لے آئے

پہلی مرتبہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے وقت تشریف لائے

دوسری مرتبہ اس وقت مقتل گاہ میں تشریف لائے کہ جس وقت خیام فلک احتشام وقف جفا ہوئے اور پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن باہر تشریف لائے

تیسری مرتبہ کس وقت تشریف لائے؟ یہی میں آج آپ کو بتانا چاہتا ہوں

جس وقت پاک خیام وقف جور و جفا ہو چکے، پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک پردے کے سابقہ دستور کو باقی رکھتے ہوئے سورج غروب ہو گیا تو ہر طرف ایک گہری تاریکی چھا گئی، اس وقت معظّمہ ءِ کونین صلواۃ اللہ علیہا اپنے لٹے ہوئے

قافلہ کو ساتھ لے کر اس مقام پر تشریف لے آئیں کہ جہاں روزِ عاشور خیام سے باہر والی خندق کے مرکزی دروازہ کے قریب ہی امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مسند لگائی تھی اور اسی جگہ سے اپنے تمام اعوان و انصار کو باری باری سفینہءِ شہادت پر سوار ہونے کیلئے رخصت فرماتے رہے تھے

تمام درد رسیدہ اور بے سہارا مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کے ساتھ آپ اسی جگہ سامنے والے ٹیلے کی اوٹ میں تشریف فرما تھیں کہ اس وقت شامیوں کے خیام کی طرف سے ایک فوجی دستہ آتا ہوا نظر آیا

پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنی پاک کنیز کو حکم فرمایا کہ تھوڑا سا آگے جا کر ان ظالمین سے پوچھو کہ اب یہ اس طرف کیوں آ رہے ہیں؟ کیا ہمارا گھر برباد کر کے ان کی ظلم کرنے کی حسرت ابھی پوری نہیں ہوئی

اس پاک کنیز نے ٹیلے کی دوسری طرف جا کر آتے ہوئے فوجی دستے کو روک لیا اور دوبارہ اِدھر آنے کی وجہ پوچھی

اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر کہا کہ واللہ ہم اس وقت کسی ظلم کے ارادے سے نہیں آئے ہیں

چونکہ اب آپ کا بظاہر کوئی سرپرست نہیں رہا، ان بے سہارا مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کو اس ویران دشت میں تنہا چھوڑ دینا بھی خلافِ عقل محسوس ہوتا ہے، اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی ظالم رات کی تاریکی میں آ کر آپ پر مزید ظلم ڈھائے

چنانچہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنے خیام کے قریب ایک قنات لگا کر دیں تا کہ تمام مستورات ہماری حفاظت میں آرام سے رہ سکیں

آپ جا کر ہماری طرف سے عرض کریں کہ ہمارے خیام یہاں سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر ہیں، سبھی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن وہاں ضرور تشریف لے چلیں

جس وقت پاک کنیز نے اس ملعونِ ازل کا مدعا بیان کیا تو ملکہءِ عالمین معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا اس ملعون سے جا کر کہہ دیں کہ ہم بے وارث اور بے سہارا ہرگز نہیں ہیں، تم لوگ ہمیں بے سہارا نہ سمجھو، ہم تو میثاقِ الٰہی کے پابند ہیں، تمہارے احکامات کے پابند نہیں ہیں

البتہ ہمیں ہمارے پاک بھائی امام کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے یہ حکم دیا تھا کہ ''جس وقت ظالمین تمہیں کوفہ لے جانا چاہیں تو تم نے انکار نہیں کرنا ہے'' ان کے حکم کی تعمیل میں ہم کوفہ جانے کیلئے تیار ہیں، مگر ہماری کچھ شرائط ہیں

پہلی شرط یہ ہے کہ ہم تمہارے خیام سے اپنے پاک خیام ہمیشہ کچھ دور نصب کرتے رہیں گے، اور اپنے علیحدہ خیام اور قنات کی چہار دیواری میں قیام رکھیں گے

دوسری شرط یہ ہے کہ ہمارے ساتھ اگر تمہارا کوئی رابطہ ہوگا تو وہ کسی مستور کے ذریعے ہوگا، تم ہمارے خیام کے قریب ہرگز نہیں آؤ گے

تیسری شرط یہ ہے کہ تم ہمیں مقتل گاہ میں جانے سے نہیں روکو گے

ہم پہلے مقتل گاہ میں جائیں گے، اس کے بعد جہاں ہمارے خیام ہوں گے، وہاں جائیں گے...... ظالمین نے تمام شرائط فوراً قبول کرلیں

اس وقت امینۃ الامامت معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن سے فرمایا کہ اب تم اپنے اپنے پیاسے بچوں کو اٹھالو، ہم پہلے مقتل گاہ میں جانا چاہتے ہیں، اس کے بعد اپنے خیام میں جائیں گے

ان ستم رسیدہ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کی روانگی کے منظر کو ایک پاک کنیز سلام اللہ علیہا نے اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ''رات کی تاریکی کے پردہ میں ہمارا یہ پاک قافلہ مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوا، پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے چاروں طرف ہم تمام کنیزوں نے مل کر ایک گھیرے کی صورت میں پردہ بنایا ہوا تھا، پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے اپنے بھوکے پیاسے بچے اٹھا رکھے تھے، تمام مستورات آہستہ آہستہ گریہ فرما رہی تھیں، میں نے دیکھا تو ملکہءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی معصوم صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے سینہ سے لگا رکھا تھا، پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے آگے آگے جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام چل رہے تھے، مگر نحیفی اور کمزوری کی وجہ سے ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، ان کا نحیف ونزار پاک جسم لرز رہا تھا اور ہمارے چاروں طرف تھوڑا سا فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے عمر ابن سعد ملعون کی فوج کے سپاہی گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے

ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جس وقت مقتل گاہ میں پہنچے اور جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام کی نگاہ اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش پر پڑی تو وہ بے تاب ہو کر جلدی سے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش کے قریب پہنچے، اور لاش اطہر پر گر پڑے پھر رو رو کر عرض کرنے لگے کہ بابا جان علیہ الصلواۃ والسلام! آپ سب مجھ بیمار کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں، شہادت جیسا آسان کام اپنے لئے پسند فرمایا اور مشکل ترین اور سخت کٹھن کام مجھ جیسے نحیف ونزار مریض غیرت کے سپرد فرما دیئے ہیں

میدانِ جنگ میں حرب وضرب کا مظاہرہ فرما کر زخمی ہونا اور راہِ رضائے حق میں شہید ہو جانا تو نہایت آسان کام ہے، لیکن ایک غیور کیلئے مستورات کو ساتھ لے

کر بازاروں اور درباروں میں جانا انتہائی مشکل کام ہے، اور غیرت کا دکھ اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ جب ہر طرف ظالمین و ملاعین ازل کی کینہ توز نگاہوں کا حصار بھی موجود ہو

بابا جان! ذرا غور سے دیکھیں، میں تو کسی طرف جانے کے قابل بھی نہیں رہ گیا، میں یتیم ہوں، بے سہارا ہوں، بیمار ہوں، مستورات اور یتیم بچوں نے میرا دامن پکڑ رکھا ہے، جبکہ میں خود چل ہی نہیں سکتا، میں کسی کو کیا سہارا دوں گا؟ مجھے تو چلنے کیلئے کسی اور کے سہارے کی ضرورت ہے، ان دکھی ماؤں اور بہنوں کو کیسے سہارا دوں گا؟ آپ کیلئے مناسب تو یہی تھا کہ یہ کام کسی نوجوان کے سپرد فرماتے

مخدراتِ عصمت توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کو افواج کے درمیان دیکھنا میری قوتِ برداشت سے کہیں زیادہ دکھ ہے، اتنے شدید صدمات سہنا میرے بس میں نہیں ہیں، اب آپ ہی مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟

مصائب کے ملک کی مالک معظّمہ عالیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب اپنے بیمار بیٹے کی یہ کیفیت دیکھی تو انہیں فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ان کی قوتِ برداشت ختم نہ ہو جائے

اس وقت آپ جلدی سے جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئیں، ان کا پاک سر اپنی آغوشِ عاطفت میں لے کر انہیں دلاسہ دینے لگیں

اس کے بعد پاک پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن مل کر اس مقام پر تشریف لائے کہ جہاں چند لاشوں کے درمیان شہنشاہِ غربت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش اطہر نے زمین کو زینت بخشی ہوئی تھی

تاریخ بتاتی ہے کہ کوئی ایک لاش بھی ایسی نہیں تھی کہ جو آسانی سے پہچانی جاسکے،

یہاں پاک بہنوں نے پاک بھائی کی لاش اطہر کو دیکھا، وہ قبلہ رُو آرام فرما تھی،
کچھ دیر تک لاش اطہر کو پہچاننے کی کوشش کرتی رہیں، اس کے بعد ملکہ ءِ کونین
پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا لاش کے بالکل نزدیک تشریف لائیں
فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب غم حد سے زیادہ بڑھ جائے تو ہر شے بھول جاتی ہے،
حتیٰ کہ رونا بھی بھول جاتا ہے
جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بھائی کی لاش پر پہنچیں تو تھوڑی دیر تک خالی خالی
نظروں سے چاروں طرف دیکھتی رہیں، پھر آہستہ آہستہ فرمانے لگیں کہ
☆أ انت اخی...... أ انت ابن امی وابن والدی
کیا آپ ہی میرے غریب الدیار بھائی ہیں؟
کیا آپ ہی میری پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا کا کل سرمایہ ہیں؟
کیا آپ ہی میرے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کا کل خزانہ ہیں؟
جس وقت آپ نے حسرت و یاس بھرے لہجہ میں یہ سوال کیئے تو سر بریدہ لاش
اطہر سے آواز آئی کہ
کیا آپ میری وہی پاک بہن ہیں کہ سورج بھی جس کے پردہ کا حیا کیا کرتا تھا؟
کیا آپ میری وہی بہن ہیں کہ ارضی وسماوی ملائکہ جن کا ادب کیا کرتے تھے؟
جن کے گھر اطہر میں ابوالفضل العبّاس علیہ الصلواۃ والسلام کی اجازت کے بغیر حوریں بھی
داخل نہیں ہوسکتی تھیں
جس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بھائی کی باتیں سنیں تو پھر گویا کھڑے
رہنے کی سکت ختم ہوگئی، تب آپ پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر گر پڑیں

اور رو رو کر فرمانے لگیں کہ پیارے بھائی! وہ ہمارے بخت و اقبال اور خوشحالی کا دور تھا، اب تو وہ باتیں ایک قصہءِ پارینہ نظر آتی ہیں، اب انہیں یاد کرنے کا کیا فائدہ ہے

اب آپ خود ہماری غربت کا اندازہ لگائیں، ہماری حالت دیکھیں، ہمیں جو سفر درپیش ہیں، ان کی صعوبات و تکالیف کا اندازہ بھی کریں، ہماری مجبوریوں پر بھی نگاہ کریں، ہم پردہ دار ہیں اور شام دنیا کے رذیل ترین لوگوں کا ملک ہے

میرے ساتھ ستم رسیدہ مستورات ہیں، ہمارا سالارِ قافلہ بیمار ہے، ہر چہار طرف بھائیوں اور بیٹوں کے قاتل ہیں...... بازاروں اور درباروں کی منزلیں سامنے نظر آ رہی ہیں، اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ تطہیر کے ان پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو ساتھ لے کر میں اس ماحول میں کیسے جاؤں گی

اس کے بعد پاک ملکہءِ کونین پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کے گلے پر بوسہ دیا اور رو کر فرمایا کہ پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کو اسی طرح گلے پر ہی بوسے دیا کرتے تھے، مگر اب تو وہ جگہ بھی باقی نہیں رہی، بوسہ گاہِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی امت کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکی، صرف یہی نہیں بلکہ جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہیں ہے، میں ہزار جان سے قربان جاؤں آپ کی مظلومیت اور غربت پر

تمام مومنین مل کر تہہ دل سے دعا کریں کہ ان پاک معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن کے مصائب ختم ہو جائیں، انہیں ان کے پاک منتقم سرکار حجۃ ابن الحسنؑ عجل اللہ فرجہٗ الشریف اپنے گھروں میں دوبارہ آباد کریں، ان کے ویران گھر دوبارہ آباد ہو جائیں

دعا کریں کہ خاندانِ تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک گھر جس طرح پہلے آباد و شاد تھے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی لاکھ گنا زیادہ شان وشوکت سے آباد ہوں

ہر پاک ماں اور ہر پاک بہن کے دل سے بیٹوں اور بھائیوں کی شہادت کے صدمات محو ہو جائیں، اور یہ کربلا میں لٹنے والا پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام شہنشاہِ وفا سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سائے میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شاد اور آباد رہے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 13

صلواۃ اللہ علیہم اجمعین

دوستو! آپ کے سامنے شام غریباں کے واقعات پر مبنی ایک سلسلۂ بیان جاری ہے، پاک مالک ازل وابد عجل اللہ فرجہ الشریف کی عطا کردہ توفیق سے آج ہم اپنے بیان کو اگلی منزل کی جانب لے جا رہے ہیں

جب بھی کوئی محرر یا مقرر یہ کہتا ہے کہ یہ بات شام غریباں کی ہے، یا یہ واقعہ شام غریباں کا ہے، تو ہم یہی سمجھتے ہیں کہ یہ تمام واقعات روزِ عاشور کی شام کو رونما ہوئے ہوں گے، اصل بات کی طرف ہماری توجہ بہت ہی کم جاتی ہے کہ

جس وقت ظالمین نے خیام توحید و رسالت کی جانب جسارت کا قدم بڑھانے کا اِرادہ کیا تو وہ وقت دن کے تقریباً چار 4 بجے سے ساڑھے چار 4.30 کے درمیان کا تھا، اور اکتوبر کے مہینہ میں عراق کے ملک میں سورج تقریباً 5.30 بجے کے قریب غروب ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے یہ واقعہ پیش آیا جس میں چند خیام راہِ رضائے توحید میں کام آئے میں نے کل کی مجلس میں بیان کیا تھا کہ خیام فلک احتشام سے باہر تشریف لانے کے کچھ دیر بعد پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن تیسری بار مقتل گاہ میں تشریف

لائے مگر چونکہ وقت بہت کم تھا، اس لئے تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن بہت جلدی میں وداع کر کے اس مقام کی طرف روانہ ہوئیں کہ جہاں ان کیلئے پہلے سے خیام لگائے جا چکے تھے، اوران خیام کے باہر قنات بھی لگائی جا چکی تھی
نمازِ عشاء کے بعد ظالمین وملعونین سے ان کی عورتوں نے کہا کہ تم نے اب تک بہت ظلم کئے ہیں بلکہ مظالم کی انتہا سے بھی گزر چکے ہو......مگر ذرا یہ بھی تو سوچو کہ سادات عظام کے جو معصوم بچے سات محرم سے پیاسے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا؟
اب تم کم از کم ان کیلئے تو کھانا اور پانی بجھوادو
جب یہی بات عمرا بن سعد ملعون کے سامنے کی گئی تو اس ملعونِ ازل نے حکم دیا کہ معصوم بچوں کیلئے فوراً کھانے اور پانی کا انتظام کیا جائے
سرکار امام محمدؑ باقر علیہ الصلواۃ والسلام سے روایت ہے کہ اس وقت ہماری عمر چار پانچ سال تھی، ہمیں اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب گیارہ محرم کی رات ہوئی تو شامی فوج کا ایک دستہ ہمارے خیام کے باہر آیا، اوران لوگوں نے پکار کر کہا کہ ہم آپ کے معصوم بچوں کیلئے پانی اور طعام لے کر آئے ہیں، سب بچوں کو باہر بھیج دیں، ہم خود انہیں کھانا اور پانی پیش کریں گے
قافلہ سالار معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ہماری پاک بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن خیام سے باہر ہرگز نہیں آئیں گی، باقی بچوں کو ہم باہر بھیج رہے ہیں
سرکار امام محمدؑ باقر علیہ الصلواۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس وقت انہوں نے ہم سب کو حکم دیا کہ آپ باہر چلے جائیں، جب ہم باہر آئے تو ظالمین نے ہمیں قنات سے باہر زمین پر قطار میں بٹھا دیا، پھر ایک ملعون نے آ کر ہمارے سامنے پانی کی مشک

رکھ دی، اور ایک دوسرے ملعون نے آ کر ہم سب میں سے ہر کسی کے ہاتھ پر ایک مٹھی بھر بھونے ہوئے چنے یا گندم کے دانے رکھ دیئے

اس وقت ہر معصوم نے ظالمین کے خوف سے چنے لے تو لئے، مگر کسی نے انہیں کھایا نہیں، اور نہ ہی کسی معصوم بچے نے پانی کی مشک کی طرف ہاتھ بڑھایا

یہ منظر دیکھ کر ظالمین نے ہمیں سختی سے کہا کہ تم یہ چنے کھاؤ اور پانی بھی پیو

اس وقت معصوم بچوں نے خوفِ ظالمین کی وجہ سے تھوڑے سے چنوں سے اپنا روزۂ اتصال افطار کیا

میں پہلے بھی کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ جب ظالمین نے حرم توحید و رسالت کی طرف جسارت کرنے کا اِرادہ کیا تو وہ ایک ایسا وقت تھا کہ جب ظالمین کو عذابِ اِلٰہی کے آثار نظر آئے، سرخ و سیاہ رنگ کا بادل چھا گیا، اور اس بادل میں ہیبت ناک گرج اور چمک شامل تھی، جس سے دل دہل جاتے تھے، اس کے بعد خون کی بارش شروع ہوگئی

تاریخ بتاتی ہے کہ جب امت ملعون نے خیام اطہر میں داخل ہونے کا اِرادہ کیا اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے تو ان کے نعروں سے عرصۂ کربلا گونج اٹھا

عین اسی وقت تیز سیاہ آندھی چلی، خوفِ ظالمین اور سیاہ آندھی سے گھبرا کر پاک خاندان کے بہت سے کم سن معصوم بچے خیام سے باہر نکلے، تاریکی کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں دیکھ سکا اور وہ خیام کے گرد پھیلے نشیب و فراز میں خود کو چھپانے کیلئے باہر آئے اور صحرائے کربلا میں گم ہوگئے

جس وقت پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو ظالمین اپنے خیام کی

طرف لے کر جانے لگے تو اس وقت قافلہ سالار معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے لٹے ہوئے قافلہ کے کم سن بچوں کو سنبھالا، تو آپ کو بہت سے یتیم بچے نظر نہیں آئے انہوں نے اپنی چھوٹی پاک ہمشیر صلواۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ بہن! ہمارے تو بہت سے بچے ہم سے بچھڑ گئے ہیں، اب ہم ان کے بغیر کیسے اپنے خیام کی بجائے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائیں، کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ رات کو کسی وقت واپس آنا چاہیں تو پھر انہیں کون بتائے گا کہ ہمارے خیام اب کہاں لگے ہوئے ہیں؟

چھوٹی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ مناسب یہی ہے کہ پہلے ہم ان پردہ داروں اور معصوم بچوں کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دیں، پھر ہم دونوں بہنیں مل کر رات کی تاریکی کے پردہ میں اس صحرا میں اپنے بچوں کو تلاش کریں گے

جب تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اپنے نئے خیام میں منتقل ہوگئیں تو اس کے بعد دونوں معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رات کی تاریکی کی ردا سے تطہیر کا پردہ بنا کر صحرا کی طرف روانہ ہوگئیں

دونوں پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہا نے دشت نینوا میں رو رو کر بچھڑ جانے والے معصومؑ بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا، بار بار نہر علقمہ کی جانب رخ کر کے فرماتی تھیں کہ عبّاس بھائی علیہ الصلواۃ والسلام! آپ تو ہماری عزت وعظمت سے اچھی طرح واقف ہیں، ہم تو کبھی چاندنی رات میں مزارِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بھی نہیں جاتی تھیں، یہ تو ویسے بھی اجنبی ملک ہے، ویران صحرا ہے، ہر طرف کوفی اور شامی ملاعین ازل کا پہرہ ہے، مگر اپنے بچھڑنے والے کم سن معصوم بچوں کو تلاش کرنا بھی ضروری ہے، اب آپ ہی ہماری کچھ مدد اور رہنمائی کریں

کسی وقت نجف اشرف کی طرف دیکھ کر اور اپنے پاک بابا سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام سے مخاطب ہو کر فرماتیں کہ بابا جان ! آپ کی پردہ دار بیٹیاں صحرائے کرب و بلا میں اکیلی رہ گئی ہیں، ہمارے سبھی بھائیوں کو شہید کر دیا گیا ہے، ایک سجاّد علیہ الصلواۃ والسلام بیٹا ہے تو وہ بھی بیماری کی وجہ سے غش کی حالت میں ہے، آپ نے تو ہمیں اپنی معظّمہ کائنات پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا کے جنازہ کے ساتھ رات کی تاریکی میں بھی گھر سے باہر نہیں آنے دیا تھا، اور فرمایا تھا کہ ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ ہماری پردہ دار بیٹیوں کے سایہ پر بھی کسی کی نگاہ پڑے

بابا جان ! آج آپ کی وہی پردہ دار بیٹیاں صحرا کی تاریکی میں بھٹک رہی ہیں ہمیں اپنے پاک بھائی کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے تاکید فرمائی تھی کہ شام غریباں کے طوفان میں جو معصوم بچے جدا ہو جائیں انہیں ضرور تلاش کرنا اور حتیٰ المقدور کوشش کرنا کہ اس پاک قافلہ کا کوئی بھی فرد بچھڑنے نہ پائے، ان کے حکم کی تعمیل بھی فرضِ واجب ہے، آپ تشریف لائیں اور ہماری مدد کریں

اس وقت تمام دشت نینوا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی، یہ پاک معظّمہ بیبیاں صلواۃ اللہ علیہا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے خیام سے کافی دور نکل آئیں، اچانک اس تاریکی میں انہیں سامنے دو سائے نظر آئے تو خوف سے دونوں کے قدم رک گئے

دوسری طرف سے سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام نے آواز دی کہ خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں آپ کا پاک بابا ہوں اور میرے ساتھ آپ کی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا ہیں، ہم دونوں آپ کی امداد کیلئے آئے ہیں

جس وقت پاک معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے پاک بابا کی آواز سنی تو فوراً آگے

بڑھ کر پاک باباعلیہ الصلواۃ والسلام کو گلے لگا لیا، چھوٹی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا کو گلے سے لگا لیا

بیٹیوں کی فطرت ہوتی ہے کہ جب وہ بہت زیادہ دکھی ہوں، اور عین دکھ کی حالت میں انہیں اچانک ماں مل جائے تو پھر صبر کے تمام بندھن ٹوٹ جاتے ہیں

جس وقت اِن پاک معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہا نے پاک بابا کو گلے لگایا تو اس وقت تک اپنے آنسوؤں پر ضبط کیے رکھا، مگر جب معظّمہ کائنات پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا کے قریب پہنچیں تو پھر صبر وضبط گویا ختم ہوگیا، پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کو گلے لگا کر آپ دونوں جی بھر کے روئیں، اور فرمانے لگیں کہ اماں! بیٹیوں کی حالت دیکھیں، ہمارے سب بھائی ہم سے جدا ہو گئے ہیں، ہم تنہا رہ گئی ہیں، اب تو ہمارے پردے بنانے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا ہے...... یہاں چند لمحوں کی ملاقات اِن دکھی اور ستم رسیدہ معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہا کو کافی حد تک دلاسہ دے گئی

پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا اور پاک باباعلیہ الصلواۃ والسلام سے رخصت ہو کر دونوں پاک معظّمہ بیبیاں صلواۃ اللہ علیہا معصوم بچوں کی تلاش میں روانہ ہوئیں، تھوڑی دور جانے کے بعد آپ کو سامنے ایک کیکر کا درخت نظر آیا، جب اس درخت کے قریب پہنچیں تو دیکھا کہ سامنے دو معصومؑ شہزادے علیہا الصلواۃ والسلام زمین پر سورہے تھے، اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال رکھی تھیں، چہرے سے چہرہ اور سینے سے سینہ ملایا ہوا تھا، ایک دوسرے کو گلے لگا کر سورہے تھے، مگر رخساروں کے نیچے جو زمین تھی وہ آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی

وارثِ تطہیر معظّمہ عالّیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ان معصوم شہزادوں کی حالت دیکھ کر

فرمایا کہ یہ معصوم تین دن کے پیاسے ہیں، امت ملعونہ سے ڈرے ہوئے ہیں، اور بہت زیادہ تھکے ہوئے بھی ہیں، اس لئے انہیں جگانا مناسب نہیں ہے، ان سوتے ہوئے بچوں کواسی نیند کی حالت میں اٹھا کر خیام لے چلیں

پھر اپنی چھوٹی پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا سے فرمایا کہ ایک معصوم کو ہم اٹھا رہے ہیں، ایک معصوم کو آپ اٹھالیں

جس وقت دونوں بہنوں نے معصوم شہزادوں کو اٹھانے کیلئے ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ روتے روتے دونوں معصوم شہزادوں کو ابدی نیند آ چکی ہے، یعنی ان کی روح پرواز کرچکی ہے، پاک معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہا نے اسی حالت میں دونوں شہزادوں کی لاشوں کو اٹھایا اور گنج شہداء کی طرف روانہ ہوئیں، جس وقت مقتل گاہ میں پہنچیں تو آپ نے دونوں معصوم شہزادوں علیہا الصلواۃ والسلام کو شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کے پہلو میں سلا دیا، پھر اپنے پاک بھائی شہنشاہِ کرب و بلا علیہ الصلواۃ والسلام سے مخاطب ہوکر روتے ہوئے فرمانے لگیں کہ بھیا! آپ بھی سارا دن اپنے شہداء کے لاشہ ہائے اطہر اٹھاتے رہے تھے، لیکن آپ مرد تھے، ہم پردہ دار مستورات ہیں، ذرا دیکھیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کے معصوم یتیموں کو تلاش کر کے لے آئی ہیں، مگر اب یہ سوچ کر گھبرا رہی ہیں کہ ہم انہیں دفن کیسے کریں کیونکہ ہم نے تو کبھی کسی کو دفن نہیں کیا ہے

اپنی بہنوں کو دعا کریں کہ آپ کے مقصد عظیم کی تکمیل تک ہم ثابت قدم رہیں، کیونکہ آئندہ اس سے بھی مشکل مراحل سے ہمیں گزرنا پڑے گا

ان دو معصوم شہزادوں کو گنج شہداء میں سلانے کے بعد دونوں پاک بہنیں صلواۃ اللہ

علیہا دوسرے بچوں کی تلاش میں دشت کربلا کی طرف روانہ ہوئیں، اس تلاش کے دوران ان کو کئی معصوم بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کی لاشیں بھی نظر آئیں، ان معصوم بچیوں صلواۃ اللہ علیہن کی لاشیں اٹھا کر جس وقت گنج شہداء میں تشریف لائیں تو بے ساختہ بین کرنے لگیں کہ بھیا! آپ نے تمام دن مردوں کی لاشیں اٹھائی ہیں، مگر اب جو لاشیں ہمیں ملی ہیں وہ ہماری کم سن اور معصوم بیٹیوں کی ہیں، جو اس مردوں کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ جانا ہی ہمارے لئے بہت بڑا صدمہ تھا، مگر اب ہم یہ سوچ سوچ کر پریشان ہیں کہ ان بیٹیوں کی لاشیں ہم کس طرح غیروں کے رحم و کرم پر چھوڑ سکتی ہیں، ان کی تدفین تو بہت ضروری ہے لیکن ہماری مجبوری ہے کہ ہم مستورات اگر چاہیں بھی تو انہیں دفن نہیں کرسکتی ہیں، کیونکہ ہمارے چاروں طرف دشمنوں کا پہرہ ہے، ہمارے پاس تدفین کے اسباب بھی نہیں ہیں اور ان کم سن معصوم بیٹیوں کو بے گور و کفن چھوڑنا بھی ہماری غیرت کو گوارا نہیں ہے

سب مومنین مل کر دعا کریں کہ شام غریباں کی لٹی ہوئی ان پاک مخدراتِ عصمت و طہارت معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن کے مصائب ختم ہو جائیں، ان کے چمن میں ابدی بہار آئے، ان کے پاک گلشن کی ہر کلی بادِ بہاری میں ہمیشہ ہمیشہ مسکراتی رہے

صبح و شام خداوند تعالیٰ گلستانِ نبوت و امامت پر ابدی ابدی سکھ اور خوشی کے بادل برسائے، اور یہ گلستان خزاں کے تلخ جھونکوں سے ہمیشہ کیلئے نا آشنا رہے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِم عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 14

صلواۃ اللہ علیہم اجمعین

دوستو! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، میں نے شام غریباں کے حالات وواقعات پر مبنی یہ سلسلہءِ گفتگو جاری رکھا ہوا ہے، اور میرے اسلوبِ خطاب سے بھی آپ آشنا ہیں کہ میں جو واقعہ بھی بیان کرتا ہوں، مکمل وضاحت وصراحت کے ساتھ اس کی اکثر جزئیات پر بھی روشنی ڈالتا ہوں

آج اس کاروانِ گفتگو کو اگلے مرحلے کی طرف لئے چلتے ہیں

کل میں نے آپ کے سامنے تفصیل سے عرض کیا تھا کہ گیارہ محرم کی رات بعداز نمازِ عشاء خاندانِ رسالت کے معصومؑ بچوں کا روزۂ اتصال کس طرح افطار ہوا تھا لیکن واضح رہے کہ اس وقت پاک مستوراتِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام میں نہ تو کھانے کی کوئی چیز بھیجی گئی تھی، اور نہ ہی پانی کی کوئی مشک پہنچائی گئی تھی

جس وقت معصوم بچوں کو تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے دے کر ظالمین واپس اپنے خیام میں گئے تو سب سے پہلے انہوں نے عمر ابن سعد ملعون کو تمام تفصیل سے آگاہ کیا، اس ملعون کے خیمہ میں موجود جناب ہاشم بن عتبہ مرقال کی ہمشیر جو اس ملعون کی بیوی تھی، اس نے یہ سب باتیں سن لیں

جب یہ ملعونِ ازل واپس اپنے خیمہ کے اندر آیا تو وہ مستور روتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ظالم ازلی! تو عربوں میں بیٹھ کر ہمیشہ اس بات پر فخر کرتا رہتا ہے کہ تمہارا دادا وقاص (بقول تمہارے) شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حوالے سے ماموں لگتا تھا...... تو اس شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی رشتہ داری جتلا کر تمام عرب میں فخر کرتا ہے، اور جن کی رشتہ داری تمہارے لئے فخر ومباہات کا بڑا ذریعہ اور باعث رہی ہے، تم لوگ آج ان کی رشتہ داری کا خیال کیوں نہیں کر رہے ہو؟ آج تمہاری عرب کی حمیت اور غیرت کو کیا ہوگیا ہے؟ تیرا چچا عتبہ اور تیرا باپ سعد، امیر کائنات سرکار علیؑ ابن ابی طالب علیہ الصلواۃ والسلام کے غلام کہلواتے تھے، اگرچہ تمہارے باپ نے امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت نہیں کی تھی مگر تجھے تو اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اس رشتہ داری کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیا آج تجھے اپنے باپ کی وہ وصیت بھول گئی ہے؟

میرے پیارے بھائی جناب ہاشم مرقال علیہ السلام نے تو اپنی زندگی سرکار امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں میں نثار کر دی تھی مگر تو انتہائی ناخلف ثابت ہوا ہے کہ تمام رشتے بھول کر نہ صرف غیروں کے ظلم کو خاموشی سے دیکھ رہا ہے، بلکہ خود بھی خاندانِ رسالت پر بے حساب ظلم ڈھا رہا ہے، تیری غیرت اور حمیت پر لعنت ہے

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ جس وقت سعد بن ابی وقاص کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کر کے ایک وصیت کی تھی کہ

''ہمارا جو رشتہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے، اس رشتہ کا ہمیشہ لحاظ رکھنا، کیونکہ یہ بھی ایک صلہ رحمی ہے''

کربلا کے میدان میں عمر ابن سعد ملعونِ ازل کو یہ وصیت کئی مرتبہ یاد دِلائی گئی تھی پہلا موقع وہ تھا جس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام اپنے جوان بیٹے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش پر تشریف لے گئے تو اس وقت ابن سعد ملعون سامنے کھڑا تھا شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ملعونِ ازل ! باپ کی وصیت کے خلاف جس طرح تم نے قطع رحمی کی ہے، اللہ تمہارا رحم قطع کرے

دوسری مرتبہ اسے یہ وصیت اس وقت یاد دلائی گئی کہ جب یہ ملعون خیام کو لوٹنے والوں کے ساتھ پاک خیام کے قریب آیا

اس وقت پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ایک کنیز کی وساطت سے اس ملعون کی طرف پیغام بھیجا کہ کیا تمہیں تمہارا باپ سعد بن ابی وقاص یہی وصیت کر کے گیا تھا کہ تم ہمارے گھر پر ہر ظلم وستم ڈھاؤ؟ ...... یہ فرمان سن کر اس ملعون کو باپ کی وصیت یاد آ گئی اور اس نے فوج کو خیام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا

تیسری بار یہ وصیت اس کی بیوی نے اسے یاد دِلائی اور کہا کہ تم پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام میں کھانا اور پانی بھجوانے کا فوراً انتظام کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا پیاس کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو جائے؟ ......اس وقت اس ملعونِ ازل نے ندامت آمیز لہجہ میں کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تم نے سنا تو ہے کہ ہم نے جو پانی اور طعام بھجوایا تھا، وہ تو ان کے معصومؑ بچوں نے بھی لینا مناسب نہیں سمجھا ہے اب اگر ہم ان کیلئے کھانا اور پانی بھجوائیں بھی تو کیا اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے قاتلوں سے وہ یہ چیزیں لینے پر آمادہ ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں ...... بلکہ جہاں تک

میں سمجھتا ہوں وہ موت تو قبول کر سکتے ہیں مگر ہمارے ہاتھ سے کوئی چیز شاید وہ زندگی بھر قبول نہیں کریں گے

جب اس ملعونِ ازل نے یہ بات کی تو جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن کہنے لگی کہ میں تمہیں ایک تجویز دیتی ہوں، اگر تم اس پر عمل کر سکو تو مجھے فقط امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کریم ازل پاک بہنیں صلواۃ اللہ علیہن ہمیں خالی ہرگز نہیں لوٹائیں گی، ابن سعد ملعون نے کہا کہ جلدی بتاؤ کیا تجویز ہے؟

یہ مستور کہنے لگی کہ تم خود کوئی چیز لے کر نہ جاؤ...... بلکہ تم فوراً جناب حر علیہ السلام کی زوجہ کو میرے خیمہ میں بلاؤ، میں انہیں ساتھ لے کر کچھ دوسری عورتوں کے ساتھ پرسہ داروں کی صورت میں ان پاک مخدراتِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام میں پانی اور طعام لے کر جاتی ہوں، امید ہے کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے مہمان جناب حر علیہ السلام کی بیوی کو خالی نہیں لوٹائیں گی، اور وہ ان کے ہاتھ سے پانی ضرور قبول فرما لیں گی

اسے یہ تجویز پسند آئی، اس ملعونِ ازل نے فوراً جناب حر علیہ السلام کی زوجہ کو اپنے خیمہ میں بلوالیا، یہاں جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن اور جناب حر علیہ السلام کی زوجہ نے آپس میں مشورہ کیا، اور پھر خود طعام کے طبق اٹھائے، پانی کی مشکیں کنیزوں نے اٹھائیں اور عورتوں کا یہ مختصر سا قافلہ پاک خیام کی طرف روانہ ہوا، ان کے ہاتھوں میں روشن مشعلیں تھیں

آپ کی یاددہانی کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ پاک مستوراتِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام اِس وقت ان ظالمین کے خیام سے کچھ فاصلہ پر نصب تھے

دوسری طرف ایک پاک کنیز نے جناب سیدہ شریکتہ الحسین صلواۃ اللہ علیہا کو اطلاع دی کہ آقازادی! ظالمین کے خیام سے کچھ لوگ ہمارے خیام کی طرف آ رہے ہیں، ان کے ہاتھوں میں روشن مشعلیں بھی ہیں، اب یہ معلوم نہیں کہ امت نے ہمیں لوٹنے کا کوئی نیا پروگرام بنایا ہے، یا پھر کسی اور غرض سے آ رہے ہیں؟

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے جلدی سے جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ آپ جا کر ان ظالمین سے کہہ دیں کہ ہم نے تو بہ مشکل اپنے کمسن بچے ابھی سلائے ہیں، واللہ اب ہمارے پاس ایسی کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے کہ جسے لوٹا جا سکے، اس لئے ہم پر رحم کرو اور ہمارے کمسن معصوم بچوں کو بے آرام نہ کرو

جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا آتے ہوئے قافلہ کی طرف روانہ ہوئیں، جب ان کے قریب پہنچیں اور جناب حر علیہ السلام کی زوجہ نے اِنہیں پہچانا تو رونا شروع کر دیا، اور آہستہ آہستہ واحسیناؑ ہ واحسیناؑ ہ کی صدائیں بلند کیں

جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا جلدی سے واپس آئیں اور آ کر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی بارگاہِ قدس میں عرض کرنے لگیں کہ آقازادی! یہ آنے والے شامی یا کوفی ملاعین نہیں ہیں، بلکہ یہ تو آپ کے مہمان جناب حر علیہ السلام کی زوجہ اور جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن کچھ دوسری عورتوں کے ساتھ آپ کو پرسہ دینے کیلئے آ رہی ہیں ...... پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن سے فرمایا کہ وہ ہمیں پرسہ دینے کیلئے آ رہی ہیں ...... ہم بھی انہیں جناب حر علیہ السلام کا پرسہ دیں گے

جب دونوں طرف سے مستورات آپس میں ملیں اور باہمی پرسہ داری شروع ہوئی تو بہت دیر تک گریہ و بکا کی آواز سے کربلا کے دشت کی فضا سوگوار رہی

اس کے بعد جس وقت گریہ و ماتم کی شدت میں کچھ کمی آئی تو جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن اور جناب حر علیہ السلام کی زوجہ نے عرض کیا کہ آپ کے پاک بھائیوں، بیٹوں اور سبھی احباب و انصار کی بے جرم و خطا شہادت کا بہت زیادہ دکھ ہے، پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے جناب حر علیہ السلام کی زوجہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہمیں بھی حر بھائی کا بہت دکھ ہے

جناب حر علیہ السلام کی زوجہ نے عرض کیا کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! اس دنیا سے جانے والوں کے ساتھ کوئی چلا تو نہیں جاتا ہے، ایک دن میں آپ کا جتنا نقصان ہوا ہے اس کے دکھ کا اندازہ کرنا بھی ناممکن ہے، لیکن زندگی کے تقاضے تو بہرحال نبھانا ہی پڑتے ہیں، ہم اس وقت آپ سب کیلئے طعام اور پانی لے آئی ہیں آپ مہربانی فرما کر خود بھی پانی پییں اور تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو بھی پانی پینے کا حکم فرمائیں، جس وقت جناب حر علیہ السلام کی زوجہ اور جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن دونوں نے منت سماجت کی تو اس وقت پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش شروع ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ

ہمارے سبھی احباب، جوان بیٹے، فخر روزگار بھائی، کم سن معصوم بچے اور تمام اعوان و انصار تین دن تک پیاسے رہنے کے بعد ظلم و جور سے شہید کر دیئے گئے ہیں، اب ہم ان سب کی پیاس بھلا کر کس طرح پانی پی سکتی ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا چھ ماہ کا صغیر شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام پیاسہ شہید ہوا ہے، اب تک ان کی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا پیاسی ہیں، میں آخر اس کو کیا کہہ کر صبر کی تلقین کروں اور انہیں کس طرح پانی پینے پر مجبور کروں، آپ سب تو جانتی ہی

ہیں کہ ہمارا آج کا دن کیسے گزرا ہے؟ مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھول سکتا کہ جب میرے یوسف آلِ محمدؐ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام سے تین مرتبہ پانی مانگا، مگر افسوس کہ ہم انہیں ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے، میں کس طرح اس دکھ کو نظر انداز کروں کہ امت ملعون نے میرے نوخیز لخت جگر کو پانی دینے کی بجائے خون سے نہلا دیا...... اور سب سے بڑھ کر میرے لئے یہ دکھ ہے کہ ہمارے پاک بھائی مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام آخری وقت زیرِ خنجر پانی طلب فرماتے رہے، مگر ان کی پیاس بجھانے والا کوئی نہیں تھا، ہم سب بہنیں صرف ستر قدم کے فاصلہ سے انہیں شہید ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھیں، اور ان کے ملعون قاتل کی منتیں کرتی رہی تھیں مگر اس ملعونِ ازل نے ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کو انتہائی بے دردی اور بے رحمی سے شہید کر دیا

اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ جن بہنوں نے ایک ہی دن میں اتنے زیادہ دکھ جھیلے ہوں، کیا وہ پانی پی سکتی ہیں یا طعام کھا سکتی ہیں؟

یہ دکھ بھری باتیں سن کر جناب حر علیہ السلام کی زوجہ اور جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن دونوں ملکہءِ کونین پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے قدموں پر گر پڑیں پھر دونوں نے اپنے سروں سے ردائیں اتار کر آپ کے قدموں پر رکھ دیں اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگیں کہ کرم نوازی فرمائیں اور ہمیں خالی نہ لوٹائیں

عین اس وقت جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام نے (جو کہ قریب ہی تشریف فرما تھے) پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ پھوپھی اماں صلواۃ اللہ علیہا! آپ ایک بار آسمان کی طرف نگاہ فرمائیں

جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو یہ مشاہدہ فرمایا کہ جنت اعلیٰ کا ماحول ہے، حوضِ کوثر کا کنارہ ہے، جہاں سنہری کرسیاں لگی ہوئی ہیں، ایک طرف شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسری طرف شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام تشریف فرما ہیں، ان کے درمیان شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام ایک نورانی کرسی پر جلوہ افروز ہیں، دونوں پاک شہنشاہوں علیہا الصلواۃ والسلام کے ہاتھوں میں جام کوثر ہیں، پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام دونوں بار بار فرما رہے ہیں کہ بیٹا! آپ تین روز سے پیاسے ہیں، اب تو کوثر کا جام پی کر اپنی پیاس بجھالیں، امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام عرض کر رہے ہیں کہ میرے تمام پردہ دار پیاسے ہیں، میری پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا ابھی تک پیاسی ہے، جب تک وہ پانی نہیں پیئیں گی میں پیاسا ہی رہوں گا اور آبِ کوثر پسند نہیں کروں گا

جب یہ منظر ملکہ ءِ کونین پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے دیکھا تو بھائی سے مخاطب ہوکر فرمانے لگیں کہ پاک بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو جتنا زیادہ بخت واقبال عطا فرمائے، جتنی زیادہ عزت وعظمت عطا کرے، جنت کے پرسکون ماحول میں جس قدر بھی زیادہ سے زیادہ آرام وراحت میں کیوں نہ رہو، کوثر و سلسبیل ہمیشہ آپ کے قدم مبارک کیوں نہ دُھلواتی رہیں، مگر آپ کی بہن کا دل آپ کی تین دن کی پیاس، روانگی کے وقت کہنہ لباس طلب فرمانا، اور زیرِ خنجر شہادت کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گا، یہ تو وہ داغ ہیں جو میں قبر میں اپنے ساتھ لے جاؤں گی

یہ منظر دیکھنے کے بعد ملکہ ءِ کونین پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی ایک پاک کنیز کو حکم فرمایا کہ ہمیں پانی کا جام پیش کریں، پاک کنیز نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے

فوراً پانی پیش کیا، ملکہ ءِ کونین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پانی کا وہ جام پہلے اپنی معصوؑمہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ میری صابر بیٹی! پہلے تم پانی پیو

معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رو کر عرض کیا کہ پھوپھی اماں! پہلے آپ پانی پی لیں، آپ نے فرمایا کہ میری پیاسی بیٹی! جب بھی گھر میں کوئی نئی چیز آئے تو دستورِ زمانہ یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے، بیٹا! اس وقت آپ ہی سب سے چھوٹی ہیں، اس لئے پہلے آپ پانی پی لیں

معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پانی کا جام ہاتھوں میں لیا، مگر پانی پینے کی بجائے وہ جام اٹھا کر خیام سے باہر جانے لگیں، اس وقت ملکہ ءِ کونین بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے دریافت فرمایا کہ بیٹی! آپ کہاں جارہی ہیں، اور پانی کیوں نہیں پیا ہے؟

معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رو کر عرض کیا کہ پھوپھی اماں! آپ ہی نے تو ابھی فرمایا ہے کہ گھر میں آنے والی ہر چیز سب سے پہلے چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے، سب سے چھوٹا تو میرا بھائی علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام ہے، جو مقتل گاہ میں پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ سویا ہوا ہے، میں اسے پانی پلانے کیلئے جارہی ہوں، میں پہلے جا کر اپنے معصوم صغیر بھیا کو پانی پلاؤں گی اور معذرت بھی کروں گی کہ مجھے پانی دیر سے ملا ہے، غریب بہن پر ناراض نہ ہونا، میری مجبوریاں نہ ہوتیں تو آپ کو ایک پل کیلئے بھی پیاسا نہ رہنے دیتی، اصغر بھیا! بہن کو معاف کرنا کہ مجھے پانی لانے میں بہت دیر ہوگئی ہے

سب مل کر یہی دعا کریں کہ اس معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خوشیوں کا موسم جلد آئے، ان کے تمام دکھوں کا انتقام لیا جائے، سارا گھر دیکھے کہ یہ معظّمہ بی بی صلواۃ

اللہ علیہا اپنے پاک بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ خوشیوں کے سائے میں آباد رہیں، ان کا سارا گھر آباد ہو، ان کے چمن میں ابدی بہار آئے، اور ابدی، دائمی اور لازوال خوشیوں کے پرسکون سائے میں شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ ان کی یہ مغمومہ بہن ہمیشہ شاد و آباد رہیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 15

شبِ غریباں

عزادارانِ گرامی!

میں شام غریباں کے بعد کے واقعات مرحلہ وار بیان کر رہا ہوں، آج اسی موضوع کے اگلے مرحلہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ

گیارہ محرم کی رات تھی، مقتل گاہ سے کافی فاصلہ پر پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام لگے ہوئے تھے، ابھی رات کا پہلا پہر جاری تھا کہ جناب حر علیہ السلام کی زوجہ اور جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن جو عمر ابن سعد کی بیوی تھی، یہ دونوں کچھ دوسری عورتوں کے ہمراہ پاک خیام میں پرسہ دینے کیلیئے حاضر ہوئیں، کافی دیر تک مجلس عزا کا سماں رہا، اسی دوران تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے روزۂ اتصال افطار فرمایا

جس وقت گیارہ محرم کی رات ڈھل چکی تو پاک شریکتہ الحسینؑ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مستورات سے فرمایا ہم چاہتے ہیں کہ اب اس رات کی تاریکی میں تطہیر کے پردہ میں جا کر اپنے پاک شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کی زیارت کر آئیں، آج اپنے احباب کے بغیر ہماری پہلی رات بہت کٹھن اور بہت مشکل سے گزر رہی ہے

دوسری بات یہ ہے کہ معلوم نہیں کل حالات کیا رُخ اختیار کریں، شاید ہمیں پھر یہ

موقعہ میسر نہ آ سکے، اس لئے آج رات جو تھوڑی سی مہلت ملی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقتل گاہ میں جا کر تمام عزیز و اقارب سے وداع کر لیں

کل رات میرے تمام پیارے بھائی اپنی بہنوں کے درمیان موجود تھے، اور ان کی موجودگی ہی ہمارے لئے باعث راحت و اطمینان تھی

ہمارے پردوں کے ضامن اور محافظ بھائی کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام پہرا دینے میں مصروف تھے، جب وہ اپنی بارعب اور گرج دار آواز میں الحافظ یا حفیظ کہتے تھے تو تمام پردہ داروں کے حوصلے یوں جوان ہو جاتے تھے کہ جیسے ہم کسی صحرا میں نہیں اپنے گھر مدینہ منورہ میں آرام فرما ہوں

کل رات ہمارے دونوں لخت جگر عونؑ و محمدؑ علیہما الصلواۃ والسلام ہمارے پہلو میں بیٹھے کیسی میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے، ان کی گفتگو سے ان کے جذبات و احساسات جھلک رہے تھے، اور ان کے ارادوں کی بلندی صاف نظر آتی تھی

کل رات ہی تو ہم سب نے مل جل کر بھائی مولا امام حسنؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے نورِ نظر شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام کو مصلحت وقت کے تحت سہرے پہنائے تھے، ان کے شگن کیئے تھے، مگر افسوس کہ اسے سہرے راس نہیں آ سکے

خدا جانے! مقتل گاہ میں ہمارے نونہالانِ گلشن کا وقت کیسے گزر رہا ہوگا؟ ہمیں ان کے پاس ضرور جانا چاہیے

تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن ایک جلوس کی صورت میں مقتل گاہ کی جانب روانہ ہوئیں، جناب حر علیہ السلام کی زوجہ اور جناب ہاشم مرقال علیہ السلام کی بہن بھی ساتھ تھیں، یہ پاک جلوس ماتم کرتے ہوئے گریہ کناں خیام سے مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوا،

گویا یہ عزاداری کے جلوسوں کی بنیاد رکھی جا رہی تھی، اور آنے والی نسلوں کو عملی درس دیا جا رہا تھا کہ اگرچہ اتنے مشکل اور کٹھن حالات ہی کیوں نہ ہوں، عزاداری اور ماتم داری فرضِ اَوجب ہے، اسے ترک نہیں کرنا چاہیے

پاک خیام سے مقتل گاہ کا فاصلہ اگرچہ اتنا زیادہ نہیں تھا، مگر پھر بھی ام المصائب عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا راستہ میں نو 9 بار زمین پر بیٹھیں، پھر اٹھ کر روانہ ہوئیں، اور اتنی مشکل سے پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا مقتل گاہ تک آ پہنچیں

کچھ صاحبانِ مقتل اس کی یہ توجیہ پیش کرتے ہیں کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بہت زیادہ تھکی ہوئی تھیں، ضعیفی تھی، تین شب و روز کی بھوک اور پیاس تھی، بھائیوں اور بیٹوں کی بے وقت شہادت کا صدمہ بھی تھا، جس کی وجہ سے آپ بہت زیادہ نحیف اور کمزور ہو چکی تھیں

مگر کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ وجوہات نہیں تھیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا پاک بھائی کی مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئیں تو ہر چند قدم کے بعد آپ کو اپنے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کے جسم اطہر کا کوئی نہ کوئی حصہ نظر آ جاتا تھا، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اسے اٹھا کر سینہ سے لگاتیں اور پھر آگے کی طرف قدم بڑھاتیں، کیونکہ دشت کرب و بلا میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک لاش 9 حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی، اسی وجہ سے پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو ہر چند قدم کے بعد زمین کو زینت دینا پڑتی تھی

جب پاک مخدومہ معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو ساتھ لئے مقتل میں داخل ہوئیں تو اس وقت مقتل گاہ میں موجود شہداء کی لاشوں نے آپ کا

استقبال اس انداز میں کیا کہ مولا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام سمیت تمام پاک شہیدوں علیہم الصلواۃ والسلام نے اُٹھ کر آپ کی تعظیم کی، جس وقت پاک شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام نے اپنی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو دشت کربلا میں پیدل چلتے دیکھا تو انہیں اپنی تکالیف بھی یاد نہ رہیں، اور وہ سبھی آپ کی غربت اور بے کسی پر رونے لگے

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ معظّمہ معصومہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی ایک چھوٹی پاک ہمشیر تھیں جو جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی سگی پاک ہمشیر صلواۃ اللہ علیہا کی ہم نام تھیں، اور ان کا لقب جناب معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا تھا، واقعہ کربلا کے وقت ان کا سن مبارک تین سال تھا

یہ وہ معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا ہیں جن کے بارے میں صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام آخری وداع کیلئے تشریف لے آئے تو انہوں نے پاک بابا کی عبا پکڑ لی اور رو رو کر عرض کیا کہ...... ☆ این ترید یا ابتاه

آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میری معصوم بیٹی! ہم میدان کی طرف جا رہے ہیں

معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ بابا مجھے بہت پیاس ہے، آپؑ نے فرمایا

☆لاجلسی عند الخیمة لعلی آتیتك بالماء

کہ بیٹی! آپ خیمہ میں بیٹھیں، شاید ہم آپ کیلئے پانی لے آئیں، امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام بہت دیر تک صغیرہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا کو پیار کرتے رہے، پھر خیام میں بھیج دیا

اس کے بعد فرمایا کہ خالق! اب میری اس صغیرہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا پر نیند کو غالب فرما، تاکہ یہ ہمیں شہید ہوتا ہوا نہ دیکھ سکے، نہ یہ شام غریباں کے مظالم دیکھ سکے، اور نہ

ہی خیام فلک احتشام کو وقف ظلم و جور ہوتا ہوا دیکھ سکے

معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا واپس خیام میں تشریف لے آئیں، کچھ دیر پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی واپسی کا انتظار کرتی رہیں، اسی دوران انہیں نیند آ گئی

اس کے بعد جو بھی واقعات رونما ہوئے یا جتنے بھی مظالم ہوتے رہے، ان کی آنکھ نہ کھلی اور اِن پر نیند طاری رہی

جس وقت پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت جناب سیدہ شریکتہ الحسینؑ صلواۃ اللہ علیہا نے معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی انگلی پکڑی ہوئی تھی، اور معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو سینہ سے لگایا ہوا تھا

ابھی آپ مقتل گاہ سے کچھ دور تھیں کہ معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی آنکھ کھل گئی، اس وقت پوری کائنات پر تاریکی چھائی ہوئی تھی، جس وقت آپ تمام پردہ داروں کے ہمراہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کے قریب پہنچیں تو آپ نے اپنی آستین معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی آنکھوں پر دے دی تاکہ یہ کمسن معصوم اپنے مظلومؑ بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی یہ حالت نہ دیکھ پائے

جب تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہا امام مظلومؑ صلواۃ اللہ علیہا کی لاش پر پہنچیں تو ماتم اور گریہ کا کہرام بپا ہوا، اس وقت معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا کی آستین اپنی آنکھوں سے ہٹائی اور سہمی ہوئی آواز میں آہستہ سے سوال کیا کہ

☆ عمتی هذا نعش من .... پھوپھی اماں! یہ کس کی لاش ہے؟

پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے کوئی جواب نہ دیا، معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو

مظلوم باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے خون کی خوشبو محسوس ہوئی تو انہوں نے دوبارہ سوال کیا کہ پھوپھی اماں! یہ زمین پر کون سویا ہوا ہے؟

جناب معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بتایا کہ بیٹی! یہ آپ کے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام ہیں

معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رو کر عرض کیا کہ پھوپھی اماں صلواۃ اللہ علیہا! ہمیں باباؑ کے پاس جانے دیں ...... پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پوچھا کہ آپ اپنے پاک باباؑ کے پاس کیوں جانا چاہتی ہیں؟ کہنے لگیں کہ بوقت رخصت پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میں شاید آپ کیلئے پانی لے آؤں ...... پھوپھی اماں صلواۃ اللہ علیہا! مجھے بہت زیادہ پیاس لگی ہے، میں اپنے بابا پاک علیہ الصلواۃ والسلام سے پانی مانگنا چاہتی ہوں

معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بیٹا! اس وقت آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام بہت زیادہ تھکے ہوئے ہیں کیونکہ وہ سارا دن لاشیں اٹھاتے رہے ہیں، اب وہ آرام فرما رہے ہیں اس لئے انہیں جگانا مناسب نہیں ہے

معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بہت کوشش کی کہ انہیں پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس جانے دیا جائے مگر پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے انہیں بہلا لیا اور باباؑ کے پاس نہیں جانے دیا کہ شاید یہ کمسن معصوم اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کو خاک اورخون میں غلطان دیکھ کر برداشت نہ کر سکے

کافی دیر تک پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن مقتل گاہ میں ایک ایک شہید کی لاش پر بین کرتی رہیں، اس کے بعد امت کی طرف سے دیئے گئے خیام میں تشریف لائیں

اورانہوں نے اپنے باقی ماندہ معصوم یتیموں کوسلایا

رات کے کسی وقت معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ تمام پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن سر جھکا کر رو رہے ہیں

یہ وہ وقت تھا کہ جب معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا رات کی تاریکی میں امت کے ظلم اور خوف سے ڈرے ہوئے بچوں کو تلاش کرنے کیلیئے دشت کربلا میں گئی تھیں

اس وقت معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے خیمہ کو چھوڑ دیا اور مظلوم باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی تلاش میں میدان کی طرف روانہ ہوگئیں، مگران کے باہر آنے کا علم کسی کو نہ ہوسکا، یہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئیں، چونکہ رات کا وقت تھا، ہرطرف تاریکی تھی، اس لئے ان کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ میرے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کہاں آرام فرما ہیں، دشت کربلا میں کچھ دور جانے کے بعد انہوں نے ایک جگہ کھڑے ہوکر رونا شروع کردیا، اور پکار پکار کر فرمانے لگیں کہ

باباؑ! آپ کہاں تشریف فرما ہیں؟ آپ مجھے نہیں مل رہے ہیں، آپ مجھے فوراً آ کر لے جائیں، میں آپ کے بغیر نہیں سوسکتی ہوں

معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رات کی تاریکی میں کرب و بلا کے صحرا میں تین بار یہی بین کیا، اُدھر امام مظلوم صلواۃ اللہ علیہا کی بے سر لاش اطہر تین بار تڑپی، اور سر بریدہ لاش سے آہستہ آہستہ آواز آئی کہ میری معصوم بیٹی صلواۃ اللہ علیہا! آؤ باباؑ کے پاس سو جاؤ

معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو اچانک پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے خون کی خوشبو محسوس ہوئی، یہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا روتے ہوئے اسی سمت چل پڑیں کہ جس طرف سے

خوشبو آ رہی تھی ، ادھر معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے لٹے ہوئے گھر کے معصوم تلاش کرتی رہیں ، کچھ معصومؑ زندہ ملے ، کچھ بچوں کی لاشیں ملیں ، جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا واپس خیام میں تشریف لائیں تو انہوں نے دیکھا کہ خیمہ میں صغیرہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا موجود نہیں ہیں

آپ نے اپنی چھوٹی ہمشیر صلواۃ اللہ علیہا سے پوچھا کہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو آپ کے پاس تھیں، معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مستورات سے دریافت کیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ ہم تو غم و آلام کی وجہ سے گریہ کرنے میں اس قدر مصروف تھیں کہ ہمیں کسی شے کا احساس ہی نہیں رہا

جب معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے یہ جواب سنا تو فوراً خیام سے باہر تشریف لائیں اور اپنی پاک ہمشیر کے ہمراہ رات کی تاریکی کے پردہ میں انہوں نے پاک صغیرہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا کو تلاش کرنا شروع کیا، قرب و جوار میں ہر طرف نگاہ فرمائی، آہستہ آہستہ کئی بار آواز دی، مگر کوئی جواب نہ ملا، جب مکمل طور پر ناامید ہوگئیں تو پھر اپنے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام سے مخاطب ہوکر فرمانے لگیں کہ بھیا! میری صغیرہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا گم ہو چکی ہے، میں نے کافی تلاش کیا ہے مگر وہ مجھے کہیں نہیں مل سکی، ہمارے چاروں طرف ظالمین ہیں، اس لئے دل گھبرا رہا ہے، اب آپ ہی کرم فرمائیں اور ہماری رہنمائی فرمائیں

چلتے چلتے جب آپ پاک بھائی کی لاش کے بالکل قریب پہنچیں تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے لاشہ اطہر سے دھیمی سی آواز آئی کہ میری پاک بہن! ذرا آہستہ بولیں، میری کمسن بیٹی کو بہت مشکل سے نیند آئی ہے، چونکہ وہ بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی اس

لئے آتے ہی اپنے بابا کے پہلو میں سوگئی ہے

معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اور زیادہ قریب ہوکر دیکھا تو معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا مظلوم باباؐ علیہ الصلواۃ والسلام کے زخمی گلے میں بانہیں ڈال کر سورہی تھیں، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اسی نیند کی حالت میں اپنی کمسن بیٹی کو پاک بابا کے پہلو سے اٹھا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمانے لگیں کہ میری بیٹی ! آپ کے سونے کیلئے یہ جگہ اور یہ ماحول ہرگز مناسب نہیں ہے، کمسن معصوم نے روکرعرض کیا کہ پھوپی اماں ! میرے پاک باباؐ علیہ الصلواۃ والسلام بھی تو یہاں سو رہے ہیں، مجھے بابا کے بغیر نیند نہیں آتی، معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بیٹی ! آؤ ہم واپس گھر چلیں، معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بچپن کے معصومانہ لہجہ میں پوچھا کہ پھوپھی اماں ! کیا ہمارا کوئی گھر اس دنیا میں رہ گیا ہے؟

☆فلزمت جسد الحسين علیہ الصلواۃ والسلام ولم تفارقه وتستغيث بعماتها وامهاتها

اس وقت معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک باباؐ کے جسم اطہر سے اپنے آپ کو چمٹا لیا اور ران کے زخمی سینہ پر سوگئیں، اور رورو کر پاک پھوپھی سے التجا کرنے لگیں کہ مجھے ساتھ نہ لے جائیں، مجھے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام سے جدا نہ کریں، میں اپنے باباؐ کے ساتھ رہوں گی

پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بہت مشکل سے اپنی اس معصوم صغیرہ بیٹی کو مقتل گاہ سے خیام میں لے آئیں، خیام میں پہنچنے کے بعد بھی کافی دیر تک یہ پاک معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا ایک ایک مستور کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی رہیں کہ خدارا مجھے اپنے مظلوم بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس رہنے دیں، میں ان کی جدائی برداشت نہیں کرسکتی،

میں ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی ، سبھی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اس معصوم شہزادی صلواۃ اللہ علیہا کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت دیر تک روتی رہیں

آپ میں سے جتنے مومنین بھی صاحب اولاد ہیں، اور خاص طور پر جو کمسن بچیوں کے والدین ہیں، مجھے انصاف سے بتائیں کہ ایسی کمسن معصوم بچیاں بھی کیا ماں باپ سے جدا ہونے کے قابل ہوتی ہیں؟

سب مل کر دعا کریں کہ ان پاک مستوراتِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک وارث عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلدی سے بھی پہلے اس دنیا میں ظہور پذیر ہو کر ان کے تمام دکھوں کا ازالہ فرمائیں، ان کو ابدی خوشیوں سے ہمکنار کریں، اِس پاک معصوم صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی معصومیت کا واسطہ دے کر اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی بارگاہِ قدس میں التجا کریں کہ پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کا صدیوں سے ویران گھر اب فوراً آباد ہو، یہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے سبھی بھائیوں سمیت دوبارہ وطن میں آباد ہوں

ہمارے پاک وارث و مالک علیہ الصلواۃ والسلام کے مقصد عظیم کی تکمیل چشم زدن سے بھی پہلے ہو تاکہ اس دنیا میں ظاہراً محمد و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی حکومت مطلقہ اِلٰہیہ کا دائمی اور ابدی قیام عمل میں آئے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٍ عَجَلَ اللہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللّٰہ فرجک و صلوات اللّٰہ علیک

مجلس نمبر 16

شبِ وداع

میں نے کل کی مجلس میں بیان کیا تھا کہ گیارہ محرم کی رات شب ڈھلے پاک مستوراتِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن مقتل گاہ میں وداع کیلئے تشریف لے آئیں آج اپنے سلسلہءِ بیان کو وہیں سے شروع کرتے ہوئے آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت مصائب کے ملک کی ملکہ، اُم المصائب معظّمہ عاؒلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا پاک بھائی کی لاش پر تشریف لائیں تو تمام پردہ دار آپ کے ساتھ تھے، یہ آکر پاک بھائی کے پاس کھڑی ہوگئیں اور آہستہ آہستہ زیارت پڑھنا شروع کی

☆السلام علیك یا ابا عبد الله علیہ الصلواۃ والسلام ()السلام علیك یا بن رسول الله علیہ الصلواۃ والسلام ()السلام علیك یا بن امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام () السلام علیك یا بن سیدة النساء العالمین صلواۃ اللہ علیہا

جس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا کا نام تلاوت فرمایا تو ماؒں کا پیار یاد آیا، خوشیوں کے موسم یاد آ گئے، پھر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کھڑی نہ رہ سکیں بلکہ فوراً پاک بھائی کی لاش اطہر کے قریب زمین پر بیٹھ گئیں، پاک بھائی کا خون آلودہ سینہ جو درد کا خزینہ بنا ہوا تھا، اس سینے پر اپنا سر رکھ کے آپ نے رونا شروع کر دیا اور بین کرنے لگیں، اور فرمانے لگیں کہ ایک وہ وقت

تھا کہ جب میں وطن میں آباد تھی، صبح و شام خوشیاں میری دہلیز پر سجدہ ریز تھیں، شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کے سایہءِ عاطفت میں مسرتوں کی بارش برستی رہتی تھی، خدا ہی جانے کہ ہمیں کس بدنظر کی نظر لگی ہے کہ آج وطن سے دور اس ڈراؤنے صحرا میں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی لاشوں کے درمیان اکیلی کھڑی ہوں، اور کوئی دلاسہ دینے والا بھی نہیں ہے

تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر تمام پردہ دار موجود تھیں، جب تک پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مستورات کو اجازت نہیں دی کوئی مستور نہ تو زمین پر بیٹھی، اور نہ ہی کسی لاش پر گئی، تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن حلقہ بنا کر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے چاروں طرف کھڑی رہیں

کافی دیر گریہ فرمانے کے بعد پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے سر اٹھا کر دیکھا تو تمام پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن آپ کے حکم کی منتظر تھیں کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا حکم دیں تو ہم اپنے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کی لاشوں پر جائیں

پاک معظّمہ عالّیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن خاموشی سے رونے میں مصروف تھیں، اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے روتے ہوئے فرمایا کہ اب تمام مستورات اپنے اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے مل لیں کیونکہ کل ہمارے پاس شاید وقت بہت کم ہوگا

بس اجازت ملنے کی دیر تھی کہ تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن مقتل گاہ میں بکھر گئیں، کوئی مستور کسی لاش پر گئی، کوئی کسی لاش پر پہنچی، ہر طرف سے درد بھرے بین سنائی دینے لگے، جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے تمام پردہ داروں کا مشاہدہ کیا، ایک

ایک منظر کو بہت غور سے دیکھا، اور پھر جگر پر ہاتھ رکھے واپس قافلہ کی سردار معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے پاس آئیں اور انہیں رو رو کر بتانے لگیں کہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! میں ابھی دیکھ کر آ رہی ہوں کہ شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا اپنے معصوم بیٹے کی بے سر لاش کو اس انداز سے اپنی آغوش میں لئے بیٹھی ہیں کہ جس طرح انہیں دودھ پلاتے وقت اپنی آغوش میں سجاتی تھیں، اور انہیں اپنے سینہ سے لگا کر لوری سنانے میں مصروف ہیں، ان کے چہرۂ اقدس پر موت کی زردی چھا چکی ہے، وہ زمین کربلا سے مخاطب ہو کر فرما رہی ہیں کہ اے ارضِ نینوا مجھ غریب پر یہ احسان کرنا کہ میرے زخمی معصوم بیٹے کو ماں کی طرح اپنی آغوش میں جگہ دینا، چونکہ یہ کمسن پہلی مرتبہ اپنی ماں سے جدا ہوا ہے، اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا اور کوشش کرنا کہ اسے ماں کی کمی محسوس نہ ہونے پائے

صاحبانِ تاریخ و مقاتل بتاتے ہیں کہ جس وقت لٹے ہوئے قافلہ کی سالار معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مستورات سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنے اپنے احباب کی لاشوں پر رونے کی حسرت مٹا لو، اس وقت مقتل گاہ میں ہر لاش کے سرہانے رونے اور بین کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں

اسی اثناء میں جناب غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام کی حقیقی بہن، جناب محمدؐ و ابراہیم علیہما الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ، جناب مسلم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک زوجہ صلواۃ اللہ علیہا نہر علقمہ کے کنارے اس جانب روانہ ہوئیں کہ جہاں کردگارِ وفا شہنشاہ ابوالفضل العباؑس علیہ الصلواۃ والسلام آرام فرما تھے، تاریخ بتاتی ہے کہ جناب غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام نے نہر

علقمہ کے کنارے سطح زمین سے کافی گہرائی میں زمین کو زینت بخشی ہوئی تھی
جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے پاک بھائی کو تلاش کرتے ہوئے اس مقام کے قریب آئیں، انہوں نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہوکر نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ نہر کے کنارے ان کا جوان بھائی کائنات سے بے نیاز ہوکر عجیب انداز میں سو رہا تھا، جب انہوں نے اپنے شہنشاہِ وفا بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کو اس کسمپری کی حالت میں کنارِ نہر سوئے ہوئے دیکھا کہ دریا کی موجیں بار بار ان کے قدم چوم رہی تھیں، اور ان کا پاک خون دریا کی موجوں میں شامل ہو رہا تھا تو دل میں درد کی ایک ہوک اُٹھی اور ضبط محال ہو گیا اور آپ روتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے پاک بھائی کی لاش پر پہنچیں اور جا کر پاک بھائی کی لاش اطہر سے لپٹ کر بین کرنے لگیں کہ

بھیا! ذرا دیکھو کہ جن بہنوں کے خیام پر کسی غیر کی نگاہ آپ برداشت نہیں کرتے تھے آج آپ کی وہیں پردہ دار بہنیں اس رات کی تاریکی میں مقتل گاہ میں اپنے بھائیوں سے ملنے آئی ہیں، بھیا! آپ کی شہادت کے بعد ہم سب پر دکھوں کے پہاڑ اُلٹ پڑے ہیں، میں آپ کے سہارے اپنی بیوگی کا دکھ سہہ چکی تھی، مگر اب تو میرے تمام فرزند بھی شہید ہو چکے ہیں اور آپ بھی ہمیں نرغہءِ اعداء میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں، ہمیں یہ بتائیں کہ ہم بے سہارا مستورات کہاں جائیں؟

جب تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن شہداء کے لاشہ ہائے اطہر سے وداع کر چکیں تو لٹے ہوئے قافلہ کی سالار معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن سے فرمایا کہ اب صبح ہونے والی ہے اس لئے ہمیں اب اپنے خیام میں واپس جانا

چاہیے

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن جمع ہوئیں، معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے نگاہ فرمائی تو انہیں جناب غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا نظر نہ آئیں، آپ نے فرمایا کہ انہیں تلاش کریں، یہ حکم سن کر تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن مقتل گاہ کے نشیب وفراز میں بکھر گئیں، اور اطراف و جوانب میں انہیں تلاش کرنے لگیں، اس طرح تلاش کرتے کرتے جس وقت پاک مستورات نے نہر علقمہ کے کنارے پہنچ کر نگاہ فرمائی اور دیکھا تو ایک دردانگیز منظر سامنے تھا کہ جناب عباس علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بہن اپنے بھائی کی لاش اطہر کے بکھرے ہوئے اعضاء جمع کر کے انہیں مناسب ترتیب دینے میں مصروف ہیں، اور رو رو کر فرما رہی ہیں کہ عباس بھائی علیہ الصلواۃ والسلام! اب تک جتنے دکھ مجھ پر آئے میں نے اس خیال سے صبر کیا کہ کہیں میرے رونے یا بین کرنے سے معظّمہ ءِ کائنات صلواۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیاں غمگین نہ ہو جائیں، آج تک تو میں نے تمام صدمات کو صبر و تحمل سے برداشت کیا ہے مگر اب آپ کی جدائی نے میری برداشت ہی ختم کر دی ہے، اور یہ ظالمین کہتے پھر رہے ہیں کہ ہمیں شام جانا پڑے گا، میں تو یہی سوچ سوچ کر پریشان ہوں کہ معظّمہ ءِ کائنات صلواۃ اللہ علیہا کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن ان بے شرم و حیا لوگوں کے ہجوم میں شام تک کا سفر کیسے کریں گی؟ جبکہ ان کے پاک پردہ کی حفاظت کرنے والا بھی بظاہر کوئی نظر نہیں آ رہا ہے

بھیا! ذرا اُٹھو اور اپنی دکھی بہن کو گلے لگاؤ، شاید اس طرح میرا حوصلہ کچھ بحال ہو جائے، ہم نے طویل سفر کرنا ہیں، ذرا اپنی بہن کو اتنا تو بتائیں کہ اس گستاخ

ماحول میں پاک پردہ کی حفاظت کس طرح کرنا ہے؟
پیارے بھائی! آج زندگی میں پہلی بار مجھے اپنی غربت کا احساس ہوا ہے، کیونکہ اب اس دنیا میں میرا کوئی بھی ظاہری سہارا نہیں رہا ہے، پاک سرتاج کا سایہ بھی سر پر باقی نہیں رہا ہے، ہر بیوہ مستور کو بیوگی کے دوران بھائیوں اور بیٹوں کا سہارا ہوتا ہے،مگر میں کس قدر کم نصیب ہوں کہ میرا نہ تو کوئی بھائی زندہ ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا موجود ہے، میں اب زندگی سے مایوس ہوکر شام جارہی ہوں
بہن کو دعا دینا کہ خالق مجھے اس آزمائش میں ثابت قدم رکھے، جب تک زندگی باقی ہے میں ملکہ ءِ کون و مکاں صلواۃ اللہ علیہا کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن سے وفا کا حق ادا کرسکوں، آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی خدمت کرسکوں
مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ نے وفاداری کا حق ادا کیا ہے،مگر امن اور سکون میں رہتے ہوئے، میرے سامنے کوفہ وشام کا نازیبا ماحول ہے، ہر طرف آپ کے بے حیا قاتل موجود ہیں، بازاروں اور درباروں کی منزلیں درپیش ہیں
پاک بھائی! اپنی بہن کے حق میں دعا کرنا کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا مقصدِ عظیم جلد سے جلد پورا ہو، اور ہم ثابت قدمی سے اس مقصدِ عظیم کو پایہءِ تکمیل تک پہنچا سکیں

تمام مومنین اپنے مقدس اشکوں کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ رب العزت میں دعا کریں کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا وہ مقصدِ عظیم جو چودہ سو سال سے جاری ہے اب چشم زدن میں پورا ہو جائے، مولائے کائنات سرکار حجت ابن الحسن المہدیؑ عجل اللہ فرجہ الشریف اس مقصد کی تکمیل فرماتے ہوئے خاندانِ تطہیر کی ابدی اور دائمی اور لامتناہی

حکومت اِلٰہیہ قائم کریں ،شہنشاہ کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بہنیں صلواۃ اللہ علیہن اپنے بھائیوں کے سائے میں پھر سے اپنے پاک گھروں میں آباد ہوں، ان کا پاک آنگن بہو بیٹوں سے ہمیشہ ہمیشہ آباد وشاد رہے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 17

پہرہ داری

گیارہ محرم کی رات ہے، مکمل طور پر سیاہ رات ہے، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا، آسمان سیاہ رنگ کی چادر میں چھپا ہوا ہے، چاند ستاروں نے فرطِ شرم سے اپنے اپنے چہرے سیاہی میں چھپا رکھے ہیں، کیونکہ شاید وہ پردہ دارانِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن کو اتنی بے کسی کی حالت میں دیکھنے کے متحمل ہی نہیں ہیں، ہر طرف ایک سناٹا چھایا ہوا ہے، کائنات کے ذرے ذرے سے سوگواری عیاں ہے

اسی گھور اندھیرے میں پردہ داران توحید رسالت صلواۃ اللہ علیہن کا مقدس کارواں وداعِ مقتل کے بعد اپنے نئے خیام کی طرف آ رہا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ تمام پردہ دارانِ توحید صلواۃ اللہ علیہن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں

جب پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اپنے خیام میں پہنچیں تو انہیں امید تھی کہ معصومؑ بچے سو گئے ہوں گے، مگر یہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ جن مستورات کو باقی ماندہ بچوں کی حفاظت کیلیئے خیام میں بٹھایا گیا تھا وہ بھی رونے میں مصروف تھیں اور تمام معصوم بچے خوف زدہ حالت میں ایک خیمہ کے باہر جمع تھے، اور جاگ رہے تھے، ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں سو سکا تھا

سب معصوم بار بار پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے بارے میں پوچھ رہے تھے

کہ وہ کہاں گئی ہیں، کس وقت آئیں گی، ابھی تک کیوں نہیں آئی ہیں؟
پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بچوں کی یہ حالت دیکھی تو اپنی کنیزوں سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے، یہ بچے ابھی تک سوئے کیوں نہیں ہیں؟
انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ آقا زادی! جن بچوں نے پورے چھ ماہ جناب غازیؑ پاک علیہ الصلواۃ والسلام کی ننگی تلوار کے پہرے میں سکھ کی نیند سوئے ہوں، اب انہیں ان بے وارث خیام میں کیسے نیند آسکتی ہے؟ یہ تو جناب عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے پہرے کے عادی ہیں، اور اُن کی پاک آواز سے اتنے زیادہ مانوس ہو چکے ہیں کہ ان کی صدا گویا ان بچوں کیلئے ماتا کی لوری کی حیثیت رکھتی ہے
پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اب ان بچوں کو سلانے کی آخر کوئی تجویز تو کرنا ہی پڑے گی
اس وقت جناب فضہؑ سلام اللہ علیہا نے معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی بارگاہِ قدس میں دست بستہ عرض کیا کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں ایک گذارش کروں
پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ضرور کہیں، آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟
انہوں نے عرض کیا کہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! آپ کی آواز اور آپ کا لب ولہجہ اپنے پاک بابا سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام اور جناب مولا عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام دونوں سے بہت زیادہ مشابہہ ہے، آپ اگر چند منٹ کیلئے خیام سے باہر جا کر جناب مولا عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے لہجہ میں ''الحافظ یا حفیظ'' کی صدا دیں تو امید ہے کہ تمام بچے یہی محسوس کریں گے کہ ہمارے گھر کا محافظ واپس آ گیا ہے، اور جب انہیں تحفظ کا احساس ہو گا تو یہ ضرور سو جائیں گے، آپ بچوں کو سلا کر خیمہ میں

تشریف لے آیئے گا، پھر تمام رات میں پہرہ دوں گی

پاک معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو یہ مشورہ پسند آیا، وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر تشریف لے آئیں، اورانہوں نے قنات کے اندر خیام اطہر کا چکر لگانا شروع کیا اور مدھم سی آواز میں آہستہ سے فرمایا...... ''الحافظ یا حفیظ''

آپ کی اس آواز کے کئی ردِّعمل رونما ہوئے

پہلا ردِّعمل یہ ہوا کہ خوف زدہ اور سہمے ہوئے معصوم بچوں کے چہروں پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی، سب ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب آرام سے سو جاؤ ہمارے گھر کے محافظ چچا جان آ گئے ہیں

دوسری طرف مقتل گاہ میں موجود تمام شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے لاشہ ہائے اطہر نے تڑپنا شروع کر دیا

تاریخ بتاتی ہے کہ جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے الحافظ یا حفیظ کی صدا بلند فرمائی تو سب سے پہلے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے اس آواز کی چوٹ محسوس کی ابھی پہلا چکر بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے نگاہ فرمائی تو قنات کے دروازے پر اپنے امام مظلوم بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کو کھڑے ہوئے پایا، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا تیزی سے بھائی کی طرف بڑھیں، ادھر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا کی طرف بڑھے اور قریب آ کر فرمایا کہ بہن! کیا آپ دکھوں سے گھبرا گئی ہیں؟ یہ بجا ہے کہ آپ کو بہت زیادہ آلام و مصائب دیکھنا پڑے ہیں، مگر فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، شہنشاہ ابوالفضل العباؔس علیہ الصلواۃ والسلام اب بھی اسی طرح آپ کے محافظ و نگران ہیں کہ جس طرح وہ اپنی ظاہری زندگی

میں تھے، اور وہ ہمیشہ آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے آگے بڑھ کر پاک بھائی کو گلے سے لگایا اور رو رو کر فرمانے لگیں کہ بھیا! خدا شاہد ہے کہ شام غریباں کے طوفانِ مصائب میں ہم واقعی بہت زیادہ گھبرا گئے تھے، اور ہمیں اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ آپ کو اپنے فرزندان کا پرسہ دیتے، اب آپ تشریف لے ہی آئے ہیں تو للہ کچھ وقت کیلئے ہمارے پاس بیٹھ جائیں تا کہ ہم سب مل کر آپ کو اپنے شہداء کا پرسہ دے سکیں

اس کے بعد پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے خیام کا دوسرا چکر لگایا اور دوبارہ فرمایا کہ ''الحافظ یا حفیظ'' اس کے بعد آپ نے نہرِ علقمہ کی جانب نگاہ فرمائی اور اپنے پیارے کردگارِ وفا بھائی علیہ الصلواۃ والسلام سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں کہ بھائی! آؤ اور اپنی بہنوں کی غربت اور مظلومیت ملاحظہ کرو، آپ کے بعد بچوں کو سلانے کیلئے آپ کی پردہ دار بہن پہرہ دے رہی ہے، آپ سب ہمیں نرغہءِ اعداء میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں، کم از کم مجھے اتنا تو سمجھا دیا ہوتا کہ پہرے کیسے دینا ہوتے ہیں؟

پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے جس وقت یہ بین کیا تو اس تاریکی میں پاک معظّمہ بی بی کے قدموں پر دو ہاتھ آئے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟

جواب میں انہوں نے رو کر عرض کیا کہ آقا زادی! میں عباؐس علیہ الصلواۃ والسلام کی بہن ہوں، میرے ساتھ جناب فضلؐ علیہ الصلواۃ والسلام کی ماں صلواۃ اللہ علیہا اور عباؐس بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی کمسن بیٹی صلواۃ اللہ علیہا ہیں، ہماری گذارش اور التجا ہے کہ اب آپ پہرہ نہ دیں، اور ہمیں جناب غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام سے شرمسار نہ کریں، ہمیں یقین ہے

کہ آپ کی ''الحافظ'' کی درد انگیز آواز نے عرشِ الٰہی کو متزلزل کر دیا ہے، آپ کی آواز سن کر شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام نہر علقمہ کے کنارے تڑپ رہے ہوں گے، آپ انہیں زیادہ دکھی نہ کریں کیونکہ پہلے ہی وہ بہت زیادہ دل شکستہ اور مایوس ہیں، ہم آپ سے وعدہ کرتی ہیں کہ اب کربلا سے کوفہ اور شام تک ہم شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کی نیابت میں آپ کے پاک پردہ کی حتیٰ الوسع حفاظت کریں گے

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک ایک طرف سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی، جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! آپ خیام کے اندر تشریف لے چلیں، شاید کوئی نامحرم گھوڑے سوار اِدھر ہی آ رہا ہے

معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا آپ جا کر اس سوار سے کہیں کہ خیام کے قریب نہ آئے کیونکہ ایک تو ہم نے اپنے معصوم بچوں کو بڑی مشکل سے سلایا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس جو مال و اسباب تھا، وہ سب عرشِ الٰہی کی زینت بن چکا ہے، اب کسی کی ضرورت کی کوئی چیز ہمارے پاس موجود نہیں ہے

جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے خیام سے کچھ آگے بڑھ کر آتے ہوئے سوار کو آواز دے کر کہا کہ اے سوار! یہ نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے خیام ہیں، یہ ادب کا مقام ہے، آگے مت بڑھنا، مگر گھوڑے سوار نے اپنا گھوڑا نہیں روکا، آپ نے دوسری بار آواز دی کہ اے گھوڑے سوار! اپنا گھوڑا روک دو، پردۂ توحید کی حد ادب کو عبور کرنا مناسب نہیں ہے، مگر وہ گھوڑے سوار پھر بھی نہیں رکا

اس وقت کائنات کی ملکہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو جلال آ گیا، اپنے پاک باباؐ علیہ الصلواۃ والسلام کے لہجہ میں فرمایا کہ اے گھوڑا سوار! یہیں رک جاؤ، ورنہ ہم کائنات کے محور

بدل دیں گے، ہم مجبورِ محض نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مالک ہیں
اس وقت نقاب پوش گھوڑا سوار نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا اور روکر فرمایا
کہ بیٹی ! میں کوئی غیر نہیں ہوں، آپ کا پاک بابا ہوں، ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے
جب الحافظ یا حفیظ کی صدا دی تو آپ کی اس آواز نے مجھے بیقرار کر دیا اور میں
سمجھ گیا کہ پاک بھائیوں کی شہادت کے بعد میری بیٹیاں اس دشت میں اکیلی رہ
گئی ہیں، اس لئے میں آپ کی خبر گیری کیلئے آیا ہوں

جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے باباؑ کی آواز سنی تو اپنے سراطہر پر تطہیر کی
ردا درست فرماتے ہوئے جلدی سے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس آئیں
یہ فطرت ہے کہ اگر کسی دردرسیدہ کو دکھوں کی انتہا میں کوئی ہمدرد مل جائے تو اس
کے صبر وضبط کے تمام بندھن ٹوٹ جاتے ہیں

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس آکر روتے ہوئے فرمانے
لگیں کہ بابا جان ! ذرا دیکھیں کہ ہم سب پر ان ملاعین نے مظالم کی انتہا کر دی
ہے، کوئی ظلم ایسا باقی نہیں رہا کہ جو ہم پر روا نہ رکھا گیا ہو، بھائیوں کی شہادت کے
بعد مجھے اپنے معصوم بچوں کی لاشیں اٹھانا پڑی ہیں، باقی ماندہ بچوں کو سلانے کیلئے
پہرے دینا پڑ رہے ہیں، بابا جان ! ہمارا کچھ بھی باقی نہیں بچا ہے، ان ملاعین نے
سب کچھ لوٹ لیا ہے

جب خیام میں یہ خبر پہنچی کہ نجف اشرف سے مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام تشریف
لائے ہیں تو تمام پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن خیام سے باہر آگئیں، امیر کائنات علیہ
الصلواۃ والسلام کی تمام بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن آپ کے سامنے آکر رونے لگیں، اور سبھی

اپنے اپنے دکھ درد سنانے لگیں

اعتبارات

شب غریباں کے حالات کے پیشِ نظر یہاں بہت سی باتیں از خود اخذ کی جا سکتی ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ ضرور عرض کیا ہوگا کہ آقا! ہم سب کی آس اور امید کے محور و مرکز شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کل رات زندگی میں پہلی مرتبہ مجھ کم نصیب کو ماں کہہ کر پکارا تھا، مگر ان کا مجھے ماں کہہ کر بلانا ہمیں راس نہیں آیا، دن چڑھتے ہی وہ ہم سے بچھڑ کر بہت دور چلے گئے، ان کے لاشہ اطہر پر ہم سر کے بال کھول کر ماتم اور گریہ کرتے رہے ہیں

میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس وقت شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک والدہ ماجدہ صلوٰۃ اللہ علیہا نے بھی اپنے دکھوں کی داستان ضرور سنائی ہوگی، اور کہا ہوگا کہ

ہر بیوہ مستور کے دل میں یہ حسرت ہوتی ہے کہ اس کی بیوگی کا سہارا بیٹا جوان ہو کر اس کے دکھ درد سمیٹے، اور وہ اسے سہرا پہنائے ...... میں نے اپنے نورِ نظر شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت مشکلوں سے پروان چڑھایا تھا، پھر امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر میں نے اسے دولہا بنایا، ہم سب نے مل جل کر مشکل ترین حالات میں اس کی شادی کی رسمیں نبھائیں، مگر ملاعین کوفہ و شام نے تمام دستور پس پشت ڈال کر ان کا ذرہ بھر لحاظ نہ کیا، اور میرے دولہا بیٹے کو بے دردی سے شہید کر دیا

اسی طرح ہر پاک مستور صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے اپنے دکھ بیان کرتی رہی

اسی دوران سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاروں طرف نگاہ فرمائی، تو ان کی نگاہ معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا پر پڑی، روکر فرمانے لگے کہ میری مظلوم بیٹی! آپ ابھی تک دور کیوں کھڑی ہیں، اور ہمیں ملنے کیوں نہیں آ رہی ہیں؟

معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا رو رو کر کہنے لگیں کہ دادا جان! میں آپ سے ناراض ہوں، امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہماری بیٹی ہم سے کیوں ناراض ہیں؟

انہوں نے رو رو کر عرض کیا کہ دادا جان! ہمیں آج اس بات کا احساس ہوا ہے کہ اپنی سگی بیٹیاں واقعی زیادہ پیاری ہوتی ہیں

سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے بڑھ کر معصوؑمہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا کو اٹھایا اور گلے سے لگاتے ہوئے فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! آپ نے ایسا کیونکر سوچا ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ دادا جان! آج جب میرے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام ظلم و جور سے شہید ہو رہے تھے تو میں کوفہ کی طرف رُخ کر کے بارہا آپ کو پکارتی رہی، آوازیں دیتی رہی، مگر آپ نے ہماری کوئی مدد نہیں فرمائی، اب آپ کی سگی بیٹی نے آپ کو ظاہراً بلایا تو نہیں ہے، مگر ان کی الحافظ کی آواز سن کر آپ فوراً ان کی دلجوئی کی خاطر تشریف لے آئے ہیں، اس لئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ نے کربلا پہنچنے میں بہت دیر لگا دی ہے، آپ اس وقت ہمارے پاس تشریف لائے ہیں کہ جب ہم مکمل طور پر لٹ چکے ہیں، ہمارا اتنا زیادہ نقصان ہو چکا ہے کہ جس کا ازالہ ممکن ہی نہیں ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ بروقت ہماری مدد فرماتے، کم از کم میں یتیم ہونے سے تو بچ جاتی، آپ میرے بابا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچا لیتے تو ہمیں یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا

ان اشک آلود آنکھوں اور اِن برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ مل کر دعا کریں کہ ان پاک پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کے دکھوں کا موسم اب ختم ہو جائے، اب ان سب کو خوشیاں نصیب ہوں، کل کونین کی خوشیاں ان کے قدموں میں نچھاور ہوں، ہر پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے فرزندوں کی خوشیاں نصیب ہوں، وہ اپنے ہر جوان بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے سہرے پہنائے، ہر حسرت زدہ تڑپتی ہوئی ماں اپنے نورِ نظر کی پیشانی سہروں سے آراستہ کرے، ہر ماں کے پاک دل کی ہر تمنا پوری ہو...... ان مظلومین کے پاک منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد از جلد تشریف لائیں تاکہ محمدؐ وآل محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کے آلام ومصائب کی طویل ترین رات ختم ہو جائے، اوران کی ابدی اور دائمی خوشیوں کا سورج طلوع ہو جو پھر کبھی بھی زوال پذیر نہ ہونے پائے، یہ لٹی ہوئی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن ابدالآباد تک مسرور و شادمان رہیں

﴿آمین یارب العالمین﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 18

دوستو!

جس وقت ہم کتب مقاتل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں قدم قدم پر متناقضات سے سابقہ پڑتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان تمام متضاد و متناقض روایات کو بغیر کسی تحقیق یا ریسرچ کے، درست سمجھتے ہوئے آج تک ہمارے منبروں پر بیان کیا جا رہا ہے، اور کوئی شخص یہ سوچنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کرتا کہ یہ روایات جو ایک دوسرے کو رد کرنے میں مصروف ہیں، ان میں سے کون سی روایت درست ہے اور کون سی درست نہیں ہے یعنی غلط ہے

یہ ایک مسلّمہ کلیہ ہے کہ جب دو متناقض متصادم ہوں تو ان میں سے ایک ضرور غلط ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ چاند سفید ہے یا غیر سفید ہے، تو ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور درست ہوگی اور ایک بات ضرور غلط ہوگی، یہی متناقض کی تعریف ہے

یہ حقیقت ہے کہ واقعاتِ کربلا میں متناقضات کا انبار لگا ہوا ہے، مگر کوئی ان کے بارے میں سوچتا ہی نہیں ہے کہ اصل بات یا حقیقت کیا ہے؟

مثلاً گیارہ محرم کی رات کے واقعات میں جمال ملعون کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے

پہلے مناسب ہوگا کہ میں اس ملعون سے منسوب مبینہ واقعہ عرض کردوں پھر اس پر تبصرہ کروں گا

سعید بن مسیت نامی ایک شخص روایت کرتا ہے کہ میں ایک سال حج کرنے کیلئے مکہ مکرمہ گیا، دورانِ حج میں نے دیکھا کہ ایک شخص غلافِ کعبہ کو پکڑ کر رو رو کر دعا مانگ رہا تھا اور عرض کر رہا تھا اے رب ذوالجلال! مجھے معاف فرما دے

پھر کہنے لگا کہ مجھے یقین ہے کہ تو مجھے معاف نہیں کرسکتا

سعید کہتا ہے کہ جب میں نے اس شخص کی یہ بات سنی تو اس کے قریب جا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے، تم ایسی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ وہ شخص کہنے لگا کہ تم نہ پوچھو تو بہتر ہے، میرا تجسس بڑھا تو میں نے دوبارہ پوچھا کہ تم کون ہو اور ایسی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہے ہو

اس شخص نے مجھے بتایا کہ میرا نام بیدل بن سلیم ہے اور میں جمال ہوں

کربلا کے میدان میں شام غریباں کے بعد گیارہ محرم کی رات کو میں یہ سوچ کر مقتل گاہ میں گیا کہ امت ملعون تمام شہداء کو لوٹتی رہی ہے، میں بھی جا کر دیکھوں شاید مجھے بھی کوئی قیمتی چیز مل جائے، جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر سے ان کا لباس تو لوٹا جا چکا تھا، مگر ان کی سراویل (سلوکہ) تا حال موجود تھی، جب میں نے اسے اتارنے کی کوشش کی تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا ہاتھ میرے ہاتھ پر آیا، گویا انہوں نے مجھے ایسا کرنے سے روکنا چاہا، مگر میں نے قریب ہی سے ٹوٹی ہوئی تلوار کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور امام مظلومؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا دایاں ہاتھ شہید کردیا، اس کے بعد میں نے وہ سراویل اتار لی اور

واپس آ کر کھلے میدان میں سو گیا

رات کو میں نے دیکھا کہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء ماسلف علیہم السلام مقتل گاہ میں تشریف لے آئے، ان کے ساتھ مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام اور ملکہءِ عالمین بی بی صلواۃ اللہ علیہا بھی تھیں، انہوں نے آ کر پاک لختِ جگر کی لاش پر گریہ فرمایا، پھر ان کے خون اطہر سے اپنی پیشانی رنگین کی، اس کے بعد انہوں نے اپنے نورِ نظر کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگانا چاہا، مگر دیکھا تو ان کا دایاں دست مبارک موجود نہیں تھا

انہوں نے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ کر عرض کیا کہ آپ دیکھیں آپ کے کلمہ گو کہلوانے والوں نے ہمارے لختِ جگر کا کیا حال کر دیا ہے؟

پھر ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے دریافت فرمایا کہ میرے لعلؑ! آپ کے دست مبارک کو کس ملعون نے شہید کیا ہے؟ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ یہ ملعون ہے جو وہاں سامنے سویا ہوا ہے

یہی روایت عبداللہ التقی حجازی سے بھی مروی ہے مگر اس نے محلِ وقوع کعبۃ اللہ کی بجائے مزار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتایا ہے، کہ میں نے وہاں ایک قبیح الشکل شخص کو دیکھا جو گریہ وزاری کر رہا تھا، جس نے مجھے اپنا نام بریدا بن وائل بتایا

ایک اور روایت میں اس ملعون کا نام بریدا بن وابل بیان کیا گیا ہے، دوسری روایت میں اس ملعون کا نام بجدل یا بیدل بن سلیم لکھا ہوا ہے

یہی روایت جناب جابر بن عبداللہ انصاری کے حوالے سے بھی کتب مقاتل میں درج کی گئی ہے اور اس روایت میں اس ظالم ملعون کا نام بریدا بن وابل یا وائل

اور جمال لکھا ہوا ہے، اور یہ بات اس روایت میں بھی موجود ہے کہ اس ملعونِ ازل نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دایاں دست مبارک شہید کیا تھا

﴿تحقیق حقیقت﴾

جب ہم تحقیقی نقطہءِ نگاہ سے اس واقعہ کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو بہت سے متناقضات سامنے آتے ہیں، یعنی کچھ لوگوں نے اس ملعون کا نام بجدل یا بیدل بن سلیم، کچھ لوگوں نے برید ابن وائل یا وابل اور کچھ مؤرخین نے جمال بیان کیا ہے

پھر اس کے ظلم کے بارے میں بھی اختلافِ روایات موجود ہے یعنی

اس ملعون نے انگوٹھی حاصل کرنے کیلئے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگشت مبارک شہید کی تھی

اس نے سراویل (زیر لباس پہنا جانے والا سلوکہ) کے حصول کی خاطر دایاں دست مبارک شہید کیا تھا

اس ملعونِ ازل نے شلوار کا ریشمی آزار بند حاصل کرنے کیلئے انگشت مبارک شہید کی تھی

اس ظالم ملعون نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمر بند اتارنا چاہا مگر مزاحمت پر آپ کا دست مبارک یا انگشت مبارک شہید کی تھی

کچھ لوگوں نے اس واقعہ کو دو مختلف واقعات بنا کر پیش کیا ہے یعنی بجدل بن سلیم ملعون نے کمر بند یا سراویل کیلئے دست مبارک شہید کیا تھا اور برید ابن وائل ملعون نے انگوٹھی اتارنے کیلئے انگشت مبارک شہید کی تھی

یہ تو ہے اس بنیادی واقعہ کے بیان کی صورت میں اختلافِ روایات
اس اختلافِ روایات کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ایسی ہیں کہ اس واقعہ کی صحت پر اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً یہ ایک حقیقت ہے کہ جب امام مظلومؑ علیہ الصلواۃ والسلام آخری وقت جہاد میں مصروف تھے تو اس وقت ذرعہ بن شریک ملعون نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے دست مبارک پر تلوار کا وار کیا تھا جس سے آپ کا دایاں دست مبارک شہید ہو گیا تھا...... یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے اس وقت انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ میں پہنی ہوئی تھی؟ کہ جسے شہادت کے بعد ملاعین نے اتارنے کی کوشش کی تھی...... جبکہ یہ ناممکن ہے
ایک طرف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ گیارہ محرم کے دن پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن نے وداعِ مقتل کے وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کو بڑی مشکل سے پتھروں کے ڈھیر میں سے بڑی جدوجہد کے بعد برآمد کیا تھا
لاشوں کی پامالی کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاشِ اطہر کو یوں پامال کیا گیا تھا کہ نعوذ باللہ وہ قیمہ بن چکی تھی اور پہچان کے قابل ہی نہیں رہی تھی
یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شہادتِ عظمیٰ کے بعد جس وقت ملاعین ازل نے جملہ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کو گھوڑوں سے پامال کرنا چاہا تو جناب فضہ سلام اللہ علیہا کے بلانے پر ابوالحارث نامی ایک شیر ظاہر ہوا اور اس نے آکر لاشہ ہائے اطہر کو پامالی سے بچالیا تھا، اور وہ شیر لاشوں کی تدفین تک ان کی حفاظت کرتا رہا اور ایک لمحہ کیلئے بھی لاشوں سے جدا نہیں ہوا تھا

اب یہاں سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ

کثیر سنگ باری کی وجہ سے مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر اگر پتھروں میں چھپ چکی تھی یا ڈھک گئی تھی، تو کیا پامالی کے وقت یہ پتھر ہٹا کر لاشِ اطہر کو پامال کیا گیا تھا؟

کیا یہ مبینہ سنگ باری لاشہ اطہر کو پامال کرنے کے بعد کی گئی تھی؟

یا پھر پامالی کے بعد لاشہ اطہر پر دوبارہ پتھر ڈال دیئے گئے تھے؟

اگر شیر والی روایت درست ہے تو پھر پامالی والی روایت غلط ثابت ہو گی

اگر شیر والی روایت درست ہے؟ جو یقیناً درست ہے، تو جس شیر کو دیکھ کر ابن سعد ملعون کے 20 گھوڑے سوار ڈر کر بھاگ گئے تھے، تو جمال ملعون اتنا بہادر کہاں تھا کہ جس نے شیر کو بھگا کر انگشت مبارک شہید کی تھی

اگر پتھروں والی روایت درست ہے تو پھر گیارہ محرم کے دن وداعِ مقتل کے وقت پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو تو کافی کوشش کے بعد لاش برآمد کرنا پڑی تھی، جمال ملعون نے رات کی تاریکی میں دست مبارک میں انگوٹھی کیسے دیکھ لی تھی؟ یا انگشت مبارک کیسے شہید کی تھی؟

اگر لاشوں کو پامال کیئے جانے والی روایت درست ہے تو پھر قیمہ شدہ لاش کا ہاتھ یا کمر بند یا سراویل کیسے باقی رہ گئے تھے کہ جس کی خاطر اس ملعونِ ازل نے یہ جسارت کی تھی؟

پامالی کی روایت درست ہونے کے جواز میں یہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے مکہ سے روانگی کے وقت اپنے ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ

''ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری لاش اطہر کو گھوڑے اور شتر پامال کریں گے''

مگر کسی تاریخ نے یہ نہیں بتایا کہ لاش اطہر پر گھوڑوں کے ساتھ شتر بھی دوڑائے گئے تھے

حقیقت یہ ہے کہ یہ عربی محاورے کی بات ہے، نہ کہ حقیقی معانی میں یہ بات فرمائی گئی تھی

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ امام جعفرؑ صادق علیہ الصلواۃ والسلام کے سامنے جب اس انگوٹھی کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ انگوٹھی تو ودائع نبوی میں سے تھی اور وہ انگوٹھی امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے آخری وداع کے وقت اپنی دستار کے پاک وارث جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو عطا فرمائی تھی، جو کہ اب ہمارے پاس موجود ہے

انسان جب ان تمام روایات کو دیکھتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے کہ اصل بات کیا ہے؟ کیونکہ اس مقام پر انسان کی سوچ کے سامنے کئی سوالات آکر دیوار بن جاتے ہیں مثلاً

اگر ذرعہ بن شریک ملعون نے پورا ہاتھ ہی شہید کر دیا تھا تو جمال یا بجدل یا برید ملعون والی روایات تو خود بخود رد ہو جاتی ہیں

اگر شیر لاشہ ہائے اطہر کی تدفین تک ان کی حفاظت کرتا رہا تھا تو پھر جمال ملعون نے کس طرح آکر دست مبارک شہید کیا تھا؟

اگر جملہ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کو واقعی پامال کر دیا گیا تھا اور کوئی بھی لاش اپنی حقیقی حالت میں موجود ہی نہیں تھی تو مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کا دست مبارک کیسے سلامت رہ گیا تھا؟

گیارہ محرم کے دن پاک مستورات صلواۃ اللہ علیھن نے لاش اطہر کو پتھروں میں چھپا ہوا پایا تھا، اور بمشکل برآمد فرمایا تھا تو پھر یہ پتھر کس وقت برسائے گئے تھے؟

اگر یہ پتھر رات بھر اور گیارہ محرم کے دن تک بھی لاشِ اطہر پر موجود تھے تو کیا پامالی کے بعد برسائے گئے تھے؟

اگر پتھر پامالی سے پہلے برسائے گئے تھے تو کیا ان پتھروں میں چھپی ہوئی لاش کو پامال کیا گیا تھا؟

کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لاش اطہر پر پتھر تو پہلے موجود ہوں مگر پامال کرتے وقت یہ پتھر ہٹا دیئے گئے ہوں، اور پھر پامال کرنے کے بعد دوبارہ وہ پتھر لاشوں پر پھینک دیئے گئے ہوں؟

اب اگر پتھروں والی روایت درست ہے تو پھر جمال والی اور شیر والی اور پامالی والی جملہ روایات یقیناً باطل ہیں

اگر شیر والی روایت درست ہے تو پھر جمال والی، پتھروں والی اور پامالی والی روایات بالکل غلط ہیں

اگر جمال ملعون والی روایت درست ہے تو پھر شیر والی، پامالی والی، ذرعہ بن شریک والی اور پتھروں والی روایات کو غلط تسلیم کرنا پڑے گا

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ تمام روایات بیک وقت تو درست نہیں ہوسکتی ہیں، ان جملہ روایات میں سے ایک روایت ہی درست ہوسکتی ہے

یہاں پہنچ کر میں اپنی طرف سے کوئی حتمی فیصلہ سنانے کی بجائے عرض کروں گا کہ سب مومنین مل کر دعا کریں کہ ان مظلومین علیھم الصلواۃ والسلام کا پاک وارثؑ عجل اللہ فرجہٗ الشریف

جلدی تشریف لائیں، اور وہ خود ان تمام دکھوں کے راز منکشف فرمائیں، اور ایک ایک ظالم سے یوں انتقام لیں کہ جس طرح انتقام لینے کا حق ہے

﴿آمین یارب العالمین﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٌ وَعَجِّل فَرَجَهُم بِقَائِمِهِمٌ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَیهِ وَ عَلیٰ آلِهٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 19

جناب طرمّاح بن عدی

سلام اللہ علیہ

عرب کے مشہور خاندان طئے یا طائی کا ایک مشہور ترین شخص تھا، جس کا نام حاتم تھا جو آج بھی سخاوت کی وجہ سے ضرب المثل ہے، اس کا ایک بیٹا عدی بن حاتم تھا یہ صحابی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور جناب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے صحابی ہونے کا بھی اسے اعزاز حاصل تھا، سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جتنی جنگیں لڑیں، یہ ہر جنگ میں شہنشاہ پاک علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ رہا جمل وصفین ونہروان کی جنگوں یا لڑائیوں میں اس مردِ مجاہد نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، جنگ صفین میں اس عدی بن حاتم طائی کے پانچ فرزند بھی شریک تھے جن میں سے چار بیٹوں کو سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت میں شہادت نصیب ہوئی تھی، اس کے شہید ہونے والے بیٹوں کے نام یہ ہیں

طرفہ بن عدی ...... ظریف بن عدی ...... مطرف بن عدی ...... محمد بن عدی

جنگ جمل میں خود عدی بن حاتم طائی نے نصرتِ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام میں ایسی تلوار چلائی کہ جو یادگار تھی، اسی جنگ کے دوران عدی بن حاتم کی ایک آنکھ میں تیر پیوست ہوگیا، جس کی وجہ سے یہ بزرگوار ایک آنکھ سے محروم اور بے نیاز

ہو گئے تھے، ان کے پانچویں بیٹے کا نام جناب طرمّاح بن عدی تھا

جناب عدی بن حاتم کو لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ کے چار نوجوان بیٹے جنگ میں شہید ہو گئے ہیں، ان کی موت کا صدمہ برداشت کر کے خدا جانے آپ کیسے جی رہے ہیں؟ تو یہ مسکرا کر جواب دیتے کہ یہ تو صرف چار تھے، اگر میرے چار ہزار بیٹے بھی ہوتے تو پھر بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین پر قربان کر کے فخر کرتا، ارمان یا افسوس کیسا؟

فرعونِ شام معاویہ ابن ابوسفیان ملعون نے اسے ایک دن اپنے دربار میں بلایا اور ظاہراً بڑے احترام سے پیش آتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ بٹھایا

پھر کہنے لگا کہ اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے، کیونکہ جنگ صفین میں تمہارے چار فرزند شہید کروا دیئے مگر اپنے تمام لخت جگر بچا لئے

ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، روتے ہوئے کہنے لگے کہ او ظالم! حقیقت یہ ہے کہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ میں انصاف نہیں کر سکا

فرعونِ شام نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ رو کر جواب دیا کہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تو شہید ہو گئے اور میں ابھی تک زندہ ہوں، حبیب کے بغیر محبّ کا زندہ رہنا کہاں کا اصول یا انصاف ہے

اسی عدی بن حاتم کا فرزند طرمّاح بن عدی بھی جنگ صفین و نہروان و جمل میں سرکارؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک رہا، اس کے بارے میں تاریخ کے الفاظ یہ ہیں

☆ان طرماح بن عدی کان رجلاً طویلاً لحیما شحیماً بدیناً جسیماً ادیباً اریباً

فصیحاً بلیغاً جری اللسان وقوی الجنان

یعنی طرمّاح بن عدی ایک لمبا قدآور جوان تھا، موٹا تازہ بڑے وجود والا جسیم تھا، ادیب واریب تھا، فصیح و بلیغ کلام کرنے والا، زبردست حاضر جواب، بے باک اور نڈر رہو کر گفتگو کرنے والا اور سچ کہنے سے نہ ڈرنے والا تھا

جس وقت جنگ جمل کا فیصلہ ہو گیا تو اپنے شہیدوں کی لاشیں دفن کرانے کے بعد سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام شام وحجاز کی لاشوں میں چکر لگا رہے تھے کہ اچانک فرعون شام کے قاصد نے آ کر اس ملعون کا ایک خط سرکارؑ کی بارگاہ میں پیش کیا شہنشاہِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خط کھول کر پڑھا تو لکھا ہوا تھا کہ

حضور نے جنگ جمل میں جو اقدام اٹھائے ہیں یہ آپ کیلئے ہرگز نفع بخش نہیں ہیں آپ نے قرآن وسنت کو بدل دیا ہے، دین خدا و رسول کو بدل دیا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری یعنی طلحہ وزبیر کو قتل کر دیا ہے، ام المومنین کی توہین وتذلیل کی ہے

اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف عنقریب ایک ایسا شہابِ ثاقب نما تیر روانہ کرنے والا ہوں کہ جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی، اس کا رخ تیز ہوائیں نہ بدل سکیں گی، اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوگا، وہ تیر ہمیشہ سینے تک پہنچتا ہے، جب وہ کسی سینہ تک پہنچتا ہے تو سینہ میں پیوست ہو جاتا ہے، اور جب وہ تیر کسی سینہ میں پیوست ہوتا ہے تو پھر اسے چیرتا ہوا پار نکل جاتا ہے

آپ کو اپنے لشکر کی زیادتی پر ناز نہیں کرنا چاہیے، عنقریب میں آ رہا ہوں

سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ خط پڑھ رہے تھے اور آپ کے لب ہائے مبارک

پر طنز آمیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی

اصحاب نے عرض کیا کہ آ قاؑ یہ کیسا خط ہے؟ فرمایا فرعونِ شام کی گیدڑ بھپکیاں پڑھ رہا ہوں ،ملعونہ ءِ جہاں ہند جگر خوارہ کا بیٹا ہم سے برسر پیکار ہونے کیلئے پر تول رہا ہے، اصحاب نے عرض کیا پھر حضور کا کیا پروگرام ہے؟

فرمایا اس کا چیلنج ہمیں قبول ہے، ذرا قلم ودوات لے آ ؤ، قلم دوات پیش کی گئی سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے خط کا جواب لکھنا شروع کیا ☆

بسم الله الرحمن الرحیم

من علی ابن ابی طالب علیہا الصلواۃ والسلام اخی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و وصیه و ابی الحسنؑ والحسینؑ علیهما السلام وقاتل جدك وعمك وخالك انسیت قومك یوم بدر والسیف الذی قتلتهم به هو معی یحمله ساعدی بثبات من صدری و قوة من بدنی کما معلله النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی یدی ونصرت من ربی ما استبدلت بالله رباً ولا بالاسلام دیناً ولا تقصرت فقد استحوذك الشیطن واستقربك الجهل والطغیان وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

یہ خط پاک عمران علیہ الصلواۃ والسلام کے لخت جگر امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف سے ہے کہ جو شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی، وصی اور وزیر ہیں، جو پاک حسنینؑ شریفین علیہم الصلواۃ والسلام کے پاک باباؑ ہیں، جو تمہارے کفار ومشرکین آباء واجداد کے قاتل ہیں، جنہوں نے تمہارے چچاؤں اور ماموؤں کو اپنی تلوارِ آبدار کی چاشنی چکھا کر خازنِ جہنم کے حوالے کیا تھا، تمہیں شاید میدانِ بدر و احد میں اپنے

پر اتموں کا حشر بھول گیا ہے

مگر یاد رکھ! وہ تلوار وہ ذوالفقار آج بھی ہمارے کاندھوں کی زینت ہے، یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جنگ بدر کی جوانی 34 سالوں میں ساتھ چھوڑ چکی ہوگی، عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام آج بھی جوان ہے

تم نے لکھا ہے کہ ہم نے قران وسنت اور دین خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدل دیا ہے

مگر یاد رکھ کہ ہم نے نہ تو اپنا خدا بدلا ہے، نہ اسلام بدلا ہے، اور نہ ہی ذوالفقار کے بدلے کوئی تلوار بدلی ہے، اگر اپنے باپ کے ہو تو جو سوچا ہے اسے ہرگز نہ بدلنا، جو کچھ کر سکتے ہو کرو، اور کوئی کسر باقی نہ رکھنا، میری مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ، میری دشمنی میں ہر کوشش کو بروئے کار لاؤ، اپنی طاقت کو خوب آزماؤ، پھر کہیں یہ نہ کہنا کہ میں شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا، جہالت اور گمراہی تمہارا مقدر بن چکی ہے، تم عنقریب دیکھ لو گے کہ ظالمین کا انجام کیا ہوتا ہے؟

﴿نوٹ﴾ ...... یہ استادِ مکرم و معظم کا ایک یادگار سرائیکی خطاب ہے، جس میں سرائیکی زبان و بیان کا کمال پنہاں ہے، یعنی سرائیکی محاورے، ضرب الامثال، شوکت لفظی، مسجع اور مقفع فقرے، گویا حسن بیان کے تمام تر حسنات اور خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں، جو قارئین سرائیکی زبان کے اسرار و رموز سے کماحقہٗ واقف ہیں وہ اس خطاب سے لطف اندوز ہونے کیلئے مجالس المنتظرین کی سرائیکی زبان میں شائع شدہ چوتھی جلد کی طرف رجوع فرمائیں...... سرائیکی کے اہل زبان حضرات کے سامنے اس اعتراف کے ساتھ معذرت خواہ ہوں کہ اس خطاب کے اردو ترجمہ میں وہ لطف کلام لانے سے میں یقیناً قاصر رہا ہوں کہ جو سرائیکی زبان میں موجود ہے............ مرتب...... مہتاب اذفر

جناب سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے خط تحریر فرمانے کے بعد فرمایا کہ طرمّاح بن عدی کو بلاؤ...... کسی نے پوچھا کہ طرمّاح کون ہے؟

☆وکان الطرماح بطلاً ضرغاماً صنديداً سجيحاً لسانه جرى وكلامه جوهرى طلق ذلق يتكلم فلا يكل ويرد الجواب فلا يمل

فرمایا کہ طرمّاح وہ جوان ہے کہ جو میدان کا شیر ببر ہے، بہادر اور جانباز ہے، جس کی زبان بے باک ہے، کلام میں موتی پروتا ہے، اس کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے، بحث کرنے کا ماہر ہے، گفتگو کا بادشاہ ہے، حاضر جوابی میں بے مثال ہے، ہر بات کا فوراً فی البدیہ جواب دیتا ہے، یعنی کوئی بولا نہیں اور مرا نہیں، بڑے بڑے حاضر جواب اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے

جناب طرمّاح بن عدی سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے سامنے حاضر ہوئے، سرکارؐ نے فرمایا کہ طرمّاح! ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ خط لے کر آپ شام جائیں، اس نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آقاؐ! آپ کا پاک فرمان اللہ کا فرمان ہے، اور اللہ کے فرمان سے انکار کفر ہے، آپ نے فرمایا کہ طرمّاح! تم نے آج بہت ہی اہم فریضہ ادا کرنا ہے، اس لئے آپ نے صرف طرمّاح بن کر نہیں جانا بلکہ نائب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام بن کر جانا ہے

سرکارِ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے خود جناب طرمّاح کو تیار کیا، ان کے سر پر عمامہ خود موزوں فرمایا اور خود ہی کمر بند آراستہ کیا، پھر فرمایا کہ یہ صرف طرمّاح نہیں بلکہ آج اسے نائب امام سمجھو، ایک خوبصورت اور تیز رفتار ناقہ اسے دی جائے جو سرخ رنگ کی ہو، جس کا پیٹ سفید ہو، اور آنکھیں سیاہ ہوں

ناقہ پیش کردی گئی، جناب طرمّاح ناقہ کے قریب پہنچے، شہنشاہ معظم علیہ الصلواۃ والسلام نے خود انہیں ناقہ پر سوار کیا، یہ قدم جما کر ناقہ پر سوار ہوئے، اور بصرہ سے شام روانہ ہوئے، جب یہ دمشق شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت فرعونِ شام اپنے اراکین مملکت کے ساتھ ایک باغ کی سیر کرنے میں مصروف تھا، اس باغ کی دیوار کے ساتھ ہی وہ سڑک گزرتی تھی کہ جس سے جناب طرمّاح جا رہے تھے، دیوار کے اندر باغ میں فرعونِ شام کے مشہور ساتھی جن میں عمرو بن عاص، مروان بن حکم، شرجیل، ابواعور اسلمی، اور ابوہریرہ وغیرہ شامل تھے

یہ سب معاویہ ملعون سے الگ آپس میں گپ شپ میں مصروف تھے، اچانک انہوں نے دیکھا کہ

☆فاذا باعرابی طویل القامة وعظیم الهامة علی بکیر کبیر من وراء جدار البستان...... الخ

بلند و بالا قامت والا ایک عربی جوان ایک اونچی قد کی ناقہ پر سوار سڑک سے گزر رہا ہے، بلند قد کی ناقہ پر طویل القامت طرمّاح فصیل بستان سے سینہ اوپر نکال کر آ رہا ہے، ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ کون ہے، کہاں سے آ رہا ہے، اور کیوں آ رہا ہے؟ انہوں نے جب اس جوان کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آؤ ذرا اس بدوی سے مذاق کریں، اس کا تمسخر اڑائیں، اور ذرا اسے روکیں

یہ فوراً دیوار کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے

☆فتکلم عمرو ابن عاص وقال یا ایها الطویل هل عندك خبر من السماء

عمرو ابن عاص ملعون نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے بے حد طویل عربی جوان! تم اپنا

سر جو آسمان سے ملا کر آ رہے ہو، کیا تمہارے پاس کوئی آسمان کی خبر بھی ہے

جناب طرمّاح نے ناقہ سے باغ کے صحن میں نگاہ کی، سب لوگوں کے تیور دیکھے تو ناقہ کو روک کر فوراً کہنے لگے کہ

☆فقال نعم الله فی السماء والملك الموت فی الهواء وامیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام فی القفاء فاستعدوا لما ینزل علیکم من البلاء یا اهل العدواۃ والشقاء

جی ہاں! آسمان کی خبر یہ ہے کہ خدا آسمانوں میں موجود ہے، ملک الموت ہوا میں محوِ سفر ہے، سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام تمہاری گردنوں تک پہنچ چکے ہیں، اور تم سب پر آسمان سے بلائیں نازل ہونے والی ہیں، اے اہل عداوت و شقاوت! بس فوراً عذاب اِلٰہی کیلئے تیار ہو جاؤ

اے میرے آقا و مولا کے بد بخت دشمنو! موت تمہارے سروں کے قریب پہنچ چکی ہے، جب اس نے برجستہ چند فقرے کہے تو سب ملعون گھبرا گئے، اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے، مذاق و طنز انہیں بھول گیا، گھبرا کر پوچھنے لگے کہ

☆قالو الی این تذهب ومن ترید

تمہیں کس سے ملنا ہے؟ اور کہاں جانا ہے؟

☆فقال ارید هذا لمنافق الرذی الشقی الازلی الغوی الاصلی الذی تزعمون انه امیر کم

جناب طرمّاح نے جواب دیا کہ اس منافق کی طرف جا رہا ہوں کہ جو رذی ہے، موذی ہے، شقی ازلی ہے، گمراہ کنندہٗ اصلی ہے، جسے تم اپنی طرف سے اپنا امیر سمجھتے ہو، یہ جواب سن کر تمام ملاعین پریشان ہو گئے

انہوں نے فوراً فرعون شام کو اطلاع دی اور کہا کہ

☆قد ورد من عند علی علیہ الصلواۃ والسلام اعرابی بدوی له لسان فصیح وقول ملیح و معه کتاب فلا تکن غافلاً ساھیاً

جناب امیرؑ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف سے ایک بدوی عربی پہنچ چکا ہے جو زبردست فصیح و بلیغ اور بات چیت کا ماہر ہے، گفتگو کرنے میں نمکین و تلخ بھی ہے، اس کے پاس جناب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا خط ہے، اس جوان سے بے خبر مت رہنا، جتنا سیدھا سادہ نظر آتا ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے، آفاتِ خداوندی ہے

فرعونِ شام کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے فوراً اپنے ناخلف یزید ملعون کو بلا کر کہا کہ فوراً قصر حکومت کو آراستہ پیراستہ کرو، ریشمی پردے در و دیوار پر آویزاں کرو، عرب کا دیہاتی جاٹ ہے، امید ہے کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر دب جائے گا

اپنا دربار اور تخت سجا بنا کر، عمرو بن عاص ملعون کو ساتھ بٹھا کر، اور باقی تمام امراء و رؤسا کو دربار میں بلا کر جب یہ ملعونِ ازل بن ٹھن کر بیٹھ چکا تو کہنے لگا کہ جاؤ اور اس عربی بدو کو بلا لاؤ، جناب طرمّاح بن عدی کو بلایا گیا

تمام بنی امیہ کا یہ دستور تھا کہ فخریہ طور پر یہ سیاہ لباس پہنا کرتے تھے، سیاہ لباس پہننے پر اعتراض کرنے والے اشقیاء کیلئے یہ لمحہ ءِ فکر یہ ہے

جملہ ارکان و اعیانِ سلطنت بھی سیاہ لباس پہن کر دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے، تخت شاہی کے پیچھے ایک دروازہ تھا، اس دروازے پر ایک بڑا سرخ ریشمی پردہ

آویزاں تھا، تخت کے سامنے گول دائرے کی صورت میں 900 سنہری کرسیاں لگی ہوئی ہوتی تھیں، جن پر قبائل کے سردار، امراء، اور وزراء بیٹھتے تھے، سب کا لباس سیاہ ہوتا تھا، تمام لوگ جب کرسیوں پر براجمان ہوجاتے تو اس کے بعد فرعونِ شام کا نقیب آواز دیا کرتا کہ...... باادب باملاحظہ ہوشیار

تمام اہل دربار تعظیم کیلئے کھڑے ہوجاتے، پھر فرعونِ شام ملعون آکر تخت پر بیٹھ جاتا، تخت کے ساتھ مروان بن حکم ملعون اور یزید ملعون وغیرہ آکر بیٹھتے تھے

آج بھی دستور کے مطابق امراء، وزراء، رؤساء، اور قبائل کے سردار سب سیاہ لباس پہن کر کرسیوں پر آبیٹھے، ابھی فرعونِ شام ملعون دربار میں داخل نہیں ہوا تھا کہ دربار کے مرکزی دروازے سے جناب طرمّاح سینہ تانے ہوئے اندر داخل ہوئے

کسی نے آہستہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چلو

جناب طرمّاح نے فوراً جواب دیا کہ متکبر کے سامنے تکبر کرنا عین عبادت ہے

دربار میں چاروں طرف سیاہ لباس میں ملبوس لوگوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ

☆ما القوم کانھم زبانیة المالك فی ضیق المسالك

اس قوم کے ہر فرد کے چہرے اور جسم پر یہ کالک کس نے لگائی ہے؟ یہ سب کالے کیوں ہوگئے ہیں؟ معلوم یوں ہوتا ہے جیسے یہ جہنم کی جلی ہوئی دیگیں ہوں

جب یہ دربار میں داخل ہوئے تو ان کے ہاتھ میں ایک بلند و بالا نیزہ تھا، قالین پر جوتے سمیت چلتے ہوئے اور نیزے کی انی سے قالین کے جگر میں کئی سوراخ کرتے ہوئے یہ کرسیوں کے درمیان آپہنچے

☆لما دنیٰ رایٰ یزید لعنه الله جالساً

انہوں نے دیکھا کہ تخت کی دائیں طرف والی کرسی پر یزید علیہ لعن بیٹھا تھا

☆وکان یتکلم بصوت رفیع خشن حسب عادته وسجیته

اور حسب عادت اہل دربار کے ساتھ اونچی آواز میں بدتمیزی کے انداز میں گفتگو کرنے میں مشغول تھا

☆وعلیٰ انفه ضربة...... اس ملعون کی ناک پر تلوار کے زخم کا نشان تھا

جناب طرمّاح کی نگاہ پڑی تو تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے انجان بن کر اہل دربار سے بلند آواز میں پوچھا کہ

☆من هذا المیشوم ابن المیشوم الواسع الحلقوم المضروب علی الخرطوم

یہ کس منحوس کا منحوس بیٹا ہے کہ جس کا منہ پھٹے ہوئے ڈھول کی طرح کھلا ہوا ہے، اور سونڈ بھی کٹی ہوئی ہے (خرطوم عربی میں ہاتھی کی سونڈ کو کہتے ہیں)

ایک وضاحت کرتا چلوں کہ لفظ یزید عربی لغت کے مطابق اسم مضارع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں...... (بڑھائے، زیادہ کرے یا اضافہ کرے)

جب جناب طرمّاح نے پوچھا کہ یہ ناک کٹا کون ہے؟ تو فوراً ایک خوشامدی کہنے لگا کہ گستاخی مت کرو، یہ فرعون شام کا بیٹا اور ولی عہد ہے...... ☆فانه یزید

جناب طرمّاح کہتے ہیں کہ

☆من یزیده لا زاد الله مزاده ولا بلغه مراده

اسے کون بڑھائے گا؟ خدا اسے کبھی نہ بڑھائے، یہ کسی مراد کو نہ پہنچے

تمام اہل دربار حیران ہیں کہ یہ کیسی بلا ہے کہ جو ذرا بھی نہیں ڈرتا اور جھجکتا

جناب طرمّاح قریب جا کر بلند آواز میں کہنے لگے کہ جو اہل حق ہیں، اہل ہدایت ہیں میرا ان پر سلام ہو......فوراً ملعون نے سلام کا جواب دیا اور کہا میرے باپ ملعون کی طرف سے بھی سلام ہو

جناب طرمّاح نے کہا کہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلام میرے ساتھ ہیں اس ملعون نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا ہے؟ جناب طرمّاح نے کہا کہ فخر موجودات سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہءِ گرامی لے کر آیا ہوں، تمہارے باپ ملعون سے ملنا چاہتا ہوں

یزید ملعون نے جواب دیا کہ تم ساتھ والے کمرے میں انتظار کرو، جب وہ تخت پر آئے گا تو تمہیں بلا لیا جائے گا

جناب طرمّاح علیحدہ کمرے میں چلے گئے

کچھ دیر کے بعد جب فرعونِ شام معاویہ ابن ابوسفیان ملعون تخت پر آ کر بیٹھا تو جملہ اراکین دولت اور وزیر ومشیر اس کے ساتھ تھے، اس ملعون نے حکم دیا کہ جناب طرمّاح کو حاضر کیا جائے، جناب طرمّاح دربار میں آئے، اپنے نیزے سے قالین میں 35 سوراخ کرتے ہوئے یہ تخت کے قریب آ پہنچے

ایک خادم نے کہا کہ اب تو جوتا اتار دو، جناب طرمّاح نے چاروں طرف دیکھ کر کہا کہ کیا یہ وادی مقدس ہے؟ اس بات پر سب خاموش ہو گئے

☆فقال السلام علیك ایها الملك العاصی

اس ملعون کے تخت کے سامنے پہنچ کر جناب طرمّاح نے کہا کہ اے بدکردار بادشاہ میرا اسلام ہو

فرعونِ شام نے کہا کہ تم نے مجھے امیر المومنین کہہ کر سلام کیوں نہیں کیا

☆فقال ثكلتك امك نحن المومنون فمن امرك علينا

جناب طرمّاح نے کہا کہ مومنین ہم لوگ ہیں، تمہیں کس نے ہمارا امیر بنایا ہے؟

اس ملعون نے پوچھا کہ

☆من این اقبلت ...... یہ جوان کہاں سے آ رہا ہو

☆فقال اقبلت من عند سيد مومن حرذكى رضى تقى نقى وفى مرضى وصى ولى على علیہ الصلواۃ والسلام

جناب طرمّاح نے سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک القاب ایسی روانی سے بیان کئے کہ سب موجودگان چکرا کر رہ گئے

جناب طرمّاح نے کہا کہ میں کائنات کے پاک مالک علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہ سے آ رہا ہوں، سرکار امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ الصلواۃ والسلام کا خط لایا ہوں

ملعونِ شام نے جب وہ خط مانگا تو جناب طرمّاح کہنے لگے کہ تمہاری نجس قالین پر میں اپنے پاؤں نہیں رکھنا چاہتا، آگے کیسے آؤں؟

ملعونِ شام نے کہا کہ آپ یہ خط میرے بیٹے یزید کو دے دیں، وہ مجھے دے دے گا، جناب طرمّاح نے کہا

☆فقال ما فرحنا بابليس فكيف باولاده

جو شخص ابلیس پر خوش نہیں ہے اس کی اولاد پر کیسے خوش ہو سکتا ہے

ملعون نے کہا کہ تم میرے وزیر ابن عاص کو خط دے دو

جناب طرمّاح مسکرا کر کہنے لگے کہ

☆فقال هیهات ظلم امیر وخان الوزیر

افسوس تو یہی ہے کہ جب امیر ظالم ہوگا تو وزیر ضرور خائن ہوگا، ملعون نے کہا پھر ایسا کرو کہ تم یہ خط میرے غلام کو دے دو

جناب طرمّاح نے کہا کہ تمہارے غلام بھی نمک حرام ہیں، غصب کے مال سے خریدے ہوئے ہیں اور ایک غاصب کا مِلک ہیں

اس وقت یہ ملعون زِچ ہوکر کہنے لگا طرمّاح! اب تم خود ہی بتاؤ کہ آخر یہ خط مجھے کیسے دو گے؟

جناب طرمّاح نے کہا کہ تم خود اٹھ کر میرے پاس آؤ اور اس خط کی تعظیم کرتے ہوئے اسے وصول کرو، تاکہ دنیا کو علم ہو جائے کہ کسی کریم کا خط کسی خسیس کے پاس آیا ہے، یہ ملعون غضبناک ہوکر اٹھا اور خط لے کر تخت پر جا بیٹھا اور خط کو پڑھے بغیر اس نے اپنے زانو کے نیچے رکھ دیا اور جناب طرمّاح سے پوچھا کہ

☆کیف خلفت علیؑ ابن ابی طالب علیہاالصلواۃ والسلام

سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کس حال میں تھے؟

☆خلفته بحمدلله کالبدر الطالع حوالیه اصحابه کالنجوم

جناب طرمّاح نے کہا کہ الحمدللہ! ہمارے پاک وارث علیہ الصلواۃ والسلام چودھویں کے چاند کی طرح ہمیشہ جگمگاتے رہتے ہیں، اور کریم کے غلام ان کے چاروں طرف ستاروں کی طرح مسکراتے رہتے ہیں، کریم کے رعب وہیبت سے دل کانپتے ہیں، جبین مبین پر اگر معمولی سا خم بھی آئے تو شیروں کے دل پگھل جاتے ہیں

لشکر کثیر سامنے آئے تو مخالفین کو زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں، سامنے مضبوط

قلعے آ جائیں تو ریت کی دیواروں کی طرح اس انداز میں گرتے ہیں کہ ہر اینٹ ان کا کلمہ پڑھنے لگتی ہے، اگر کوئی قوم ان کی پاک ذات سے ٹکرانے کی حماقت کرے تو ملک الموت کے آنے سے پہلے ان کی روحیں جہنم کی آگ کی تپش محسوس کر لیتی ہے

☆کیف خلفت الحسن والحسین علیہما الصلواۃ والسلام

اس ملعون نے پوچھا پاک حسنین علیہما الصلواۃ والسلام کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟

☆قال خلفتهما بحمدالله شآ بين تقين نقين زكين عفيفين ذكيين مليحين اديبين اريبين لبيبين خطيبين سيدين ايدين سندين طيبين الطاهرين فصيحين نبيهين وجيهين فقيهين عالمين عاملين فاضلين محيين وللدنيا والاخرة الصالحين

جناب طرمّاح نے کہا کہ الحمد للہ! دونوں پاک بھائی جوانِ رعنا ہیں، متقی ہیں پرہیز گار ہیں، دانا ترین ہیں، پاک دامن ہیں، طاہر واطہر ہیں، صحت مند ہیں، فصیح وملیح ہیں، مؤدب ومہذب، فہیم وعقیل ہیں، سدا سلامت رہیں ٹھیک ہیں ملعونِ شام اپنے چیلوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ شخص تو بہت قابل ہے، پھر جناب طرمّاح کی طرف دیکھ کر کہا کہ

☆ما افصحك يا اعرابی اے اعرابی! تمہارے جیسا فصیح اور کوئی نہیں ہے

جناب طرمّاح نے جواب دیا کہ

☆فقال لو بلغت باب امير المومنين علیہ الصلواۃ والسلام ورايت الفصحاء البلغاء النهباء الفقهاء الظرفاء الشرفاء النجباء الخطباء الاسخياء الاصفياء لغرقت فی بحر عميق لا تنجوا من لجته

شہنشاہِ معظم سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے درِ اطہر پر جا کر دیکھو، کریمؐ کا ہر غلام اور ہر فرد فصیح و بلیغ، فقیہ وادیب، شریف واریب، اور خطیب و نجیب ہے

اگر تم انہیں دیکھ لو تو حیرت کے سمندر میں اس طرح غرق ہو جاؤ گے کہ ایک لہر ہی قیامت تک تمہیں سر نہیں اٹھانے دے گی، اور ان کے خصائص حسنہ دیکھ کر شرم کے مارے ڈوب مرو گے

عمرابن عاص ملعون نے فرعون شام کے کان میں آہستہ سے کہا، یہ بدوی عربی ہے، اسے لالچ دو تو خاموش ہو جائے گا، ورنہ یہ ہم سب کو کھا جائے گا

فرعونِ شام کو خود تو جرأت نہ ہوئی، عمر بن عاص ملعون سے کہا کہ تم بات کرو

ابن عاص ملعون نے کہا کہ اے عربی بھائی! اگر فرعونِ شام تمہیں کوئی انعام دے تو قبول کر لو گے؟ جناب طرمّاح نے مسکرا کر کہا کہ

☆ارید قبض روحه من جسده فکیف لا ارید قبض ماله من یده

میں اس کے بدن سے جان لینے کیلئے بھی تیار ہوں، مال کیوں نہیں لوں گا؟

فرعونِ شام نے کہا کہ اسے دس ہزار درہم دے دو، جب جناب طرمّاح نے یہ رقم لے لی تو ملعون نے پوچھا اور رقم دوں؟

☆فقال زد فانك لا تزيد من مال ابيك

جناب طرمّاح کہنے لگے کہ ہاں کیوں نہیں، تمہارے باپ کا مال تو ہے نہیں، بچت کیوں کر رہے ہو، اس ملعون نے دس ہزار درہم اور منگوائے

جناب طرمّاح یہ رقم لے کر کچھ مسکرائے، اس ملعون نے کہا کہ کیا ابھی کوئی کمی ہے؟ ...... جناب طرمّاح نے کہا کہ

☆اللہ لا یحب الوتر ......اللہ جفت کو پسند نہیں کرتا ، اس ملعون نے تیس ہزار درہم اور منگوائے ، 60 ہزار درہم کا وعدہ ہوا مگر خزانچی نے کچھ دیر کر دی

جناب طرمّاح مسکرائے اور کہا پتہ نہیں یہاں کے حاکم کیسے ہیں؟ حکم دیتے ہیں مگر ماننا تو کوئی بھی نہیں ہے، انعام کا اعلان کرتے ہیں مگر انعام نہ انہیں خود ملتا ہے نہ کسی دوسرے کو دیتے ہیں؟ ......فرعونِ شام نے خزانچی کو بلا کر کہا کہ دیر نہ کرو فوراً انعام لے کر آؤ، کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ انعام بھی لے رہا ہے اور بے عزت بھی کر رہا ہے، میں مزید بے عزت نہیں ہونا چاہتا

جب جناب طرمّاح نے 60 ہزار درہم لے لئے تو تب ابن عاص ملعون نے کہا

☆کیف تریٰ جائزة الامیر ...... ہمارے امیر شام کا انعام کیسا ہے؟

جناب طرمّاح نے مسکرا کر کہا کہ مسلمین کا مال ہے، اللہ کے خزانے میں تھا، اس کی ذات نے ایک مومن کو عطا کر دیا، کسی موذی کا کیسا احسان؟

فرعون شام نے کہا کہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدمی تو چن کر ہماری طرف روانہ کیا ہے، ہمارے منہ کا سائز دیکھ کر جوتا روانہ کیا ہے، انہوں نے وہ بلا ہمارے سر پر مسلط کی ہے کہ جس نے ہمیں پریشان کر دیا ہے، جو بھی اس کے سامنے بولتا ہے یہ اسی کو لاجواب کر دیتا ہے

اس ملعونِ ازل نے کاتب کو حکم دیا کہ فوراً خط کا جواب لکھو، کاتب نے خط لکھنا شروع کیا، چند سطریں لکھ کر فرعونِ شام سے کہا کہ یہ سن لو، پھر آگے لکھوں گا

ملعون نے کہا کہ سناؤ، کاتب نے خط پڑھنا شروع کیا

☆بسم اللہ الرحمن الرحیم...... من عبداللہ بن عبدہ فرعون بن فرعون الی علی

ابن ابی طالب علیهما السلام امابعد

میری فوج کی تعداد اس وقت ستاروں کے برابر ہو چکی ہے، جو زمین و آسمان کے مابین نہیں سما سکتی ہے، گویا ایک ہزار اونٹ رائی کا بھرا ہوا ہو تو ہر دانے کو میرا ایک سپاہی سمجھ لو......

جب کاتب نے یہ فقرہ کہا تو ☆فتبسم ضاحکا...... جناب طرمّاح قہقہہ لگا کر مسکرائے......ملعون نے پوچھا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو؟

جناب طرمّاح نے جواب دیا کہ اے فرعون شام پروردگار عالم کی قسم

☆ان علیاً کالشمس اذا طلعت خفت النجوم

تمہاری فوج بے شک ستاروں کے برابر ہو گی مگر میرے آقا وہ سورج ہیں کہ جب طلوع فرمائیں گے تو تمہیں ڈھونڈنے سے ایک بھی ستارا نہیں ملے گا

دوسرا تم نے لکھا ہے کہ رائی کے ہزار اونٹ کے برابر تمہاری فوج ہے

☆وله دیك وهو الاشتر یلتقط لجیشومه ویحفظ فی حوصلته

یاد رکھو! میرے کریمؑ کے پاس ایک مرغِ توحید ہے جس کا نام مالک ابن اشتر نخعی ہے، جو تمہاری تمام فوج کو ایک ہی وقت میں کھا کر اپنا پوٹا بھر لے گا، اور ڈکار بھی نہیں لے گا

☆فغضب معاویه وقال لکاتبه لا تکتب شیاً

فرعونِ شام نے سخت غصے میں آ کر کاتب سے کہا کہ بس کرو، یہ بلا جو ہمارے پاس کھڑی ہے، نہ یہ لکھنے دیتی ہے اور نہ ہی یہ بولنے دیتی ہے

عمرا بن عاص نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ طرمّاح! اللہ کے نام پر اپنے کریم کے نام پر

خاموش رہو اور اب ہمیں خط لکھنے دو

آخر کار خط تحریر ہو گیا اور جناب طرمّاح یہ خط لے کر روانہ ہوئے تو فرعونِ شام اپنے گماشتوں سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر میں اپنا سب مال حکومت تم میں سے کسی کو دے دوں تو پھر بھی وہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے سامنے اتنی جرأت کا مظاہرہ نہیں کرسکتا کہ جس طرح طرمّاح نے میرے سامنے کیا ہے

تم سب نے اپنا حشر دیکھ ہی لیا ہے کہ ایک عربی ہر بات پر ہر کسی کو ذلیل اور بے عزت کرنے کے بعد وہ جا رہا ہے، مجھے تو اس نے دن میں تارے دکھا دیئے ہیں، مجھے بھاگنے کا راستہ ہی نہیں مل رہا تھا، تم میں سے کوئی ایسا کرسکتا ہے؟

اس وقت عمرا بن عاص نے جواب دیا کہ کاش تم حق پر ہوتے، یا تمہاری کوئی قرابت داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتی، یا تمہیں بھی خم غدیر میں وہ اپنا نائب مقرر فرماتے، یا پھر تم حق پر ہوتے اور حق ہی تمہارے ساتھ ہوتا تو پھر ہماری کارگزاریاں تمہارے لئے قابل دید ہوتیں، اور تم دیکھتے کہ ہم تمہاری تعریف وتوصیف کے کیسے طومار اور ہوائی قلعے کھڑے کرتے ہیں، اگر بال ہوتے تو بھیڑ بنانے میں ہم دیر نہ کرتے، اگر پر ہوتے تو کوا بنا کر اڑانا ہمارا کام تھا

اے ملعونِ ازل! خدا تجھے تباہ و برباد کرے، جہاں جھوٹ ہی جھوٹ ہو، اسے سچ کون ثابت کرسکتا ہے؟ خود سوچو کہ رات کو دن کون بنا سکتا ہے یا کون مان سکتا ہے، چاہے لاکھ دلائل ہی کیوں نہ دیئے جائیں، جیسا کہ کہتے ہیں مدعی سست اور گواہ چست، مگر جہاں مدعا ہی نہ ہو وہاں گواہ کیا کریں؟ تمہارے پاس ہے ہی کیا؟ پھر کہتے ہو کہ سب کچھ ہم کریں، اب بتا کہ ہم کیا کرسکتے ہیں؟

☆فقال الفرعون فض الله فاك وقطع سر اشيفك والله لكلامك هذا اصعب من الكلام البدوی

فرعونِ شام بگڑ کر کہنے لگا کہ بے حیا بکواس بند کر، خدا تمہارا منہ کالا کرے، پہلے اس بدوی عربی نے مجھے جی بھر کے ذلیل کیا ہے، اب تم ہمارا دل جلانے لگے ہو، پہلے ہی میں جلا بھُنا بیٹھا ہوں، اوپر سے تم نے آگ لگا دی ہے

ابن عاص ملعون کہنے لگا کہ

☆الحق مر ولوکان در ...... کہتے ہیں کہ سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے

حق بات سن کر برداشت کیوں نہیں کرتے، اور چِڑ کیوں رہے ہو؟ اس عربی نے بھرے دربار میں تمہاری ناک کاٹ لی ہے تو چونکہ اس کے سامنے بولنے کی جرأت تم میں نہیں تھی اس لئے خاموش بیٹھے رہے ہو، میرے سامنے کیوں تڑپ رہے ہو؟ اُس پر تو تمہارا بس نہیں چلا، اب مجھ پر غصہ اتارنے لگے ہو

فرعونِ شام ملعون نے کہا کہ اس وقت تم سب دفعہ ہو جاؤ

یہ سب واقعات آپ کے سامنے بیان کرنے کا مقصد جناب طرمّاح بن عدی بن حاتم کی شخصیت کو اجاگر کرنا تھا، امید ہے کہ اب ان کی شخصیت کا آپ بخوبی اندازہ کر چکے ہوں گے، اور سفر کربلا کے ضمن میں میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ یہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے کاروانِ تسلیم و رضا میں کیسے شامل ہوئے تھے

اب آپ کو ان کا وہ واقعہ سنانا چاہتا ہوں کہ جو گیارہ محرم کی رات سے تعلق رکھتا ہے، اور جس کیلئے میں نے آج اپنے اس سلسلہ بیان میں ان کا ذکر شروع کیا ہے

ایک راوی روایت کرتا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد میں ایک مرتبہ کوفہ گیا تو وہاں

مجھے معلوم ہوا کہ جناب طرمّاح علیہ السلام کوفہ میں موجود تو ہیں مگر کسی سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ تمام دن اپنے کریم آقا شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کو یاد کرکے روتے رہتے ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ میں جاکر ان کی زیارت کروں

یہی سوچ کر میں ان کے مکان کی طرف گیا، جب میں وہاں پہنچا تو ان کے گھر کا دروازہ اندر سے بند تھا، میں نے دستک دی، اندر سے ایک سیاہ فام غلام نے دروازہ کھولا تو میں نے اسے بتایا کہ میں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے غلام جناب طرمّاح علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں، غلام نے مجھے بتایا کہ جس دن سے شہنشاہِ کرب و بلا علیہ الصلواۃ والسلام کربلا میں شہید ہوئے ہیں، جناب طرمّاح علیہ السلام کسی سے نہیں ملتے میں نے ملتجیانہ انداز میں درخواست کی کہ میری طرف سے جاکر عرضی تو پیش کرو ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنی زیارت کی اجازت دے دیں

وہ غلام اندر چلا گیا، کچھ دیر کے بعد اس نے مجھے اندر بلا لیا، جب میں اندر داخل ہوا تو جناب طرمّاح علیہ السلام اپنے کمرے میں ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے، میں نے غور سے دیکھا، ان کا رنگ گندمی تھا، مگر کثرتِ حزن کی وجہ سے زرد ہو چکا تھا ان کے سر پر تلواروں کے زخموں کے کئی ایسے نشان نظر آرہے تھے جو پیشانی تک پہنچے ہوئے تھے، وہ دراز قامت اور قوی جسم کے حامل تھے مگر دکھوں کی وجہ سے ان کی کمر میں خم آچکا تھا اور کافی کمزور نظر آرہے تھے، ان کی عمر 50 سال سے متجاوز تھی، اور ان کی ریش مبارک سفید نظر آرہی تھی

میں نے جاکر انہیں سلام کیا، انہوں نے حسن خلق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے بہت اچھے طریقے سے سلام کا جواب دیا، میں نے جب ان کی دگرگوں حالت دیکھی تو

کربلا کے حالات وواقعات پوچھنے کی جرأت نہ کرسکا، اسی دوران میں نے دیکھا کہ وہ بار بار اپنے نچلے ہونٹ کو چوس رہے تھے، جس کی وجہ سے وہ ہونٹ متورم نظر آتا تھا، اس کے باوجود وہ بار بار اسی ہونٹ کو چوس رہے تھے

یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ جناب! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے ہونٹ کو بار بار چوس رہے ہیں، جبکہ یہ پہلے ہی متورم ہو چکا ہے

میرے اس سوال کے جواب میں انہوں نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہم واقعہ کربلا میں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ شامل تھے، دس محرم کا دن گویا قیامت کا دن تھا، صبح سے لے کر زوال آفتاب تک امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے تمام اعوان وانصار اور جاں نثار شہید ہو گئے، جب سورج عین نصف النہار پر آیا تو میں نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا کہ آقا! میں آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کا صحابی ہوں، میں ان کا غلام ہوں، اب جبکہ آپ کے اکثر جاں نثار درجہءِ شہادت پر فائز ہو رہے ہیں، آپ مجھے بھی اِذنِ جہاد عطا فرمائیں، شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور مجھے گھوڑے پر سوار کرنے کیلئے خیمہ سے باہر تشریف لے آئے، انہوں نے مجھ جیسے کم مایہ آدمی کو اپنے سینہ سے لگا کر یوں محبت اور شفقت سے رخصت فرمایا کہ دورانِ کارزار مجھے اپنے زخمی ہونے کا احساس تک نہیں ہوا تھا، میں جس حد تک جنگ کرسکتا تھا، یا جہاں تک اپنے آقا و مولا علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت کرسکتا تھا، میں نے نصرت کی اور اپنے تئیں کوئی کمی نہیں کی، کوئی کسر نہ چھوڑی، حتیٰ کہ میں شدید زخمی ہوگیا

☆قد وقع فی ضربات وطعنات فاثختنی بالجراح

آخرکار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب اس قدر نیزے اور تلواریں میرے جسم میں پیوست ہوچکی تھیں کہ میرا زین پر بیٹھے رہنا ناممکن ہوگیا اور میں انتہائی زخمی ہو کر غش کی حالت میں زمین پر آ گیا

اس کے بعد میدانِ کربلا میں جو کچھ ہوتا رہا مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے، جب مجھے کچھ ہوش آیا تو میں نے آنکھیں کھول کر قرب و جوار کا جائزہ لیا، ہر طرف تاریکی کا راج تھا، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا، میں نے اندازہ لگایا کہ یہ رات کا وقت ہے، مگر میں اس قدر کمزور ہوچکا تھا کہ مجھ میں اپنے جسم کو ہلانے کی سکت بھی نہیں تھی، کچھ دیر کے بعد جب میری نگاہ تاریکی سے کچھ مانوس ہوئی تو اس وقت میں نے ایک عجیب منظر دیکھا...... ☆واللہ انی غیر نائم

میں خدا کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ میں اس وقت نیند میں نہیں تھا، بلکہ جاگ رہا تھا میں نے اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے ساتھ گنج شہداء میں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے سبھی اعوان و انصار اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر آرام پذیر تھے

اس وقت میں نے دیکھا کہ آسمان سے کئی حورانِ جناں نازل ہوئیں، ان کے ہاتھوں میں آبِ کوثر کے جام تھے، وہ ایک ایک شہید کا سر گود میں لے کر جام ان کے ہونٹوں سے لگاتیں اور وہ شہید آبِ کوثر پی لیتے

جب وہ حورانِ جناں میرے پاس آئیں تو انہوں نے میرا سر اپنی آغوش میں لیا اور آبِ کوثر کا وہ جام میرے ہونٹوں سے لگایا، جب جام کوثر میرے ہونٹوں سے مس ہوا تو اس میں سے ایک قطرہ میرے نیچے والے ہونٹ پر ٹپکا، میں نے فوراً

ہاتھ بڑھا کر وہ جام خود لے کر پینے کی کوشش کی

جب حورانِ جناں نے یہ محسوس کیا کہ میرے جسم میں رمق جاں ابھی باقی ہے تو انہوں نے فوراً وہ جام واپس ہٹا لیا، مگر وہ ایک قطرہ جو میرے ہونٹ پر ٹپکا تھا، وہ اتنا لذیذ تھا کہ آج تک اس کا ذائقہ میں اپنے ہونٹ پر محسوس کرتا ہوں، اور بار بار اپنا ہونٹ چوستا رہتا ہوں

تمام شہداء علیہم السلام کو آبِ کوثر پلانے کے بعد جب وہ حورانِ جناں غائب ہوگئیں تو اس وقت میں نے دیکھا کہ کربلا کے میدان میں جنوب کی طرف سے بیس 20 گھوڑے سوار تشریف لے آئے، ان کے پاک رہواروں کا رنگ سفید براق تھا، ان کے لباس سیاہ تھے، وہ گنج شہداء سے ابھی کافی دور تھے کہ ہر طرف مشک اور عنبر کی خوشبو پھیل گئی، جب وہ شخصیات مقتل گاہ میں وارد ہوئیں تو مجھے یہ خیال آیا کہ شاید یہ کوفی لشکر کے کچھ جوان ہیں کہ جو ہم میں سے زندہ افراد کو تلاش کر کے شہید کرنا چاہتے ہیں

میں نے دیکھا کہ وہ سب سوار امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کے قریب چلے گئے اس وقت لاش اطہر ایک گہری جگہ پر آرام فرما تھی

دوستو! آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ جس مقام کو شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے سجدۂ آخر کیلئے پسند فرمایا تھا بوقت شہادت وہ جگہ عام سطح زمین سے 30 فٹ گہری تھی، مگر بعد ازاں اسے مٹی ڈال کر بھر دیا گیا تھا اور صرف آٹھ فٹ گہرا رہنے دیا گیا تھا

جناب طرمّاح علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ یہ 20 گھوڑے سوار ابھی مقتل گاہ سے

کافی دور تھے کہ وہ اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے اور ان سب نے اپنے پاؤں سے نعلین اتار دیں، اور ننگے پاؤں مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے، ان کے سروں پر جو عمامے تھے وہ بھی ان کے گلے میں آئے ہوئے تھے

جب وہ لاشِ اطہر کے قریب آئے تو میں نے ان کے سردار کو پہچان لیا

☆هو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجث التراب علیٰ راسه وشيبته الطاهرة

وہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ان کے سر اطہر میں خاک تھی، انہوں نے اپنی ریش مبارک کو بھی خون آلودہ کیا ہوا تھا

یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ میرے جتنے بھی ماتم دار یا عزادار بھائی ہیں، آپ بھی عزاداری کے موقعوں پر اپنے سر میں خاک ضرور ڈال لیا کریں اور جوتیاں اتار کر جلوس و ماتم اور عزاداری میں شرکت کیا کریں کیونکہ یہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت حسنہ ہے

جناب طرمّاح علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ جب شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھرے مقام پر پہنچے کہ جہاں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر موجود تھی تو سب سے پہلے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مظلوم بیٹے کا بے سر جسم اطہر اپنی آغوش میں لیا، پھر انہوں نے کوفہ کی طرف اپنا دایاں ہاتھ دراز فرمایا تو میں نے دیکھا کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر فضا میں پرواز کرتا ہوا اپنے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر آ گیا، انہوں نے اپنے لعلؑ کے رخساروں پر بوسہ دیا اور پاک سر کو جسم اطہر کے ساتھ ملحق فرمایا

سر اطہر کے ملحق ہوتے ہی امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام اُٹھ کر بیٹھ گئے، شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے انہیں گلے لگا کر گریہ فرمانا شروع کر دیا، اور فرمایا

☆یا ولدی قتلوك اتراهم ما عرفوك ومن شرب الماء منعوك وما اشد جراتهم علی الله

اے میرے لخت جگر! جن ملاعین ازل نے آپ کو شہید کیا ہے، انہوں نے لاعلمی میں نہیں بلکہ آپ کو پہچان کر شہید کیا ہے، وہ ظالمین جانتے تھے کہ تم ہمارے نورِنظر اور لخت جگر ہو، اس کے باوجود انہوں نے آپ کیلئے پانی بند کیا، ان ظالمین نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت بڑی جرأت، گستاخی اور جسارت کا مظاہرہ کیا ہے

اس کے بعد شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے جوان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام! کیا آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی اولاد نے میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ پھر دوسری طرف نگاہ فرمائی اور رو رو کر فرمانے لگے کہ اے ابراہیم و اسماعیل! اے موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام

☆اما ترون ما صنعت الطغاة بولدی

کیا تم نے دیکھا ہے کہ ان باغیوں اور طاغیوں نے میرے فرزند کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ ...... پھر آپ نے فرمایا

☆لا انا لهم الله شفاعتی

کل ان ملاعین کیلئے ہماری کوئی شفاعت نہ ہوگی ...... یہ سن کر تمام انبیاءعلیہم السلام نے آمین کہی ...... پھر مجلس عزا شروع ہوگئی

☆فجعلوا یبکون ویعزون النبی زماناً طویل

بہت دیر تک تمام انبیاءعلیہم السلام شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پرسہ دیتے رہے، اس مجلس

میں شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا گریہ فرمایا کہ

☆حتی غشی علیه البکاء...... روتے روتے آپ کو غش آ گیا

یہ حالت دیکھ کر وہ انبیاء علیہم السلام شہنشاہِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر غائب ہو گئے

دوستو! میں آپ کو یہ بھی بتا تا چلوں کہ جس جگہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے آخری سجدہ دیا تھا اس جگہ سے یہ جگہ جہاں آج مزار اطہر ہے، 16 قدم دور ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ گیارہ محرم کی رات جس وقت شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کربلا معلیٰ تشریف لے آئے تو اس وقت ملکہءِ کائنات سیدۃ النساء العالمین صلواۃ اللہ علیہا اپنے لختِ جگر علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کیلئے تشریف لائی تھیں

واضح رہے کہ اس سے پہلے جب بھی آئیں، فقط ماں بن کر آئیں، مگر اس موقع پر جب تشریف لے آئیں تو اپنے لختِ جگر علیہ الصلواۃ والسلام کے قریب جانے کی بجائے چند قدموں کے فاصلے پر آ کر رک گئیں اور فرمایا کہ میرے لعلؑ! آپ کو اچھی طرح یاد ہو گا کہ آپ نے کفن میں اپنی ماں صلواۃ اللہ علیہا کو آزمایا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک ہمیں ہماری ماں خود نہیں بلائیں گی، ہم ان کے پاس نہیں آئیں گے، پھر ہم نے کفن کے بند کھول کر آپ کو آواز دی تھی، آپ کو بلایا تھا اور گلے سے بھی لگایا تھا

آج ہم بھی اسی طرح آپ کو آزمانا چاہتی ہیں، آؤ میرے نورِ نظر! دکھی ماں صلواۃ اللہ علیہا کو گلے سے لگاؤ، اس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے حلق بریدہ سے آواز آئی کہ اماں جان صلواۃ اللہ علیہا! آپ کا فرمان بجا ہے، میں ہزار بار آپ کے حکم کی تعمیل کرنے کیلئے حاضر ہوں، مگر ان دونوں مواقع میں اتنا فرق ضرور ہے کہ جب میں

نے آپ کو بلایا تھا تو اس وقت آپ کا صرف ایک پہلو زخمی تھا، مگر آج میرے جسم کی کوئی ذرہ برابر جگہ بھی زخموں سے خالی نہیں ہے اور میں تین روز کا پیاسا بھی ہوں، مگر میں پھر بھی خود چل کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو رہا ہوں، آئیں اور اپنے مظلوم بیٹے کو گلے لگا لیں، تا کہ مجھے کچھ تو دلاسہ مل جائے اور میرے زخمی بدن کو سکون مل جائے

آپ نے کفن میں سے مجھے یاد فرمایا تھا، آج آپ کو اپنا بے کفن بیٹا بلا رہا ہے بلکہ خود چل کر آپ کی بارگاہِ قدسی میں حاضر ہو رہا ہے

یہ فرمانے کے بعد مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام دونوں ہاتھ بڑھا کر اپنی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت زمین کربلا متزلزل ہوئی، ماں کی ممتا تڑپ اُٹھی، شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے مقام شہادت سے سولہ قدم چل کر عین اسی مقام پر کہ جہاں آج آپ کا مزار مبارک ہے، اپنی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا کو جا کر گلے لگایا، معظّمہءِ کائنات بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے آگے بڑھ کر اپنے زخمی بیٹے کو گلے سے لگایا، پیار کیا اور فرمانے لگیں کہ میرے مظلوم بیٹے ماں آپ کے دکھوں پر واری جائے، آپ کے ایک ایک زخم پر صدقے جاؤں، یہ ماں ہزار جان سے آپ پر قربان ہو

آپ کو اِن ملاعین ازل نے اتنے زیادہ دکھ دیئے ہیں کہ جن کا مداوا ممکن ہی نہیں ہے، آپ کے دکھوں کا علاج اس کے علاوہ اور کسی صورت میں نہیں ہوسکتا ہے کہ اب بلا تاخیر آپ کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف تشریف لائیں، اور وہ اس دنیا میں تشریف لا کر آپ کے تمام دشمنوں سے آپ کا اس طرح انتقام لیں کہ تمام ملاعین

ازل کونیست و نابود فرمائیں، تاکہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہے

پاک معظّمہ ءِ کونین بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی اس پاک دعا پر آمین کہنے کیلئے تمام مومنین اپنی طرف سے دعا کریں کہ ہمارے امام زمانہ وارثِ آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام فوراً سے بھی پہلے ظہور پذیر ہوں، اور شہنشاہِ کرب و بلا علیہ الصلواۃ والسلام کو ازسرنو اپنے گھر میں آباد فرمائیں، اور اس دنیا میں محمد و آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام فرما کر اس دنیا سے تمام ظالمین کا مع ظلم خاتمہ کریں تاکہ تمام دنیا میں امن ہی امن قائم ہو سکے

آمین یا رب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 20

(امورِ عجیبہ)

گیارہ محرم کی رات گویا قیامت کی ایک رات تھی، اس رات نہ تو چاند طلوع ہوا، اور نہ ہی ستارے ظاہر ہوئے، یعنی پردے کا مکمل انتظام قدرت کی طرف سے ہو چکا تھا، گنج شہداء سے آدھے کلومیٹر سے بھی کم فاصلے پر پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے نئے خیام نصب تھے، نصف رات کے بعد تک پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی مقتل گاہ میں آمد و رفت جاری رہی

اس رات کی مصروفیات کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے دس محرم کا دن بہت مصروف گزارا تھا، اور مظلوم کی پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا بھائی کی طرح اس رات بہت زیادہ مصروف رہیں، تمام رات بچھڑ جانے والے معصوم بچوں کو تلاش کرتے، پہرہ دیتے، اور وداعِ مقتل کرتے ہوئے گزر گئی

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام اس رات کو یاد کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ہماری پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا اس رات اتنی زیاہ مصروف تھیں کہ انہیں نمازِ تہجد کا وقت بھی نہیں مل سکا تھا

ایک طرف اِن دکھی مستورات صلواۃ اللہ علیھن کی یہ رات جاگ کر بسر ہوئی

دوسری طرف تمام ظالمین اِس رات آرام سے سوتے رہے، کیونکہ جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کی تلوار کے خوف نے ان کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی، اور یہ ملاعین ازل مسلسل کئی راتوں سے جاگ رہے تھے

واقعہ عطیہ عوفی

اس رات کے واقعات میں سے ایک عجیب واقعہ یہ لکھا ہوا ہے کہ جس وقت امام سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام شام سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے جناب جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ عطیہ عوفی کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم تو روزِ عاشور دشمن کی فوج میں شامل نہیں تھے؟

اس نے عرض کیا جی ہاں جناب، واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے

آپ نے دریافت فرمایا کہ پھر تم ہمارے شیعوں میں کب سے شامل ہوئے ہو؟

جناب عطیہ عوفی نے اپنا واقعہ عرض کرتے ہوئے کہا کہ جس وقت کوفہ شہر میں عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی ہمیں کوفہ کی گلیوں میں چلتا ہوا نظر آئے گا اور وہ ہماری مدد نہیں کرے گا، اس کا خون ہم پر مباح ہوگا، اس کا گھر، اس کے بچے، اس کی عزت و ناموس تک ہم پر مباح ہوں گے، یعنی ہم اسے قتل کر دیں گے اور اس کے گھر کو آگ لگا کر تباہ و برباد کر دیں گے

اس اعلان کو سن کر میں کربلا کے میدان میں آ تو گیا مگر میں نے کوئی ظلم نہیں کیا تھا یعنی کسی بھی حوالے سے شریک ظلم و جور نہیں ہوا تھا

دس محرم کے دن جس وقت جنگ شروع ہوئی اور ظلم کا بازار گرم ہوا تو میں زمین کربلا سے مشرق کی طرف دریائے فرات کے قریب خودرو جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا اور یوم عاشورِ میں نے وہیں گزار دیا، جب شام ہوئی تو میں جھاڑیوں سے نکل کر میں میدان میں آیا اور پھر وہیں سو گیا، چونکہ میں سارا دن نہیں سو سکا تھا اس لئے مجھے رات کو فوراً نیند آ گئی، پھر رات بھر یہاں جو کچھ ہوتا رہا مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا

جب نمازِ صبح کا وقت ہوا تو میں اَذان کی آواز سن کر بیدار ہوا، میں نے سوچا کہ صبح ہو چکی ہے، میں وضو کر کے نماز ادا کرلوں، ادھر مؤذن اَذان دینے میں مصروف تھا، میں اٹھ کر وضو کرنے کی نیت سے نہرِ علقمہ کی جانب چل پڑا، جس وقت مؤذن نے اَذان میں پہلی دو گواہیاں دیں تو اس کے بعد اچانک میرے کانوں میں آواز آئی کہ ☆اشهد ان علیؑ ولی الله ......

یہ سن کر میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ اتنا بڑا بہادر شیعہ کون ہے؟ جو ابن سعد ملعون کے لشکر کی موجودگی میں بھی بے خوف ہو کر امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے ولیءِ مطلق ہونے کی گواہی دے رہا ہے؟ میں فوراً اس آواز کی سمت چل پڑا تا کہ میں دیکھوں وہ کون سا مؤذن ہے جو یہ اَذان دے رہا ہے؟

جب میں نشیب کی طرف چلا تو میں نے دیکھا کہ امام مظلوم شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی بے سر لاشِ اطہر ہے جو قبلہ رو ہو کر اَذان دینے میں مصروف ہے

یہ منظر دیکھنے کے بعد آپ کے دین کی حقانیت مجھ پر منکشف ہوئی تو میں آپ کی جد اطہر علیہ الصلواۃ والسلام کا شیعہ ہو گیا تھا اور آج جناب جابر کے ساتھ دوسری مرتبہ زیارت

کیلئے کربلا معلیٰ آیا ہوں

گیارہ محرم کی رات کے بہت سے عجیب وغریب واقعات ہیں، ان میں ایک واقعہ یہ بھی ہے

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ گیارہ محرم کی رات میں مدینہ منورہ میں تھا، رات کو عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، ان کا لباسِ اطہر گرد آلود تھا، میں نے عرض کیا کہ جناب! آپ نے اپنا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن عباس! آج میرا مظلوم فرزند امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام میدانِ کربلا میں انتہائی ظلم و جور سے شہید کر دیا گیا ہے، ہم ان کا مزار اپنے ہاتھوں سے بناتے رہے ہیں، یہ انہی کے مزار کی خاک ہے، جسے تبرکاً ہم اپنے ساتھ لائے ہیں

اصحاب کی سیرابی

گیارہ محرم کی رات کے واقعات جب امام جعفرؑ صادق علیہ الصلواۃ والسلام کے سامنے بیان ہوئے تو انہوں نے جناب مفضل ابن عمرو سے فرمایا کہ جب امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کے اصحاب و انصار کیلئے پانی بند کر دیا گیا اور ان کے اصحابِ باوفا علیہم السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو شب عاشور امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے انہیں اپنے پاس بلایا، پھر ان میں سے ایک ایک کو یاد فرماتے رہے اور ہر صحابی کو ایک ایک جام پانی کا عطا فرماتے رہے، وہ پانی ایسا تھا کہ آج تک کوئی دوسرا شخص اس کے

ذائقہ سے بھی واقف نہیں ہے، یعنی وہ آبِ کوثر کا جام تھا جو انہوں نے اپنے اصحابِ باوفا کو ان کی زندگی میں پلا دیا تھا

(میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسی جام سے آپ نے سبھی انصار کو کامل بھی فرمایا تھا)

اس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک اصحاب ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں جام کوثر سے سیراب کیا گیا ہے، اور یہ سعادت اس دنیا میں ہم سے پہلے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی

روزِ عاشور گزرنے کے بعد جب گیارہ محرم کی رات ہوئی تو

☆وكان فى يوم العاشر بعد المغربين اقعد الحسين علیہ الصلواۃ والسلام و رجلا منهم فيسمعهم باسمائهم واسماء آبائهم فجيبه الرجل بعد الرجل فيقعدون حوله ثم يدعوا بالمائدة فيطعمهم من طعام الجنة ومن شرابها ثم قال ابو عبدالله علیہ الصلواۃ والسلام والله يقدرانهم عدة من الكوفيين ولقد كرر عليهم لو عقلوا قال ثم خرجوا رسلهم فعاد كل منهم الى بلدة ثم اتى بجبال رضوى فما يبقىٰ احد من كائنات الا اتاه وهو على سريرى من نور قد حف ()

نمازِ مغربین کے بعد امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے اپنے ایک ایک صحابی کو اس کا نام لے کر یاد فرمایا، سب لبیک کہتے ہوئے اُٹھ کر آ گئے اور امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے چاروں طرف بیٹھ گئے، شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے ایک دستر خوان لگوایا، اس دستر خوان پر ان سب کو طعام جنت کی دعوت دی، اور دوبارہ ان سب کو آبِ کوثر کے جام عطا فرما کر سرفراز کیا...... (تا آخر)

یہ واقعہ گیارہ محرم کی رات کا ہے، جسے اکثر صاحبانِ مقتل نے نقل کیا ہے

واقعہ ام المومنین سلام اللہ علیہا

گیارہ محرم کی رات کے واقعات کے ضمن میں جملہ کتب مقاتل نے ام المومنین سلام اللہ علیہا کا ایک واقعہ لکھا ہے

ان سے روایت ہے کہ ایک دن ہم اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہیں آرام فرما تھے، اور وہ اس انداز میں آرام فرما رہے تھے کہ ان کا دایاں قدم مبارک بائیں قدم مبارک کے اوپر تھا، وہ محو استراحت تھے کہ اچانک ہم نے قدموں کی چاپ سنی، ہم نے دروازے کی طرف دیکھا تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام ہماری جانب تشریف لا رہے تھے، اس وقت ان کا سن مبارک 3 سال تھا، جب امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے کمرے میں قدم رکھا تو شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں کھول کر فرمایا

☆مرحبا یاقرة عینی مرحبا یا ثمرة فوادی

امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام مسکراتے ہوئے ان کے قریب آئے

☆فلم یزل یمشی حتی رکب علی صدر جده صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور وہ آکر اپنے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سینہ اطہر پر سوار ہو گئے جو نزول قرآن کا واحد مرکز تھا، جناب ام المومنین سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں ہم نے سوچا کہ شاید اس سے شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب دشمناں کوئی تکلیف ہو، اسی نیت سے ہم نے شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام سے گذارش کی کہ آئیں ہم آپ کو اٹھائیں، پیار

کریں، آپ اپنی نانی کی گود کو زینت بخشیں ...... یہ کہہ کر ہم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تاکہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ ءِ اطہر سے اٹھالیں، اس وقت شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مخاطب ہوکر فرمایا کہ ☆دعیہ یا ام المومنین

تم ان کو اسی حال میں رہنے دو، ان کے ساتھ تو ہمارا جگر ٹھنڈا ہو رہا ہے، ان کو دیکھ کر تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں، ان کو سینے پر بٹھا کر تو ہمارے سینہ کو سکون مل رہا ہے، ان کو ہمارے سینے سے مت اٹھاؤ، پھر فرمایا کہ اگر انہیں کوئی بال برابر بھی تکلیف دے تو نصیب دشمناں ہمیں اذیت پہنچتی ہے

بہت دیر تک اسی طرح شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ پر سوار ہوکر ان کے ساتھ بچپن کے انداز میں پیاری پیاری باتیں کرتے رہے

ام المومنین صلواۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے دیکھا تو شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ہم نے عرض کیا کہ آقا! خدا آپ کو کبھی نہ رُلائے، آپ رو کیوں رہے ہیں؟

انہوں نے اپنی عبا سے اپنا ہاتھ ظاہر کیا، رو کر فرمانے لگے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ ہمارا یہی لخت جگر ہماری نام نہاد امت کے ہاتھوں میدان کربلا میں پیاسا شہید ہوگا، ہم نے جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمیں اس سرزمین کی خاک تو لا دو کہ جہاں ہمارے لعلؑ نے مرتبہءِ شہادت پر فائز ہونا ہے، جبرائیل علیہ السلام اس سرزمین کی خاک لے آئے ہیں، تم اس خاک کو اپنے پاس محفوظ رکھنا اور اس پر نگاہ رکھنا، جس وقت میرا یہ شہنشاہ بیٹا شہید ہوگا تو اس دن یہ خاک بھی خون آلودہ ہو جائے گی، تم اس خاک کو ایک شیشی میں محفوظ کرلو

☆فاذا رایت قد سارت دماً عبیطاً فاعلمی ان ولدی الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام قد قتل

جس دن دیکھنا کہ یہ خاک جوش مارتے ہوئے خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ ہمارا یہ نورِ نظر شہید ہو گیا ہے

جناب ام المومنین صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر ہم نے بھی رونا شروع کر دیا، ہمیں روتا ہوا دیکھ کر شہنشاہ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دن ابھی بہت دور ہے

جناب ام المومنین صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جس روز ہمارے شہنشاہ بیٹے نے وطن چھوڑ کر عراق کا سفر اختیار فرمایا تو ہم اس روز سے روزانہ اس شیشی کو دیکھتے، دل پریشان رہتا، مگر شیشی کو دیکھ کر کچھ سکون مل جاتا کہ خدا خیر کرے ہمارا بیٹا خیریت سے ہے، اسی طرح دن گزرتے رہے اور یہ خاک اسی طرح اپنی اصل حالت میں رہی، جب دس محرم کا دن ہوا تو اس روز ہمارا دل بہت اداس تھا، ہم بار بار اس شیشی کی طرف دیکھ رہے تھے مگر دل کو چین نہیں آ رہا تھا

جب نمازِ عصر پڑھ کر ہم کمرے میں داخل ہوئے اور ہم نے خاکِ کربلا والی شیشی کو دیکھا تو شیشی کے اندر موجود خاک خون میں تبدیل ہو چکی تھی، اور شیشی کے اندر سے خون اچھل کر باہر نکل رہا تھا، جب ہم نے یہ دیکھا تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلا ''ہائے میرا مظلوم بیٹا، ہائے میرا بے وطن بیٹا، ہائے میرا غریب الدیار بیٹا'' ...... جب ہم نے یہ بین کیئے تو سب گھر والے جمع ہو گئے اور سب پوچھنے لگے کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ مگر ہمیں حقیقت بتانے کی جرأت ہی نہیں ہو رہی تھی، اسی طرح جمع ہوتے ہوتے تمام محلّہ دار جمع ہو گئے، سب پوچھنے لگے کہ خیریت تو ہے، آخر ہم نے بتایا کہ چلو شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو پرسہ دیں ، میرا حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹا شہید کر دیا گیا ہے، یہ سنتے ہی تمام گھر میں کہرام بپا ہوگیا، ہم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ اس گھر میں زیادہ نہ روئیں کیونکہ یہاں شہزادہ علی اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بہن صلوٰۃ اللہ علیہا سن لیں گی اور وہ تو یہ خبر برداشت ہی نہیں کرسکیں گی ، چلو سب مزار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جا کر تعزیت کریں

محلّہ بنی ہاشم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مستورات جلوس کی صورت میں مزار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئیں، گویا یہ پہلا جلوس تھا کہ جو عزاداری اور پرسہ داری کیلئے مزارِرسول کی طرف جارہا تھا، یہ جلوس جب مزارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچا تو وہاں گریہ وزاری اور ماتم کا ایک کہرام بپا ہوگیا

جناب ام المومنین صلوٰۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ سب یہاں پہنچ کر روتے رہے، ہم بھی روتے رہے، اسی طرح روتے روتے ہم پر بے خودی کا عالم طاری ہوگیا، اور اسی عالم بے خودی میں گویا ہم نے ایک مکاشفہ کیا، جس میں ہم نے دیکھا کہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ،مگران کی حالت یہ ہے کہ ان کے تمام لباس اطہر پرمٹی ہے، ان کے سر اطہر میں خاک ہے، ان کی ریش مقدس بھی خاک آلود ہے، ہم نے ان کی یہ حالت دیکھ کرعرض کیا کہ

☆نفسی لنفسك الفداء...... آپ نے اپنی یہ کیسی حالت بنا رکھی ہے؟

شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لخت جگر کو شہید کر دیا گیا ہے، انہیں بے دردی سے زین ذوالجناح سے اتارا گیا ہے، ہم نے خود جا کر انہیں خاک سے اٹھا کر اپنی آغوش میں لیا، اسی لئے ہمارا تمام جسم خاک آلود ہو چکا ہے

اور پھر ہماری موجودگی میں ظالمین نے ان کا سر اطہر جدا کیا، ان کی شہادت کے بعد ہم آپ کو اطلاع دینے کیلئے واپس چلے آئے ہیں

جب ہماری آنکھ کھلی تو ہم نے دوبارہ بین کرنا شروع کیئے، آقاؐ آپ نے اپنا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اس وقت وہاں موجود مستورات ہمارے گرد جمع ہوگئیں اور انہوں نے روتے ہوئے ہم سے پوچھا کہ

☆ما الخبر یا ام المومنین صلواۃ اللہ علیہا ...... پاک بی بی آپ نے کیا دیکھا ہے؟

ہم نے انہیں بتایا کہ ہمیں ابھی ابھی شہنشاہِ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے، ان کے سر اطہر میں خاک تھی، ان کی ریش مقدس بھی خاک آلود تھی، خدا جانے کیا ہوگیا ہے، تم سب عورتیں مل کر دعا کرو کہ خدا کرے میری پاک بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں، وہ پردۂ تطہیر کی مالک و وارث ہیں، دوسری طرف کوفی اور شامی لوگ انتہائی رذیل اور بے غیرت ہیں، اس لئے ہمارے دل میں ہزاروں خدشات اور وسوسے پیدا ہو رہے ہیں کہ وہ لوگ کہیں میری پردہ دار بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کو اسیر بنا کر بازاروں اور درباروں میں نہ لے جائیں

جناب ام المومنین صلواۃ اللہ علیہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہم سب مستورات مل کر بین کرتیں تو اس وقت روضہ ءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں ہلنے لگتا تھا جیسے کوئی کشتی گرداب میں ڈگمگاتی ہے، مزارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، روضہ ءِ اطہر جو اس وقت ایک حجرہ نما تھا اس کی دیواریں ہل رہی تھیں، دیواروں سے بھی یہی آواز آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی کہ

ہائے حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام، ہائے حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام، ہائے غریب الوطن حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام

یہاں میں آپ تمام مومنین کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آپ سب مل کر دعا کریں کہ خدا کرے اب تو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک گھر پھر سے پہلے کی طرح آباد ہو، اس پاک گھر کے سبھی افراد شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ رحمت و شفقت میں رہتے ہوئے پھر سے ایک پرسکون ماحول میں رہیں، کل کائنات کی مالک جناب معظّمہ سیدہ پاک صلواۃ اللہ علیہا کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں، جو چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج تک کبھی مدینہ میں روتی ہیں، تو کبھی کوفہ جا کر روتی ہیں، اور کسی وقت مسیّب، حلّہ، حلب اور شام جا کر گریہ فرماتی ہیں

دعا کریں کہ اب ان کے آلام و مصائب کا یہ طویل دور ختم ہو جائے اور ان کی ابدی اور لامتناہی خوشیوں کا دور شروع ہو جائے، ان سبھی مظلومین کے پاک منتقم عجل اللہ فرجۂ الشریف اس دنیا میں ظہور پذیر ہو کر ان پر ظلم کرنے والے تمام ظالمین سے بھرپور انتقام لیں تاکہ اس گھر اطہر میں پھر کبھی کسی معمولی سے دکھ کا سایہ بھی نہ آ سکے

آمین یارب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہِ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 21

زنِ خولٰی ملعون

10 محرم جمعہ کا دن ہے، نمازِ عصر کے بعد کا وقت ہے، عمر ابن سعد ملعون نخوت اور تکبر میں ڈوبا ہوا اپنے خیمہ کے سامنے ایک کرسی پر براجمان ہے، امام مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادتِ عظمٰی کے بعد شمر ذوالجوشن ملعون اس کے سامنے کھڑا ہے، اس کے ساتھ دس ملعون اور بھی ہیں، جن میں سنان بن انس، محمد بن اشعث بن قیس ملعون، خولٰی بن یزید اصبحی ملعون بھی شامل ہیں، شمر ملعون کے ہاتھ میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر ہے، یہ ظالم تمام کائنات کی بدنصیبی کو گلے لگا کر فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر کے اپنی کارکردگی پر دادِ تحسین اور فرشتوں سمیت اللہ کی کلی لعنت وصول کرنے کیلئے یہاں موجود ہے

ابھی خیام توحید و رسالت کے قریب ظالمین نہیں گئے، بلکہ ابھی ابھی شمر ملعون بوسہ گاہِ رسالت کا سجدہ وسلام کر کے پہنچا ہے، عمر ابن سعد ملعون نے ان سب سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے گروہِ شیاطین! تم یہاں کھڑے رہنے کی بجائے ابھی ابھی یہ سر اطہر لے کر کوفہ پہنچو کیونکہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون کوفہ میں اس جنگ کا فیصلہ سننے کیلئے بہت بے چین ہے، تم یہ سر اطہر اس ملعون کے پاس لے جاؤ، اسے میری طرف سے مبارک باد کہنا اور انعام بھی حاصل کرنا، اور جا کر اسے اطلاع دو تا کہ

وہ ملعونِ ازل سکون سے سو سکے، اب تم ایک لمحہ بھی یہاں مت رکو کیونکہ کوفہ یہاں سے تقریباً 70 یا 80 کلومیٹر دور ہے، تم نے اونٹوں پر سفر کرنا ہے، تم میں سے کچھ ملعون ایسے بھی ہیں جو اپنے اہل خانہ کو ساتھ لائے تھے، انہوں نے اپنی عورتوں کو اونٹوں پر سوار کرنا ہے، یہاں تیار ہوتے ہوتے بھی تمہیں دیر ہو جائے گی، تم سب فوراً اپنے اپنے خیام کی طرف جاؤ اور جتنا جلدی ممکن ہو سکے کوفہ روانہ ہو جاؤ

☆ثم ان عمر ابن سعد بعث براس الحسين علیہ الصلوٰۃ والسلام فی ذالك اليوم وهو يوم عاشور مع خولیٰ بن يزيد اصبحی وحميد ابن مسلم الازدی و قيس بن اشعث بن قيس كندی و عمرو ابن حجاج زبيدی الی عبيدالله ابن زياد ملعون

اس ملعون نے ان سب ظالمین کو امام مظلوم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر دے کر اسی دن یعنی یوم عاشورہ فوراً کوفہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون کی طرف روانہ کیا

ان کے ساتھ حمید بن مسلم ازدی قحطانی بھی چل پڑا، اس نے سوچا کہ یہاں کے حالات تو دیکھ لئے ہیں، اب کوفہ کے حالات بھی دیکھوں کہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر کوفہ پہنچنے کا اہل کوفہ پر کیا اثر ہوتا ہے، عمر ابن سعد ملعون نے باقی تمام لشکر کو حکم دیا کہ تم میں سے کوئی بھی کوفہ کی طرف نہیں جائے گا، کیونکہ کل ہم نے اپنے ملاعین ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنا ہے، پھر بعد از ظہر کربلا سے روانہ ہوں گے اور رات تک کوفہ پہنچ جائیں گے

یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ شام غریباں کے جملہ واقعات میں ان ملاعین کا ذکر آتا ہے مگر یہ سب اس وقت کوفہ کے راستے پر مصروف سفر تھے

راستے میں ان کو سیاہ آندھی نے گھیر لیا، جس کی وجہ سے یہ رات گئے کوفہ پہنچے تھے،

کیونکہ اگر یہ سورج گرہن اور سیاہ آندھی اور خون کی بارش کربلا میں دیکھ لیتے تو یہ خوف کی وجہ سے رات کو کبھی سفر نہ کرتے بلکہ صبح کا انتظار کرتے

عام حالات میں یہ ملعون شاید 9 یا 10 بجے کوفہ پہنچ جاتے مگر سیاہ آندھی اور خون کی بارش کی وجہ سے یہ رات کے 12 بجے کے بعد کوفہ پہنچے تھے

یہاں تک تو مؤرخین وصاحبانِ مقاتل متفق ہیں مگر یہاں پہنچ کر ان میں کچھ اختلاف ہوجاتا ہے، ایک گروپ یہ کہتا ہے کہ سر اطہر کو شمر ملعون کوفہ لایا تھا اور دوسرا گروپ کہتا ہے کہ خولٰی ملعون کوفہ لایا تھا، یعنی اس جماعت کا انچارج خولٰی ملعون تھا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ کربلا معلّٰی میں ابن سعد ملعون جنگ سے بچنے کی بار بارکوشش کرتا رہا، اور ہر موقع پر شمر ملعون اس کی سخت مخالفت کرتا رہا تھا، اور ابن زیاد ملعون کی طرف اس کی شکایات کے خط بھی شمر ملعون ہی بھیجتا رہا تھا

انہی وجوہات کی بنا پر یہ کہنا بے جانہیں ہے کہ عمر ابن سعد ملعون کیلئے شمر ملعون ایک ناپسندیدہ شخص تھا، اس لئے ابن سعد ملعون چاہتا تھا کہ شمر ملعون فوراً یہاں سے چلا جائے اور اسے انعام بھی نہ ملے، اس لئے ابن سعد ملعون نے اسے کوفہ بھیج بھی دیا مگر سر اطہر کی ذمہ داری اسے نہیں دی بلکہ خولٰی بن یزید ملعون کو دی، کوفہ کے راستے میں انہیں جو واقعات پیش آئے وہ اکثر کتب میں موجود ہی نہیں ہیں، اس سفر کا صرف ایک واقعہ کتب میں لکھا ہوا ہے جو بعد والوں کا من گھڑت ہے، یعنی راستے میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا شمر ملعون کو بددعا دینا، اور اس ملعون کا سر اطہر کو زمین پر رکھ کر ضربیں لگانا وغیرہ وغیرہ

یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اس کی کئی وجوہات ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس

وقت سر اطہر کا حامل خولیٰ ملعون تھا نہ کہ شمر ملعون ...... دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ توہین توحید ورسالت پر مبنی ہے ...... تیسری وجہ یہ ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے کسی مقام پر بھی بددعا نہیں دی، اگر وہ بددعا فرماتے تو ایک لمحہ میں تمام مظالم کا فیصلہ ہو جاتا، یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے فلاں ملعون کو بددعا دی اور وہ جناب مختار ثقفی علیہ السلام کے دور میں پوری ہوئی، فلاں کو بددعا دی تو فلاں زمانے میں پوری ہوئی، یہ بات امام وقت کے مرتبہ عالی کے منافی ہے کہ وہ دعا فرمائیں اور ان کی دعا کو منظور ہوتے ہوتے چھ یا سات سال لگ جائیں ...... چوتھی وجہ یہ ہے کہ مقام دعا اپنے اختیارات کی حد سے آگے شروع ہوتا ہے، یعنی جو انسان دریا میں گر جائے اور اپنے ہاتھ پاؤں نہ ہلائے اور صرف دعا مانگنا شروع کر دے تو وہ ہرگز نہیں بچ سکتا کیونکہ انسان اپنے جملہ اختیارات استعمال کرنے کے بعد بھی کوئی چیز نہیں پا سکتا تو وہاں دعا یا بددعا کرنا جائز ہوتا ہے

بعینہٖ یہ کلیہ یہاں بھی اپلائی (Apply) ہوتا ہے کہ اگر واقعی امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کسی ملعون کو سزا دینا چاہتے تو ان کی ایک نگاہِ قہر وجلال اِلٰہی پوری کائنات کو تباہ و برباد کرنے کیلئے کافی تھی، ان دو چار ملاعین ازل کی حیثیت ہی کیا تھی؟

اس لئے یہ واقعہ بعد والوں کی کم ظرف سوچ کا عکاس محسوس ہوتا ہے، اصل حقیقت تو مالک ذات خود ہی بہتر جانتی ہے، ہماری مجبوریاں سدِّ راہ ہیں کہ ہم نے تو کتب کے حوالے سے یا قیاس آرائی سے نتائج اخذ کرنا ہوتے ہیں

﴿شب کوفہ﴾

جب یہ شیطانی ٹولہ کوفہ پہنچا اس وقت فصیل شہر کا بابِ داخل بند ہو چکا تھا، اس دروازے کو بابِ بادیہ بھی کہا جاتا تھا اور باب الحجاج بھی، کیونکہ حاجی اسی دروازہ سے حج پر جایا کرتے تھے اور اسی دروازہ پر حج سے واپس آنے والوں کا استقبال بھی کیا جاتا تھا، عام طور پر یہ دروازہ کسی کیلئے رات کو نہیں کھولا جاتا تھا مگر ان ظالمین نے جس وقت آ کر دستک دی تو کلید بردار نے فوراً دروازہ کھول دیا کیونکہ اسے ملعونِ کوفہ کا یہ حکم تھا کہ اگر کوئی کربلا سے آئے تو اسے ہرگز نہ روکا جائے، یہ ملاعین پہلے قصر دارالامارہ کے دروازے پر آئے تا کہ فرعونِ کوفہ کی خوشنودی حاصل کر سکیں، مگر اس وقت تک ملعونِ کوفہ اپنے یارِ غار خالد کے ساتھ شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر مدہوش ہو چکا تھا، اس لئے یہ ملاعین اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے

یہاں پھر صاحبانِ مقتل میں اختلاف ہے کہ سراطہر کو کون اپنے گھر لے گیا تھا کچھ کہتے ہیں کہ شمر ملعون اپنے گھر لے گیا تھا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خولٰی ملعون اپنے گھر لے گیا تھا، مگر آگے جو واقعہ ہے وہ درحقیقت ایک ہی واقعہ ہے، جسے کچھ صاحبانِ مقتل نے شمر ملعون کے نام سے منسوب کر دیا ہے، اور کچھ نے اسے خولٰی ملعون کے نام سے منسوب کیا ہے، اور بعض صاحبان نے دونوں کو راضی کرنے کیلئے اسی ایک واقعہ کو دو واقعے بنا کر احتمالی طور پر لکھ دیا ہے کہ پہلی رات کوفہ میں یہ واقعہ خولٰی ملعون کے ساتھ پیش آیا، اور جس وقت کوفہ سے قافلہ پاک کی تیاری

ہوئی تھی تو ممکن ہے کہ اس وقت یہ واقعہ شمر ملعون کے ساتھ پیش آیا ہو لیکن یہ صرف احتمال ہے یقینی بات نہیں ہے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک واقعہ ہے اور یہ صرف خولیٰ ملعون کے ساتھ پیش آیا تھا، اور شمر ملعون سے منسوب واقعہ کوئی علیحدہ نہیں بلکہ جن لوگوں نے اسے شمر ملعون کے ساتھ منسوب کیا ہے انہیں نام میں اشتباہ ہوا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس رات خولیٰ ملعون ہی امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کو اپنے گھر لے آیا تھا

زنِ خولیٰ ملعون

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ خولیٰ ملعون نے دو شادیاں کی تھیں اور اس کی دونوں بیویوں کا تعلق حضرمی قبیلہ سے تھا، جن میں سے ایک کا نام ثعلبیہ تھا، بروایت دیگر عیوف تھا اور دوسری بیوی کا نام نوار خاتون بن مالک بن عقرب حضرمی تھا

اس لئے اس ملعون نے کوفہ کے ایک ہی محلے میں اپنے دو گھر بنائے ہوئے تھے جن میں اس کی دونوں بیویاں الگ الگ رہتی تھیں

جب یہ ملعون سر اطہر لے کر گھر پہنچا تو سب سے پہلے یہ اپنی بڑی بیوی ثعلبیہ خاتون یا عیوف کے گھر آیا، اس وقت رات کافی بیت چکی تھی، اس نے دروازے پر دستک دی مگر دروازہ نہ کھلا تو یہ دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوا

اس ملعون نے سوچا کہ شہنشاہِ معظم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر میری بیوی نہ دیکھے تو بہتر ہے، اس لئے اس نے سر اطہر کو ایک پوشیدہ جگہ پر چھپا کر رکھ دیا، پھر بیوی کو جگایا اس کے جگانے پر وہ بیدار تو ہوگئی مگر بے وقت نیند خراب ہونے کی وجہ سے غصے

میں آ گئی اور پوچھنے لگی کہ تم اس وقت تک کہاں تھے؟

ملعون نے جواب دیا کہ میں ابھی ابھی کربلا سے آ رہا ہوں، مستور نے پوچھا کہ تمہاری جنگ کا کیا نتیجہ نکلا؟ ملعون نے کہا کہ ہمیں فتح حاصل ہوئی ہے

اس مستور نے پھر سوال کیا کہ تم لوگوں کی جنگ تھی کس کے ساتھ؟

اس ملعونِ ازل نے جواب دیا کہ ہماری جنگ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ تھی، ہم نے انہیں شہید کر دیا ہے اور میں ان کا سر اطہر اپنے ساتھ لایا ہوں جسے کل صبح ابن زیاد ملعون کے دربار میں پیش کروں گا اور انعام لوں گا

مستور نے فوراً کہا ارے بدبخت! جو لوگ جنگ سے واپس آتے ہیں وہ سونا چاندی اور جواہرات لے آتے ہیں، تم کس قدر بدبخت ہو کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اطہر لے آئے ہو

یہ کہہ کر وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی، اور روتے ہوئے کہنے لگی کہ اب میں تمہارے ساتھ اس گھر میں نہیں رہ سکتی، اس ملعون کے پاس سے اُٹھ کر وہ مستور روتی ہوئی گھر کے ایک کونے میں زمین پر بیٹھ گئی

''وہ خود روایت کرتی ہے کہ میں گھر کے گوشہ میں بیٹھ کر کافی دیر تک روتی رہی، پھر روتے روتے مجھے اونگھ سی آ گئی، عالم رویاء میں میں نے دیکھا کہ ہمارے گھر کا صحن بہت زیادہ وسیع ہو گیا ہے، ☆رایت نوراً ساطعا الی السماء

اور زمین سے آسمان تک ایک نور سا پھیل گیا اور ملکوت ارض وسما سفید پرندوں کی شکل میں آسمان سے اتر کر میرے گھر کے ایک گوشے کی طرف جانے لگے، جہاں

لوہے کا ایک بڑا تھال پڑا تھا، ارض و سما کے ملائکہ اس تھال کے ارد گرد طواف کرتے، زیارت پڑھتے اور گریہ وزاری بھی کرتے

یہ سب کچھ دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی، میں نے روتے ہوئے خولیٰ ملعون سے پوچھا کہ تم نے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر کہاں رکھا ہے؟

اس ملعون نے غصے میں کہا کہ تمہیں کیا ہوا ہے اور تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟

میں نے کہا کہ اپنے گھر کے فلاں گوشے میں میں نے ابھی ابھی فرشتوں کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، اس ملعونِ ازل نے بگڑ کر کہا کہ مجھے نہیں معلوم وہ سر اطہر کہاں ہے، تم مجھے پریشان نہ کرو

پھر میں جلدی سے مکان کے اسی گوشے کی طرف گئی کہ جہاں مظلومین کے سلطان کا سر اطہر مسندِ عرشِ علیٰ پر جلوہ افروز تھا، میں نے آ کر جلدی سے وہ نورانی سرپوش اُٹھایا تو نیچے مجھے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر نظر آیا جسے فوراً میں نے اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا، میں نے اس غبار آلود سر اطہر کو غسل دینے کا ارادہ کیا، پھر میں جی بھر کے روتی بھی رہی اور سر اطہر کو غسل بھی دیتی رہی

غسل دینے کے بعد میں اس پاک سر کو اٹھا کر صحن میں آئی، جب مجھ سے ضبط نہ ہو سکا تو میں بلند آواز میں بین کر کے رونے لگی، میرے بینوں کی آواز سن کر محلے کی عورتیں جمع ہو گئیں، سب عورتوں نے مجھ سے جب رونے کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں وہ پاک سر دکھایا اور سارا ماجرا بیان کیا

سر اطہر کو دیکھتے ہی تمام مستورات نے رونا شروع کر دیا، ہمارے شور وشین کی آواز سن کر خولیٰ ملعون نیند سے بیدار ہو کر باہر صحن میں آ گیا، باہر آ کر اس نے

دیکھا تو اس کا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا، اس وقت اس نے مجھ سے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ اطہر طلب کیا مگر میں نے انکار کر دیا کہ میں یہ پاک سر تمہارے حوالے نہیں کروں گی، میرے انکار پر اس ملعون نے اپنی تلوار بر آمد کی اور جبراً مجھ سے وہ پاک سر چھین کر یہاں سے اپنے دوسرے گھر کی طرف روانہ ہوگیا''

راستے میں خولیٰ ملعون کو اپنے کچھ محلے دار ملے جو رات کو عبادت کرنے کیلئے مسجد کوفہ کی طرف جا رہے تھے، اس ملعون کو دیکھ کر لوگوں نے حال پوچھنا چاہا مگر اس ملعون نے انہیں کچھ نہ بتایا بلکہ سیدھا اپنے دوسرے گھر میں داخل ہوگیا

یہاں بھی اس نے بیوی کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور اپنے گھر میں موجود تندور (جسے عربی میں اجانة کہتے ہیں) کو عرشِ معلیٰ کا درجہ دیتے ہوئے عرش کے حقیقی مکین کا سرِ اطہر اس کے اندر رکھ دیا اور برتن دھونے والا مٹی کا ایک بڑا برتن اس کے اوپر رکھ کر اسے ڈھانپ دیا، پھر یہ ملعون اپنے کمرے میں آ کر سو گیا

رات کا ایک پہر ابھی باقی تھا کہ اس کی بیوی نوار (غوار) خاتون نماز تہجد پڑھنے کیلئے بیدار ہوئی کیونکہ یہ شروع ہی سے نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھتی تھی، اس نے ساتھ والے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو یہ ملعونِ ازل وہاں سویا ہوا تھا

جب وہ گھر کے صحن میں آئی تو دیکھا کہ صحن مکمل روشن تھا، جیسے اچانک ہزاروں سورج اس کے گھر میں اتر آئے ہوں، یہ مستور روایت کرتی ہے کہ

☆والله انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجانة التی فیھا راس الحسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

''مجھے پروردگارِ عالم کی قسم! میں نے دیکھا کہ آسمان سے لے کر میرے گھر کے

اس مقام تک کہ جہاں سر اطہر رکھا گیا تھا نور کا ایک عمود ساطع تھا، اس نور کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کے لا تعداد پرندے ہیں جو آسمان سے نازل ہوکر اجانۃ کی زیارت کرر ہے ہیں، یعنی اس کا طواف کرر ہے ہیں

☆وجدت نورا يلمع من الاجانة

جب میں نے اس تندور کی طرف دیکھا تو اس سے بے پناہ روشنی نکل رہی تھی، میں حیران ہوئی کہ اس وقت تندور کوکس نے روشن کر دیا ہے

یہ بھی بتا تا چلوں کہ ہمارے علاقوں میں تندور کا منہ آسمان کی طرف ہوتا ہے مگر عرب میں تندور کی بناوٹ اس طرح نہیں ہوتی بلکہ وہاں تندور زمین پر لیٹے ہوئے ہوتے ہیں، ان کا رخ آسمان کی طرف نہیں ہوتا ہے

میں بتا رہا تھا کہ نوار خاتون روایت کرتی ہے کہ ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ یہ روشنی کیسی ہے کہ جو زمین سے آسمان تک ایک عمودِ نور کی طرح قائم ہے اور جس سے ہمارا صحن منور ہو گیا ہے کہ اچانک مجھے اسی تندور کے اندر سے تلاوتِ قرآن کی آواز سنائی دی، اس وقت میں نے یہ آیت سنی

☆وَسَيَعلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

عنقریب ظالمین کو معلوم ہو جائے گا کہ ظلم کیونکر کیا جاتا ہے؟ کہ ان کی بازگشت ہماری طرف ہی ہے

جب مجھے یہ آواز سنائی دی تو میں فوراً تندور کی جانب لپکی، جب میں بالکل قریب پہنچی تو میں نے آواز سنی

☆انا الغريب انا الغريب .... ہم تو مسافر ہیں، ہم تو پردیسی ہیں

میں یہ آواز سن کر تندور کے اور قریب ہوگئی تا کہ دیکھوں اس کے اندر کیا ہے؟

جب میں مزید آگے بڑھی تو اس وقت اچانک آسمان سے ہاتف غیبی نے صدا دی

کہ ☆طَرَّقُوا طَرَّقُوا .... راستہ دو، پردہ کرو

میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آسمان کی طرف سے مجھے حوران جنت کے زُمرے میں پانچ نورانی عماریاں اترتی ہوئی نظر آئیں، وہ عماریاں میرے صحن میں تندور کے بالکل قریب آکر اتریں، ان عماریوں میں سے جناب حواء سلام اللہ علیہا، جناب ہاجرہ سلام اللہ علیہا، جناب مریم سلام اللہ علیہا اتریں، ان کے بعد ایک نورانی عماری سے محسنہءِ اسلام ملیکۃ العرب معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اتریں، پھر انہوں نے باقی مستورات کے ساتھ جاکر پانچویں عماری سے اپنی پاک دختر ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کو عزت و احترام سے اتارا، عماری سے اترتے ہی پاک ملکہءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بین کرنا شروع کر دیئے کہ ہائے میرے مظلوم بیٹے، ہائے میرے غریب الوطن بیٹے، میں آپ کے غم میں کہاں کہاں آنسو بہاؤں؟ کربلا میں روؤں، کوفہ میں روؤں، مدینہ میں روؤں یا پھر کنارِ فرات پر روؤں

گریہ وزاری کرتے ہوئے یہ سبھی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اس تندور کے قریب آئیں اور اس کے اِرد گرد گھیرا ڈالا، اس وقت ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے تندور کے اندر سے اپنے مظلوم فرزند علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر برآمد کیا، اور سر کو چوم کر بین شروع کر دیئے کہ میرے قتیل العبرت لختِ جگر! یہ آپ نے کیسا انداز اپنایا ہے؟ دشمن کے گھر میں ایسی جگہ کو کیوں زینت دی ہے کہ جو آپ کے شایانِ شان ہی نہیں ہے، کیا میں نے آپ کو اسی دن کیلئے پالا تھا؟ آپ کی غربت کا یہ انداز میں

برداشت نہیں کرسکتی، آخر میں ایک ماں ہوں، اور کوئی ماں اپنے نورِنظر کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی ہے، پھر ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا صحن میں تشریف لے آئیں، انہوں نے زمین کو زینت بخشی اور اپنے مظلوم فرزند کا سر اطہر یوں اپنی گود میں رکھا جیسے کمسن بچوں کو مائیں زانو پر بٹھانا سکھاتی ہیں، پھر اپنی پاک ردا سے سر اطہر سے تندور کی راکھ صاف کرنے لگیں، اور آہستہ آہستہ اپنے پاک بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں کہ بیٹا! میں نے تو آپ کو بڑی مشکلوں سے پالا تھا، میرے نازوں سے پالے نورِنظر! افسوس کہ اس ملعون امت نے آپ پر ذرہ برابر رحم نہیں کیا، آپ کی مظلومیت پر ترس نہ کھایا، آپ کا جسد اطہر خاک وخون میں غلطان ہو کر کربلا میں گرم زمین کے عرش کی زینت ہے، اور آپ کا پاک سر مبارک کوفہ میں خولی ملعون کے گھر میں ایک نہایت ہی نامناسب مقام پر موجود ہے، ماں آپ کے دکھوں پر قربان جائے، مظلومیت کی اس انتہا پر ماں واری جائے

نوار خاتون کہتی ہے کہ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو روتے روتے میں بے ہوش ہوگئی، جب میری آنکھ کھلی تو نہ وہ عماریاں موجود تھیں، اور نہ ہی وہ منظر تھا میں دوڑ کر فوراً تندور کے پاس گئی، میں نے دیکھا تو اس میں مظلومِ کائنات مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر موجود تھا، میں نے سر اطہر کو اٹھا کر سینہ سے لگایا صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں کہ نوار خاتون سر اطہر کو اٹھا کر اپنے کمرے میں آئی

☆وغسله من ماء الورد وما به من الدم والتراب

اس نیک سیرت مستورنے پہلے سر اطہر سے گرد صاف کی، پھر عرقِ گلاب سے غسل

دیا، اس کے بعد اسے ادب و احترام سے ہاتھوں میں اٹھا کر بین کرنے لگی کہ میرے آقا! آپ تو عرشِ معلیٰ کے مکین ہیں، مہر نبوت کے شاہسوار ہیں، جوانانِ جنت کے شہنشاہ اور سردار ہیں، آپ کے تو گھوارے بھی عرش سے آیا کرتے تھے، جنہیں جھلانے پر جبرائیل ملائکہ پر فخر و مباہات کیا کرتا تھا، مگر خدا جانے آج آپ نے اتنی مظلومیت اور غربت کیوں اپنا لی ہے؟

اسی طرح اسے روتے روتے صبح ہوگئی، جب ملعونِ ازل بیدار ہوا تو وہ اس کے قریب آیا اور کہنے لگا کہ یہ سرا طہر مجھے دے دو، میں اسے دربار میں لے جاؤں گا اور وہاں سے انعام و اکرام حاصل کروں گا

نوار خاتون نے روتے ہوئے کہا کہ اے ظالم ملعون! پہلے مجھے طلاق دے، میں تم جیسے ظالم کے ساتھ اب ہرگز نہیں رہ سکتی، ملعون نے پہلے تو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ خاتون طلاق کے علاوہ کوئی بات بھی سننے کیلئے تیار نہ ہوئی

آخر کار اس ملعون نے نوار خاتون کو طلاق دے دی، جب اس خاتون کو طلاق ملی تو اس نے اپنے گھر میں سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا بلکہ صرف امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سرا طہر اٹھا کر گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس ملعون نے کہا کہ یہ سرا طہر میرے حوالے کر کے جاؤ، اس خاتون نے جواب دیا کہ کیا میں کافر کو قرآن دوں؟

اس ملعون نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تم مجھے یہ سر دے دو پھر جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ، میں نے اپنی آخرت پہلے ہی برباد کر لی ہے، اب تم میری دنیا تو برباد نہ کرو، مجھے انعام تو لینے دو

نوار خاتون نے کہا کہ اے ملعونِ ازل! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں سر پاک

دے دوں، اس کی یہ بات سن کر خولیٰ ملعون نے طیش میں آ کر تلوار نکال لی ادھر یہ مستور امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر پر جھک کر فوراً زمین پر بیٹھ گئی، ملعونِ ازل نے اس پر تلوار کا وار کیا، امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر مستور کی گود میں رہ گیا اور مستور کا سر کٹ کر خود اس کی جھولی میں آن گرا، اس مستور کے خون سے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر بھی رنگین ہو گیا، قریب ہی سے ملکہ ءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی صدا آئی کہ اے ملعونِ ازل! خدا تیری مراد کبھی پوری نہ کرے، تو نے تو اپنا مقصد پا لیا ہے، میرے مظلوم بیٹے کا سر حاصل کر لیا ہے، اب تجھے تو شاید انعام مل ہی جائے گا، مگر تمہارے اس لالچ کی وجہ سے ہمارا پاک گھر لٹ گیا ہے، ہمارا لختِ جگر شہید ہو چکا ہے، چمن نبوت کے گل رعنا ظلم کی بادِ سموم سے کملا گئے ہیں، ہمارے گھر میں بچا ہی کیا ہے؟ میری ازل کی پردہ دار بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن دشت کربلا میں بے آسرا ہو چکی ہیں، لیکن تمہارے دل میں جلنے والی آتش انتقام اب بھی سرد نہیں ہوئی ہے

تمام مومنین اس نیک طینت مستور کیلئے بھی دعا کریں کہ جس نے اپنے مالک کیلئے اپنا سر فدا کیا ہے، خدا کرے کہ اس مستور نوار خاتون کی قربانی کا مدعا پورا ہو، اسے پاک ملکہ ءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کے گھر کی خوشیاں دیکھنا نصیب ہوں، جس طرح اس مستور نے پاک گھر کی غربت اور انتہائے مظلومیت دیکھی ہے، اسی طرح یہ پھر ان کی حکومت اِلٰہیہ اور شان جلالت بھی دیکھے، ساری کائنات کے جملہ مومنین اور مومنات کی قربانیوں کا ماحصل ظاہر ہو، انہیں ابدی مسرت نصیب ہو، تمام مومنین اپنی حقیقی مراد کو پہنچیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے معظّمہ ءِ کائنات ام المصائب

پاک بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے پاک گھر کو آباد و شاد دیکھیں ، جملہ مظلومین کے پاک منتقم عجل اللہ فرجۂ الشریف جلد تشریف لائیں تاکہ تمام دنیا میں محمد و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ قائم ہو، اب اس پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی مظلومیت کا دور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو،عزاداری کا خاتمہ ہو اور ابدی خوشیوں کا آغاز ہو

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 22

ابن وکیدہ روایت کرتا ہے کہ

گیارہ محرم کی رات سوگ اور عزا کے سیاہ لباس میں ملبوس رہی، تمام رات ستارے فرطِ شرم سے منہ چھپائے رہے، آسمان پر سیاہی پھیلی رہی، خاک اور خون کی بارش ہوتی رہی، اور تمام عالم پر ایک گہرا سکوت اور سناٹا چھایا رہا

☆لما تشفق جیب اللیلة اللابسة السواد الماتم ثم طلع صبح یوم الحادی عشر من ایام المحرم()

جس وقت گریبانِ سحر چاک ہوا اور صبح ہوئی تو اس صبح میں بھی تاریکی کا عنصر غالب تھا، یہ صبح بھی رات سے کم سیاہ نہیں تھی، صبح کے پرندوں نے نوحہ خوانی شروع کی تو ہمیں اندازہ ہوا کہ شاید سورج طلوع ہونے والا ہے، اور یہ سیاہی اور تاریکی مسلسل تین دن تک دنیا پر چھائی رہی، گویا عذابِ اِلٰہی کے آثار نمایاں رہے

کل میں نے بیان کیا تھا کہ گیارہ محرم کی صبح کو خولیٰ ملعون بیدار ہوا تو اس نے اپنی بیوی نوار خاتون کو شہید کر کے جبر وظلم سے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر وصول کیا

پھر اسے ایک طشت میں رکھا اور اس پر نیلے رنگ کا رومال دیا، کیونکہ اس دور میں

اہل عرب کے نزدیک نیلا رنگ خوشی کی علامت مانا جاتا تھا، یہ ملعونِ ازل ہاتھ منہ دھو کر فوراً دربار کوفہ کی طرف روانہ ہوا، کیونکہ آج اس ظالم کو انعام ملنے کی امید تھی، ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ یہ ملعون قصر کے دروازے پر جا پہنچا صاحب ریاض القدس اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ☆

☆وبرزت الشمس النهار فی حمرة الافق قرصة العین فکانها راس یحییٰ بن زکریا فی طست اللجین لابل بدتها من حتین طبق الخولی ملعون راس الحسین علیہ الصلواۃ والسلام

جس وقت صبح کی خون آلودہ شفق میں سورج طلوع ہوا تو یوں محسوس ہورہا تھا کہ جیسے جناب یحیٰؑ علیہ السلام کا خون آلودہ سر طشت میں پڑا ہو، بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے خود امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر خولیٰ ملعون کے طشت میں پڑا ہو

جب خولیٰ ملعون سر اطہر لے کر قصر دارالامارہ کے دروازے پر پہنچا تو اس وقت تک دروازہ کسی کیلئے نہیں کھلا تھا، اس لئے خولیٰ ملعون سر اطہر کو طشت میں لے کر صدر دروازے کے قریب ایک کھجور کے درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا تا کہ سب سے پہلے وہ ابن زیاد ملعون کو امام کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کا تحفہ دے سکے اور سب سے زیادہ انعام لے سکے اس کے صبح صبح آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو ملاعین یوم عاشور نمازِ عصر سے کچھ پہلے کربلا سے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر لے کر کوفہ کیلئے روانہ ہوئے تھے وہ سبھی افراد انعام کے متمنی تھے، اس لئے وہ ملعون یہ بھی چاہتا تھا کہ شمر ذوالجوشن ملعون اور اس کے دوسرے ساتھیوں کے دربار میں آنے سے پہلے سر اطہر پیش

کرے تا کہ تمام انعام اسے ہی ملے

جب عبید اللہ ابن زیاد ملعون شراب کے نشہ سے آزاد ہو کر بیدار ہوا تو اس نے نہا دھو کر ناشتہ طلب کیا تو ایک کنیز نے اسے آکر یہ اطلاع دی کہ خولی ملعون کافی دیر سے مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر لے کر قصر دارالامارہ کے دروازہ پر انتظار کر رہا ہے

☆جلس ابن زیاد علی بساط التجبر والفساد کفرعون ذی الاوتاد والشداد

کچھ دیر کے بعد وہ ملعون جابر حکمرانوں کی طرح بڑے غرور و تکبر کے ساتھ اپنی بساط پر آکر بیٹھا جیسے وہ اپنے وقت کا فرعون یا شداد ہو

جب وہ بیٹھ گیا تو اس وقت کئی روسائے کوفہ اور قبائل کے سردار جو وہاں موجود تھے، اس نے سب کو ناشتے کی دعوت دی جب سب لوگ دسترخوان پر بیٹھ گئے تو ان کے سامنے ناشتہ رکھا گیا، اس وقت ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ اب خولی ملعون سے جا کر کہو کہ وہ امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر پیش کرے

اس کے غلام اور کنیزوں نے دوڑ کر خولی ملعون سے سر اطہر لیا، اسے دوبارہ ایک قیمتی اور سنہری طشت میں سجایا، اور اسے ایک ریشمی رومال سے ڈھانپ کر فرعونِ کوفہ ابن زیاد ملعون کے سامنے لا کر رکھ دیا

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ جس وقت جناب مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی سلام اللہ علیہا نے عبید اللہ ابن زیاد ملعون کا منحوس سر جناب امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مدینہ بھجوایا تھا اس وقت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ناشتہ فرما رہے تھے، جونہی ان کی نگاہ اس ملعون کے منحوس سر پر پڑی تو انہوں نے فوراً سجدۂ شکر ادا فرمایا اور یہ

بات دہرائی تھی کہ جب اس ملعون کے سامنے ہمارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر پیش ہوا تھا تو یہ ملعون بھی ناشتہ کر رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا

میں عرض کر رہا تھا کہ جب ملعونِ کوفہ کے سامنے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر رکھا گیا تو ساتھ ہی خولٰی ملعون بھی اندر داخل ہوا، اور یہ اشعار پڑھنے لگا ☆

اوفر رکابی فضة و ذهباً

انی قتلت الملك المجبٰا

قتل خير الناس اماً و اباً

و خيرهم اذينسبون النسبٰا

اے ملعون! تو آج ہمیں زانو تک سیم و زر میں غرق کر دے کیونکہ ہم نے کائنات کے عظیم شہنشاہ کو شہید کیا ہے، جو تمام انسانیت کیلئے خیر بھی تھے اور پاک والدین کے حوالے سے نجیب الطرفین بھی تھے، اور نسب کے لحاظ سے جن کا تمام سلسلہ نسب ذہب (سنہری سلسلہ) تھا

پھر خولٰی ملعون نے یہ بکواس کی کہ اے فرعونِ کوفہ! تمہیں مبارک ہو، پھر کہنے لگا کہ ☆يا ايها الامير اعطنى جائزة ...... اے ملعون ازل! اب مجھے انعام دو

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہی اشعار مختلف اوقات میں تین ملاعین نے پڑھے تھے، سب سے پہلے کربلا میں ابن سعد ملعون کے سامنے امام مظلوم کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے فوراً بعد شمر ملعون نے پڑھے تھے، دوبارہ اس موقعہ پر کوفہ میں خولٰی ملعون نے ابن زیاد ملعون کے سامنے پڑھے، اور پھر دربارِ شام میں سنان بن انس ملعون نے یزید ملعون کے سامنے پڑھے تھے

یہاں تک تو اس واقعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مگر اس سے آگے روایات میں بہت سی نا زیبا باتیں آ جاتی ہیں اور بہت سی گستاخانہ تحریریں کتب میں موجود ہیں جو خود محل نظر ہیں

مثلاً زید بن ارقم مدنی مذحجی خزرجی کے نام سے منسوب یہ بیان ہماری کتب میں موجود ہے کہ میں اس وقت ابن زیاد ملعون کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف تھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ ابن زیاد ملعون نے ایک چھڑی اٹھا کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک کے ساتھ مس کی اور نعوذ باللہ لب ہائے اطہر کو ہٹا کے کہا کہ آپ کے دندان مبارک کتنے خوبصورت ہیں

زید بن ارقم کہتا ہے کہ میں نے اس موقع پر اس ملعون کے سامنے شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ میں نے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لب ہائے اطہر کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تھا، یہ بوسہ گاہِ رسالت ہے، تم فوراً یہاں سے چھڑی ہٹا لو

اس واقعہ میں بہت سے اِشکال موجود ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ یہی واقعہ دمشق کے واقعات میں یزید ملعون کے نام سے منسوب ہماری کتب مقاتل میں درج ہے کہ اس ملعونِ ازل نے یہی گستاخی کی تھی اور یہی فقرے ادا کئے تھے، جس کے بعد وہاں دربار میں موجود ابو بریدہ اسلمی نے اسے روکا تھا اور کہا تھا کہ یہ بوسہ گاہ رسالت ہے، چھڑی ہٹا لو

ایک روایت یہ بھی ہے کہ زید بن ارقم کوفی مذحجی کا واقعہءِ کربلا سے ایک سال قبل انتقال ہو چکا تھا، اور ایک سال پہلے فوت ہونے والے شخص کا اس وقت دربارِ کوفہ میں موجود ہونا محال ہے

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بوسہ گاہ کا اتنا احترام کرتا ہے کہ وہ اس پر چھڑی رکھنا بھی برداشت نہیں کرسکتا، وہ ابن زیاد ملعون کوفرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت پر نہ تو برا بھلا کہتا ہے اور نہ ہی اس کا عملی بائیکاٹ کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھا رہا ہے، یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

پھر یہ روایت صرف چھڑی مس کرنے کی بات تک محدود نہیں ہے بلکہ کچھ روایات میں ہے کہ تلوار کے ساتھ اس ملعونِ ازل نے سر اطہر پر وار کیئے، اور لب ہائے اطہر پر (خدا نہ کرے) ضربیں لگائیں

نقل کفر کفر نہ باشد......سعید بن معاذ اور عمر ابن سہیل کی روایات میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ اس ملعونِ ازل نے (نعوذ باللہ) سر اطہر پر لاٹھی سے اتنے زیادہ وار کیئے کہ (نصیب دشمناں) آپ کا سر اطہر پھٹ گیا اور مغز باہر آ گیا

☆العیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

ایک صاحب نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن زیاد ملعون امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر پر ضربیں بھی لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ بہت جلد ضعیف ہو گئے ہیں

یہاں انس بن مالک صحابی کے ساتھ یہ واقعہ منسوب ہے کہ اس نے ابن زیاد ملعون سے کہا کہ میں نے ان سے زیادہ کسی ایک فرد کو بھی شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہہ نہیں دیکھا، یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اور کامل شبیہ ہیں، تم یہ چھڑی فوراً ہٹا لو

حالانکہ انس بن مالک جیسے صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردانا جاتا ہے، اس ملعون

کا ملعون بیٹا سنان بن انس مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قاتلوں میں شامل ہے
ایسی لاتعداد روایات ہیں کہ جو عباسی دور کی تحریک کے زمانہ میں بنائی گئی ہیں
البتہ کچھ تاریخی کتب میں ایک ایسا واقعہ لکھا ہوا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ قرین عقل
ہے اور میں اس واقعہ کو ان کے شایانِ شان بھی سمجھتا ہوں

اصل واقعہ

عبیداللہ ابن زیاد ملعون جس وقت اپنے ملاعین ساتھیوں کے ہمراہ ناشتہ کرنے
کیلئے دستر خوان پر بیٹھا تو اس وقت سر اطہر اس ملعون کے سامنے پیش کیا گیا، یہ
ملعونِ ازل سر اطہر کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا، پھر جب یہ ناشتہ کر چکا تو اپنے تخت
پر آ کر بیٹھ گیا، اس وقت سر اطہر والے طشت کو اٹھا کر اس ملعون کے تخت کے
سامنے پڑی ایک میز پر رکھ دیا گیا، اس ظالم ازلی نے ایک چھڑی کی مدد سے
طشت سے رومال ہٹایا، پھر یہ ملعون بے تحاشہ ہنسنے لگا، یہ اس قدر ہنسا کہ اس کے
مکروہ قہقہوں سے قصر گونج اٹھا، ملعونِ ازل نے قہقہے لگاتے ہوئے امام مظلوم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر اٹھا لیا اور اس کا رخِ اقدس اپنی طرف پھیر کر پھر زوردار قہقہہ
لگایا

عین اسی لمحے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنکھیں کھول دیں، اللہ کے مظہر جلال کی
آنکھوں میں جلالِ الٰہی کی سرخی دوڑی، اور قہار و جبار کے مظہرِ غضب نے انتہائی
غضبناک انداز میں اس ملعون کی طرف نگاہ فرمائی

اس نگاہِ غیظ کا ایسا اثر ہوا کہ اس ملعون کی رگوں میں خون منجمد ہونے لگا، یوں

محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ہیبت کی وجہ سے ملعون کے جسم کا تمام خون خشک ہو گیا ہو، اوراس کے بدن کے تمام اعضاء مضمحل ہو گئے ہوں

☆لکنه غلبه کمال هیبته وجلال هیئته فانبحر فیه طاش لبه وارتعدت فرائضه واسترخ مفاصله فلم یملك نفسهٖ وارتعشت

ہیبت ربانی اور سطوتِ صمدانی اس قدر اس ملعون پر غالب آئی کہ اس کے ہوش اڑ گئے، اوراس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے، پھراس میں اتنی جرأت ہی نہ رہی کہ یہ نگاہ اٹھا کے امام علیہ الصلواۃ والسلام کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھ سکتا

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر اس ملعونِ ازل نے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا رکھا تھا، اس ملعون نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے سر اطہر کو فوراً اپنی دائیں ران پر رکھ دیا کیونکہ اب اس میں ذراسی حرکت کرنے کی جرأت بھی باقی نہ رہی تھی

☆وکف من الکریم قطرة من دمه علی ثوب اللئیم فثقبه علی بلغ اللحم والشحم و نفذت فیه حتیٰ خرجت من جانب الاخر ونفذت فی الارض

اس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کے حلق بریدہ سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا اور ظالم کے کپڑوں پر گرا، پھر کپڑوں سے گزر کر اس کی ران تک پہنچا اوراس کی ران کو عبور کرتا ہوا زمین میں جذب ہو گیا، اس وقت اس ملعونِ ازل نے گلا پھاڑ کر ایک دلدوز چیخ ماری اور پھر چیختا ہی چلا گیا کہ اس ملعون کی چیخوں سے دربار گونجنے لگا، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ملعون کو اسی دنیا میں جہنم میں ڈال دیا گیا ہو

اس ملعون نے فوراً سر اطہر کو اٹھا کر طشت میں رکھ دیا

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ امام مظلومؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون کا ایک قطرہ ابن زیاد ملعون کی ران پر جس جگہ گرا تھا وہاں ایک مستقل ناسور بن گیا تھا، اور اس ناسور سے اس قدر بدبو اٹھتی تھی کہ کوئی شخص اس کے قریب نہیں بیٹھ سکتا تھا، اس لئے یہ ملعون ہمیشہ کستوری اپنے پاس رکھتا تھا، اور کپاس کا ایک پھنبہ کستوری میں بھگوکر ران کے اس ناسور پر رکھتا تھا تاکہ بدبو کا احساس کم سے کم ہو، اور یہ ظالم ساری زندگی ران کے اس ناسور کی تکلیف اور بدبو کی وجہ سے ذلیل ہوتا رہا تھا

جس وقت ابن زیاد ملعون کے لشکر سے جناب مختیار ثقفی سلام اللہ علیہا کے لشکر کی جنگ ہوئی تو یہ جنگ رات تک جاری رہی تھی، رات ہی کو ابن زیاد ملعون دورانِ جنگ فی النار ہوگیا اس لئے کسی کو خبر نہ ہوسکی تھی کہ ملعون کی لاش کہاں ہے

پھر کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ سے لاشوں میں کستوری کی خوشبو آرہی ہے، یہ بات سنتے ہی جناب مختیار سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ لازماً یہ ابن زیاد ملعون کی لاش ہوگی کیونکہ وہ ہمیشہ کستوری اپنے پاس رکھتا تھا، آپ کے فوجی جوان کستوری کی اسی خوشبو کا تعین کرتے ہوئے اندھیرے میں اس ملعونِ ازل کی لاش تک پہنچے، وہاں جاکر اسے پہچانا اور دیکھا تو یہ کمینہ جہنم رسید ہوچکا تھا، پھر اس کا سر کاٹ کر مدینہ روانہ کیا گیا تھا

ہاں تو دوستو! میں عرض کررہا تھا کہ جس وقت خونِ ناحق کا ایک قطرہ ابن زیاد ملعون کی ران کو زخمی کرتا ہوا زمین میں جذب ہوا تو اس نے گھبرا کر سر اطہر فوراً طشت میں رکھ دیا، کافی دیر تک یہ اذیت میں مبتلا رہتے ہوئے چیختا رہا، پھر اس ملعون نے حکم دیا کہ یہ سر پاک خولی ملعون کے حوالے کردیا جائے، اور جب

پاک قافلۂ تسلیم و رضا میرے دربار میں آئے تو خولیٰ ملعون یہ سرا طہر ساتھ لے آئے، میں پھر اسے انعام دوں گا

حکم دے کر یہ ملعون کراہتا ہوا اپنے محل میں داخل ہوا، پھر تمام رات یہ ملعون سو نہیں سکا بلکہ بستر پر تڑپتا رہا، زخم کی جلن مسلسل اسے تڑپاتی رہی

یہی وجہ تھی کہ بارہ محرم کے دن جس وقت کاروانِ تسلیم و رضا کوفہ پہنچا تو اسے دربار میں نہیں لایا جا سکا بلکہ تیرہ محرم کے دن دربار میں بلایا گیا تھا، اور اس عرصہ کے دوران یہ ملعونِ ازل اپنا علاج کرواتا رہا تھا، مگر عذابِ اِلٰہی دواؤں سے تو نہیں ٹالا جا سکتا تھا

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے دربار میں عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے صرف ایک بار اتنی سی جسارت کی کہ طشت کے اوپر رکھا ہوا رومال بید کی چھڑی سے ہٹایا، اور سر اطہر کو اٹھا کر طنزیہ طور پر ہنستا رہا، جس کا خمیازہ اسے زندگی بھر بھگتنا پڑا

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایک گستاخی کے علاوہ اس ملعونِ ازل نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر سے پھر کوئی جسارت کرنے کی مجبوراً جرأت ہی نہیں کی تھی

باقی گستاخانہ روایات بعد والوں کی وضع کردہ اور ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ وہ مسلّمات شیعہ کے خلاف ہیں

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ مظلومین اوّلین و آخرین کے خونِ ناحق کا پاک وارث چشم زدن سے بھی پہلے اس دنیا میں تشریف لائیں، اور اِن دشمنانِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ایک ظلم کا حساب لیں، میرے خیال کے مطابق ان مظلومین علیہم الصلواۃ والسلام کا انتقام لینا تو شاید ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ جن کے ایک موئے

بدن کی قیمت ہزاروں اور لاکھوں کائناتیں مل کر بھی نہیں ہو سکتی ہیں، تو ان کے کسی ایک فرد کا عیوض یا بدلہ کیسے لیا جا سکتا ہے؟

البتہ دل میں یہ حسرت دن بدن شدت اختیار کرتی جا رہی ہے کہ خاندانِ نبوت و رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام دشمنوں کو یوم سزا دیکھنا جلد سے جلد نصیب ہو اور یہ تمام ملاعین حسرت زدہ مومنین کی آنکھوں کے سامنے اپنے کیفر کردار تک پہنچیں تا کہ ترستے ہوئے دلوں کو کچھ نہ کچھ فرحت اور سکون نصیب ہو

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 23

(حصہ اول)

کربلا کا صحرائی میدان ہے، گیارہ محرم کا دن ہے، صبح کا وقت ہے، مگر فضا میں ایک عجیب تاریکی سی چھائی ہوئی ہے، کسی کو یہ معلوم نہیں کہ سورج طلوع ہوا بھی ہے یا نہیں، فضا میں خون کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے، آسمان سے تمام رات قطرے قطرے کی صورت میں خون برستا رہا ہے، ظالمین کے خیام پر بھی خون کے یہ نشان موجود ہیں، کائنات کا ماحول انتہائی سوگوار ہے، کوفہ اور شام کے ظالمین کے خیمے میدانِ جنگ سے کافی دور لگے ہوئے ہیں، ان خیام کے نزدیک ایک طرف چند اور خیمے لگے ہوئے ہیں کہ جن کے چاروں طرف جناب جبرائیل نے تطہیر کی قناتیں استوار کی ہوئی ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ کی جبروتیت کا ایسا پہرہ ہے کہ کسی کی نگاہ ان خیام کی طرف اٹھنے کی جرأت ہی نہیں کرسکتی کیونکہ ان خیام کے اندر پردۂ وحدت کی مالک معظّمہ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن تشریف فرما ہیں

ظالمین کے ان خیام کے درمیان میں عمر ابن سعد ابن ابی وقاص ملعون کا خیمہ لگا ہوا ہے، اس ملعون کے خیمہ کے سامنے باہر ایک کرسی لگا دی گئی ہے، اس کرسی کے اِردگرد کوفی اور شامی سرداروں کا ہجوم ہے، یہ سبھی ملاعین اس انتظار میں کھڑے

ہیں کہ عمر ابن سعد ملعون اپنے خیمہ سے باہر آئے اور تازہ احکامات صادر کرے اور آئندہ کے پروگرام سے ہمیں آگاہ کرے، کچھ دیر کے بعد عمر ابن سعد ملعون اپنے خیمہ سے باہر آیا تو تمام ظالمین نے نعرۂ تکبیر بلند کیا

دوسری طرف مستوراتِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام میں خوف و دہشت سے معصوم بچوں کے دل دھڑ کنے لگے

یہ بھی بتا تا چلوں کہ اِس وقت پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام ظالمین کے خیام سے ایک فرلانگ دور لگے ہوئے تھے اور اصل مقتل گاہ سے ان کا فاصلہ تین یا چار فرلانگ تھا، یعنی آدھے کلومیٹر سے کچھ کم فاصلہ تھا

ملعونِ ازل سنہری کرسی پر آکر بیٹھ گیا اور اس نے تمام ظالمین کے سامنے تقریر کی اس کے بعد اس ملعون نے حکم دیا کہ سب سے پہلے تمام شہدائے کربلا کے سر ان کے جسم ہائے اطہر سے جدا کر کے میرے سامنے لائے جائیں، کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ انعام افراد کی بجائے قبائل کے حساب سے دیئے جائیں

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ابھی ابھی منادی کرائی جائے کہ موجودہ لشکر میں سے کوئی بھی شخص ابھی کوفہ نہیں جائے گا، بلکہ ہم سب سے پہلے اپنے مقتولین کی لاشیں دفن کریں گے، اس کے بعد سب مل کر کوفہ کیلئے روانہ ہوں گے

☆فرخف القوم نحو مصرع الشهداء كالجراد المنتشر بالسيوف والخناجر

صاحبانِ مقاتل بیان فرماتے ہیں کہ یہ حکم سنتے ہی سب ملاعین اپنے اپنے خیام سے یوں باہر نکلے کہ جس طرح ٹڈی دل یا مکڑی کسی جگہ سے اچانک نکل کر فضا میں بکھر جاتی ہے، کسی کے ہاتھ میں کوئی تحفہ تھا اور کسی کے ہاتھ میں کوئی تحفہ تھا

تمام ظالمین میدان میں جا کر بے کفن لاشوں پر ٹوٹ پڑے، اب وہ کیفیات بیان کرنے کی مجھ میں تاب ہی نہیں ہے کہ ان ملاعین نے کتنے ادب و احترام سے مقدسانِ کائنات علیہم الصلواۃ والسلام کے پاک سر وصول کئے

تمام شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر عمر ابن سعد ملعون کے سامنے لائے گئے، اس ملعون نے قبائل میں سرہائے اطہر تقسیم کرنا شروع کئے تو تقسیم کے دوران قبائل ایک دوسرے سے جھگڑتے رہے اور کئی مرتبہ تلواریں نیاموں سے باہر آئیں، کیونکہ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ سر اطہر ملیں تاکہ ہمارے قبیلہ کو زیادہ سے زیادہ انعامات ملیں، ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ یہ تمام سر اطہر تو خاک وخون میں اس قدر غلطان ہیں کہ پہچانے ہی نہیں جا رہے، اس لئے ان پاک سروں کو دھو کر لایا جائے تاکہ ابن زیاد ملعون انہیں پہچان تو سکے

تھوڑی دیر بعد مظلومین دہر علیہم الصلواۃ والسلام کے پاک سر دھو کر دوبارہ اس ملعونِ ازل کے سامنے پیش کئے گئے، اس وقت قبائل کے حساب سے اِن پاک سروں کی تقسیم کچھ یوں عمل میں آئی کہ

قبیلہ بنی کندہ کو	13 سرہائے اطہر ملے
قبیلہ ہوازن کو	20 سرہائے اطہر ملے
قبیلہ بنی تمیم کو	19 سرہائے اطہر ملے
قبیلہ بنی اسد کو	16 سرہائے اطہر ملے
قبیلہ بنی مذحج کو	7 سرہائے اطہر ملے
قبیلہ بنی بکر ابن وائل کو	4 سرہائے اطہر ملے

متفرق قبائل کو 13 سر ہائے اطہر ملے

یعنی کل قبائل میں 92 سر ہائے اطہر تقسیم کئے گئے ، جبکہ کل شہید 144 ہیں

52 شہداء ایسے ہیں کہ جن کے ورثاء نے یا ان کے قبائل کے لوگوں نے ان کے جسم سے سر جدا نہیں کرنے دیئے اور نہ ہی تقسیم ہونے دیئے تھے

جب بظاہر بے وارث شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر قبائل میں تقسیم ہو چکے تو ان ملاعین نے فخریہ انداز میں انہیں معراج کی منزل پر بلند کر دیا

پھر عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اپنے مقتولین کی لاشیں دفن کرو کیونکہ میدان میں ہزاروں لاشیں بکھری ہوئی ہیں، تمام قبائل نے جا کر اپنے قبیلے کے مقتولین کی الگ الگ اجتماعی قبریں تیار کیں، اس لئے بڑی بڑی قبریں کھودی گئیں

قبریں کھودنے کے بعد تمام لاشوں کو ان کی قبروں کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا اور پھر عمر ابن سعد ملعون سے کہا گیا کہ وہ تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھتا جائے تا کہ ان کو عزت و احترام سے دفن کیا جا سکے

جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ جب وہ ظالمین اپنے مقتولین کی قبریں تیار کرنے ، لاشوں کو قبروں کے سامنے رکھنے اور لاشیں دفن کرنے میں مصروف تھے ، مجھے معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی اس وقت کی بے قراری نہیں بھول سکتی ، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے خیمے میں تشریف فرما تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے پاک خیمہ کے پردے کا ایک گوشہ اٹھا کر ان ملاعین مقتولین کی لاشوں کو دیکھتیں اور بے تاب ہو کر اپنی آنکھیں اشکبار کر لیتیں ، گویا ایک حسرت و اضطراب کی ملی جلی کیفیت ان کے چہرۂ اقدس سے عیاں تھی

میں یہ منظر دیکھ کر آپ کے قریب گئی اور عرض کرنے لگی کہ میری پاک ملکہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا آپ بار بار کیا دیکھ رہی ہیں؟ ...... پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رو کر فرمایا کہ فضہ سلام اللہ علیہا! ہر مقتول کے وارث اس کی لاش دفن کرنے کیلئے نہایت احترام سے اُٹھا کر لے جا رہے ہیں، ایک موہوم سی امید پر ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کیا کوئی میرے بھائی کی لاش بھی دفن کرتا ہے یا نہیں؟

کیا کسی شخص کو ان کی قرابت داریِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال بھی آتا ہے؟

کیا کسی کو ان کی غریب الوطنی اور بے کسی کا احساس بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

مگر میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ یہ سب لوگ اپنے مقتولین کی لاشوں کو دفن کر رہے ہیں، میرے فخرِ روزگار اور حسین بھائیوں کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں دے رہا ہے، ذرا دیکھو تو سہی کہ میرے بھائی کی لاش کس طرح غربت اور بے کسی کی حالت میں زمین پر پڑی ہے، یہ تو عرشِ معلیٰ کے مکین تھے اور مجھے امید تھی کہ انہیں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے ہوئے کوئی نہ کوئی تو دفن کرنے کے بارے میں سوچے گا، اور اس غریب الدیار پر ترس کھاتے ہوئے ان کی تجہیز و تدفین کرے گا، مگر ہمیں یہ تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کی تکفین کرنے کی بجائے ان کے جسم اطہر سے لباس بھی اتار لیا جائے گا

ذرا دیکھو تو سہی کہ میرے جوان بیٹے علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش کیسے کسمپرسی کی حالت میں زمین پر پڑی ہے، کیا میں نے اسے اسی دن کیلئے پالا تھا؟ میں نے تو اسے ناز و نعمات میں پروان چڑھایا تھا، نگاہِ بد سے محفوظ رکھنے کیلئے اسے پردوں میں چھپائے رکھا، زندگی بھر اس کے ناز مانتی رہی، مگر اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ

لوگ اپنوں کی لاشیں تو دفن کر رہے ہیں مگر میرے لخت جگر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش ویسے ہی بے گور وکفن میدان میں پڑی ہے

اسی طرح سب ظالمین کی لاشیں دفن ہوتی رہیں، معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا اسی امید میں رہیں کہ شاید یہ لوگ اپنے لوگوں کو دفن کرنے کے بعد ہمارے پیارے احباب کی لاشوں کو بھی دفن کریں گے

مگر ظالمین اپنے مقتولین کے جنازے پڑھتے رہے اور انہیں دفن کرتے رہے، امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعوان وانصار میں سے کچھ شہداء کے اہل قبیلہ نے ان کی لاشوں کی تدفین بھی کی، جناب حر علیہ السلام کے قبیلہ کے لوگوں نے جناب حر علیہ السلام کی لاش دفن کی، چند لاوارث شہداء کے علاوہ سب لاشیں دفن ہوگئیں، مگر کسی شخص نے پاک گھر کے مقدس افراد میں سے کسی ایک فرد کی طرف بھی توجہ نہیں دی

اسی طرح لاشوں کی تدفین میں ظہر کا وقت ہوگیا، سب ملاعین نماز کی تیاری میں مصروف ہوگئے

پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے خیمہ کا گوشہ ہٹا کر دیکھا تو اس وقت تک تمام ملاعین کی لاشیں دفن کی جا چکی تھیں، تب آپ نے جناب فضہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ جا کر عمر ابن سعد ملعون کو ہمارا یہ پیغام دو کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو ہم پردہ دار مل کر اپنے احباب، بھائیوں، بیٹوں اور شہزادوں کی لاشیں دفن کرنا چاہتے ہیں، ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں دیں گے اور نہ ہی میدانِ کربلا میں زیادہ گریہ وزاری کریں گے بلکہ خاموشی اور صبر وتحمل سے ہی یہ کام انجام دیں گے

جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا نے عمر ابن سعد ملعون تک جب آپ کا یہ پیغام پہنچایا تو

انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور جواب میں اتنا کہا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے کیونکہ ہمیں ابھی کوفہ جانا ہے، اس لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے، ملکہ ءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ وہ اب فوراً تیاری کریں کہ ہم نے آپ کو ابھی اور اسی وقت کوفہ لے جانا ہے

جناب عاؑلیہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ابن سعد ملعون تک ہمارا پیغام پہنچائیں کہ☆ باللہ علیکم الا ما مررتم بنا علی القتلیٰ

ہم تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ ہمیں اِن خیام میں سے محملوں پر سوار کرنے کی بجائے پہلے ہمیں مقتل گاہ تک جانے دیا جائے

یہ فرمان سننے کے بعد اس ملعونِ ازل نے بے اعتنائی سے جواب دیا کہ ہمیں دیر ہو جائے گی اس لئے وقت کی کمی کی وجہ سے میں آپ کو یہ اجازت نہیں دے سکتا

اس وقت معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے چہرۂ اقدس پر اپنے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے جلالِ اِلٰہی کی سرخی نمودار ہوئی اور عالم جلال میں فرمایا کہ اے ملعونِ ازل! ذرا عقل کے ناخن لو اور اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ ہم تمہارے پابند نہیں ہیں بلکہ ہم تو تسلیم و رضائے اِلٰہی کے اسیر ہیں، تم ہمیں کسی کام کیلئے مجبور نہیں کر سکتے، اور اگر ہم چاہیں تو ایک لمحہ میں تمام کائنات کو فنا کر دیں، مگر مشیت اِلٰہی پر قائم رہنا اور حکم اِلٰہی کی پابندی ہم پر فرض ہے، لیکن ہم اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی لاشوں کی زیارت کئے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے

عمر ابن سعد ملعون سمجھ گیا کہ یہ مقام جلال ہے، اور جب بھی پاک گھر کے کسی فرد کو جلال آ جائے تو اس سے کوئی بات منوانا ناممکن ہوتا ہے، اور جب عالم کرم میں

ہوں تو پھر غربت اور مظلومیت بھی پسند کر لیتے ہیں، اس لئے اب انہیں مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے اس نے کہا کہ آپ جیسے پسند فرمائیں ہم ویسے ہی کریں گے

پاک معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو حکم دیا کہ اپنے معصوم بچوں کو اٹھالیں، جو بچے پیدل چل سکتے ہیں انہیں ساتھ لے کر ردائے تطہیر کے پردہ میں مقتل گاہ کی طرف چلیں، کوئی مستور پردے کی فکر نہ کرے، ہم سب کے پردہ کے ضامن ہیں، کسی مستور پر کسی ملعون کی نگاہ پڑ ہی نہیں سکتی

تاریخ بتاتی ہے کہ پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو خیام میں سے ہی محملوں پر سوار کیا گیا تھا، کیونکہ یہاں سے گنج شہداء کا فاصلہ آدھے کلومیٹر سے کچھ کم تھا اس لئے ظالمین نے عرض کیا کہ آپ چونکہ پردہ دار ہیں اور کم سن بچے بھی آپ کے ساتھ ہیں، اس لئے پیدل سفر نہ کریں اور مناسب یہی ہے کہ آپ محملوں پر سوار ہو کر مقتل تک تشریف لے چلیں، دوسرا یہ کہ آپ کے فرزند جناب سجاؔد علیہ الصلواۃ والسلام بہت زیادہ بیمار اور علیل ہیں، وہ پیدل نہیں چل سکتے، اس لئے محملوں پر سوار ہونا زیادہ مناسب ہوگا، یہاں سے تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن محملوں میں سوار ہوئیں اور جب محمل مقتل گاہ کے قریب پہنچے تو وہاں آپ محملوں سے اتریں

پردۂ وحدانیت کی وارث و مالک مستورات صلواۃ اللہ علیہن تطہیر کا پردہ بنا کر مقتل کی طرف روانہ ہوئیں، جناب فضہ پاک سلام اللہ علیہا اس منظر کو کچھ یوں بیان فرماتی ہیں

☆واسفاه على بنات الشفعاء ليس لهم شفيع ولا صميم ولا من يراعى الاصل القديم والفرع الكريم يلتقن شمالاً ويميناً فلا يرى ناصراً ولا معيناً يرمقن بطرف

الیسار والیمین فلا تبصرن العباس علیہ الصلواۃ والسلام ولا حسینا علیہ الصلواۃ والسلام

فرماتی ہیں کہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جن کا تمام گھر شفیع المذنبین ہو، آج اس مقام پر ان کی سفارش کرنے والا ہی کوئی نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ضامن ہے جو پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن خود قدیم الاصل اور کریم الفرع ہیں، ان کی شان اور عظمت کا لحاظ رکھنے والا بھی کوئی نہیں، پاک معظّمہ بیبیاں صلواۃ اللہ علیہا کبھی دائیں طرف دیکھتی ہیں، کبھی بائیں طرف دیکھتی ہیں، مگر کوئی مددگار دِکھائی نہیں دیتا، اس عالم بے کسی پر جتنا افسوس کیا جائے اتنا ہی کم ہے کہ آج اس صحرائے کربلا میں اِنہیں کوئی ایک بھی ہمدرد دِکھائی نہیں دیتا ہے بلکہ ہر طرف اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے قاتل نظر آتے ہیں

جب تمام معظّمہ بیبیاں صلواۃ اللہ علیہن روتی ہوئی مقتل میں داخل ہوئیں تو سب سے پہلے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش نظر آئی، انہوں نے دیکھا کہ فرش زمین کو عرش بریں بنا کر مظلوم کائنات انتہائی بے نیازی سے خاک پر مسند نشین ہیں، مگر جسد مبارک کے ساتھ سر دِکھائی نہیں دیتا، لیکن اس کے باوجود لاش اطہر کا رخ قبلہ کی طرف ہے...... سب سے پہلے پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بھائی کی لاش پر دو زانو ہوکر بیٹھ گئیں اور باقی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن آپ کے پیچھے کھڑی ہوگئیں، کوئی بھی مستورا اپنے کسی عزیز کی لاش پر نہیں گئی

☆قال قرہ بن قیس تمیمی فواللہ لا انسی بنت علی علیہ الصلواۃ والسلام وھی تندب الحسین علیہ الصلواۃ والسلام وتنادی بصوت حزین وقلب کئیب

قرہ بن قیس تمیمی روایت کرتا ہے، خدا کی قسم مجھے آج تک وہ بین نہیں بھولتے کہ

جو شام غریباں کی لٹی ہوئی مظلومہ بہن صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے مظلوم بھائی کی لاش پر کیئے ، یہ دکھی بہن ایسی دردناک آواز میں مظلوم بھائی کا نوحہ پڑھ رہی تھیں کہ جسے سن کر میرا جگر پھٹ رہا تھا، تمام ظالمین جگر پر ہاتھ رکھے رو رہے تھے، آسمان ہل رہا تھا، تمام اونٹ اور سبھی جانور رو رہے تھے، حالانکہ فضا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی مگر ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گنج شہداء میں ہر شہید کی لاش تڑپ رہی تھی

☆قالت یا جداہ صلی علیك ملیك السماء هذا حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام مرمل بالدماء مقطوع الاعضاء() هذا حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام بالعراء تسفیٰ علیه الصبآء

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے روتے ہوئے بین کیا کہ پاک ناناؐ! آپ پر ملکوت ارض سما ہمیشہ صلوات پڑھتے رہیں، آئیں ذرا دیکھیں تو سہی یہی آپ کا مظلوم بیٹا ہے کہ جو خاک اور خون میں ڈوبا ہوا ہے، جس کے جسم اطہر کا کوئی حصہ اور کوئی عضو بھی سلامت نہیں ہے، پاک ناناؐ! ذرا پہچانیں تو سہی کہ یہی آپ کا لاڈلا بیٹا حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام ہے جسے آپ کی امت نے کفن بھی نہیں دیا، جس کی لاش کو بادِ صبا خاک کربلا کا کفن پہنا رہی ہے

نانا جان! جس بہن کے بھائی دور دراز کا سفر اختیار کرتے ہوئے گھر سے چلے جاتے ہیں اس بہن کو تو یہ امید ہوتی ہے کہ کبھی نہ کبھی میرے بھائی واپس لوٹ آئیں گے مگر جس کے سولہ بھائی آنکھوں کے سامنے ایک ہی دن میں شہید ہو جائیں وہ بہن کیسے جی سکتی ہے؟ میں تو اب زندگی سے بھی مایوس ہو چکی ہوں

اس کے بعد معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے پاک بھائی سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں کہ بھیا! میں اب کربلا سے کوفہ، اور پھر کوفہ سے شام تک کے مشکل ترین سفر پر جا رہی

ہوں، میرے ساتھ آپ کی بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن ہیں، گستاخانہ ماحول اور رذیل ترین لوگوں کا سامنا ہے، بہن کو دعا فرمائیں کہ ہم جس مقصد عظیم کے حصول کیلئے تشریف لے جارہی ہیں، وہ مقصد پایہءِ تکمیل تک پہنچ جائے ،اور ہماری توفیقاتِ صبرواستقامت میں استقلال باقی رہے

قرہ بن قیس تمیمی روایت کرتا ہے جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مظلوم بھائی کی لاش پر بین کئے...... ☆فابکت واللہ کل عدو وصدیق

تو خدا کی قسم سب دوست اور دشمن جگر تھام کر روتے رہے

اسی طرح پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے مظلوم بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر اپنی پیشانی رکھ کر روتی رہیں، بہت دیر کے بعد پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے لاش اطہر سے اپنی پیشانی اٹھائی تو دیکھا کہ تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن ان کے پس پشت کھڑی رورہی تھیں، اس وقت آپ نے فرمایا کہ کیا تم اپنے عزیز واقارب سے آخری بار نہیں ملوگی؟ سب مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آپ کے حکم کے بغیر ہم کیسے اپنے اعزاء کی لاشوں پر جائیں

یہ سن کر معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ خدا جانے شام سے واپسی تک ہم میں سے کوئی زندہ رہے یا نہ رہے، کون واپس آئے، کون وہیں رہ جائے، تم سب کو اجازت ہے کہ تم اپنے اپنے شہیدوں سے آخری ملاقات اور وداع کرلو

جب پردہ دارانِ توحید رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو اجازت ملی تو سبھی مقتل گاہ میں بکھر گئیں جب مقتل گاہ میں پاک مستورات اپنے اعزاء واقارب کی لاشوں پر پہنچیں تو ایک قیامت خیز منظر تھا، مقتل گاہ میں ہر طرف سے دردناک بینوں کی آواز بلند ہوئی،

کسی پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا کی گود میں جوان فرزند کی بے سر لاش تھی، کسی مستور صلواۃ اللہ علیہا کی گود میں جواں بھائی کی سر بریدہ لاش تھی، سبھی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اپنے اپنے عزیزوں کی لاشوں سے وداع فرما رہی تھیں

مگر ایک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عجیب رنگ اختیار فرمایا، اب یہ آپ نے خود سمجھنا ہے کہ وہ کون تھیں، میں فقط اتنا بتا سکتا ہوں کہ ایک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا ہیں، جن کی آغوش میں بغیر سر کے ایک ننھی سی لاش ہے، اس معصوم کا لباس خون آلودہ ہے، مظلومہ ماں صلواۃ اللہ علیہا نے اس ننھی سی لاش کو سینہ سے لگا کر کوئی بات نہیں کی، بلکہ آہستہ آہستہ اپنے معصوم نورِ نظر کو لوری دینا شروع کی، فرمانے لگیں کہ میرے لختِ جگر! ماں آپ کو آخری مرتبہ لوری سنانے کیلئے حاضر ہوئی ہے، اس کے بعد شاید کبھی مجھے لوری دینا نصیب نہ ہو، کیونکہ بیٹا! میں اب شام جا رہی ہوں، اور آپ نے تو اب کربلا میں اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس رہنا ہے، مگر جب تک زندہ رہوں گی آپ کا دکھ اور درد کبھی بھی نہیں بھلا پاؤں گی

میں آج آخری مرتبہ اپنے دل کی حسرتِ ناکام کی تکمیل کرنا چاہ رہی ہوں کہ شاید پھر تقدیر مجھے یہ موقع نہ دے، اور آپ کو اپنی کم نصیب ماں کی آواز سنائی نہ دے، اس لئے ماں کی طرف سے دی جانے والی اس آخری لوری کو غور سے سنو اور چند لمحے ماں کی آغوش میں سونے کی حسرت پوری کر لو کیونکہ شاید پھر یہ آغوش کبھی آپ کو میسر نہ آئے

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے معصوم بیٹے کو سینہ سے لگا کر فرمایا کہ میرے لعل! میں اب کوفہ جا رہی ہوں، پھر شام چلی جاؤں گی، بازاروں اور درباروں

کے مراحل سے گزر کر زندانِ شام میں کچھ عرصہ تک امت ملعونہ کی مہمان بھی رہوں گی، ابھی مجھے لاکھوں دکھ دیکھنا ہیں، مگر میرے چاند! میں تمہیں ایک لمحہ بھی نہیں بھلا سکوں گی، میری ہر سانس آپ کو یاد کرتی رہے گی، میری آنکھوں میں آپ کی تصویر ہمیشہ مسکراتی رہے گی، میں جب تک شام کے نور محل میں رہوں گی تو اپنا معمول بنا لوں گی کہ زندان ہی میں آپ کی ایک چھوٹی سی قبر بنا لوں گی، اور شب و روز اسی قبر کو لوری سناتی رہوں گی، اور اسی ایک آس پر ہی میں اپنی زندگی کے باقی دن گزاروں گی کہ کبھی تو ہم غریبوں کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف بھی تشریف لائیں گے، کبھی تو ہمارے دکھوں کا یہ طویل دور بھی ختم ہو جائے گا، کبھی تو ہماری نہ ختم ہونے والی خوشیوں کا حسین موسم آئے گا

تمام مومنین اس معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کیلئے مل کر دعا کریں کہ ان کا لخت جگر شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام اپنی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کی آغوش کو پھر سے زینت بخشیں، ترستی ہوئی یہ ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے نورِ نگاہ کو پروان چڑھائیں، اور پھر عنفوانِ شباب تک پہنچ کر یہ پاک شہزادہ سہرے پہنیں، ان کی حسرت زدہ پاک ماں اور بہنیں صلواۃ اللہ علیہن اپنے ہاتھوں سے ان کی شادی کے شگن کریں، اور ان کے محزون دل کی ہر آس و امید اور ہر تمنا پلک جھپکنے سے بھی پہلے پوری ہو

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 24

(حصہ دوم)

قدامہ بن زائدہ کا باپ زائدہ جناب امام علیؑ زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کے اصحابِ خاص میں شامل تھا، قدامہ روایت کرتا ہے کہ مجھے اپنے والد بزرگوار نے بتایا تھا کہ ایک دن میں اپنے شہنشاہ معظم امام علیؑ زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے ان سے کربلا کے واقعات دریافت کیئے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے تم کربلا گئے تھے اور تم نے ہمارے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کی تھی

میں نے عرض کیا کہ☆ جعلت فداك بیشک آپ بجا فرما رہے ہیں

پھر آپ نے فرمایا تم سب مومنین کو یہ زیارت اس وقت تک فائدہ نہیں دے گی جب تک تم ہمیں اپنی ہر چیز یعنی مال، جان، عزت، اولاد اور ناموس سے زیادہ عزیز نہ سمجھو، اور تمام کائنات میں ہمیں سب سے اعلیٰ مقام نہ دو، اور ہمارے فضائل کو جب تک بیان نہ کرو، اور ہمارے حقوقِ واجب کو ادا نہ کرو، اور اِس امت میں ہمارا جو اعلیٰ مقام ہے اس کو نہ سمجھو

پھر فرمایا کہ ہماری کچھ ایسی احادیث بھی ہیں جو ہمارے اسرارِ مکنونہ کی حیثیت رکھتی

ہیں، ہم تمہیں اپنی ان احادیث میں سے ایک حدیث سے آگاہ فرما رہے ہیں مزید تاکید کی خاطر یہ الفاظ امام پاک علیہ الصلواۃ والسلام نے تین بار دہرائے، پھر ایک طویل حدیث بیان فرمائی، اس کے بعد واقعاتِ کربلا کے متعلق ہمیں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

جب ہم کربلا پہنچے تو وہاں ہمارے ساتھ وہ سب کچھ ہو گیا کہ جو کچھ نہیں ہونا چاہیے تھا، ہمارا بھرا ہوا گھر امت ملعونہ نے ایک دن میں خالی کر دیا، جب گیارہ محرم کا دن ہوا تو امت ملعونہ نے ہمیں کوفہ لے جانے کا پروگرام بنایا، ہمارے پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو محملوں پر سوار کر کے مقتل گاہ سے گزارا گیا، جہاں انہیں چند لمحوں کیلئے شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے لاشہ ہائے اطہر سے آخری بار وِداع کرنے کی اجازت ملی، سب پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن محملوں سے اتر کر مقتل گاہ پہنچ گئیں، ہماری طبیعت سخت ناساز تھی، جب ہم نے مقتل گاہ کی طرف نگاہ کی تو ہمیں سامنے اپنے پاک خاندان علیہ الصلواۃ والسلام کی بکھری ہوئی لاشیں نظر آئیں، جس کی وجہ سے ہم پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوئی، کیونکہ کسی طرف ہمارے پاک بابا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش بے گور و کفن نظر آئی، کسی طرف کائنات سے عظیم چچا عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی بے کفن لاش پڑی ہوئی تھی، کسی طرف جوان بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش دِکھائی دے رہی تھی، کسی طرف معصومؑ بھائی شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام نے زمین کربلا کو ماں کی آغوش سمجھ کر زینت بخشی ہوئی تھی، اسی طرح ایک ایک لاش پر ہماری نگاہ اٹھتی رہی اور دردِ جگر کی لہریں طوفان بن کر بڑھتی رہیں، ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ نصیب دشمناں ابھی ہماری روح پرواز

کر جائے گی ، ہم اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے
اس وقت ہم نے محمل سے اترنے کی کوشش کی مگر اتر نہ سکے ، بار بار کوشش کرتے رہے ، ایک طرف جگر کا درد تھا ، بیماری کی شدت تھی ، دوسری طرف دل چاہتا تھا کہ ہم ایک ایک لاش کو گلے سے لگا کر اتنا روئیں کہ تمام غم آنسوؤں کے ساتھ خون بن کر بہہ جائے
ابھی ہم اترنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ اچانک ہماری پاک پھوپھی جناب معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نگاہ ہم پر پڑی ، انہوں نے ہماری کیفیت دیکھی تو فوراً اپنے پاک بھائی کی لاش اطہر کو چھوڑ دیا ، تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ہمارے قریب تشریف لائیں ، ہمیں اپنے سینہ سے لگا لیا اور رو کر فرمایا
☆مالی اراك تجود بنفسك يا بقية جدی وابی واخی
اے ہمارے پاک نانا اور پاک دادا کا آخری سرمایا ، اے ہمارے مظلوم بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی بہنوں صلواۃ اللہ علیہن کی آخری پونجی ، اے میرے لعلؑ ! ہم یہ کیا دیکھ رہے ہیں ؟ کہ آپ نے ان صدمات کا اثر اپنے دل پر اتنا زیادہ لے لیا ہے ، اور اس قدر رنجیدہ ہو گئے ہو کہ اپنی جان سے بھی گزرنا چاہ رہے ہو
میرے لعلؑ ! آپ تو امام وقت ہیں ، محرم حریم کبریا ہیں ، مشعل طریق ہدایت ہیں ، باعث بقائے عالمین ہیں ، آپ تو ان مجبور سید زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی آخری آس ہیں ، ستم رسیدہ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کیلئے باعث سکون وقرار ہیں ، کیا آپ ابھی سے اس دنیا کے آلام ومصائب سے گھبرا گئے ہیں ؟
ہم نے روتے ہوئے عرض کیا کہ پھوپھی اماں صلواۃ اللہ علیہا ! ہم پر یہ کیفیت کیسے طاری

نہ ہو؟ ذرا دیکھیں تو سہی ہمارے سامنے اپنے تمام اعزاء واقارب کی بکھری ہوئی لاشیں پڑی ہیں، کیا ایسے جوان یوں بے دردی سے شہید کر کے بے گور وکفن چھوڑ دیئے جانے کے لائق ہوتے ہیں؟

خاک اورخون میں غلطان ان لاشوں پر نگاہ تو فرمائیں، ہم اپنے پاک باباؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حال میں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے، ہم چاہتے ہیں کہ پاک باباؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گلے لگا کر کم از کم رونے کی حسرت تو پوری کرسکیں

ہماری پاک پھوپھی صلوٰۃ اللہ علیہا نے یہ سن کر فرمایا

☆لا یجز عنك ما تری فواللہ ان ذالك لعهد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی جدك وابيك وعمك ولقد اخذاللہ ميثاق اناس من هذه الامة لا تعرفهم فراعنة هذه الارض وهذه الامة وهم معروفون فی اهل السموات انهم يجمعون هذه الاعضاء المتفرقة فيوارون هذه الجسوم المضرجة لهذا الطف علماً لقبر ابيك سيد الشهدا علیہ الصلوٰۃ والسلام لا يدرس اثره ولا يعفو رسمه علی كرور الليالی والايم وليجتهدون ائمة الكفر واشياع الضلالة فی محوه و تطميسه فلا يزداد اثره الا ظهوراً امره الا علواً()

میرے لخت جگر! اس میں گھبرانے اور دل برداشتہ ہونے کی کون سی بات ہے؟

یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ تو پاک ناناصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمارے تمام اہل خانہ سے ایک عہد تھا کہ جس کی تکمیل اسی طرح ہی ہونا تھی، اور آپ بھی اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان تمام شہداء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے میثاق کے دن وعدہ لیا تھا کہ انہوں نے اسی طرح قربانیاں پیش کرنا تھیں

فرمایا کہ اس زمین پر رہنے والے اس امت کے بدبخت فراعنہ اور ملاعین کو تو ان کی معرفت ہی نہیں تھی، ہاں ان کی معرفت اہل آسمان کو حاصل ہے، آپ گھبرائیں نہیں، اہل آسمان ہی آکر ان کی مقدس لاشوں کے بکھرے ہوئے اعضاء کو جمع کریں گے، اِن خون آلودہ اجسام طاہرہ کو یکجا کریں گے، اور اس سرزمین پر آپ کے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے مزار پر علم لگائیں گے، اس کا نشان باقی رکھیں گے، ان کی عظمت وشان اور ان کے پاک ذکر کو گردشِ لیل ونہار کبھی نہیں مٹا سکے گی، ہاں یہ آئمہء کفر وضلالت اور ان کے بدقماش گماشتے اِن آثارِ عظمت وجلالت اِلٰہیہ کو مٹانے کی پوری کوشش کریں گے، مگر انہیں مٹانے کی تمام کوششوں کا نتیجہ اُن ملاعین ازل کی نجس توقعات کے بالکل برعکس نکلے گا اور وہ خود مٹ جائیں گے، نیست و نابود ہو جائیں گے مگر شہدائے کرب و بلا علیہم الصلواۃ والسلام کی عظمت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے گی

میں نے کل کی مجلس میں عرض کیا تھا کہ کربلا سے کوفہ روانگی کے وقت جب پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن مقتل گاہ میں تشریف لائیں تو وہاں پہنچتے ہی معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے پاک بھائی امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش پر بین کرنا شروع کر دیئے، مگر باقی تمام مستورات اس انتظار میں رہیں کہ پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا ہمیں جب تک اجازت عطا نہیں فرمائیں گی ہم اپنے کسی عزیز کی لاش پر نہیں جائیں گے، اور اس دوران کوئی بھی پاک مستور حتیٰ کہ معظّمہ معصوؐمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بھی اپنے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش کے قریب نہیں گئیں، بلکہ اسی انتظار میں رہیں کہ پھوپھی اماں اجازت دیں تو ہم باباؑ پاک کو گلے لگائیں

کافی دیر کے بعد جب پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بھائی کی لاش سے سر اٹھایا اور دیکھا کہ تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن سر جھکا کر رو رہی ہیں تو اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن سے فرمایا کہ آپ سب ابھی تک یہاں کیوں رکی ہوئی ہیں، کیا آپ سب نے اپنے عزیزوں سے وداع نہیں کرنا ہے؟

سب نے عرض کیا کہ ہم تو آپ کے حکم کی منتظر تھیں، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ آپ اپنے شہیدوں سے آخری ملاقات کرلیں، پھر تو یہ موقع نہیں ملے گا، جب پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کو اجازت ملی تو وہ فوراً مقتل گاہ میں بکھر گئیں، مقتل گاہ کے ہر کونے سے بین کرنے کی ایسی آواز آرہی تھی کہ اپنے پرائے سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے

اس وقت معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی کم سن معصومہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا سے رو کر فرمایا کہ بیٹی! آپ بھی اپنے مظلوم بابا علیہ الصلواۃ والسلام سے آخری وداع کرلیں، ممکن ہے کہ آپ شام سے واپس نہ آسکیں تو حسرت باقی نہ رہے، آؤ اور اپنے پاک بابا جان علیہ الصلواۃ والسلام سے پہلے کی طرح پیار بھری باتیں کرو، اس مختصر سے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان سے پیار بھی کرالو، اور اگر چاہو تو کچھ وقت کیلئے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے سینہ پر سونے کی حسرت بھی پوری کرلو، اور آخری بار انہیں گلے لگالو

جب پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے معصومہ بیٹی صلواۃ اللہ علیہا کو اجازت عطا کی تو معصومہ پاک صلواۃ اللہ علیہا فوراً اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے قریب آئیں

☆هی انکبت علیه واعنقه فجعلت تقبل موضع الذبح

انہوں نے آتے ہی پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے گلے میں باہیں ڈال لیں اور ان کی زخمی گردن پر بوسے دینا شروع کر دیئے، اور روتے ہوئے کہنے لگیں کہ بابا جان! آپ تو میری جدائی نہیں سہہ سکتے تھے، پھر مجھے اِن دکھوں میں اکیلا چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں؟ آپ کے بعد میں تنہا رہ گئی ہوں، لیکن اب آپ ملے ہیں تو میں آپ کو اس ویران صحرا میں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی، میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی، آپ مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیں

ابھی پاک معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بین کرنے میں مصروف تھیں کہ ایک ظالم نے آ کر جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو لاش اطہر سے اٹھائیں اور اپنے پردہ داروں کو محملوں میں سوار کریں کیونکہ ہمیں کوفہ جانے میں بہت دیر ہو رہی ہے، اس وقت معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ تم ہمیں مجبورِ محض سمجھ کر ہم پر اپنے احکامات مسلط نہیں کر سکتے، اس قدر بے رحمی کا سلوک معصوم بچوں سے مناسب نہیں ہوتا، ہماری معصوم بیٹی صلواۃ اللہ علیہا اپنے پاک باباعلیہ الصلواۃ والسلام کو جی بھر کے رو لے اور ان سے وداع ہو لے تو ہم خود ہی یہاں سے اُٹھ جائیں گے

آخر کار شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام سے آخری وداع کے بعد مقتل گاہ سے روانہ ہو کر پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اس مقام پر تشریف لائیں کہ جہاں شام غریباں سے قبل جناب ابوالفضل العباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کا خیمہ تھا، تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اسی جگہ کے قریب آ کر ہی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن دوسری مرتبہ محملوں پر سوار ہوئیں

جس طرح سوار ہوئیں ان کیفیات کو بیان کرنا تو میرے لئے ممکن ہی نہیں ہے، جس وقت محمل کربلا سے کوفہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے درد بھری آواز میں ایک بین کیا اور فرمایا کہ

☆ایا شیعتنا ابکوا علی الغریب الذی کافورہ بالتراب ومن منع ماء الفرات و غسلہ بالدماء و مطروح فی الکربلاء

اے ہمارے پاک بابا امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے شیعہ! ہماری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ ہمیں اپنے پاک شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں پر امت ملعونہ نے جی بھر کے رونے ہی نہیں دیا ہے، آپ کو ہم یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اِن مظلوم کائنات بھائیوں کیلئے ہمیشہ آنسو بہاتے رہنا کہ جن کو کافور کی بجائے خاکِ کربلا میں ملا دیا گیا ہے، جن کو کنارِ دریا رہنے کے باوجود تین شب و روز پیاسہ رکھا گیا ہے، جن کو ان کے خون میں غسل دیا گیا اور جن کے لاشہ ہائے اطہر کو صحرائے کربلا میں بے گور و کفن چھوڑ دیا گیا ہے

سب مومنین آنسوؤں کی اس بارش میں مل کر دعا کریں کہ معظّمہ معصومہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے پاک باباؐ علیہ الصلواۃ والسلام کا سایہء شفقت و عاطفت پھر سے نصیب ہو، ان کے دکھوں کا اِزالہ کرنے کیلئے ہمارے پاک امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف منتقم آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کے روپ میں جلد ظاہر ہوں، اور اس معظّمہ مقدسہ اور طاہرہ پاک بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو بے حد و حساب خوشیاں عطا فرمائیں کہ آلام و مصائب کی انتہاؤں نے جنہیں ام المصائب صلواۃ اللہ علیہا کے لقب سے مشہور کر دیا تھا، پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کو اس دنیا میں ایک لمحہ کیلئے بھی سکھ نصیب نہیں ہو سکا تھا، حالانکہ یہ دنیا و ما فیہا خلق تو

انہی کی خاطر ہوئی تھی، اس لئے دعا ہے کہ اس پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے گلشن میں کبھی نہ ختم ہونے والی بہاریں آ کر سایہ فگن ہوں اور پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خزاں نا آشنا رہیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٌ وَعَجِّل فَرَجھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 25

روانگی کوفہ...... مسجد حنانہ

10 اکتوبر 680ء، بمطابق 11 محرم الحرام سن 61 ہجری، بروز ہفتہ، دوپہر کا وقت ہے، یہ کہنے کو تو دن ہے مگر رات سے زیادہ تاریک ہے، اور آسمان سے خاک برس رہی ہے

پاک ملکہ عِ عالمین جناب سیدۃ النساء العالمین صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا تھا کہ

☆صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا............

یعنی جو مصائب ہماری پاک ذات نے دیکھے ہیں، وہ اگر دنوں پر آتے تو وہ رات کی طرح سیاہ ہو جاتے ،اور اگر پہاڑوں پر آتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے

یہ کربلا کا میدان ہے، یہاں تو ان کے دکھوں سے بہت زیادہ دکھ ظاہر ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے دن کی روشنی رات کی سیاہی میں بدل چکی ہے

شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش پر شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ

☆یا بنی بعدك العفا...... اے میرے نورِ نظر آپ کے بعد دنیا کی زندگی خاک ہے

جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام معراجِ شہادت پر فائز ہوئے تو اس وقت عرشِ الٰہی سے آواز آئی کہ

☆ یا حبیبی بعدك العفا اے میرے محبوب آپ کے بعد اس دنیا میں خاک ہے

اس فرمان کے بعد آسمان سے خاک کی بارش شروع ہوئی تھی جو آج تک جاری ہے، آج بھی مظلومین وشہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے لاشہ ہائے اطہر بے کفن و بے دفن پڑے ہیں

ابن سعد ملعون کے حکم پر شامی اور کوفی اپنے مقتولین کی لاشیں دفن کر چکے ہیں مگر اپنے خیام میں پاک معظّمہ عاًلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا ابھی تک اس انتظار میں ہیں کہ شاید کسی کو شرم آجائے اور یہ چند مظلوم شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے لاشہ ہائے اطہر بھی دفن کر دیں

یہ تو ایک شرعی حقیقت ہے کہ امام ہو یا کوئی معصوم ہو تو اس کی لاش کو کوئی غیر معصوم نہ تو غسل دے سکتا ہے، نہ ہی کفن پہنا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی تدفین کر سکتا ہے مگر امت یہ خواہش تو کر سکتی تھی، مگر ظالم امت نے تو یہ خواہش بھی نہیں کی ہے بلکہ جب یہ لوگ اپنے ملاعین کی لاشیں دفن کر چکے تو پھر بلا توقف یہ محمل لے آئے اور کہنے لگے کہ اب جلد از جلد تیاری کریں کہ ہم نے آپ سب کو کوفہ لے جانا ہے میں نے کل کی مجلس میں یہ واقعات بیان کئے تھے، آج اپنے محمل بیان کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں

مقتل گاہ سے خیام آدھا کلومیٹر کے فاصلے پر تھے، اور پہلے یہاں سے امت ملعون نے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو محملوں پر سوار کیا، جب محمل مقتل گاہ کے قریب پہنچے تو یہاں محمل روک دیئے گئے اور پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے اپنے عزیز و اقارب کی لاشوں سے آخری وداع فرمایا

جہاں آج مقامِ گنجِ شہداء ہے، گیارہ محرم کے دن اسی جگہ پاک خاندان علیہم الصلواۃ

والسلام اور ان کے اعوان وانصار کے لاشہ ہائے اطہر رکھے ہوئے تھے، اور یہ مقام اس جگہ کے بالکل سامنے تھا کہ جہاں نہر علقمہ کے کنارے سے خیام فلک احتشام شہنشاہِ وفا سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منتقل کئے تھے

شہنشاہِ مظلومیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام شہادت یا مقتل گاہ سے ستر 70 قدم کے فاصلہ پر تل سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کا وہ بلند مقام ہے کہ جہاں سے پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے مظلوم بھائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری سجدہ اور شہادت کا روح فرسا منظر دیکھا تھا

اسی تل سیدہ عاؑلیہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے خیام کی طرف سفر کیا جائے تو سب سے پہلا خیمہ جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آتا ہے، میرے خیال کے مطابق یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن وداعِ مقتل کے بعد دوسری بار محملوں پر سوار ہونے کیلئے جمع ہوئیں، اس مقام کے قریب جناب شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیمہ تھا، پھر آگے وہ مقام ہے کہ جہاں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیمہ نصب تھا اور اس سے آگے حرمِ توحید کے پاک خیام تھے، انہی خیام کے باہر شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلی بار دفن فرمایا گیا تھا، اس مقام سے آگے جناب سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک خیمہ تھا، اس خیمہ سے دائیں طرف شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کا خیمہءِ عروسی تھا، اور آج بھی وہ خیمہ موجود ہے، اس خیمہ میں آج بھی جو منتیں مانی جاتی ہیں وہ مہندی کی ہی ہوتی ہیں، یعنی جن عورتوں کو اپنی لڑکیوں کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے وہ پاک دلہن صلوٰۃ اللہ علیہا کی منت مان لیتی ہیں کہ ہم آپ کو مہندی پیش کریں گی، ہماری مشکل حل فرمائیں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ

ان منت ماننے والوں کے تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں، آج کے اس ماڈرن اور بے عقیدہ دور میں بھی ایام محرم کے دوران مہندی کے اتنے زیادہ برتن اس پاک خیمہ میں لائے جاتے ہیں کہ آخر کار جگہ کم پڑ جاتی ہے، کربلا کی اس پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کے نام پاک سے منسوب مہندی اور اس کی منت ماننے کا رواج ہندوستان میں کربلا معلیٰ ہی سے آیا ہے، نہ کہ ہمارا خودساختہ ہے

دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ جب پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن وداعِ مقتل سے فارغ ہوئیں تو اس وقت شامی ملاعین نے جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کیا کہ کوفہ یہاں سے تقریباً 80/70 کلومیٹر دور ہے، اس وقت ظہر کا وقت ہو چکا ہے، اب اگر ہم یہاں سے روانہ ہوں تو رات کو کوفہ پہنچیں گے، اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم جتنا جلدی ممکن ہو سکے روانہ ہو جائیں تا کہ رات کے اوّل وقت میں ہم کوفہ پہنچ سکیں، اس وقت پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مستورات کو حکم فرمایا کہ آپ سب جناب عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کے خیمہ کے سامنے جمع ہو جائیں

اس وقت ایک عجیب منظر تھا، ظالمین بار بار عرض کر رہے تھے کہ جلد سے جلد تیاری کی جائے، اس وقت معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں ایک بار پھر اپنے پاک باباؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا سینہ چومنے کی اجازت عطا فرمائیں، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے انہیں اجازت عطا فرمائی، اس وقت ایک ظالم نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے جناب فضہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ اس ظالم ازلی سے جا کر کہو کہ ہماری اس معصوم بیٹی نے فقط اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے سینۂ اطہر کو چومنے پر اکتفا کیا ہے، اور تم

میں سے کسی کو بد دعا تک نہیں دی ہے، کیا تم اس بات پر بھی رضا مند نہیں ہو
یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ اس روز کے جو واقعات صاحبانِ مقتل نے لکھے ہیں، ان میں انہوں نے شمر ملعون کے حوالے سے لاتعداد مظالم بیان کیئے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ملعون ایک دن پہلے ہی کوفہ پہنچ چکا تھا اور انعام کے لالچ میں ابن زیاد ملعون کے دربار میں چکر کاٹ رہا تھا، اور جو روایات اس کے نام سے منسوب ہیں وہ اکثر طبری اور ابو مخنف نے لکھی ہیں، پھر بعد والوں نے وہی روایات نقل کی ہیں اور اکثر توہین آمیز روایات الاغانی کے ابو الفرج اصفہانی ملعون نے لکھی ہیں جو اموی ملاعین کا نمک خوار تھا، پھر ابو مخنف نے عباسیوں کی سیاست چمکانے کیلیئے بہت سی روایات خود وضع کی تھیں، پھر طبری نے انہیں مرچ مسالہ لگا کر اور بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے، یہ توہین آمیز روایات ہمارے شیعہ عقائد اور مسلّمات کے سراسر خلاف ہیں، اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم ان روایات کو درست نہ مانیں اور ان کی سختی سے حوصلہ شکنی کریں
حقیقت یہ ہے کہ کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام، پھر شام سے کربلا اور مدینہ منورہ تک کے تمام سفر میں اس قافلہءِ تسلیم و رضا کی پاک مستورات و مخدرات صلواۃ اللہ علیہن کے نزدیک کوئی نامحرم ہرگز نہیں گیا تھا، بلکہ ہر مقام پر جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام ان پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو خود محملوں پر سوار کرتے رہے اور خود ہی اتارتے رہے، اس تمام سفر کے دوران کسی مقام پر کسی پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا کی پاک رِدا پر بھی کسی غیر کی نگاہ نہیں پڑی تھی، بلکہ قافلہءِ تسلیم و رضا جس آبادی یا جس شہر سے بھی گزرتا تھا تو ان کے پاک محملوں سے آگے ایک نقیب یہ

صدا دیتا تھا کہ

☆غضبوا ابصارکم عنا...... اپنی آنکھیں پیوند زمین رکھو

اسی آواز کی وجہ سے کوئی نگاہ بھی پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن پر نہیں پڑی تھی، یہ فقط بات نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا جبروتی نظام تھا جس کی حد کو کوئی عبور کر ہی نہیں سکتا تھا، یعنی پردۂ تطہیر کی حدود کو عبور کرنا کسی نجس نگاہ کے بس میں تھا ہی نہیں

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اِس پاک خاندانِ نبوت کے جملہ افراد میں سے جب تک کوئی خود نہ چاہے انہیں کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا، اور ہمارے آئمہ طیبین وطاہرین علیہم الصلواۃ والسلام نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بارہا اس امر کا مظاہرہ بھی فرمایا

اس بات کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آج اِن پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے ایک لختِ جگر ہمارے شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف ہم لوگوں کے درمیان موجود ہیں، مگر جب تک وہ خود نہیں چاہتے کوئی شخص ان کی زیارت نہیں کرسکتا ہے

اور ہزاروں لوگ لاکھوں اعمالِ زیارت بجا لاتے ہیں، اس کے بعد جا کر کسی ایک شخص کو زیارت ہوتی ہے، وہ بھی خود مالک ذات کے چاہنے سے ہوتی ہے ورنہ کوئی عمل بھی انہیں زیارت کروانے پر مجبور نہیں کرسکتا ہے

اوراس حقیقت سے کوئی ایک شخص بھی انکار نہیں کرسکتا کہ پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن قطعاً یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انہیں دیکھے، اس لئے ان پر کسی نامحرم کی نگاہ کا پڑنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے

ہاں البتہ شام کی عورتوں کے ساتھ ان کا کلام فرمانا بھی ایک مصلحت کے تحت تھا

ورنہ وہ بھی پاک مستورات کی مقدس رداؤں پر بھی نگاہ نہیں کرسکتی تھیں

ان ضروری وضاحتوں اور انکشافِ حقائق کے بعد اپنے موضوعِ گفتگو پر واپس آتے ہوئے عرض کروں گا کہ جس وقت ظالمین نے کوفہ جانے کیلئے تیار ہونے کا پیغام بھیجا تو جناب شریکتہ الحسین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے حکم پر تمام پردہ دار خیمہ گاہ کے قریب جمع ہو گئے، تھوڑی دیر بعد محمل وہاں لائے گئے کہ جن پر ہودج (کجاوے) رکھے ہوئے تھے

صاحب ناسخ التواریخ، صاحب بحارالانوار، اور جناب سید علی ابن طاؤس وغیرہ لکھتے ہیں کہ جس وقت قافلہءِ تسلیم و رضا کوفہ شہر میں داخل ہوا تو اس وقت تمام پاک پردہ دارِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن باپردہ محملوں میں سوار تھیں، اور معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے باپردہ محمل کے اندر بیٹھ کر اپنے خطبات انشاء فرمائے تھے

فاضل دربندی بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ بعض روایات یہ بھی ہیں کہ کوفہ اور شام میں پاک مستوراتِ اِلٰہی صلواۃ اللہ علیہن باپردہ محملوں میں سوار تھیں، صرف چند کنیزیں اور ان کے چند بچے ایسے تھے جن کے محملوں پر سرپوش نہیں تھے

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بے کجاوہ محمل اونٹوں کی ننگی پشت پر ان کو سوار کرائے جانے والی روایات من گھڑت اور لغو ہیں، اور ان پر اعتبار کرنا یا انہیں بیان کرنا غلط ہے اور یہ گستاخی کے زمرے میں آتا ہے، اس لئے ان سے اجتناب کرنا اور ان کی تردید کرنا مومنین پر فرض ہے

جس وقت پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے سامنے محمل آکر بیٹھے تو پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے خود ایک ایک مستور کو سوار کیا، مگر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں

کی برسات برس رہی تھی کیونکہ سامنے جناب عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کا خیمہ تھا، شاید پردوں کا ضامن بھائی شدت سے یاد آرہا ہوگا، اسی طرح تمام پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن محملوں پر سوار ہوئے، صرف دو پاک بہنیں باقی رہ گئیں تو اس وقت معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی چھوٹی بہن سے فرمایا کہ آئیں میں آپ کو سوار کروں، چھوٹی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ ہمیں تو آپ سوار کریں گی مگر آپ کو کون سوار کرے گا؟

پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ آپ اس بات کی فکر نہ کریں میرا قدر شناس بھائی عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام جو ہے، وہ ہمیں سوار کرنے ضرور آئے گا

جب چھوٹی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بھی سوار ہو چکیں تو معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے مقتل گاہ کی طرف دیکھا اور روتے ہوئے فرمانے لگیں کہ میرے وفادار بھائی عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام! ذرا آؤ اور دیکھو کہ آپ کی بہن کربلا کے ویرانہ میں تنہا رہ گئی ہے اور کوئی نہیں کہ جو مجھے محمل پر سوار ہونے میں مدد دے سکے، بھیا! تم اتنے غافل تو کبھی نہیں ہوئے تھے، خدا جانے آج میرے تمام بھائی اس قدر بے نیاز ہو کر کیوں سو گئے ہیں کہ کوئی ایک بھائی بھی میری مدد کیلئے موجود نہیں ہے، میرا سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام اکیلا ہے، کمزور اور نحیف ہے، میرا باؑقر لعل علیہ الصلواۃ والسلام کم سن ہے، آؤ اور اپنی بہن کو حسب دستور عزت و احترام سے محمل پر سوار کراؤ

جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے یہ بین کیا تو اس وقت دو ہاتھ برآمد ہوئے، اور ایک غیبی آواز آئی کہ میری مظلوم بیٹی! اب عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کو آواز نہ دیں، اب آپ کا باباؑ حاضر ہے، آج مجھے عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام سمجھ کر محمل پر سوار ہو جائیں

جب معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا محمل پر سوار ہوئیں تو اس وقت روانگی کا اعلان ہوا، نقارے پر چوٹ لگی، الراحیل کی آواز آئی اور اس طرح یہ قافلہ کربلا سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا

محمل چلتے ہوئے مقتل گاہ کے قریب سے گزرے اور پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نگاہ بھائیوں کی لاشوں پر پڑی تو آپ کی آنکھوں سے ایک بار پھر ساون کا بادل ٹوٹ کر برسا، روتے ہوئے معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ

☆ودعك الله یا بن رسول اللهؐ یا بن امی

الوداع اے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورنظر، اے میرے دو جہاں سے پیارے بھائیو! الوداع ...... اگر وقت نے اجازت دی تو انشاء اللہ میں آپ کا چہلم یہاں کربلا میں آکر کروں گی، پھر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

☆ایا شیعتنا ابکوا علی الغریب الذی کافوره بالتراب ومن منع ماء الفرات و غسله بالدماء ومطروح فی الكربلاء

اے ہمارے شیعو! تم میرے اِس غریب بھائی کیلئے ضرور رونا کہ خاکِ کربلا جس کی کافور ہے، مجھے تو امت ملعونہ نے رونے ہی نہیں دیا، میرے بے کفن بھائی کی مظلومیت پر تم ضرور رونا، بہتے ہوئے دو دریاؤں کے درمیان میرے پیاسے شہید ہونے والے بھائی کی پیاس کو یاد کرتے ہوئے ضرور رونا، اور اس مظلوم کائنات کیلئے رونا کہ جس کی لاش زمین پر چھوڑ کر ایک بہن کو مجبوراً جانا پڑ رہا ہے جب تک بھائی کی لاش دِکھائی دیتی رہی، پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا بھائی کو دیکھتی

رہیں، آخر کار محمل کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے

تاریخ بتاتی ہے کہ اس دور میں کربلا سے کوفہ کے راستے میں بہت سی بستیاں آباد تھیں، قافلہ ءِ تسلیم ورضا کے پاک محمل جس بستی یا آبادی کے قریب سے گزرتے تو وہاں کی عورتیں راستہ روک کر محملوں کے نزدیک پہنچ جاتیں اور گریہ وزاری کرتے ہوئے پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کو شہدائے کرب و بلا علیہم الصلواۃ والسلام کیلئے پرسہ دیتی تھیں

اسی وجہ سے کوفہ پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی اور یہ قافلہ بعد از نماز عشاء اور آدھی رات سے کچھ پہلے کوفہ سے باہر مسجد حنانہ کے قریب جا پہنچا

کربلا معلیٰ سے کوفہ آتے ہوئے مسجد حنانہ نجف اشرف سے تقریباً دو کلومیٹر کوفہ کی طرف ہے، آجکل جو سڑک کربلا سے کوفہ جارہی ہے یہ مسجد حنانہ اس سڑک سے کم وبیش ڈیڑھ فرلانگ دور راستہ سے ہٹ کر واقع ہے، مگر سابقہ راستہ اس مسجد حنانہ کے بالکل قریب سے ہوتا ہوا کوفہ جاتا تھا

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس زمانہ میں شہنشاہِ معظم مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک تربت بظاہر پوشیدہ تھی، اور اس وقت اس پاک مزار کا علم سوائے پاک خاندان کے کسی کو بھی نہیں تھا، بعد ازاں یہ پاک تربت عباسی خلیفہ ہارون رشید ملعون کے زمانہ میں ظاہر ہوئی تھی

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کوئی بے جرم وخطا اسیر کسی ولی اللہ کے مزار یا دربار کے قریب سے گزرے تو وہ اس دربار کی طرف ہاتھ اُٹھا کر عرض کرتا ہے کہ اے صاحب دربار! اے مقبولِ بارگاہِ اِلٰہی! آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں،

دعا فرمائیں کہ مجھے جلد رہائی مل جائے

یہ بات کوئی تاریخ تو ہمیں نہیں بتاتی مگر فطرت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قرین عقل و قیاس ہے کہ جس وقت قافلہ ءِ تسلیم و رضا کے پاک محمل نجف اشرف کے قریب سے گزرے اور جونہی معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نگاہ اپنے پاک بابا سرکار امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے مزار پر پڑی تو انہوں نے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام سے مخاطب ہو کر بین کیا کہ باباؔ! میں اپنے پاک بھائیوں کو کربلا کے صحرا میں بے گور و کفن سلا کر آرہی ہوں، آپ کے فرزند کا خون بچانے اور ان کے مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے کوفہ جا رہی ہوں، دعا فرمائیں کہ آپ کی پاک دختر صلواۃ اللہ علیہا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے، یہ مشکل وقت جلد کٹ جائے، اور یہ بھی ضرور عرض کیا ہوگا کہ باباؔ جان! دعا کریں کہ ہمارے لٹے ہوئے اس گھر کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لائیں

ایک بزرگ ذاکر سے میں نے سنا تھا، وہ فرماتے تھے کہ جس وقت پاک قافلہ ءِ تسلیم و رضا نجف اشرف کے نزدیک پہنچا تو اس وقت محملوں سے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے آہستہ آہستہ بین بلند ہونا شروع ہو گئے، معظّمہ معصوؔمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا سے سوال کیا کہ پھوپھی اماں! مستورات نے اس قدر رونا کیوں شروع کر دیا ہے؟ کیا اب ہمیں کسی نئی مصیبت کا سامنا ہے؟

پاک معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! یہاں قریب ہی آپ کے پاک دادا جان علیہ الصلواۃ والسلام کا مزار ہے، جس وقت معصوؔمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو معلوم ہوا کہ میرے پاک دادا علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک مزار یہاں قریب ہی ہے تو

انہوں نے ایک دردبھرا بین کرتے ہوئے فرمایا کہ

دادا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کے سب سے پیارے لخت جگر میرے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دیا گیا ہے، دریا کے کنارے وہ تین دن تک پیاسے رہے، اپنے آخری لمحات میں انہوں نے طلب نصرت کی خاطر ''ھل من ناصر'' کی صدا دی، لاکھوں لوگ ان کا یہ استغاثہ سن رہے تھے مگر ان میں سے کسی نے ان کی نصرت نہیں کی، ان کی شہادت عظمیٰ کے بعد ان ظالمین نے ہم سب پر مظالم کی انتہا کر دی ہے، اور اس وقت آپ کی پیاری بیٹیاں صلوٰۃ اللہ علیہن بازاروں اور درباروں کی طرف جا رہی ہیں، اور بظاہر ان کی مدد اور نصرت کرنے والا کوئی نہیں ہے، اِن حالات میں آپ ہی ہماری آخری آس ہیں، آپ ہی ہمارے پردوں کے محافظ ہیں، اب ہم سب کی لاج آپ ہی کے دست قدرت میں ہے

مسجد حنانہ

بارہ محرم الحرام کی رات دیر سے پہنچنے کی وجہ سے یہ ظالمین کوفہ شہر میں داخل نہ ہو سکے اور انہوں نے اس رات کا بقیہ حصہ مسجد حنانہ کے قریب کوفہ سے باہر ہی گزارا چونکہ یہ ملاعین تمام دن کے تھکے ہوئے تھے اس لئے جتنا جلدی ان سے ممکن ہو سکا یہ اپنے خیام نصب کرتے ہی سو گئے، اور جناب سید الساجدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آقا! آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے حقیقی وارث ہیں اس لئے آپ یہ رات مسجد حنانہ میں بسر کریں ...... جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پاک مستورات و مطاہرات صلوٰۃ اللہ علیہن کو محملوں سے اتار کر مسجد کے اندر لے آئے

اس وقت ایک ظالم نے آ کر آپ کی بارگاہِ قدس میں عرض کیا کہ آقا! باہر ہمارے پاس سرہائے شہداء کی حفاظت کا کوئی خاص انتظام نہیں، مناسب یہی ہے کہ تمام سرہائے شہداء آپ اپنے پاس مسجد میں رکھ لیں

یہ تو آپ سب کو معلوم ہی ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سرا طہر پہلے ہی کوفہ پہنچا دیا گیا تھا، مگر باقی شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر ان ملاعین ازل کے پاس تھے چونکہ اس قافلہ کے کوفہ پہنچنے تک کافی دیر ہوگئی تھی اور کوفہ کی فصیل کے دروازے بند ہو چکے تھے، اس لئے ان ملاعین ازل نے کوفہ شہر میں داخل ہونے کی بجائے مسجد حنانہ میں قیام کیا تھا

انہوں نے سرہائے شہداء علیہم الصلواۃ والسلام بلا تاخیر مسجد میں پہنچا دیئے، تمام دن کی تھکی ہوئی مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو جس وقت اچانک بیٹوں اور بھائیوں کے سر ملے ہوں گے تو اس وقت ان کی کیفیت کیا ہوگی؟

کیونکہ ایک طرف ان کے رونے پر پہرے تھے، اور وہ اونچی آواز میں رو بھی نہیں سکتی تھیں، کسی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے بیٹے کا سر اپنی آغوش میں لیا ہوگا، کسی معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے بھائی کا سر اپنی گود میں لیا ہوگا

مسجد حنانہ میں یہ رات پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے کیسے بسر کی ہوگی؟ اس کا اندازہ صرف وہی بہن کر سکتی ہے کہ جسے بھائی کی لاش پر رونے کا وقت بھی نہ ملا ہو اور اسے اچانک بھائی کا سر مل جائے

جس وقت معظّمہ کونین عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے سامنے اپنے وفادار بھائی شہنشاہِ معظم سرکار ابوالفضل العباس علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر آیا تو آپ اسے اٹھا کر اس

مقام پر آ کر تشریف فرما ہوئیں کہ جسے آج مقام صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کہتے ہیں، یہاں پہنچ کر انہوں نے بھائی کے سر اطہر کو آغوش میں لیا، باقی تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن ان کے چاروں طرف دائرے کی شکل میں تشریف فرما ہوئیں، یہاں پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پاک بھائی کا مرثیہ پڑھنا شروع کیا، رو رو کر فرمانے لگیں کہ

میرے قدر شناس بھائی! آپ تو ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی بہنوں سے غافل نہیں ہوا کرتے تھے، مگر اب تو ہم آپ کی شکل دیکھنے کو بھی ترس گئی ہیں، آؤ! اور اپنی دکھی بہنوں سے گلے مل لو، کیونکہ شاید پھر ہمیں ملنے کا موقعہ نہ مل سکے، کل ہم نے کوفہ کے بازاروں اور درباروں میں جانا ہے، بھیا! ہمارے پردے کا خیال کون رکھے گا، وہاں طَرَّقُوا، طَرَّقُوا کی صدائیں کون دے گا؟

موقع کی مناسبت سے میرا دل کہتا ہے کہ پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے سب مستورات سے کہا ہوگا کہ آئیں اور اپنے حیا پرور، وفا دار اور پردوں کے ضامن سے ملاقات کر لیں، معظّمہ معصوؑمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بھی بین کیئے ہوں گے، جناب امیر قاؑسم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے دکھوں کا حال سنایا ہوگا، معظّمہ صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی یتیمی کا حال سنایا ہوگا، شہزادہ علی اصغرؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا نے بھی ضرور بین کیئے ہوں گے، اسی طرح ایک ایک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے نوحہ خوانی کی ہوگی اور صبح ہونے تک مسجد حنانہ میں ماتم داری ہوتی رہی ہوگی، مگر کوئی بھی تاریخ اس کی تفصیل ہمیں نہیں بتاتی ہے

آپ سب مل کر دعا کریں کہ ان پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے

پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد آئیں تا کہ ان سب سوختہ جگر پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو تسکین قلب نصیب ہو، وفا کی مملکت کے خداوند واحد و لاشریک شہنشاہِ معظم سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام اپنے دست قدرت شعار میں ذوالفقارِ حیدری تھام کر اہل البیت علیہم الصلواۃ والسلام کے تمام مظلومین کا انتقام اس انداز سے لیں کہ اس کائنات میں سے ظالمین کا نام و نشان تک مٹا ڈالیں، اور ظلم و استبداد کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیں، کیونکہ قیام عدلِ حقیقی کی بنیاد ظلم و جور کے مکمل خاتمہ پر ہی استوار ہوسکتی ہے، اور جس وقت تمام ملاعین وظالمین مع ظلم ختم ہو جائیں گے، تبھی تو محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کے پاک گھر میں ابدی خوشیوں اور مسرتوں کا دائمی قیام عمل میں آ سکے گا

خداوند کائنات ہر ترستی ہوئی منتظر آنکھ کو یہ مناظر فوراً سے پیش تر دِکھائے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 26

ملکہءِ کونین، جاگیرِ فدک کی مالکہ معظّمہ، بضعۃ الرسولِ کریم، سیدۃ النساء العالمین صلواۃ اللہ علیہا کی پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن نے دو مرتبہ کوفہ شہر کو شرف عطا فرمایا لیکن ان دونوں مواقع پر حالات و واقعات میں بہت زیادہ تضاد موجود ہے
آج میں آپ کو یہی بتانا چاہتا ہوں کہ پہلی بار یہ پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن کوفہ کس طرح تشریف لائیں، اور دوسری بار اِنہیں کس حالت میں کوفہ لایا گیا تھا
پہلی باریہ اس وقت تشریف لے آئیں جب شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کوفہ میں برسرِ اقتدار تھے، یعنی مسند اُلوہیت کے حقیقی مالک و وارث ظاہری طور پر مسندِ خلافت پر جلوہ افروز تھے
جنگ جمل کی فتح مبین کے بعد 36 ہجری میں آپ نے بہ وجوہ مدینہ کی بجائے کوفہ کو اپنا دارالحکومت قرار دیا، مگر کافی عرصہ تک دشمنانِ دین خدا و رسول نے آپ کی حکومت اِلٰہیہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے آپ کو جنگوں میں الجھائے رکھا
صفین و نہروان کی جنگوں میں کامیابی کے بعد جب چین و سکون کے کچھ لمحات میسر آئے تو شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے پاک فرزندان علیہم الصلواۃ والسلام سے فرمایا ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن ہمارے پاس کوفہ ہی

میں آ کر رہیں، آپ سب بھائی واپس مدینہ جا کر اپنی پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہن سے مشورہ کرو، اگر وہ اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی شاہی میں تشریف لانا چاہیں تو ہمیں اطلاع کرنا، ہم یہاں ان کی رہائش کا انتظام کریں گے اور آپ ان کو یہاں لانے کی تیاری کرنا، جب دونوں طرف سے تیاری مکمل ہو جائے گی تو اس وقت ہم آپ کو آگاہ فرمائیں گے کہ اب آپ اپنی پاک ہمشیرگان صلواۃ اللہ علیہن کو کوفہ لے آئیں

پاک حسنین شریفین کریمین علیہما الصلواۃ والسلام کوفہ سے روانہ ہوئے اور بعد از طے منازل مدینہ پہنچے تو تمام بہنوں صلواۃ اللہ علیہن نے اپنے پاک بھائیوں کا پرجوش استقبال کیا ایک دو دن بعد گھر میں پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے سامنے پاک بھائیوں نے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی فرمائش کا ذکر فرمایا، اس وقت پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاک بابا کی یہی منشاء ہے تو ہمیں کوئی انکار تو نہیں ہے مگر ہم نے تو کبھی سفر کیئے ہی نہیں ہیں، ہم تو پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کے مزارِ اقدس تک بھی رات کو تشریف لے جاتی ہیں، اب آپ فرما رہے ہیں کہ ہمیں کوفہ جانا ہے، نہ جانے کوفہ یہاں سے کتنا دور ہے؟ اور یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ تمام سفر اونٹوں کے ذریعے کرنا پڑے گا، مگر ہم نے تو آج تک محمل بھی نہیں دیکھے، ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اونٹوں پر کس طرح سوار ہونا پڑتا ہے؟

مگر ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام سے زیادہ عرصہ جدا بھی تو نہیں رہ سکتیں، اس لئے ان کے حکم کی تعمیل میں ہم کوفہ ضرور جائیں گی

جب ان پاک معظّمہ شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن نے آمادگی کا اظہار فرمایا تو امام حسن علیہ

الصلواۃ والسلام نے ایک تیز رفتار ناقہ سوار کو کوفہ کی طرف روانہ فرمایا اور اسے ایک خط دیا جس میں تمام تفصیل تحریر فرمائی

جب یہ خط شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام تک پہنچا تو انہوں نے مسجد کوفہ کے قریب اپنا ایک مکان درست فرمایا اور پھر ایک قاصد کو خط دے کر مدینہ روانہ فرمایا جس میں انہوں نے احکاماتِ سفر تعلیم فرماتے ہوئے لکھا کہ

اے میرے نورِ چشمین ! آپ نے دورانِ سفر اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے کہ یہ تمام سفر رات کی تاریکی میں کرنا ہے یعنی بعد از نمازِ عشاء سفر شروع کرنا اور سپیدۂ سحر نمودار ہوتے ہی قبل از نمازِ فجر یہ سفر موقوف کر دینا ہے، کیونکہ ہم یہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ہماری شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے محملوں پر بھی کسی غیر کی نگاہ پڑے محملوں پر دبیز پردے یا سرپوش آویزاں کرنا، چاہے رات کا وقت ہی کیوں نہ ہو پھر بھی پردے کا مکمل انتظام ہونا چاہیے

اپنے ساتھ ایک دستہ غلاموں کا رکھنا، جن میں سے کچھ غلام قافلہ سے ایک منزل آگے سفر کریں تاکہ اگلی منزل پر پہنچنے سے پہلے پاک خیام کیلئے جگہ درست رکھیں اور اس علاقے کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کل اس سرزمین پر مکمل پردہ ہوگا، کوئی مرد اپنے گھر سے باہر نہیں آئے گا

آپ کے قافلہ سے کچھ آگے گھوڑا سوار ہوں جو ہر آنے والے مسافر کو آگاہ کریں کہ وہ یہ راستہ چھوڑ دے کیونکہ تطہیر کی مالک پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن تشریف لا رہی ہیں

راستہ میں کئی مراحل وفنادق اور متعشے یعنی سرسری یا عارضی رہائشی مقامات

آتے ہیں، مگر آپ نے اپنی منازل کم سے کم فاصلہ پر متعین کرنا ہیں، جہاں بھی آپ کی پاک بہنیں صلواۃ اللہ علیہن تھکن محسوس کریں وہیں قیام کر لینا کیونکہ انہوں نے کبھی سفرنہیں کیا ہے، وہ زیادہ تھک نہ جائیں

اپنی پاک ہمشیرگان صلواۃ اللہ علیہن کے محملوں کی ساربانی کا اعزاز جناب عروہ غفاری کو عطا کرنا کیونکہ وہ ایک تو باادب ہیں، دوسرا یہ کہ ان کی سماعت کافی کمزور ہے، عام طور پر کوئی آدمی ان کے قریب آ کر بھی آواز دے تو وہ نہیں سن سکتے

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر ہماری پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن محملوں میں کلام فرمائیں گی تو وہ سن نہیں سکیں گے، ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی ہے کہ کوئی نامحرم ہمارے پردہ داروں کی آواز سنے، اس لئے ساربانی کیلئے جناب عروہ غفاری ہی موزوں شخص ہیں

کچھ غلام آپ کے قافلہ کے عقب میں کچھ فاصلہ رکھ کر سفر کریں تاکہ اگر کوئی شخص تیز رفتار ناقہ یا گھوڑے پر پیچھے سے آ رہا ہو تو اسے بھی بتایا جا سکے کہ وہ آگے نہ بڑھے یا پھر اپنا راستہ تبدیل کر لے

آپ سب بھائیوں نے محملوں کے ساتھ ساتھ گھوڑوں پر اپنا سفر جاری رکھنا ہے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وقفے وقفے سے اپنی پاک بہنوں کی خیریت دریافت کرتے رہنا، اور ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھنا

مدینہ سے کوفہ تک جہاں بھی قیام ہو، ہر منزل سے ہماری جانب ایک قاصد ضرور بھیج دینا تاکہ ہمیں یہ تسلی رہے کہ پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کا سفر امن و امان اور خیر و عافیت سے جاری ہے

جب آپ کوفہ کے قریب پہنچیں تو دو منازل پہلے ہمیں اطلاع کرنا، پھر کوفہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر آ کر رک جانا اور ہمارے جواب کا انتظار کرنا، جب تک ہمارا حکم نہ پہنچے آپ نے کوفہ شہر میں داخل نہیں ہونا ہے

کائنات کے سب سے زیادہ فرماں بردار فرزندان نے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے احکامات کو حکم خداوندی سمجھتے ہوئے تعمیل کی اور آپ کی توقع سے بڑھ کر اس سفر کے انتظامات ترتیب دیئے، پردہ پاک کی حفاظت کی ذمہ داری شہنشاہ معظم جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو سونپی گئی اور یہ کاروانِ تطہیر شاہانہ انداز میں مدینہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا

تاریخ شاہد ہے کہ جناب غازیؑ پاک علیہ الصلواۃ والسلام نے اس سفر کے دوران لمحہ بھر کیلئے بھی آرام نہیں فرمایا، بلکہ رات کے وقت جب سفر شروع ہوتا تو دورانِ سفر یہ کسی وقت اپنے گھوڑے کو محملوں سے آگے لے جاتے، کسی وقت محملوں سے پیچھے لے جاتے، فوج کے اگلے اور پچھلے دونوں دستوں کی بیک وقت مسلسل نگرانی فرماتے، جب کسی مقام پر قیام ہوتا تو خود خیام آراستہ فرماتے اور خود ہی محملوں کو پردہ کی چہاردیواری کے اندر لے آتے

پھر سبھی بھائی مل کر ایک ایک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہا کو بہ ہزار آداب و تعظیم و تکریم خود محمل سے اتارتے، جب پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن محملوں سے اترنے لگتیں تو جناب عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام ان کی نعلین ان کے سامنے رکھتے تاکہ ان کے قدم زمین سے مس نہ ہوں، جب پاک معظّمہ شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن اپنے خیام کے اندر تشریف لے جاتیں تو اس کے بعد ان کے قدموں کے نشانات جناب عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام اپنی

چادر سے خود مٹا دیتے تا کہ کسی کی نگاہ پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے نقش کف نعلین پر بھی نہ پڑے

دن کے وقت جب پاک گھر کے سبھی افراد آرام فرماتے تو جناب عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام سارا دن خیام کی آخری قنات کے باہر پروانوں کی طرح طواف کرتے رہتے اس سفر کے دوران کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام نے ایک لمحہ بھی آرام نہیں فرمایا لوگ عرض کرتے کہ آقا! آپ کچھ لمحے آرام فرمالیں، جواب میں فرمایا کرتے کہ جس غلام کی شہزادیاں سفر میں ہوں اس کیلئے آرام کرنا جائز ہی نہیں ہوتا

اس شان وشوکت سے تطہیر کا یہ مقدس کارواں بعد از قطعِ منازل کوفہ کے قریب پہنچ کر قیام پذیر ہوا، یہاں سے ایک قاصد روانہ کیا گیا جس نے شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہِ قدس میں حاضر ہو کر آگاہ کیا کہ حضور! آپ کی پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے محمل کوفہ سے ایک منزل دور پہنچ چکے ہیں

اسی وقت امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اہل کوفہ کو یہ خوشخبری سنائی تو تمام کوفہ کی عورتوں نے بے اندازہ خوشی کا اظہار کیا، اور کہنے لگیں کہ اب ہمارے نصیب جاگ اٹھے ہیں کہ عرشِ اعظم کے مکین ہماری سرزمین پر تشریف لا رہے ہیں

تمام شہر میں انتظام ہونے لگے، تمام راستے صاف کرائے گئے، کوفہ کی گلیاں کوفہ کی عورتوں نے اپنے بالوں سے صاف کیں، ہر عورت نے اپنے اپنے گھر کو پاکیزہ کیا، کوفہ کے صدر دروازہ سے مسجد حنانہ تک پردہ کیلئے قناتیں لگائی گئیں کوفہ کے مردوں کو حکم دیا گیا کہ جس دن پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن کوفہ کے اندر داخل ہوں گی اس دن سب مرد کوفہ کے دور دراز محلوں میں چلے جائیں گے یعنی

اس دن کوئی مرد یہاں موجود ہی نہیں ہونا چاہیے

تمام انتظامات کی تکمیل کے بعد امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے قاصد روانہ فرمایا اور اسے حکم دیا کہ اب ہمارے فرزند اکبر جناب امام حسن علیہ الصلواۃ والسلام سے جا کر عرض کرو کہ وہ اپنی پاک ہمشیرگان صلواۃ اللہ علیہن کے محمل کوفہ میں لے آئیں

یہ حکم ملتے ہی بعد از نمازِ عشاء محمل پاک مسجد حنانہ سے روانہ ہوئے ، اس وقت کوفہ کی عورتوں نے اصرار کیا کہ ہم اپنی شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کا استقبال کرنا چاہتی ہیں ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اپنے گھروں کی چھتوں پر سوار ہو کر گلباری کرتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہنا چاہتی ہیں

جب کوفہ کی عورتوں نے اصرار کیا تو اس وقت امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی آنکھیں ساون کے بادل کی طرح برسنے لگیں ، روتے ہوئے فرمایا کہ بے شک استقبال کرو تا کہ ہم بھی تو دیکھیں کہ اس شہر میں پردہ داروں کا استقبال کیسے کیا جاتا ہے؟

اس روز کوفہ کی تمام عورتیں ہاتھوں میں کھجور کی چھڑیاں اور پھولوں کی پیتاں لے کر استقبال کیلئے بیٹھی رہیں ، اسی انتظار میں رات ہوگئی مگر عورتوں نے اپنے اپنے گھروں کی چھتوں کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا

نمازِ عشاء کے بعد پاک محمل کوفہ کے صدر دروازے پر پہنچے تو امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کے استقبال کے لئے خود وہاں موجود تھے ، جس وقت پاک محمل کوفہ کے صدر دروازہ سے اندر داخل ہوئے تو آپ فوراً گھوڑا دوڑا کر سب سے پہلے جناب معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کے قریب تشریف لائے اور کائنات کی تمام تر شفقت و محبت اپنے لہجہءِ خداوندی میں سمو کر فرمانے لگے کہ

بیٹی ! زیادہ تھکاوٹ تو محسوس نہیں ہوئی ؟ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے سر تسلیم جھکا کر حیا آمیز لہجہ میں عرض کیا کہ بابا جان ! اس طویل سفر میں ہمیں تھکان تو بہت زیادہ ہوئی تھی کیونکہ ہم نے کبھی سفر کیا ہی نہیں تھا مگر اب آپ کی زیارت سے سب تھکاوٹ دور ہوگئی ہے

جب محمل کوفہ کے صدر دروازے میں داخل ہو چکے تو سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے محملوں کو روکنے کا حکم فرمایا، اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اس وقت رات کی تاریکی ہے اور تمام شہر میں پردے کا مکمل اور محکم انتظام پہلے سے ہو چکا ہے اس لئے محملوں سے سرپوش ہٹا دیئے جائیں، جس وقت محملوں سے پردے ہٹا دیئے گئے تو آپ نے اپنی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن سے مخاطب ہو کر غم زدہ لہجے میں فرمایا کہ ہماری تمام بیٹیاں اور سب پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن بغور دیکھ لیں کہ یہی کوفہ کا صدر دروازہ ہے، پھر محمل کچھ آگے بڑھے تو سامنے بنی کندہ کا محلّہ تھا، شہنشاہِ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ ہماری لائق بیٹیو! دیکھ لو کہ یہ بنی کندہ کا محلّہ ہے، اور چھتوں پر جو عورتیں آپ کا استقبال کر رہی ہیں یہ سب قبیلہ بنی کندہ کی عورتیں ہیں

جب پاک محمل اس محلّہ کے اندر داخل ہوئے تو اس وقت تمام عورتوں نے لوری کی طرح آواز نکالی، ''اس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق ایسی آواز کو ایک عظیم خوش خبری سمجھا جاتا تھا'' یہ آواز سن کر باقی عورتیں بھی چھتوں پر پہنچ گئیں سب نے مل کر لوری سے ملتی جلتی آواز کے ساتھ ایسا استقبال کیا کہ بارہ ضرب چھتیس 12×36 میل کا یہ آباد شہر ان کی استقبالی آوازوں سے گونج اٹھا

جناب کردگار روفا علیہ الصلواۃ والسلام نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ محملوں سے کچھ آگے عورتوں

کا ایک وفد حاضر تھا، آپ ان کے قریب تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟

ان عورتوں نے عرض کیا کہ کوفہ کی تمام عورتیں یہاں گلیوں میں زیارت نہیں کرسکتی ہیں اور کوئی عورت محروم رہنا بھی نہیں چاہتی، اس لئے کناسہ کوفہ کے میدان میں لاکھوں کی تعداد میں عورتیں پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے استقبال کیلئے حاضر ہیں، ہماری درخواست ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو پاک محمل اس میدان سے ہوتے ہوئے آپ کے قصر شاہی تک چلے جائیں، اور نہیں تو کوفہ کی عورتیں محملوں کی زیارت تو کرلیں گی

جناب کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا ہم جانتے ہیں کہ کناسہ کوفہ کے میدان میں بروز جمعہ ہر چیز کی منڈی لگائی جاتی ہے، غلام اور کنیزوں سے لے کر جانوروں اور سامان خورد ونوش کی خرید وفروخت ہوتی ہے، وہ میدان بہت وسیع ہے، مگر میری پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن ایک تو بہت زیادہ تھک چکی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مقام اس قابل نہیں کہ یہ عرش مکین شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن وہاں سے گزریں، کم ازکم ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ اتنے بڑے ہجوم کے سامنے پاک محمل بازار سے گزارے جائیں

اس وقت امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے رہوار کو آگے بڑھا کر فرمایا کہ ان عورتوں کی فرمائش ضرور پوری کی جائے، آج ہم حکم دے رہے ہیں، ہمارا دورِ حکومت ہے، پردے کا مکمل انتظام ہے، رات کا وقت ہے، آپ بالکل محسوس نہ کریں، اور محملوں کو ہماری ذمہ داری اور حفاظت میں کناسہ کوفہ میں لے چلیں

کل جب آپ کا دور آئے تو اپنی مرضی کرنا اور اپنی پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہن کے محمل کناسہ کوفہ تک نہ جانے دینا...... جس وقت امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے یہ فرمایا تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار اور بے انداز آنسو رواں تھے

کوفہ کے باب الحجاج یا صدر دروازہ سے کناسہ کوفہ کے میدان تک آتے ہوئے سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کوفہ شہر کے ہر موڑ اور ہر چوک کے بارے میں پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کو آگاہ فرماتے رہے کہ آپ سب پردہ دار پوری توجہ اور غور سے دیکھ لو کہ یہ فلاں چوک ہے، یہ فلاں محلّہ ہے، یہ فلاں گلی ہے

مگر آپ کی آنکھیں ساون کے بادلوں کی طرح لگاتار برس رہی تھیں

اس وقت پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ بابا جان! آج ہمیں ہر موڑ، ہر چوک اور گلی محلوں کے بارے میں اس طرح تفصیل کے ساتھ کیوں آگاہ فرما رہے ہیں؟

امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام روتے ہوئے فرمانے لگے کہ اے میری ناز و نعم میں پلی شہزادیو! آج آپ کوفہ شہر کی ہر جگہ کو غور سے دیکھ لیں، ممکن ہے کہ پھر کبھی آپ کو اسی کوفہ شہر میں آنا پڑے تو آپ کو واقفیت ہونا چاہیے

پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ اگر ہمیں دوبارہ یہاں آنا پڑا تو کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے؟ سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ بیٹی! خالق آپ کے پردے ہمیشہ سلامت رکھے، اگر بالفرض ہم اس وقت موجود نہ ہوں تو پھر آپ کیا کریں گی؟ پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ بابا جان! ہمارے فخر روزگار بھائی مولا امام حسنؑ علیہ الصلواۃ والسلام تو ہوں گے، سرکار امیر

کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ بیٹا! اگر وہ بھی موجود نہ ہوں تو پھر آپ کیا کریں گی؟ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے عرض کیا کہ ہمارا کائنات سے حسین ترین بھائی حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام تو ضرور ہوں گے، امام فرمانے لگے کہ اگر وہ بھی نہ ہوں تو پھر؟ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے گھبرا کر عرض کیا کہ ہمارے پردوں کے ضامن، کردگارِ وفا بھائی عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام تو موجود ہوں گے اور ان کی موجودگی میں ہمیں کسی قسم کے فکر و تردد کی ضرورت ہی نہیں ہوگی، امام کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ میری لائق بیٹی! اگر اس وقت یہ بھی آپ کے پاس نہ ہوں تو پھر کیا کرو گی یہ سنتے ہی پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے بے ساختہ اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لئے اور آسمان کی طرف رخِ انور کر کے فرمایا میرے اللہ ہم پردہ دار ہیں پھر کیا ہوگا

﴿دوسری تشریف آوری﴾

پہلی مرتبہ پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کے کوفہ تشریف لانے کے کم و بیش اکیس سال بعد وہ وقت آ ہی گیا کہ جس کے متعلق شہنشاہِ معظم تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے خبر دی تھی اور اس کی پیش گوئی کی تھی رات کے کسی وقت کربلا سے یہ کاروانِ غریباں کوفہ سے باہر مسجد حنانہ پہنچا، جہاں شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر حفاظت کے پیش نظر پاک مستوراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے پاس مسجد کے اندر بھجوا دیئے گئے، خاندانِ رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کی یہ رات کس طرح گزری؟ اس دکھ کا ادراک تو ممکن ہی نہیں ہے البتہ صرف

اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے کہ تڑپتے اور روتے ہوئے یہ رات گزاری گئی ہوگی
جس وقت صبح ہوئی تو اس کاروانِ مظلومین کائنات کو کوفہ لے جانے کی تیاریاں
ہونے لگیں، سب سے پہلے محمل مسجد حنانہ کے دروازے پر لائے گئے اور جناب
سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو محملوں میں سوار کرنا شروع کیا
اسی دوران ظالمین نے بھی اپنے خیمے اور سامان وغیرہ سمیٹ لیا
اِدھر روانگی کے طبل بجنے لگے تو ابن سعد ملعون نے ایک شخص کو کوفہ روانہ کیا جس
نے وہاں شہر میں جا کر اعلان کیا کہ کاروانِ تسلیم و رضا کوفہ پہنچنے والا ہے
یہ سنتے ہی سارے شہر میں خوشیوں کے طبل بجنے لگے اور کوفہ کے زن و مرد صدر
دروازہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے تاکہ اس قافلہ کا شایانِ شان استقبال کیا جاسکے
بہت سے مرد اور بچے کھجوروں پر چڑھ کر راہ دیکھنے لگے
اچانک اہل کوفہ نے طبل اور نقاروں کی آواز سنی، کھجوروں پر چڑھے ہوئے
لوگوں نے بتایا کہ ہمیں کچھ علم اور محمل دِکھائی دے رہے ہیں، وہاں موجود تمام
عورتوں نے محملوں کی طرف چلنا شروع کر دیا، ابھی پاک محمل کوفہ سے کچھ فاصلہ
پر تھے کہ کوفہ کی عورتیں اور مرد استقبال کیلئے پہنچ گئے، ادھر کوفہ شہر میں طبل اور
ناقوس بجائے جانے لگے، شہر کی عورتیں چھتوں پر سوار ہو کر قافلہ پاک کی تشریف
آوری کا منظر دیکھنے لگیں
عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے خولیٰ بن یزید ملعون کو حکم دیا کہ جب پاک قافلہ شہر میں
آئے تو تم امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر اس قافلہ کے ساتھ لے کر شہر میں داخل
ہونا، خولیٰ ملعون سر اطہر کو شاخ طوبیٰ پر سوار کر کے کوفہ کے صدر دروازے کے

باہر پاک کارواں کے ساتھ آ شامل ہوا، ہر طرف لوگوں کا ہجوم تھا، یہ ملعونِ ازل سرِ اطہر اُٹھا کر لشکر کے سامنے آیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا

اس وقت ام المصائب معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی پاک نگاہ اپنے مظلوم بھائی کے سر اطہر پر پڑی، پاک بھائی کو مظلومیت کی معراج پر دیکھا تو شدتِ غم سے آپ نے اپنی پیشانی محمل سے ٹکرائی اور بے ساختہ "ہائے حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام" کہتے ہوئے بین کرنا شروع کیے، اور دوبارہ دردناک آواز میں ہائے حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کہہ کر اپنے سرِ اطہر پر یوں ضرب لگائی کہ نورانی پیشانی خون سے تر ہوگئی

جب کوفہ کی عورتوں نے پاک محمل دیکھے تو انہیں پردے کا ہوش ہی نہ رہا، سب عورتوں کو پاک شہزادیوں صلواۃ اللہ علیہن کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی شاہی تھی، اور یہ پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن شاہانہ انداز میں عزت و احترام سے کوفہ تشریف لائی تھیں، شاید یہی سوچتے ہوئے کوفہ کی عورتوں نے اپنے بال کھول کر منہ پر ماتم کرنا شروع کر دیا

جب یہ پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن پہلی بار کوفہ تشریف لائی تھیں تو خوشی میں لوری کی آواز سے کوفہ کی گلیاں گونج رہی تھیں مگر آج کوفہ کی گلیاں رونے کی آواز سے گونج رہی تھی بلکہ تمام کوفہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا

ابو جدیلہ اسدی جو امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا شیعہ بھی کہلواتا تھا اور بصرہ کا رہنے والا تھا وہ روایت کرتا ہے کہ میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا تھا جب پہلی بار یہ پاک معظّمہ شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن کوفہ تشریف لائی تھیں، میں نے اپنی آنکھوں سے پردوں کے انتظامات دیکھے تھے، کوفہ کی گلیوں میں رات کے وقت بھی قناتیں لگائی گئی تھیں

اور ان قناتوں کے اندر اسد کردگار سرکار ابو الفضل العباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کی صدا طَرَّقُوا طَرَّقُوا بھی سنی تھی ،اور جس وقت دوسری مرتبہ یہ پاک معظّمہ شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہن کوفہ تشریف لائیں تو اتفاقاً اس روز بھی میں بصرہ سے کوفہ آیا ہوا تھا

میں کوفہ کے بازار میں پہنچا تو مجھے بازار بند دِکھائی دیئے، میں سوچنے لگا کہ آج کوفہ کے لوگ کہاں چلے گئے ہیں، مجھے حالات کا بالکل علم نہیں تھا کیونکہ میں بارہ محرم کے دن ہی کوفہ پہنچا تھا،کوفہ اور بصرہ کے درمیان دورانِ سفر بھی مجھے کوئی ایسا شخص نہ ملا کہ جو مجھے کربلا کے حالات سے آ گاہ کرتا

میں کوفہ کے مرکزی بازار کی طرف چل دیا جسے کناسہ کوفہ کہا جاتا تھا، میں ابھی وہاں سے کچھ فاصلہ پر تھا کہ میں نے گلیوں اور محلوں میں عورتوں کے جلوس دیکھے، سب عورتیں رو رہی تھیں، ان کے بال کھلے ہوئے تھے،ان کے سروں میں خاک تھی، میں بہت حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرہ ہے؟ میں نے یہ بھی دیکھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ زرق و برق لباس پہنے خوشیاں منا رہے تھے، میں ان روتی ہوئی عورتوں کے پیچھے چل پڑا تاکہ معلوم کرسکوں کہ یہ کہاں جا رہی ہیں اور رونے کی وجہ کیا ہے؟ پھر میں نے دیکھا کہ ایک محلے سے کافی تعداد میں عورتیں ان عورتوں کے ساتھ شامل ہوگئیں اور ان کی کیفیت بھی وہی تھی یعنی وہ بھی ماتم کر رہی تھیں

ان عورتوں کے پیچھے ایک سفید ریش بزرگ آ رہا تھا، جس کا عمامہ کھل کر گلے میں آ چکا تھا، وہ بھی کمر جھکا کر رو رہا تھا، میں اس بزرگ کے پاس پہنچا اور سلام کہنے کے بعد اس سے دریافت کیا کہ اے شیخ! کیا بات ہے آج تمام کوفہ ماتم کدہ بنا ہوا کیوں ہے؟ اس نے مجھے روتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور پھر متحیر ہوکر مجھ سے

پوچھنے لگا کہ کیا واقعی تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک فرزند اصغر مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہا الصلواۃ والسلام کو کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے، میں نے جواب دیا کہ یقیناً میں اس بات سے بے خبر ہوں

اسی بزرگ نے مجھے آگاہ کیا کہ مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہا الصلواۃ والسلام اور ان کے اعوان وانصار علیہم الصلواۃ والسلام کو ظلم و بربریت سے شہید کرنے کے بعد ان کے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو امت آج کوفہ لا رہی ہے، اسی لئے ہم سب گریہ کناں ہیں اور دشمن آج جشن منا رہے ہیں

میں نے پوچھا کہ وہ کس طرف سے تشریف لا رہی ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ وہ باب بادیہ سے داخل ہو رہی ہیں اور کناسہ کوفہ میں انہیں روک دیا جائے گا

ابو جدیلہ اسدی کہتا ہے کہ میں کوفہ کے بابِ بادیہ یا باب الحجاج کی طرف چل پڑا، جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں لوگوں کا بہت بڑا اژدھام تھا

میں آپ کو آگاہ کرتا چلوں کہ اس زمانہ میں بابِ بادیہ سے اندر ایک بہت بڑا اور کھلا میدان ہوا کرتا تھا، کسی بھی جانب جنگ کیلیئے جانے والی فوج اسی میدان میں جمع ہوتی اور اپنے ساتھ جانے والے فوجیوں کی آمد کا انتظار کیا کرتی تھی، نیز مسافر اور تجار اسی جگہ اپنے خیام لگا کر اپنے ساتھ جانے والے اہل قافلہ کے جمع ہونے کا انتظار کیا کرتے تھے

ابو جدیلہ اسدی کا بیان ہے کہ بابِ بادیہ کے اس اندرونی میدان میں اس وقت انسانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، اچانک دروازے کے باہر سے ہمیں نقاروں اور طبل کی آواز سنائی دی، میں نے دیکھا تو دروازے کے سامنے مجھے علم

لہراتے ہوئے نظر آئے ، بہت بڑی تعداد میں گھوڑے سوار فوجی تھے جنہوں نے علم اور بہت سے عمودِ نور اُٹھا رکھے تھے، ان کے پیچھے مجھے چالیس محمل نظر آئے اور میں سمجھ گیا کہ یہی سرکار امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن کے محمل ہیں

میں نے وہ وقت بھی دیکھا تھا کہ جب اس پاک کارواں کا جناب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے خود استقبال کیا تھا، اور آج بھی دیکھ رہا تھا کہ اس لٹے ہوئے قافلہ کا کوئی پرسانِ حال بھی دِکھائی نہیں دیتا تھا

ابو جدیلہ کہتا ہے کہ میں نے کوشش کی کہ کسی طرح امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی دستار مبارک کے پاک وارث جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام تک پہنچ کر ان سے تعزیت کرسکوں میں بڑی کوشش اور جدوجہد کے بعد آپ کی ناقہ کے قریب پہنچا، آپ بالکل خاموش تھے، ہاتھ میں ایک تسبیح تھی جسے آہستہ آہستہ گردش دے رہے تھے، اور آپ کے لب ہائے اطہر متحرک تھے جیسے کچھ تلاوت فرمارہے ہوں

میں نے ان کی ناقہ کے سینے پر اپنی پیشانی لگائی اور روتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کا بہت دکھ اور دلی صدمہ ہے، مجھے کچھ بتائیں کہ یہ سب کچھ اچانک کیسے ہوا ہے؟

جناب سید الساجدین علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ روزِ عاشور ظہر اور عصر کا درمیانی وقت تھا کہ جب ہمارے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کیا گیا، اور اس وقت ہم اپنے خیمہ میں تھے، ہمیں مرتجز کی آواز سنائی دی، ہم نے باہر جھانک کر دیکھا تو ہمیں مرتجز اس حال میں نظر آیا کہ اس کا تمام جسم تیروں اور نیزوں سے زخمی تھا اور ان

زخموں سے خون جاری تھا، زین ڈھلی ہوئی تھی، ہم سمجھ گئے کہ ہم یتیم ہو چکے ہیں جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ قافلہ آ گے چل پڑا، میں ان کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ میں نے ایک ہیبت ناک غیبی آواز سنی

☆یا اهل الکوفة غضوا ابصارکم عن حرم رسول الله صلواۃ اللہ علیہن

وہ آواز اس قدر ہیبت ناک تھی کہ ہر آنکھ پیوند زمین ہوگئی، کسی بھی شخص میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ آنکھ اٹھا کر محملوں کی جانب دیکھ سکتا، اس وقت شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا اے ہاتف غیبی! ہمیں آگاہ کرو کہ تم کون ہو؟ اس نے جواباً عرض کیا کہ آقا!

☆انا ملك من ملوك الجن الذی اسلمنا علی ید جدك علیؑ علیہ الصلواۃ والسلام

میں جنات کے ان بادشاہوں میں سے ایک ہوں کہ جنہیں آپ کے جد اطہر پاک امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تھا، جس وقت آپ کے پاک بابا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے کربلا کے میدان میں صدائے غربت بلند فرمائی

☆آتیت انا وقومی فی نصرت الحسین علیہ الصلواۃ والسلام فعافنا فی الطریق امراً

تو میں اپنی قوم کے ہمراہ ان کی نصرت کیلیئے حاضر ہوا تھا، مگر انہوں نے ہماری نصرت قبول کرنے سے انکار فرمایا تھا اور ہمیں چلے جانے کا امر فرمایا تھا، جب ہم نے اصرار کیا تو انہوں نے ہمیں فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہماری شہادت کے بعد ہمارے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ شام تک چلے جانا

اس لئے ہم ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کے پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے محافظ بن کر آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں

﴾ روایت سہل ابن حبیب ﴿

بعض مؤرخین نے سہل ابن حبیب کو سہل ابن سعد سمجھ کر ان دونوں کے واقعات کو آپس میں یکجا کرنے کی کوشش کی ہے مگر درحقیقت یہ ان لوگوں کا اشتباہ تھا، کیونکہ سہل ابن سعد کا واقعہ بازارِ شام سے متعلق ہے، اور کوفہ میں جو شخص موجود تھا اس کا نام سہل ابن حبیب شہزوری تھا، یہ روایت اسی سے مروی ہے

☆قالت کنت فی سنۃ التی قتل فیہ الحسین علیہ الصلواۃ والسلام قد اردت الحج واعتقت عنہ فلبثت بالکوفۃ

یہ روایت کرتا ہے کہ جس سال شہنشاہِ معظم مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کیا گیا، میں حج کیلئے مکہ مکرمہ گیا ہوا تھا، حج سے فارغ ہوکر میں نے کوفہ آنے کا ارادہ کیا مگر مجھے مدینہ میں دیر ہوگئی، اور میں 11 محرم کی شام کوفہ میں پہنچا، میں حالات سے بالکل بے خبر تھا، اور سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے کسی سے کوئی بات کئے بغیر میں ایک سرائے میں جا کر سو گیا

جب بارہ محرم کی صبح میں بیدار ہوا، اور اُٹھ کر سرائے سے باہر آیا تو میں نے اہل کوفہ کی عجیب کیفیت دیکھی، اس روز مجھے کوفہ دو حصوں میں تقسیم نظر آیا

☆منھم من یبکی سراً ومنھم من یضحك جھراً

ان میں سے کچھ لوگ چھپ چھپ کر رو رہے تھے اور کچھ لوگ ظاہر بظاہر خوشی سے ہنس رہے تھے، کچھ لوگ بہت زیادہ خوش دِکھائی دے رہے تھے، میں نے ان لوگوں کے لباس سے محسوس کیا کہ جیسے ان کیلئے کسی بہت بڑی عید کا دن ہو

آخر کر مجھ سے برداشت نہ ہو سکا تو میں نے راہ چلتے ایک بزرگ سے پوچھا کہ

اے شیخ ! مجھے بتاؤ کیا آج اہل کوفہ کی کوئی ایسی عید ہے کہ جس کا ہمیں علم نہیں ہے
وہ بزرگ میری یہ بات سن کر رو دیا، اور کہنے لگا کہ بھائی ! مجھے تم مسافر معلوم ہوتے ہو اور حالات سے بالکل لاعلم بھی ہو

میں نے جواب دیا کہ واقعی میں پردیسی ہوں، حج کرنے کے بعد اپنے وطن موصل جا رہا ہوں، اس بزرگ نے روتے ہوئے مجھے بتایا کہ بھائی ! شاید تجھے معلوم نہیں کہ سرزمین عراق پر کربلا کے میدان میں ایک جنگ ہوئی ہے، جس میں دو لشکر متصادم ہوئے ہیں، ان میں سے ایک لشکر نے فتح پائی ہے اور ایک نے شکست یہاں کے کچھ لوگوں کی ہمدردیاں فاتح لشکر کے ساتھ ہیں اور کچھ لوگوں کی ہمدردیاں مفتوح لشکر کے ساتھ ہیں، اس لئے یہاں کے کچھ لوگ رو رہے ہیں اور کچھ لوگ خوشی سے جشن منا رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ کیا کوئی بہت بڑی جنگ تھی اس بزرگ نے مجھے بتایا کہ ہاں واقعی بہت بڑی جنگ تھی، میں نے سوال کیا کہ دونوں طرف کے لشکروں کی تعداد کیا تھی؟ اس نے جواب دیا کہ ایک لشکر کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تھی، اور دوسرے لشکر کی تعداد صرف ایک سو چوالیس 144 تھی، ان میں سے بھی صرف بہتر 72 افراد ایسے تھے جو لڑنے کے قابل تھے، باقی معصوم بچے یا پھر ضعیف العمر افراد تھے

میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا جنگ یوں ہی ہوتی ہے کہ ایک طرف صرف بہتر 72 افراد ہوں اور دوسری طرف لڑنے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہو، کیا ایسے تصادم کو جنگ کہنا جائز ہے؟ آپ یوں کیوں نہیں کہتے کہ راہ چلتے چند مسافروں کو دھوکے اور فریب سے گھیر کر لوٹ لیا گیا ہے

میری یہ بات سن کر وہ بزرگ روتے ہوئے کہنے لگا کہ بھائی! واقعی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس غریب الوطن کو اہل کوفہ نے خود بلایا تھا، پھر جب وہ اپنی مستورات کو ساتھ لے کر ان کے دروازے پر پہنچے تو انہیں کوفہ میں داخل ہی نہیں ہونے دیا گیا، پھر ان ظالمین نے جنگ کا بہانہ بناتے ہوئے مل جل کر ان سب کو ظلم و جور اور بے دردی سے شہید کر دیا، اور اب یہ اسی فتح کی خوشی میں جشن منا رہے ہیں

میں نے اس بزرگ سے پوچھا کہ اس غریب الوطن مظلوم کا نام کیا تھا؟

جب میں نے اس بزرگ سے نام پوچھنا چاہا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوگئی اور ہچکی بندھ گئی، پھر کچھ دیر کے بعد جب اس کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس مظلوم کا نام پاک حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا

سہل ابن حبیب کہتا ہے کہ یہ بات تو میرے وہم و گمان سے بھی بہت بعید تھی اور میں یہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ کوئی فرزند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شہید کر سکتا ہے، اس لئے میں نے فوراً تڑپ کر پوچھا کہ کون سا حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام؟

اس بزرگ نے جواب دیا کہ جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام

سہل کہتا ہے کہ اس بزرگ کے یہ الفاظ مجھ پر بجلی بن کر گرے، میرے ہوش اڑ گئے میں مزید کوئی سوال نہ کر سکا اور میں نے رونا شروع کر دیا

ابھی میں اس اچانک صدمے سے سنبھل ہی نہیں پایا تھا کہ میرے کانوں میں نقاروں، دفوں، ڈھولوں، جنگی طبل اور بوقات بجنے کی آواز آئی، میں حیران ہوا کہ یہ کیسا شور ہے؟ میں نے کوفہ کے باب داخل کی طرف نگاہ کی تو مجھے ایک لشکر

آ تا ہوا دِکھائی دیا، فوج کے علم لہرا رہے تھے، اس لشکر کے پیچھے چالیس محمل دِکھائی دیئے، اگلے محمل میں جو پردہ دار سوار تھے وہ ریشمی برقعہ میں مستور تھے

تمام موجودگان جو یقیناً ہزاروں کی تعداد میں تھے ان کی نگاہیں انہی محملوں پر مرکوز تھیں، عین اسی وقت پہلے محمل میں سے ایک جلال آمیز آواز بلند ہوئی

☆غضوا ابصارکم عن النظر الینا

اے لوگو! اپنی نگاہیں پیوند زمین کرلو، ہم ازل سے پردہ دار ہیں، یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے حکم کن فیکونی کی طرح فوری طور پر اس انداز میں نافذ ہوا کہ

☆فغضوا الناس ابصارهم عنهم

لوگوں کی نگاہیں پھر نہ اُٹھ سکیں اور پیوندزمین ہو کر رہ گئیں

میں نے اس پاک کارواں کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا

☆حتیٰ اوقفوا بباب الخزيمية والراس على القنا

غریبوں کا یہ کارواں جس وقت بابِ خزیمیہ پر پہنچا تو شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر سے پہلے کچھ ایسی آواز آئی کہ جیسے کوئی قاری قرأت شروع کرنے سے پہلے کھنکار کر اپنا گلا صاف کرتا ہے، پھر اس کے فوراً بعد آپ نے سورۃ کہف کی تلاوت شروع فرمائی، یہ دردبھری آواز سن کر میں دھاڑیں مار کر رونے لگا اور پھر روتے روتے مجھے غش آ گیا، اور میں زمین پر گر پڑا، جب مجھے ہوش آیا تو شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام سورۃ کہف کی آخری آیات تلاوت فرما رہے تھے

اس وقت میں نے دیکھا تو پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کے محمل میرے بالکل سامنے موجود تھے، میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان محملوں کے قریب پہنچا اور بلند

آواز میں عرض کیا کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! میں آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کا غلام سہل ابن حبیب ہوں، اگر میرے لائق کوئی حکم ہوتو میں حاضر ہوں، اس وقت معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو ان لوگوں کو ہٹا کر راستہ بنا دیں کیونکہ ہمیں یہاں کافی دیر ہو چکی ہے اور ہمارے محملوں کو راستہ نہیں مل رہا

اب دعا کا وقت ہے، اس لئے تمام مومنین دعا فرمائیں کہ شہنشاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن کو اپنے صبر خداوندی کا ثمر ملے، ان کا گھر اطہر عرشِ معلیٰ کی طرح تمام آلام و مصائب سے ہمیشہ کیلئے پاک رہے، ان پر روا رکھے گئے تمام مظالم کا انتقام لینے والے پاک منتقم ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجۂ الشریف جلد تشریف لائیں، اور تمام ظالمین سے اس طرح انتقام لیں کہ جس طرح انتقام لئے جانے کا حق ہے، تاکہ بازاروں اور درباروں تک جانے والے یہ پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن ابدالآباد تک چین اور سکون سے رہیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 27

بازارِ کوفہ

12 محرم الحرام 61 ہجری، بمطابق 11 اکتوبر 680 عیسوی، اتوار کا دن ہے، دن کا پہلا پہر ہے، کوفہ کا صدر دروازہ ہے، جسے باب البادیہ یا باب الحجاج بھی کہا جاتا تھا، اس کے سامنے کھلے میدان میں مخلوق کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود ہے، کیونکہ ابھی یہاں کربلا سے عمر ابن سعد ملعون کی زیرِ کمان لشکر پردہ داران توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کے محمل ساتھ لے کر آنے والا ہے

یہاں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو روایات عام طور پر بیان کی جاتی ہیں کہ

( ) پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن جس وقت بازاروں میں تشریف لائے تو (نعوذ باللہ) ان کے سروں پر پردے یا چادریں نہیں تھیں اور وہ بازار میں ہر ایک سے چادریں مانگتے رہے تھے، لیکن کسی نے انہیں چادریں نہیں دیں، اور اگر کسی نے چادریں دیں تو ظالمین نے پھر واپس لے لیں یا چھین لی تھیں

( ) یا نعوذ باللہ ان کے ہاتھ پس گردن باندھ دیئے گئے تھے، اور وہ بار بار یہی کہتے رہے کہ ہمارے ہاتھ آزاد کیئے جائیں تاکہ ہم بالوں سے چہرے ڈھانپ سکیں

( ) یا انہیں ایسے اونٹوں پر سوار کیا گیا تھا کہ جن کے پالان بھی نہیں تھے

() یا اس وقت سورج چمک رہا تھا اور نامحرم لوگوں کی نگاہیں نعوذ باللہ ان کے پردۂ تطہیر کو مس کر رہی تھیں

یہ سب روایات خلافِ حقیقت اور بعد والوں کی وضع کردہ ہیں، ان روایات میں کوئی صداقت نہیں ہے، نہ ہی یہ تاریخی مسلمات ہیں، اور نہ ہی ہمیں ان باتوں کو بیان کرنے کی ہمارا مذہب اجازت دیتا ہے، بلکہ یہ سب باتیں بنی عباس کے دور میں سیاسی اشو کے طور پر بنائی گئیں تھیں، پھر اِس دور کے مقررین نے ان باتوں کو ہوا دی کیونکہ ان کا مقصد صرف لوگوں کو رلانا تھا، اس لئے ان خلافِ شان روایات کو درست ثابت کرتے ہوئے پیش کر دیا گیا اور حقیقت سے آنکھیں چراتے ہوئے یہ سب کچھ بیان کیا گیا ہے

حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، جیسا کہ ہم بازار کوفہ میں داخلے کے وقت سہل ابن حبیب کی روایت دیکھتے ہیں تو اس روایت کے یہ الفاظ صاف نظر آتے ہیں کہ ☆واقبلت صلواۃ اللہ علیہا وعلیھا برقع خز

اس وقت قافلہ کی سالار معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے سر اطہر پر ریشمی برقعہ تھا داخلہ کوفہ کے وقت جب خولی ملعون سر اطہر کو معراج کی منزل پر اٹھائے محملوں کے قریب پہنچا تو یہاں سب کتب مقاتل کے الفاظ یہ ہیں کہ

☆فلما نظرت الی راس اخیھا فیا ول الرؤس ضر بت خدھا وجبینھا بمقدم المحمل حتی راینا الدم تحت النقاب

جس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نگاہ اپنے پاک بھائی کے سر اطہر پر پڑی تو انہوں نے اپنے محمل کے ساتھ اپنی پیشانی ٹکرائی، حتیٰ کہ ان کا لہو ان کے چہرے

پر موجود نقاب سے برآمد ہوا

اس روایت میں واضح طور پر نقاب کا ذکر ہے، اسی طرح ایک اور روایت ہے

☆فالتفت صلواۃ اللہ علیہا فرأت اخیها افطنحت جبینها بمقدم المحمل حتیٰ راینا الدم یخرج تحت قناعها

جب معظّمہ عاًلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی نگاہ بھائی کے سر اطہر پر پڑی تو انہوں نے اپنی جبین مبین محمل سے ٹکرائی حتیٰ کہ خون مبارک ان کے مقنعہ (برقعہ کے نقاب) سے بہہ نکلا

یعنی ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ داخلہ کوفہ کے وقت ان کے سرہائے اطہر پر پردے موجود تھے، ہاتھ بھی آزاد تھے، محمل بھی تھے بلکہ ان محملوں پر باپردہ کجاوے بھی موجود تھے، جیسا کہ تمام کتب مقاتل و تاریخ نے پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہن کے خطبہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ

☆ثم انطلعت راسها من المحمل

اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے محمل کے پردے سے باہر جھانک کر خطبہ انشاء فرمایا

اِن روایات کے ساتھ اگر یہ روایت بھی شامل کی جائے کہ جس میں اس بات کا واضح طور پر تذکرہ ہے کہ تین سے لے کر سات یا چالیس روز تک کائنات پر مسلسل تاریکی چھائی رہی، زمین سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون کا چشمہ جاری ہو جاتا تھا، برتنوں میں رکھا ہوا پانی بھی صبح کو خون آلود ہو جاتا تھا، ان دنوں سورج مسلسل گرہن کی حالت میں رہا، اور ایسی تاریکی چھائی رہی کہ دن کو

ستارے نظر آتے تھے، گویا ایک رات کا سماں تھا، اور یہ کیفیت دس محرم کی شام سے لے کر کم از کم تین دن تک بھی تسلیم کی جائے تو بھی دربار ابن زیاد ملعون کی آخری پیشی کے دن تک تو کائنات پر تاریکی کا تسلط تسلیم کرنا پڑے گا

اس لئے پاک پردۂ تطہیر کے خلافِ شان جس قدر بھی روایات ہیں ان کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے، اس مختصر سی وضاحت کے بعد میں اپنے موضوعِ گفتگو کی طرف واپس آتا ہوں

میں عرض کر رہا تھا کہ صبح کا پہلا پہر ہے، کوفہ شہر کی تمام گلیاں سنسان ہیں، کیونکہ سبھی لوگ جوق در جوق کوفہ کے باب داخل کی طرف جا رہے ہیں، کچھ لوگ باب خزیمیہ پر جمع ہو رہے ہیں جو باب داخل سے آگے بڑی شاہراہ پر واقع تھا، کچھ لوگ کناسہ کوفہ کے وسیع میدان میں جمع ہو رہے ہیں

کوفہ شہر میں جہاں جہاں شیعہ آبادی زیادہ تھی وہاں خصوصی فوج تعینات تھی مردوں پر نگرانی زیادہ سخت تھی کیونکہ حکومت وقت اس بات سے خائف تھی کہ کہیں یہ لوگ احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نہ نکل آئیں اور بغاوت نہ کر دیں

یہ خطرہ بھی موجود تھا کہ یہ لوگ پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو دیکھ کر جوش میں آ کر مشتعل نہ ہو جائیں اور فوج اور حکومت کے خلاف نہ ہو جائیں

اس لئے ان شیعہ لوگوں کو کوفہ کے بازار میں آنے کی اجازت نہیں تھی، البتہ عورتوں کو آزادی حاصل تھی وہ ہر جگہ آ جا سکتی تھیں

اس کے باوجود استقبال کیلئے آنے والے عورتوں اور مردوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، اس دور میں کوفہ کا یہ شہر دمشق سے بھی بڑا تھا، مگر یہاں استقبال

کیلیئے آنے والے لوگوں کی تعداد نسبتاً بہت کم تھی کیونکہ دمشق میں تماشائیوں کی تعداد کم و بیش سات 7 لاکھ تھی، اور یہاں کم تعداد میں لوگوں کے آنے کی وجہ حکومت وقت کی پابندی، سختی اور خوف تھا کیونکہ یہاں شورش کا زیادہ خطرہ موجود تھا جبکہ دمشق میں شورش کا امکان ہی نہیں تھا

﴿روایت حارث بن وکیدہ﴾

بصرہ کے رہنے والا ایک شخص حارث بن وکیدہ روایت کرتا ہے کہ میں بارہ 12 محرم کے دن بصرہ سے کوفہ پہنچا، اور یہیں مجھے معلوم ہوا کہ مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو ان کے رشتہ داروں اور اعوان و انصار سمیت کربلا میں ملاعین ازل نے شہید کر دیا ہے، اور آج ان کا سر مبارک کوفہ لایا جا رہا ہے

جب مجھے یہ معلوم ہوا تو میں سرائے سے بازار کی طرف چلا گیا کہ میں امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرسکوں، جس وقت میں بازار میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ

☆اذا اقبلوا براس زهری قمری ومعه ثمانية عشر راساً من اهلبيته

سب سے آگے ایک زہرہ جمال، قمر مثال اور نورانی سر اطہر تھا، اور اس کے ساتھ اٹھارہ 18 سر ہائے اطہر شاخ ہائے طوبیٰ پر محو سفر تھے

☆قد خضب لحية الحسين علیہ الصلوٰۃ والسلام وقد فصل الخضاب منها و الريح تلعب بها يميناً وشمالاً......

میں نے غور سے دیکھا کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش اطہر پر خضاب لگا ہوا تھا مگر ان کی ریش کے موئے مبارک کچھ سفید تھے جیسا کہ کچھ عرصہ سے خضاب کرنا ترک کر دیا گیا ہو، اور ان کی ریش اطہر چلتی ہوئی ہوا سے لہرا رہی تھی

پھر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منزلِ معراج پر قرآن کی تلاوت شروع فرمائی، میں حیران تھا کہ کیا یہ واقعی شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز ہے؟

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا

☆یابن وکیدہ اما علمت انا معشر الائمة احیاء عند ربنا

اے ابن وکیدہ! ہم امام ہمیشہ اپنے رب کے توسط سے زندہ رہتے ہیں

اس وقت مجھے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا احساس ہوا، کہ میں تو فقط اپنے دل میں ایک خیال ہی لا یا تھا اور انہوں نے میرے دل کی آواز کو سن لیا ہے

پھر میں نے سوچا کہ اب کوشش کروں گا یہ سر اطہر کسی بھی طریقے سے ظالمین سے چرا لوں گا، اسے غسل دوں گا، اسے کفن دوں گا، پھر اسے کربلا یا نجف جا کر دفن کروں گا، اس وقت پھر آپ کے پاک سر سے آواز آئی کہ اے ابن وکیدہ! ان ظالمین کے ظلم کی انتہا ہو لینے دو، ہمیں شہید کرنے سے زیادہ ہمارے سر اطہر کی بے حرمتی بہت بڑا جرم ہے، اور ان کا یہ جرم کبھی معاف ہو ہی نہیں سکتا

تم اپنے اِرادہ سے باز رہو کیونکہ تم سے یہ کام نہیں ہو سکے گا ...... ہاں البتہ ایک دن ہماری حکومت اِلٰہیہ کا قیام انشاء اللہ ضرور عمل میں آئے گا، اس دن سبھی ظالمین سے ایک ایک ظلم کا انتقام لیا جائے گا، ہم اسی دن کیلئے ہی تو ہر ظلم کو برداشت کر رہے ہیں، اس دن ان تمام ظالمین کو بہت سخت سزا ملے گی

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب یہ پاک کارواں کوفہ پہنچا تو اس کے ساتھ پاک گھر کے کچھ نوجوان بھی زخمی حالت میں لائے گئے تھے، ان کی تعداد 6 کے قریب تھی اور یہ زخمی نوجوان اس وقت محملوں میں موجود تھے

جیسا کہ جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، وہ اس قدر زخمی تھے کہ انہیں ہوش بھی اس روز آیا کہ جس دن قافلہءِ تسلیم ورضا ابن زیاد ملعون کے دربار میں پیش ہوا اسی طرح جناب علیؑ (عمرو) بن امام حسنؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام جن کی ظاہری عمر 13 سال تھی، اور جناب زید بن امام حسن علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی زخمی حالت میں کوفہ لائے گئے تھے ان میں کچھ معصوم بچے بھی تھے جیسا کہ عبداللہ بن عباسؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام، یہ جناب شہنشاہِ وفا مولا عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند تھے، خود امام محمدؑ باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے جن کا سن مبارک اس وقت چار یا پانچ سال تھا، خاندانِ پاک کے افراد کے علاوہ ان کے 8 غلام بھی تھے، جن کا ذکر موقع کی مناسبت سے کروں گا

جناب قاسم بن حبیب ابن مظاہر علیہ السلام

تاریخ میں یہ ایک عجیب واقعہ موجود ہے کہ جب پاک قافلہءِ تسلیم ورضا بازارِ کوفہ میں داخل ہوا تو اس وقت معراجِ سعادت پر مصروفِ سفر جو سرہائے اطہر تھے ان کی تعداد 78 سے لے کر 88 تک بیان کی گئی ہے، ان کی کیفیات بھی لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک سر اطہر کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ جس وقت قافلہ پاک بازار میں مصروف سفر تھا تو اس وقت سرہائے شہداء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اٹھانے والے ظالمین میں سے ایک ظالم تھا جس کا نام بدیل بن صیرم یا بدیل بن صریم تمیمی تھا اس ظالم کے ہاتھ میں ایک بلند نیزہ تھا، جس پر ایک سر سوار تھا، جس کی ریش سفید تھی، پیشانی پر محرابِ عبادت ستارے کی طرح روشن اور درخشاں تھا، بدیل بن صیرم ملعون اس پاک سر کو مسلسل گردش دیتا ہوا آ رہا تھا، کہ ہر طرف موجود لوگ

ان کی زیارت کر سکیں اور انہیں پہچان سکیں، اسی طرح پاک سر کو گردش دیتے ہوئے جب یہ ملعون محلّہ بنی اسد میں داخل ہوا تو اس ظالم نے پھر یہی حرکت کی اس وقت ایک قریبی گھر کے دروازے سے ایک 12 یا 13 سال کے نوخیز لڑکے نے جھانک کر دیکھا، اس بچے کی نگاہ جس وقت اس سر پر پڑی تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں

یہ سر پاک کس کا تھا اور یہ لڑکا کون تھا؟

یہ سر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ضعیف صحابی جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام کا تھا، اور دیکھنے والا لڑکا ان کا فرزند جناب قاسم ابن حبیب علیہ السلام تھا

جناب قاسم اپنے والد کا سر پہچانتے ہی روتے ہوئے اس نیزہ بردار ظالم بدیل ملعون کے قریب آئے اور اس سے کہنے لگے کہ یہ سر معراجِ سعادت سے اتار کر مجھے دے دو...... ظالم نے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ سر کیوں مانگتے ہو؟

بچے نے روتے ہوئے کہا کہ میں اس مظلوم کا بیٹا قاسم ہوں، یہ میرے ضعیف بابا کا سر ہے جو اپنے قبیلہ بنی اسد کے سردار ہیں اور یہ آج بھی اشرافِ کوفہ میں شمار ہوتے ہیں، شرفاء سے ایسا سلوک تو نہیں کیا جاتا جیسا کہ تم کر رہے ہو

اس ظالم نے سوال کیا کہ تم یہ سر لے کر کیا کرو گے؟ بچے نے جواب دیا کہ میں اپنے بابا کے سر کو ماں کے پاس لے جاؤں گا، ہم اسے غسل دیں گے اور کفن پہنا کر عزت واحترام سے دفن کر دیں گے، مگر اس ظالم نے سر دینے سے انکار کر دیا

تاریخ بتاتی ہے کہ محلّہ بنی اسد سے لے کر قصر دارالامارہ کے دروازہ تک یہ معصوم اپنے بابا کے سر کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور ہر قدم پر بابا کا سر مانگتا رہا

جس وقت باقی ملاعین کے ساتھ یہ بدیل بن صیرم ملعون قصر دارالامارہ کے مین گیٹ کے سامنے آ کھڑا ہوا تو جناب قاسم نے اس کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم مجھے یہ پاک سر ضرور دے دو

اس ظالم نے کہا کہ اگر میں نے یہ سر تمہیں دے دیا تو عبیداللہ ابن زیاد ملعون مجھ سے ناراض ہوگا اور مجھے انعام بھی نہیں ملے گا، اس لئے میں یہ سر نہیں دوں گا

جس وقت جناب قاسم ناامید ہوئے تو انہوں نے بے تحاشہ روتے ہوئے کہا کہ اے بد بخت! جس بزرگوار کے پاک سر کی تم نے بے حرمتی کی ہے، تم جیسے لاکھوں ملاعین ان کی نعلین کے برابر بھی نہیں ہو سکتے، میری اس منت سماجت اور بے بسی کو یاد رکھنا

یہ وقت تو گزر گیا مگر جناب قاسم بن حبیب علیہ السلام اس واقعہ کو کبھی بھی بھلا نہ سکے

تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ دو طرح سے بیان کیا گیا ہے

ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ مصعب بن زبیر ملعون کے زمانہ میں ہوا تھا

دوسری روایت ہے کہ یہ واقعہ اسی موقع پر یعنی بارہ محرم کے دن ہی ہوا تھا

ہوا یہ کہ جناب قاسم ابن حبیب ابن مظاہر علیہم السلام روتے ہوئے گھر واپس آئے اور اپنی والدہ کو بتائے بغیر اپنے والد ماجد کی تلواروں میں سے ایک تلوار اٹھائی، اور اسے اپنی عبا میں چھپا کر یہ کوفہ کی گلیوں میں گھومتے رہے کہ میں جب تک اس ظالم سے اپنے بابا کا انتقام نہیں لوں گا چین وسکون سے نہیں بیٹھوں گا

یہ بدیل بن صیرم تمیمی وہ ملعون تھا کہ جس نے جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام کو اپنے نیزے کے ساتھ زین سے اتارا تھا اور حصین بن نمیر ملعون نے انہیں شہید کیا تھا

پھران کا پاک سراسی بدیل ملعون نے جا کران کے جسم سے جدا کیا تھا

حسن اتفاق کہ دوسرے دن یعنی تیرہ محرم کو جناب قاسم ابن حبیب ابن مظاہر علیہم السلام ایک محلے کی ایک گلی سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور صحن میں یہی بدیل بن صیرم ملعون تنہا بیٹھا تھا

جناب قاسم نے بلا تاخیر اندر جا کر اپنی تلوار بلند کی اور اسے للکارا، اس ملعون نے جلدی سے ساتھ پڑی ہوئی تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا، مگر جناب قاسم نے اسے سنبھلنے نہیں دیا اور تلوار کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے بازو پر اتنا بھرپور وار کیا کہ اس کا بازو کٹ کر دور جا گرا

جناب قاسم نے پلک جھپکتے ہی اس کی تلوار اپنے قبضہ میں لے لی اور پھر اسے تلوار کی زد میں رکھتے ہوئے روکر کہنے لگے کہ اے بدبخت ظالم! کل میں نے تم سے منت سماجت بلکہ التجا کی تھی مگر تم نے میری التجا نہیں سنی تھی، آج تم التجا کرو، میں بھی تمہاری کوئی التجا نہیں سنوں گا

اس ملعون نے بھاگنے کی کوشش کی مگر جناب قاسم کے دوسرے وار سے نیچے گر پڑا اور رو رو کر جاں بخشی کی التجا کرنے لگا، مگر جناب قاسم اس ملعون کی التجا پر کوئی توجہ دیئے بغیر وار پر وار کرتے چلے گئے، پہلے اس کے دونوں بازو قطع کئے، پھر اس کے پاؤں کاٹے، پھر ٹانگیں کاٹ ڈالیں، اور سب سے آخر میں اس کی گردن پر تلوار کا وار کرتے ہوئے کہنے لگے اے بدبخت! وہ تو ہی تھا کہ جو سرِ بازار میرے ضعیف بابا کے پاک سر کی بے حرمتی کرتا رہا تھا، تو نے کیا سمجھا تھا کہ حبیب ابن مظاہر علیہ السلام کا کوئی وارث موجود ہی نہیں ہے؟

﴿مسلم بن جصاص﴾

تاریخ ومقاتل کی کتب میں بازارِ کوفہ کا ایک یہ واقعہ بھی درج ہے کہ موصل کے رہنے والا ایک شخص تھا جس کا نام مسلم جصاص تھا، عربی زبان میں جصاص مکانات کی سفیدی یا رنگ کرنے والے کو کہتے ہیں، مسلم جصاص روایت کرتا ہے

☆قال دعانی ابن زیاد ملعون لاصلاح دارالامارة بالکوفة

کہ مجھے ابن زیاد ملعون نے موصل سے اپنے قصر دارالامارہ کی سفیدی کرنے کیلئے بلایا تھا...... 12 محرم کے دن میں حسب معمول اپنے کام کیلئے آیا، اس دن مجھے قصر کے داخلی دروازہ کو رنگ وغیرہ کرنا تھا، میں نے وہاں آکر سیڑھی لگائی، میرے ساتھ ایک مزدور بھی تھا کہ جو رنگ وغیرہ تیار کرکے مجھے دے رہا تھا، جبکہ میں اپنے کام میں منہمک تھا کہ اچانک مجھے کوفہ کے بابِ داخل کی طرف سے شور سنائی دیا، طبل، ناقوس اور نقارے بجائے جانے کی آوازیں آرہی تھیں، جب میں ان آوازوں کی طرف متوجہ ہوا اور غور کیا تو اس شوروغل میں مجھے رونے کی آوازیں بھی سنائی دیں

میں حیران ہوا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں؟ میں نے اپنے مزدور کو آواز دی اور اس سے پوچھا کہ میں یہ کیا سن رہا ہوں کہ ایک طرف تو طبل وناقوس بج رہے ہیں مگر ساتھ ہی کچھ لوگوں کے رونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں، آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ ...... ☆ قال اتوا براس الحسین علیہ الصلواۃ والسلام

اس نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کو کربلا

میں شہید کر دیا گیا ہے اور آج ان کا سرا طہر کوفہ لا یا جا رہا ہے
مسلم جصاص کا بیان ہے کہ میں یہ دردناک خبر سن کر مبہوت و متحیر رہ گیا اور سوچنے لگا کہ اس ظلم عظیم کے بعد یہ آسمان کیسے قائم ہے؟ اور یہ زمین کیوں باقی ہے؟
میں نے مزدور سے پوچھا کہ کیا یہ صرف انہی کا سرا طہر لا یا جا رہا ہے؟
مزدور نے بتایا کہ فقط سرا طہر نہیں بلکہ ان کے پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن بھی محملوں میں سوار ہو کر ان کے پاک سر کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، اورانہوں نے کناسہ کوفہ میں قیام کرنا ہے
یہ سنتے ہی میں اس قدر رنڈ ھال ہو گیا کہ مجھے کام جاری رکھنا مشکل ہو گیا، میں نے کام مزدور کے ذمہ لگایا اور خود سیڑھی سے اتر کر ایک الگ تھلگ گوشہ میں آیا
☆ولطمت وجهی حتیٰ خشیت علی عینی ان تذهبا
اور وہاں تنہائی میں جا کر میں نے اس قدر بے تحاشہ گریہ اور ماتم کیا کہ قریب تھا میری آنکھوں کی بینائی ختم ہو جاتی
☆وغسلت یدی من الجص وخرجت من ظهر القصر و آتیت الی الکناسة الکوفة
میں نے فوراً رنگ آلودہ ہاتھ دھوئے، قصر کے پچھلے دروازے سے باہر نکلا اور کناسہ کوفہ کی طرف چل پڑا
جب میں اس میدان میں پہنچا تو وہاں اس قدر ہجوم تھا کہ مجھے آگے جانے کا راستہ ہی نہ ملا، مجھے جہاں جگہ ملی میں وہاں رک گیا، اس وقت کوفہ کے اکثر مکانوں کی چھتوں پر بھی عورتیں سوار تھیں، اور وہ بھی اسی انتظار میں تھیں کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کے اہل خانہ صلواۃ اللہ علیہن کی زیارت کر سکیں

پھر میں نے دور سے دیکھا کہ

☆اذا اقبلت نحوار بعین شقة تحمل علی اربعین جملاً فیھا الحرم والنساء و اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کناسہ کوفہ کی طرف چالیس محمل آ رہے تھے جن پر شام غریباں کی لٹی ہوئی پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیھن سوار تھیں، ان محملوں پر نظر پڑتے ہی پہلے تو کوفہ کی عورتوں نے ماتم کرنا شروع کر دیا، پھر میں نے دیکھا کہ اکثر عورتیں ایک دوسری کو کسی جانب متوجہ کرنے کیلئے اشارے کر رہی تھیں، اور ایک دوسرے کو بتا رہی تھیں کہ

☆ھذا راس الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

ان کی یہ بات سنتے ہی میں بھی اسی سمت متوجہ ہوا

☆ینظرون الیھا ویتعجبون من حسنھا و شمائلھا

اور شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے کی طرف دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان کا حسن و جمال بہت ہی دلکش تھا

☆یقدمھم راس الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو اشبہ الخلق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحیتہ لسواد الصبح و وجھہ کدائرۃ القمر

محملوں سے آگے آگے معراجِ شہادت کو زینت دے کر دوشِ نبوت کا سوار قرآن کی تلاوت میں مصروف تھا، میں نے رخ انور کی زیارت کی، آپ کی ریش مبارک پر خضاب آراستہ تھا، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ کامل کا رخِ انور ایسے چمک رہا تھا کہ جیسے چودھویں کا چاند ہو

ان کے پاک سر کو دیکھتے ہی اکثر لوگ گریہ و بکا کرنے لگے، جب یہ پاک سر اور

مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک محمل کناسہ کوفہ کے میدان میں داخل ہوئے تو وہاں موجود تمام مرد اور عورتیں ان کی جانب بڑھنے لگیں

☆و یبکون و ینوحون والنساء الطاھرات والبنات المخدرات صلواۃ اللہ علیہن

ان گریہ کناں عورتوں کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھ کر پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن نے بھی گریہ فرمانا شروع کیا، یہ منظر دیکھ کر کوفہ کی عورتوں نے اپنے بال کھول کر بے تحاشہ رونا شروع کیا

☆ ویلطمن الخدود والصدور

اور انہوں نے منہ اور سینے پر ماتم کرنا شروع کردیا، بہت سی عورتوں نے اپنے سر کے بال اور چہرے نوچ ڈالے، ان عورتوں کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ملکہءِ کونین معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے محمل میں سے انہیں مخاطب ہوکر فرمایا کہ

☆تقتلنا رجالکم وتبکینا نسائکم فالحکم بیننا وبینکم اللہ یوم فصل القضا

کیسی عجیب بات ہے کہ تمہارے ہی مردوں نے ہمارا گھر لوٹ لیا ہے، اور تمہاری عورتیں ہمارے دکھوں پر ماتم کررہی ہیں، اب یہ سب کچھ بند کرو، کیونکہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دن فیصلہ ہوگا کہ جو فیصلے کا دن ہے، جس دن ہمارا آخری لختِ جگر عجل اللہ فرجہ الشریف منتقم بن کر تشریف لائے گا اور تمام ظالمین سے ہمارا انتقام لے گا

پھر سب لوگ آگے بڑھنے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ آگے بڑھا اور دیکھا کہ

☆واذا بعلی ابن الحسین علیہما الصلواۃ والسلام علی بعیر بغیر وطا و اودجہ تخشب دماً

ایک اونٹ پر شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی دستار کے وارث امام زین العابدین علیہ

الصلواۃ والسلام سوار تھے، اس اونٹ پر محمل تو تھا مگر سر پوش نہیں تھے، اور ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا، ان کی یہ حالت دیکھ کر کوفہ کے مردوں نے بھی ماتم کرنا شروع کر دیا، اس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کیا

☆فقال علی ابن الحسین علیہما الصلواۃ والسلام بصوت ضئیل اتنوحون و تبکون من اجلنا فمن ذالذی قتلنا

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے دکھ بھرے لہجہ میں فرمایا کہ تم تو ہمارے دکھوں پر رو رہے ہو، مگر ہمیں یہ بھی تو بتاؤ کہ ہمارا اتنا نقصان جو ہوا ہے، یہ کس نے کیا ہے؟ ہمارے نوجوانوں کو کس نے شہید کیا ہے؟ ...... شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے سہروں کے برگ میدان میں کس نے بکھیرے ہیں؟

ہمشکل پیغمبر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کے سینۂ اطہر پر کس نے بوسہ دیا ہے؟

ہمارے چچا ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے بازوؤں کا قصاص کس کے ذمہ ہے؟

میرے مظلوم بابا علیہ الصلواۃ والسلام کو ادب و احترام کے ساتھ زین ذوالجناح سے کس نے اُتارا ہے؟ اور کس نے انہیں شہید کیا ہے؟

تم سب تو اپنے آپ کو ہمارا ہمدرد ظاہر کرتے ہوئے اور ہماری کسمپرسی کا احساس کرتے ہوئے رو رہے ہو، لیکن مجھے کم از کم اتنا تو بتاؤ کہ ہمارے تطہیر مزاج پردہ داروں کو آج بازار لانے کا موجب کون ہے؟

تم خود سوچ کر مجھے جواب دو کہ میرے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کو یہاں کوفہ آنے کیلئے کس کس نے خطوط لکھے تھے؟

پھر جب وہ صادق الوعد پاک ذات تمہارے بلانے پر یہاں تشریف لائے تو تم میں سے کس کس نے ان کی نصرت واعانت کی تھی؟

اور کس کس نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کی نصرت سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں؟

آج کوفہ کا کون سا ایسا شخص ہے کہ جس کے ہاتھ ہمارے پاک خاندانِ تطہیر صلواۃ اللہ علیہن کے خون سے آلودہ نہیں ہیں؟

کل تم لوگوں نے خود ہمیں بلایا تھا، ہزاروں خط لکھے تھے، ہم تو یہاں تمہارے مہمان بن کر آئے تھے، پھر تم لوگوں نے ہم سے بدعہدی کیوں کی؟ وعدہ خلافی کیوں کی؟ تمہارے اکابرین نے ہم پر جتنے بھی ظلم وستم کیئے، تم سب نے مل کر ان کا ساتھ کیوں دیا اور ہماری مخالفت کیوں کی؟

اب جبکہ ہمارا آباد گھر اجڑ چکا ہے، ہمارے پاس لٹنے کیلئے کچھ بھی باقی نہیں رہا ہے تو اب سب سے زیادہ رونے والے بھی تم ہی ہو

اے کوفہ کے بدعہدو! یاد رکھو کہ اب رونے دھونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اب تمہارا آنسو بہانا بے کار ہے، تمہاری یہ گریہ وزاری اب ہمیں متاثر نہیں کر سکتی کیونکہ ہمارا جو نقصان ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے، تمہاری عہد شکنی کی وجہ ہی سے ہمارا گھر لٹ گیا ہے، ہمارے فخر روزگار افرادِ خانہ اور ہمارے اعوان وانصار کہ یہ تمام کائنات جن کی نعلین کا متبادل بھی نہیں ہو سکتی، وہ سب شہید کر دیئے گئے ہیں، اور تمہاری شقاوتِ قلبی نے ان کی شہادت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آج تم لوگ ہمارے ان پاک پردہ دارانِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن کو سر بازار لے آئے ہو کہ

جن کے نقش کف نعلین کو قدسیوں سے بھی پردہ تھا، اب اس سے زیادہ تم ہمارے خلاف کر ہی کیا سکتے ہو؟ بتاؤ! وہ کون سا ظلم ہے کہ جو تم لوگوں نے ہم پر نہیں ڈھایا
اب تمام عزادار مل کر دعا کریں کہ اِن پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو کوفہ اور شام کے تمام مصائب و آلام بھول جائیں، ان کے نوجوان فرزند اب سہرے پہنیں، ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد از جلد تشریف لا کر ان مخدراتِ عصمت کو ابدی خوشیوں سے ہمکنار کریں، ہر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے بھائیوں کو دوبارہ اپنے گھروں میں آباد و شاد دیکھے، اور تمام آلِ عبا علیہم الصلواۃ والسلام پر ابدالآباد تک ابدی خوشیوں کی برسات مسلسل اور بلا توقف برستی رہے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 28

12 محرم الحرام کا دن ہے، مگر اس دن کی روشنی پر شب کی سیاہی غالب ہے، رات کی طرح امت ملعون کے ظلم و ستم کی سیاہی پوری کائنات پر چھائی ہوئی ہے

کوفہ کے بازار میں چالیس 40 محمل آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کناسہ کوفہ کی جانب رواں ہیں، ان محملوں سے آگے شہداء کے سراطہر ہیں جو معراجِ شہادت پر فائز ہیں، محملوں کے چاروں طرف کوفہ کی عورتوں کا بہت بڑا ہجوم ہے جو محملوں کے ساتھ ساتھ کناسہ کوفہ کی طرف چلا آرہا ہے، عورتوں سے کچھ فاصلے پر مردوں کا بہت بڑا اژدھام ہے، ان کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں کوفہ کی عورتیں اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر سوار ہیں، مگر سب گریہ کناں ہیں، ماتم کر رہی ہیں

ایک وضاحت کرتا چلوں کہ اس زمانہ میں کوفہ کے عام گھر کچے تھے، اور ان کی نارمل اونچائی ہمارے دیہات کے گھروں کی اونچائی کے برابر تھی، یعنی 8 سے 9 فٹ اونچائی کی چھتیں تھیں، اور جب پاک محمل ان کے قریب سے گزرتے تو اس وقت مستورات کے کجاوے تقریباً چھتوں کے برابر ہوتے تھے، اور محملوں میں سوار پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن چھتوں پر موجود کوفہ کی عورتوں سے بہ آسانی کلام کر سکتی تھیں

جس وقت یہ پاک محمل کوفہ کے مکانوں کے درمیان مصروف سفر تھے تو اس وقت کوفہ کی عورتوں نے دیکھا کہ ان محملوں میں خوف زدہ اور بوکھے پیاسے بچے اپنی ماؤں کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے، ان بچوں کی یہ حالت دیکھ کر کوفہ کی عورتوں کو دکھ ہوا، اور انہیں رحم آیا

☆صار اهل الكوفة يناولون الاطفال الذين على المحامل بعض التمر و الخبز و الجوز

تو انہوں نے کھجور کے دانے، روٹیاں، اخروٹ اور بادام وغیرہ بچوں کیلئے پیش کئے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے وہیں چھتوں پر بیٹھے بیٹھے کھجور کے پانچ پانچ دانے بچوں کی طرف پھینکے، اور جب بچوں نے اِن چیزوں کو اُٹھانے کا اِرادہ کیا تو مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا، اس وقت جناب معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے کوفہ کی عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہیں ایسا کرتے ہوئے کچھ تو شرم کرنا چاہیے کیونکہ ہم اہل البیت نبوت و رسالت ہیں

☆وان الصدقة علينا حرام...... اور صدقہ ہم پر حرام ہے

اس وقت کچھ عورتوں نے عرض کیا کہ آقا زادی! ہم صدقہ نہیں بلکہ یہ معمولی سا ہدیہ پیش کر رہی ہیں، ہم آپ کی اور تو کوئی مدد نہیں کرسکتی ہیں، ہمارے یہ ہدیے تو آپ قبول فرمالیں

کناسہ کوفہ

آخر کار پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے محمل چلتے چلتے کناسہ کوفہ کے میدان میں پہنچ

گئے ، یہاں لوگوں کا ایک جم غفیر پہلے سے موجود تھا ، ہزاروں کی تعداد میں مرد اور عورتیں جمع تھیں ، اس پاک قافلہ کے ساتھ آنے والے لوگوں سے کناسہ کوفہ کا میدان کھچا کھچ اس طرح بھر گیا کہ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہی ، ایک طرف طبل و ناقوس بج رہے تھے ، نقاروں کے شور کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ، ادھر مظلوموں کی غربت پر کوفہ کی عورتیں دھاڑیں مار کر رو رہی تھیں

عین اس وقت ابطال الباطل اور احقاقِ حق کیلئے بنت رب الارباب ملکہ ءِ کائنات معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے محمل کے اندر سے خطبہ انشاء فرمانے کا ارادہ فرمایا ، اور لوگوں کو خاموش رہنے کی تلقین فرمائی ، مگر شور و غل اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کی آواز کوئی بھی نہ سن سکا

اس وقت بنت رب الارباب صلواۃ اللہ علیہا کے پاک رخ پر جلال کی سرخی نمایاں ہوئی اور عالم جلال میں فرمایا کہ ☆اسکتوا...... خاموش ہو جاؤ

☆فسکت الاجراس و ارتعدت الانفاس

یہ کوئی عام فرمان نہیں تھا ، فقط ایک گزارش نہ تھی ، بلکہ اپنی قدرتِ کاملہ کا مظاہرہ تھا ، اس لئے یہ حکم اللہ تعالیٰ کے حکم ''کن'' کی طرح نافذ العمل ہوا ، جس کی وجہ سے تمام ماحول کی کیفیت یہ تھی کہ اونٹوں کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیوں کی آواز رک گئی ، لوگوں کے سینے میں چلتے ہوئے سانسوں کی کشتیاں منجمد ہو گئیں ، گھوڑوں کے سم زمین میں نصب ہو گئے ، جس اونٹ یا گھوڑے کا قدم زمین سے بلند تھا پھر اسے وہ اٹھا ہوا قدم زمین پر رکھنے کی طاقت و جرأت نہ رہی ، تمام لوگوں پر ایک عظیم سکتہ طاری ہو گیا ، اور تمام کائنات پر سناٹا چھا گیا

امام محمدؑ باقر العلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہماری پاک معظّمہ دادی صلوٰۃ اللہ علیہا کا یہ حکم فقط بازارِ کوفہ یا صرف اس دنیا تک محدود نہیں تھا بلکہ فرش سے عرش تک اس فرمان کا نفاذ ہوا تھا اور اس وقت حاملین عرش کی زبانوں پر تسبیح و تہلیل کی آواز بھی منجمد ہوگئی تھی، قدسیوں کو عبادت کی روش بھول گئی تھی اور تمام کائنات ایک خاموشی کے عظیم سمندر میں غرق ہو کر رہ گئی تھی

☆ثم قالت الحمدلله والصلوٰة علیٰ ابی وآله الطیبین

اس وقت بنت رب الارباب معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے عالم خلق سے یوں خطاب فرمایا کہ

کلی حمد مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور کلی صلوات مخصوص ہے ہمارے جد اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی طیب و طاہر و اطہر آل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہن کیلئے

پھر فرمایا کہ

☆یا اهل مکر و اهل الخذل و اهل غدر واهل الختل اتبکون و تنتحون ای والله فابکوا کثیراً و اضحکوا قلیلاً

اے اہلِ کوفہ، اے اہل مکر، اے اہل خذل، اے اہل غدر، اے اہل ختل! تم اب کیوں روتے ہو؟ ہائے واللہ! تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ روؤ، اور کم سے کم ہنسو، تم نے یہ کیا کیا ہے؟

پھر پاک معظّمہ دوراں صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنا شہرہ آفاق خطبہ انشاء فرمایا، جس کے بارے میں تمام فصحاء و بلغاء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ منبر سلونی کے وارث کی تمام زندگی کے خطبات بھی ملکہ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی لسان اللہ ناطقہ کے اس ایک خطبہ کے

سامنے سر بہ گریباں نظر آتے ہیں

ایک راوی روایت کرتا ہے کہ

☆فرایت الناس حیاری قد ردوا ایدیهم الی افواهم ورایت شیخ قد بکی اخضب لحیته فقال کهو لکم خیر الکهول ونسلکم اذا عدنسل لا یخیب ویخزی

میں نے لوگوں کی طرف دیکھا تو حیرت سے ان کے منہ کھلے ہوئے تھے، انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے دانتوں میں دی ہوئی تھیں، بلکہ اپنے ہاتھ چبانے میں مصروف تھے، میں نے ایک ضعیف کی طرف دیکھا کہ جس کی داڑھی پر خضاب لگا ہوا تھا، وہ دھاڑیں مار مار کر رو بھی رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ واللہ! آپ کے ضعیف تمام کائنات سے اشرف واعلیٰ ہیں، آپ کی مستورات کی مثل بھی کائنات میں کوئی نہیں ہے، آپ کی نسل ایسی طیب و طاہر ہے جس کا مقام کوئی بھی کم نہیں کر سکتا، آپ کی عظمت کا سورج ہر قسم کے گرہن کے دست تصرف سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اجل اور ارفع واعلیٰ ہے

بشر ابن حذلم کا بیان ہے کہ میں نے سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے خطبات سنے تھے، مگر جب پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے خطبہ ارشاد فرمایا تو یوں محسوس ہوا کہ

☆ کانما تفرغ من لسان امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام

گویا وہ اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی لسان مبارک اور لب ولہجہ پر تصرف فرما کر مصروفِ خطاب تھیں

صاحب تذکرۃ الائمہ فرماتے ہیں کہ جس وقت امینۃ الامامت شہزادی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے خطبہ کا اختتام فرمایا تو اس وقت ایک ملعونِ ازل شخص نے کوئی بکواس کرنے

کا اِرادہ کیا مگر اسی وقت آسمان سے ایک پتھر نازل ہوا جو اس کے دانت توڑتا ہوا سیدھا اس کے منہ میں داخل ہوگیا اور وہ ملعون اسی جگہ فی النار ہو گیا

اس موقع پر میں عمداً آپ کے خطبات ترک کر رہا ہوں، کیونکہ ان خطبات کو میں اپنی فضائلیہ مجالس میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں، اور پھر بھی ان پر گفتگو ہوتی رہے گی، ان خطبات میں علم و عرفان کا جو سمندر موجزن ہے اس تک کلی رسائی ممکن ہی نہیں ہے، ہر شخص صرف اپنے عقل و ظرف کی حد تک قیاس کے تناظر میں ہی تبصرہ کرسکتا ہے، اور میرے خیال کے مطابق ان کی حقیقت کا ادراک محال ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت آپ نے سلسلۂ کلام اختتام پذیر کیا تو پاک کارواں قصر دارالامارہ کی طرف روانہ ہوا، پھر وہی بازار تھا، وہی گلیاں تھیں، وہی مکان تھے، اور وہی ہجوم رواں دواں تھا

کوفہ کی ایک عورت سے روایت ہے کہ جب پاک محمل بازارِ کوفہ میں مصروف سفر تھے تو اس وقت کا ایک منظر مجھے نہیں بھولتا، میں نے دیکھا کہ ایک محمل میں دو شہزادیاں سوار تھیں، ان کی صورت سے میں نے اندازہ لگایا کہ شاید وہ دونوں بہنیں ہیں، ان کے چہروں پر جو معصومیت اور مسلسل دکھوں کی وجہ سے جو اداسی تھی اسے دیکھ کر میرا جگر پھٹا جا رہا تھا، جب ان کا محمل میرے مکان کے قریب سے گزرا اور بالکل میرے سامنے آیا تو وہیں آ کر کچھ دیر کیلئے رک گیا

موقعہ ملتے ہی میں نے عرض کیا کہ آپ کا تعلق کس شہنشاہ گھرانے سے ہے؟ اور یہ بے قدر ملعون امت آپ کو کس لئے بازار میں لے آئی ہے؟

اس وقت چھوٹی شہزادی صلواۃ اللہ علیہا نے سر جھکا کر آہستہ سے فرمایا کہ ہم دونوں بہنیں

شہنشاہِ کربلا مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختران ہیں، میرا نام صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا ہے، میں اپنی تمام پاک بہنوں سے چھوٹی ہوں، اور میرے ساتھ یہ میری وہ بڑی بہن ہیں کہ کربلا میں مصلحت خداوندی کے تحت پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام نے ان کی شادی کا اہتمام کیا تھا، مگر صد افسوس کہ صبح ہوتے ہی ان کے سہاگ کو امت ملعون نے اس بے دردی سے شہید کر دیا کہ ان کی لاش بھی سلامت نہ رہ سکی بلکہ لاش کے چند اعضاء میدان سے لا کر ان کی سیج پر رکھنا پڑے، اور آج امت ملعون ان کی بارات یہاں کوفہ لے آئی ہے

جب صغیرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا (جو معصومہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا سے چھوٹی بہن تھیں) نے اپنا تعارف کرایا اور مجھے حقیقت کا علم ہوا تو میں روتی ہوئی اپنے مکان کی چھت سے اتر کر نیچے آئی، اور اپنے تمام خاندان کو لعنت ملامت کرنے لگی کہ تمہیں شرم نہیں آتی، ہمارے شہر میں ملکہ عِ عالمین، ملکہ عِ دو جہاں صلواۃ اللہ علیہا کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن مہمان بن کر اس کسمپرسی اور غربت کی حالت میں تشریف لائی ہیں اور تم بے غیرتوں کی طرح حکومت وقت کے خوف سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے ہو

پھر میں اپنے کمرے میں آئی، اور مجھے اپنے گھر میں جتنی چادریں میسر آئیں اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا وہ سب کچھ اٹھا کر بازار میں آئی، اور چادروں سمیت وہ سب کچھ میں نے اپنی پاک شہزادی معظمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور عرض کیا کہ آقا زادی! میں ایک کمزور سی عورت ہوں، اور تو آپ کی کوئی مدد یا نصرت نہیں کر سکتی مگر میری طرف سے یہ حقیر سا ہدیہ آپ ضرور قبول فرمالیں، شاید یہ چیزیں آپ کے کسی کام آ سکیں

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے وہ چیزیں مجھ سے لے لیں اور مجھے دعائے خیر فرمائی، عین اسی وقت ایک فوجی میرے قریب آیا اور اس ملعون نے مجھے جھڑک کر وہاں سے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا، پھر میں روتی ہوئی اپنے گھر واپس آ گئی

جب پاک محمل آگے روانہ ہوئے تو ایک اور برقعہ پوش مستور اپنی بیٹیوں کو ساتھ لئے محملوں کے قریب آئی، اور معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کے نیچے پہنچ کر عرض کرنے لگی کہ مرشدزادی! کنیزوں کا سلام قبول فرمائیں

پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ خدا آپ کی بیٹیوں کے پردے ہمیشہ سلامت رکھے، تم کون ہو؟

اس مستور نے آہستہ سے عرض کیا کہ آقازادی! میں آپ کے غلام ہانی بن عروہ علیہ السلام کی زوجہ ہوں، اور تعزیت کیلئے حاضر ہوئی ہوں، ہمیں آپ کے بھائیوں کی شہادت کا بہت دکھ ہے، آپ کے جوانِ رعنا شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کا دکھ دل کا ناسور بن چکا ہے، آپ کے پاک شہزادے جناب عون و محمد علیہا الصلواۃ والسلام کی بے وقت شہادت کا بہت زیادہ افسوس ہے، خدا کرے کہ آئندہ آپ ایسے مصائب و آلام سے ہمیشہ محفوظ رہیں اور آپ کے پاک پردے سلامت رہیں

اس وقت معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے رو کر فرمایا کہ ہماری طرف سے ہمارے بھائی ہانی کا پرسہ قبول کریں، واللہ ہمارے دل میں اپنے بھائیوں سے زیادہ ہانی بھائی کا درد ہے، اس مستور نے عرض کیا کہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! آپ ایسا نہ کہیں کیونکہ غلام تو ہوتے ہی اپنے آقا و مولا پر فدا ہونے کیلئے ہیں

ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ پچھلے محمل میں سے جناب مسلم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک زوجہ

اور شہنشاہِ وفا جناب عباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ہمشیر صلواۃ اللہ علیہا نے آواز دے کر فرمایا کہ بھائی ہانی کی زوجہ! کیا تم مجھے پرسہ نہیں دو گی؟

وہ مستور روتی ہوئی ان کے محمل کے قریب آئی، اور رو رو کر پرسہ دینے لگی اور تعزیت کرنے لگی، معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ تمہیں تو یہاں کے حالات کا علم ہے کہ فقط چند روز پہلے کوفہ کے اسی ظالم شہر میں میرا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے، میرے سرتاج کو یہاں شہید کر دیا گیا ہے، مجھے یہ تو بتاؤ کہ میرے سرتاج کی تربت کہاں ہے؟ اس مستور نے عرض کیا کہ جناب میثم تمار علیہ السلام کی زوجہ آپ کو تفصیل عرض کرے گی، مجھے یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں ہے

پھر معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اگر آپ کو علم ہو تو مجھے میرے بچوں کے بارے میں کچھ بتاؤ، وہ اپنے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہاں کوفہ آئے تھے، مگر اب خدا جانے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ ان کی جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی، تم میں سے کسی کو ان کے بارے میں کوئی علم ہو تو مجھے بتاؤ کہ وہ کمسن کہاں گم ہو گئے ہیں؟ ہم تو یہاں راہِ رضا کے اسیر ہو کر آئے ہیں اور شاید چند دنوں کے بعد ہم نے شام چلے جانا ہے، مگر میں تمہیں اپنے یتیم بچوں کے متعلق تاکید کرنا چاہتی ہوں کہ اگر وہ کسی کو مل جائیں یا آپ میں سے کسی کے گھر آئیں تو انہیں اپنے گھر میں ضرور امان دے دینا، اور ہماری شام سے واپسی تک ان کی حفاظت کرنا، دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ مل جائیں تو انہیں میری طرف سے کہہ دینا کہ میری تلاش میں شام ہرگز نہ آنا، میں انشاء اللہ واپس آ کر انہیں مل سکوں گی

اس وقت تقدیر نے صدا دی کہ معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا! جہاں اتنے نقصانات برداشت کیئے ہیں، وہاں ان بیٹوں کا دکھ بھی برداشت کرنا پڑے گا، اب شاید وہ آپ کو کبھی نہیں مل سکیں گے کیونکہ اس وقت وہ زندان میں قید تنہائی گزار رہے ہیں اور بعدازاں شہادت ہی ان کا مقدر اور ان کی منزل مقصود ہے

تمام مومنین سے التماس ہے کہ سب مل کر تہہ دل سے دعا کریں کہ مولا امام حسنؑ عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف ان مظلومین کا انتقام لینے کیلئے جلد اپنی ترستی ہوئی ذوالفقار کو بے نیام فرمائیں، تمام ظالمین کا قلع قمع کریں، کوفہ میں تشریف لانے والی ان پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن کو پھر سے اپنے گھروں میں آباد کریں، جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک گھر دوبارہ آباد ہو، ان کے سبھی فرزندان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایۂ عاطفت میں رہیں، ان شہزادوں کی پاک بہنیں صلوٰۃ اللہ علیہن اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں سے دولہا بنائیں اور اپنے دل کے سارے ارمان پورے کریں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍؐ وَّ آلِ مُحَمَّدٍؐ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 29

11 محرم الحرام ہفتہ کے دن ابن سعد ملعون اپنے ملاعین فوجیوں کی لاشوں کی تدفین میں مصروف رہا، حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا، پھر انہیں خیمے اکھاڑنے اور سارا سامان اونٹوں پر بار کرنے میں کافی دیر ہو گئی، جب یہ ملاعین اس کام سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے اپنی عورتوں کو اونٹوں پر سوار کیا، پھر پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو محملوں پر سوار ہونے کے متعلق عرض کیا
الغرض یہ نمازِ عصر کے بعد اور شام ہونے سے کچھ پہلے کربلا سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے، اور بارہ 12 محرم کی رات کے پچھلے پہر کسی وقت کوفہ سے باہر مسجد حنانہ میں جا پہنچے جو کوفہ سے تقریباً 15 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے
جب یہ ملعون لشکر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا تو اس وقت غاضریہ کی بستی سے چھوٹے چھوٹے بچے کربلا معلیٰ میں آئے، کیونکہ کربلا پہنچنے کے دوسرے دن جب یہ بچے اپنے والدین کے ہمراہ کربلا آئے تھے تو شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے انہیں تاکیداً فرمایا تھا کہ ہماری شہادت کے بعد تم سب یہاں چلے آنا اور اپنی جھولیوں میں مٹی اٹھا کر یہاں پڑی ہوئی شہداء کی لاشوں پر ڈال دینا، اس طرح تمہارا کھیلنے کا شوق پورا ہو جائے گا اور ہماری کچھ لاشیں دفن ہو جائیں گی

یہ فرمان اگرچہ اسدی لوگوں کیلئے تہدید وتنبیہ تھا، مگر وہ بچے حکم کی تعمیل میں یہاں آئے، اورانہوں نے کچھ لاشوں کو خاکِ کربلا کا کفن بھی پہنایا

پھر رات کو جب یہ بچے اپنے گھروں میں واپس آئے تو انہوں نے اپنے اپنے گھر والوں اور خاص طور پر اپنی عورتوں کو ان مظلومین کربلا کی غربت کا قصہ سنایا، جس کی وجہ سے بنی اسد کی عورتیں تمام رات سو نہ سکیں اور روتی رہیں، اور اپنے مردوں کی سرزنش کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ تم نے تو تمام عرب کی عزت خاک میں ملا دی ہے، تمہاری حمیت کا جنازہ نکل چکا ہے، کیونکہ تم لوگ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو اگر فرزند رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بھی مانتے تو کم از کم اتنا احساس تو کر لیتے کہ وہ تمہارے مہمان تو تھے ہی، انہوں نے تم سے زمین خرید کی تھی، جہاں اپنے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ وہ رہائش پذیر ہوئے تو گویا وہ تمہاری امان میں آ گئے تھے، مگر تم اس قدر بزدل ثابت ہوئے کہ قریب ہی کوفی اور شامی ملاعین تمہارے مہمانوں کو شہید کرتے رہے، انہیں لوٹتے رہے اور ان کے پاک پردہ داروں کو اسیر بناتے رہے مگر تم گھر سے باہر ہی نہ نکل سکے

کتنے شرم کی بات ہے، تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے، اور تمہاری بے حمیتی کی حد ہوگئی ہے کہ اب جبکہ تمہیں ملاعین کوفہ کی طرف سے کوئی خطرہ بھی نہیں رہا، تو پھر بھی تم ان غریبوں کی لاشوں کو دفن کرنے نہیں گئے

اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ تمہیں آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی غربت اور مظلومیت کا احساس تک نہیں ہے...... عبداللہ اسدی سے روایت ہے کہ

☆قال کنت زارعاً علی نهر العلقمة بعد ارتحال عسکر بنی امیة فرأیت عجائب

نہر علقمہ کے کنارے پر میرا زرعی رقبہ تھا جو نہر علقمہ کے پانی سے سیراب ہوتا تھا میں وہاں پر موسم کی فصل کاشت کیا کرتا تھا، جبکہ میرا گھر مقتل شہداء سے جنوب کی طرف قبلہ کی جانب نہر کے کنارے پر تھا

جب سے جنگ کے حالات پیدا ہوئے تو خوف کے مارے میں اپنی فصل دیکھنے کیلئے بھی نہیں جا سکا تھا، پھر جب ابن سعد ملعون کا لشکر اپنے ملاعین کی لاشیں دفن کرنے کے بعد شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر کربلا سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا تو اس وقت میں شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کی خبر گیری کیلئے مقتل گاہ کی طرف گیا، تو اس سرزمین پر میں نے عجائبات اِلٰہی کا مشاہدہ کیا میں ابھی گنج شہداء سے کافی دور تھا کہ مجھے مشک و عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی جو کافی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہاں مشک و عنبر اور کستوری کا کوئی بہت بڑا سوداگر قیام پذیر ہے

پھر میں وہاں سے واپس اپنے کھیت میں چلا آیا اور تمام رات ان لاشہ ہائے اطہر پر ستاروں کو اترتے ہوئے دیکھتا رہا، جو زیارت کیلئے آسمان سے زمین پر آ جا رہے تھے

گیارہ محرم کی رات میں نہر کے کنارے اپنے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر سوچتا رہا کہ خدا جانے ان غریبوں اور مظلوموں کی کیا حالت ہو گی

اچانک میں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف سے ایک بہت بڑا شیر نمودار ہوا، جو مقتل گاہ کی طرف چلا گیا، میں نے سمجھا کہ یہ شیر شاید غریبوں کی لاشوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے، پھر میں نے سوچا کہ کل میں چند اور آدمیوں کے ہمراہ وہاں جا کر اس

شیر کو بھگا دوں گا تا کہ یہ لاشوں کو نقصان نہ پہنچا سکے

12 محرم الحرام اتوار کا دن ہوا، ابن سعد ملعون کے لشکر کے باقی رہ جانے والے لوگ بھی کربلا سے واپس چلے گئے، 13 محرم کے دن بنی اسد کی عورتوں نے اپنے مردوں کو لعنت ملامت کی کہ تم انتہائی بے غیرت اور بے حمیت ہو چکے ہو تو اپنی دستاریں اور عمامے ہمیں دے دو، ہم عورتیں مرد بن کر لاشہ ہائے اطہر کو دفن کرنے کیلئے جائیں گی

عورتوں کے طعن و تشنیع کے بعد بنی اسد کے لوگوں کو اس بات کا احساس ہوا کہ ان سے بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے، اس وقت انہوں نے سارے قبیلہ کو اکھٹا کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ اب چاہے جو کچھ بھی ہو جائے ہمیں جا کر شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کو ضرور دفن کرنا چاہیے

وہ سب اکھٹے ہو گئے اور بیلچے وغیرہ اٹھا کر مقتل گاہ میں جا پہنچے، یہاں انہوں نے ایک ایک لاش کو دیکھا، تمام لاشیں سر بریدہ تھیں یعنی کسی ایک لاشِ اطہر کا پاک سر اس کے جسم کے ساتھ موجود نہیں تھا، یہ سب حیران ہوئے کہ ان لاشوں کو اگر ہم دفن کریں بھی تو ان کی پہچان کیسے ہو گی؟ اور یہ کیسے معلوم ہو گا کہ پاک گھر کے افراد کون کون سے ہیں، اور اصحاب باوفا کون کون سے ہیں؟ اور ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ کس کس شہید کی لاش ہم کہاں دفن کر رہے ہیں

حالانکہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے جب یہ زمین خرید فرمائی تھی تو انہوں نے یہ سرزمین اپنے زائرین کے نام ہبہ کر دی تھی، اور اس میں خاص طور پر آپ نے یہ شرط رکھی تھی کہ تم لوگ ہمارے زائرین کو تین دن تک اپنے پاس مہمان رکھو گے

اورانہیں ہماری مزاروں کی پہچان بھی کرواؤ گے

مگراب کیفیت یہ ہے کہ کوئی لاش بھی پہچانی نہیں جارہی ہے، اورہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہورہا کہ کس لاش کے ٹکڑے کہاں کہاں ہیں؟ اس میدان میں ہرطرف مختلف لاشوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں اور جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ کون سے اعضاء کس جسم اطہر کے ہیں تو ہم انہیں کیسے دفن کرسکیں گے

سب اہل غاضریہ لاشوں کے درمیان چل بھی رہے تھے، روبھی رہے تھے، اور یہی باتیں بھی کررہے تھے، انہی باتوں باتوں میں انہیں کافی وقت گزرگیا

اچانک ان میں سے ایک شخص نے چونک کرکہا کہ ذرا دیکھوتو! جنوبی طرف مدینہ اورکوفہ کی طرف سے جوراستہ ہے اس پر گردِ سفر نظرآرہی ہے، جیسا کہ کوئی تیز رفتار گھوڑے سوار اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے آرہا ہو

دوسرے آدمی نے کہا کہ ہاں شاید کوئی گھوڑا سوار آرہاہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے یہاں کے حالات معلوم کرنے کیلئے کسی کو بھیجا ہو

شیعہ مذہب کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ☆ان الامام لایلی امرہ الا بامامٍ مثلہٖ

یعنی کسی امام معصوم کا غسل وکفن یا جنازہ اور تدفین کوئی نہیں کرسکتا، سوائے اس ہستی کے جو اسی امام معصوم کی مثل ہو

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں، جولوگ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ امام ہماری مثل ہوتا ہے انہیں سوچنا چاہیے کہ اگر ہم ان کی مثل ہوتے تو ہمیں بھی ان کی تجہیز وتکفین کی اجازت ہوتی، مگرکسی بھی غیر معصوم کو شرعاً ان کی تجہیز وتکفین کی اجازت نہیں ہے، اور یہ بھی نہیں کہ غیر معصوم کو منع کردیا گیا ہو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ قانون ہے کہ جسے

کوئی توڑ ہی نہیں سکتا، یعنی اگر تمام کائنات مل کر کوشش کرے تب بھی ان کیلئے یہ بات ناممکنات میں شامل ہے کہ کسی امام معصوم کو کوئی غیر معصوم دفن کر سکے

تو اس سے ثابت ہوا اور صاف ظاہر ہے کہ ہم ان کی مثل نہیں ہیں، بلکہ وہ پاک معصوم ایک دوسرے کی مثل ہیں، ان کی مثل کوئی آدم زادہ ہو ہی نہیں سکتا

ہاں تو میں بیان کر رہا تھا کہ گردِ سفر دیکھتے ہی سب اہل غاضریہ پریشان ہو گئے کہ اب کیا کیا جائے؟ عین اسی وقت گردِ سفر چاک ہوئی اور کوفہ کی طرف سے ایک ناقہ سوار نمودار ہوئے، جب وہ ان لوگوں کے قریب تشریف لائے تو انہوں نے سلام کیا، مگر انہوں نے اپنا چہرہ نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا، جیسا کہ اس دور میں عام رواج بھی تھا کہ مسافر یا جنگجو گرد و غبار سے بچنے کیلئے اپنا ناک، منہ اور چہرے کا کچھ حصہ عمامہ کے دامن یا کسی دوسرے کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے

یہاں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ عربی زبان میں چہرے کو ڈھانپنے والے کپڑے کیلئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ...... مقنع ......اور......نقاب

اور عام طور پر ان دونوں الفاظ کو ہم معنی شمار کر لیا جاتا ہے یعنی دونوں کے معنی نقاب ہی کے لئے جاتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عرب میں چہرے کو چھپانے والے کپڑے یا پردے دو طرح کے ہوا کرتے تھے، ایک کپڑا وہ ہوتا تھا کہ جو سر سے باندھ کر چہرے پر لٹکایا جاتا تھا اور اس کا ایک مستطیل نما ٹکڑا چہرے کو ڈھانپ لیا کرتا تھا، یہ کپڑا بعینہٖ اس طرح ہوتا تھا کہ جیسے فیشنی برقعہ کے ساتھ چہرے کو چھپانے کیلئے علیحدہ ایک چوکور نما رومال ہوتا ہے، جسے بوقت ضرورت چہرے سے ہٹا کر سر پر بھی ڈال لیا جاتا ہے

عرب میں چہرہ چھپانے کا ایک انداز یہ بھی ہوا کرتا تھا کہ جیسے کوئی آدمی اپنی پگڑی یا دستار کا ایک دامن ٹھوڑی کے نیچے سے موڑ کر اس سے اپنے منہ، ناک اور چہرے کو آنکھوں تک ڈھانپ لیتا ہے، اسے سرائیکی زبان میں ''موہل یا منڈاسا'' کہتے ہیں، عام طور پر ہمارے ہاں پرانے بزرگ ایسا کیا کرتے تھے جبکہ آجکل تو دستار یا پگڑی سر پر باندھنے کا تصور ہی تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے، اور جو شخص پگڑی باندھ لے تو اسے دقیانوسی یا پینڈو یا جاٹ سمجھا جاتا ہے

کہنے کا مقصد آپ کو یہ بات سمجھانا ہے کہ عربی زبان میں ہر اس نقاب کو ''نقاب'' کہتے ہیں کہ جو ایک کان سے دوسرے کان تک آنکھوں سے نچلے حصے کو مکمل طور پر چھپا دے، اور ہر اس لٹکائے جانے والے نقاب کو ''مقنع'' کہتے ہیں کہ جو سر پر باندھ کر لٹکایا جائے اور سارے چہرے کو مکمل طور پر چھپا دے

اس لئے شادی کے وقت دولہا کے سر پر جو زریں سہرہ باندھا جاتا ہے جو لٹکائے جانے والے نقاب کی طرح ہوتا ہے اسے بھی مقنع ہی کہا جاتا ہے، اور پورے جسم کو ڈھانپنے کیلئے جو پردہ ہوتا ہے اسے عربی زبان میں بھی برقعہ ہی کہا جاتا ہے اور یہ مقنع اور نقاب اس برقعہ کے اجزاء یا حصوں کے نام بھی ہیں

اس وضاحت کے بعد میں اپنے بیان کی طرف واپس آتا ہوں

جس وقت وہ ناقہ سوار بزرگوار میدان کربلا میں تشریف لائے تو انہوں نے بہ طریق احسن سب کو سلام کیا، اور اہل غاضریہ نے سلام کا جواب عرض کیا

اس کے بعد انہوں نے دریافت فرمایا کہ تم سب کس لئے پریشان کھڑے ہو؟

اہل غاضریہ نے اپنی پریشانی کا سبب بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ان

غریبوں کو اچھی طرح جانتے ہیں، بلکہ جس طرح ہم انہیں جانتے ہیں اس طرح انہیں اور کوئی جان ہی نہیں سکتا ہے، ہم تمہاری مدد کیلئے آئے ہیں، واضح رہے کہ یہ جناب سید الساجدین، زین العابدین امام علیؑ ابن الحسینؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام تھے

﴿فضائل﴾

یہاں مناسب ہوگا کہ میں جناب امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی کچھ عرض کرتا چلوں کیونکہ عام طور پر ان کی جو تصویر ہمارے سامنے ہمارے مقررین پیش کرتے ہیں وہ سراسر درد وغم کی تصویر ہے، اور انہیں (نعوذ باللہ) ایک مجبور، بیمار، لاچار، ناتواں اور بے بس ذات بنا کر پیش کیا جاتا ہے

مگر میں عرض کروں گا کہ اس پاک گھر کا کوئی بھی پاک فرد مجبور اور بے بس نہیں ہے، ایک عام انسان جس مقام پر بھی انہیں مجبور و بے بس سمجھنا شروع کر دیتا ہے یہ اسی مقام پر اپنے اختیاراتِ جبروتی کا اظہار فرما کے انسان کے فاسد نظریات کی تردید فرما دیتے ہیں، جیسا کہ امت ملعون نے جناب سید الساجدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس مقام پر بے بس تصور کیا، اسی مقام پر انہوں نے اپنے اختیاراتِ جبروتی کا مظاہرہ فرمایا

دوستو! اس بات سے کوئی مؤرخ بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جس وقت کربلا معلیٰ میں شہدائے کربلا کے لاشہ ہائے اطہر کی تدفین ہو رہی تھی، عین اسی وقت دربار ابن زیاد ملعون میں پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن پیش ہو رہی تھیں کیونکہ یہ تیرہ 13 محرم کے پہلے پہر کا واقعہ ہے، مقتل گاہ میں اگرچہ مزار ہائے

اطہر پہلے سے تیار تھے مگر پھر بھی کافی وقت درکار تھا، یعنی لاش ہائے اطہر کو اٹھا کر لانا، جنازہ پڑھانا، ان کو سپرد جنت کرنا، تلقین پڑھنا، پھر یہ بھی تھا کہ لاشہ ہائے اطہر ایک یا دو نہیں تھے بلکہ 144 لاشیں تھیں، ان پاک لاشوں کو دفن کرتے کرتے ظہر کا وقت ہو گیا تھا، یعنی تقریباً چھ گھنٹے صرف ہوئے

اب خود اندازہ کریں کہ جس وقت امام سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں کربلا میں لاشہ ہائے اطہر کی تدفین میں مصروف تھے عین اسی وقت کوفہ میں دربار ابن زیاد ملعون کے اندر بھی موجود تھے، یہاں بھی کافی وقت لگا

آج امپورٹڈ imported نظریات کو رواج دیا جا رہا ہے، اور یہ کہا جا رہا ہے کہ جسم واحد ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر موجود نہیں ہو سکتا

مگر یہاں یہ بات کیونکر ممکن ہوئی ہے؟ اس پر خود غور فرمائیں

اس میں چند نکات قابل غور ہیں مثلاً

کیا یہ بھی ممکن ہے؟ کہ ایک پاک ذات جو عین اسی وقت ابن زیاد ملعون کے دربار میں ایک بیمار اور اسیر کی شکل میں پیش ہے، وہاں سے غائب بھی نہیں ہوئی، بلکہ اس تمام کاروائی میں شریک رہتی ہے، عین اسی وقت دوسرے مقام پر پاک لاشوں کی تدفین میں بھی شامل ہو سکتی ہے؟

کیا وہ پاک ذات جو دربار میں پیش تھی عین وہی ذات اسی وقت کربلا میں بھی موجود تھی؟ ...... یا وہ دربار والی ذات جو تھی وہ کربلا والی ذات سے جدا تھی؟

یعنی کیا وہ دو مختلف ذاتیں تھیں یا ایک ذات تھی؟ اگر وہ دو مختلف ذاتیں تھیں تو ان میں اصل امام وقت کون سی ذات تھی؟ کربلا والی یا کوفہ والی

اگر کوفہ میں اصل ذات جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام تھے تو کربلا میں موجود ذات امام سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کی تو نہیں ہوسکتی ......مگر امام معصوم کی تدفین تو اسی جیسا امام معصوم ہی کرسکتا ہے، پھر ہم اپنے مسلمہ عقیدے کا کیا کریں گے؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام ایک ہی وقت میں دو جگہ یعنی کربلا اور دربارِ کوفہ میں موجود ہو سکتے ہیں تو ان کے پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو ہم اس قدر مجبور و بے بس کیوں سمجھتے ہیں؟ کہ نعوذ باللہ ظالمین کوفہ و شام جتنی چاہیں ان کی توہین کرتے رہیں، وہ کہیں بھی نہیں جا سکتے، یا کہیں سے بھی کوئی چیز نہیں منگوا سکتے، بلکہ ہر توہین آمیز ظلم پر خاموش رہتے ہیں

آپ کربلا سے شام تک کے حالات ذرا غور سے پڑھ کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس سارے سفر میں کسی مقام پر بھی ظالمین نے کھانے پینے کیلئے پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کے افراد کو کچھ نہیں دیا، کوفیوں نے اگر کچھ دیا بھی تو صدقہ سمجھ کر دیا، اور چونکہ صدقہ کا استعمال ان کیلئے ممنوع تھا اس لئے وہ سب کچھ بچوں سے واپس لے کر کوفیوں کو لوٹا دیا گیا

کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس تمام سفر میں کھانے کا انتظام کون کرتا رہا؟

ہر صاحب مقتل نے بہ صراحت یہ بات بیان کی ہے کہ ان کے در اطہر کی پاک کنیز جناب فضہ سلام اللہ علیہا جنت سے طعام منگوا کر تمام بچوں کو بروقت کھانا پیش کرتی رہی ہیں، تو کیا پاک خاندان کی مقدس مستورات صلواۃ اللہ علیہن یہ کام نہیں کرسکتی تھیں؟

جناب امام سید الساجدین علیہ الصلواۃ والسلام شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی تجہیز و تکفین و تدفین کیلئے معجزانہ طور پر کوفہ سے کربلا تشریف لا سکتے ہیں، تو کیا چند قدم کے

فاصلہ پر بہتی ہوئی نہر علقمہ سے پانی کی چند مشکیں نہیں منگوا سکتے تھے؟
حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام ظلم وستم صرف اس حد تک ان پر ہو سکتے تھے کہ جس حد تک رضائے اِلٰہی کی خاطر یہ خود برداشت کر سکتے تھے
اسی بات کو سمجھانے کیلئے ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ
ایک آدمی صحرا میں بھٹک جاتا ہے جہاں اسے کھانے پینے کی کوئی چیز میسر ہی نہیں ہوسکتی اور وہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے دم توڑ رہا ہے، یہ ایک علیحدہ حالت ہے ایک دوسرے آدمی کے سامنے انواع واقسام کے ہزاروں کھانے دسترخوان پر موجود ہیں مگر وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں کھا سکتا، کیونکہ وہ روزہ دار ہے، یہ ایک علیحدہ صورتِ حال ہے
یہاں میں اپنے ذاکرین اور مقررین حضرات سے گذارش کروں گا کہ آپ لوگ پاک خاندان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افرادِ خانہ کو صحرا میں بھوک اور پیاس کی شدت سے مرنے والے شخص کی طرح مجبور اور بے بس بنا کر پیش نہ کریں، بلکہ انہیں روزہ دار کی طرح پیش کریں کہ جو کھانا کھا سکتا ہے مگر رضائے اِلٰہی کی خاطر نہیں کھاتا ہے، کیونکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے رضائے اِلٰہی کی خاطر روزہ رکھا ہوا تھا نہ کہ وہ مجبور اور بے بس تھے
یہاں ایک اور بات بھی غور طلب ہے کہ شہدائے کربلا کی تجہیز وتکفین وتدفین کیلئے جس ناقہ پر جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوفہ سے کربلا تشریف لائے تھے تو وہ ناقہ کہاں سے آئی تھی؟ ...... کیا وہ اس دنیا کی ناقہ تھی؟ ...... اگر وہ دنیاوی ناقہ تھی تو کیا انہوں نے کوفیوں سے یہ ناقہ حاصل کی تھی؟ ...... اور اگر یہ ناقہ کوفیوں سے ہی

طلب کی گئی تھی تو کیا انہوں نے آپ کو خوشی خوشی ناقہ دے دی تھی

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام وقت لا شئے سے شئے پیدا کرسکتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے لا شئے سے ناقہ اس طرح پیدا فرمائی ہو کہ جس طرح پہاڑ میں سے جناب صالح علیہ السلام کی ناقہ پیدا ہوئی تھی

اور یہ بھی ہمارا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیائے ماسلف کے تبرکات ہر زمانے کے امام کے پاس مذخور ہوتے ہیں اور وہ جب چاہیں انہیں تصرف میں لا سکتے ہیں جیسا کے ہمارے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں ہے کہ جب ان سے بطور ثبوت انبیائے ماسلف کے تبرکات طلب کئے جائیں گے تو آپ اپنی انگشتری کو گردش دیں گے، بروایت دیگر اپنی ایک سفط یا زنبیل کے اندر سے ایک ایک چیز نکال کر پیش کر دیں گے، ان تبرکات میں سے عصائے موسیٰ علیہ السلام ہوگا، جناب صالح علیہ السلام کی ناقہ ہوگی، جناب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگشتری ہوگی

اس لئے یہ بھی تو ممکن ہے کہ جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام جناب صالح علیہ السلام کی ناقہ کو اپنے خزانہءِ امامت میں سے برآمد فرما کر اسے اپنے تصرف میں لے آئے ہوں، اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ اہل غاضریہ کو دکھانے کیلئے ایک ناقہ نظر آ رہی ہو، اور امام علیہ الصلواۃ والسلام پیدل تشریف لائے ہوں، کیونکہ وہ زمین سے آسمان بلکہ عرشِ علیٰ تک آنے جانے کیلئے کسی واسطے، وسیلے یا ذریعے کے محتاج تو ہو ہی نہیں سکتے

میں نے یہ چند ضروری باتیں اس لئے کی ہیں کہ عوام کی اکثریت انہیں بے بس، محتاج یا مجبور گردانتی یا سمجھتی ہے تو انہیں ایسا نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ ان کے مصائب کے اندر ان کے فضائل کے جو پہلو مخفی ہیں، ان پر بھی کبھی غور کر لینا چاہیے

طوالت کے خوف سے میں نے فقط چند نکات ہی پیش کیئے ہیں ورنہ اسی ایک واقعہ پر غور کیا جائے تو ہزار ہا فضائل اخذ کیئے جا سکتے ہیں

﴿تدفین﴾

میں عرض کر رہا تھا کہ جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام کربلا معلیٰ تشریف لائے تو تمام اہل غاضریہ نے دیکھا مگر کوئی بھی انہیں پہچان نہیں سکا

آپ نے دریافت فرمایا کہ تم سب پریشان نظر آ رہے ہو، اس کی وجہ کیا ہے؟

اہل غاضریہ نے عرض کیا کہ ہم ان مظلومین کی پاک لاشوں کی تدفین کیلیئے آئے ہیں، مگر ان سر بریدہ لاشوں کی شناخت ہمارے لئے ایک مسئلہ ہے، امام علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ گھبراؤ نہیں، ان مظلومین کو جس طرح ہم پہچانتے ہیں اس طرح انہیں کوئی نہیں پہچانتا ہے

پھر امام علیہ الصلواۃ والسلام ایک ایک لاش کے قریب جا کر بہت دیر تک روتے رہے، ہر لاش پر صلوات وسلام اور زیارات پڑھتے رہے، اور اہل غاضریہ کو ایک ایک لاش کے بارے میں تفصیل سے بتاتے رہے کہ یہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے صحابی جناب زہیر بن قین علیہ السلام ہیں، یہ جناب برید ہمدانی علیہ السلام ہیں، یہ قیس نصرانی علیہ السلام ہے، یہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کا وفادار غلام جون علیہ السلام ہے، یہ تمہارے چوتھے امام کا وفادار غلام کامل ترکی علیہ السلام ہے، اسی طرح ایک ایک لاش کے بارے میں تفصیل کے ساتھ آگاہ فرماتے رہے

پھر اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی مقتل گاہ میں تشریف لائے، یہاں آ کر دیکھا تو

ایک گہرے مقام پر شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاشِ اطہر قبلہ رو آرام پذیر تھی، یہاں پہنچ کر آپ کے صبر و ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے، جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام پاک بابا کی لاش اطہر سے آ کر لپٹ گئے اور لاش اطہر کے زخمی سینہ سے اپنے رخسار لگا کر اتنا زیادہ گریہ فرمایا کہ آپ کے آنسوؤں کے ساتھ گویا جسم اطہر کو غسل مل گیا

آپ نے اہل غاضریہ سے فرمایا کہ تم شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں کی جانب دو مزاریں بناؤ، ایک مزار آپ کے قدموں کے بالکل قریب ہو اور دوسری نسبتاً دور ہو، اہل غاضریہ نے جیسے ہی بیلچے سے مٹی کھودنا شروع کی تو انہیں دونوں جگہوں پر تیار مزاریں ملیں، پھر آپ نے فرمایا کہ اب بیلچہ ہمیں دے دو، اہل غاضریہ نے بیلچہ پیش کیا، جناب امام سجاد علیہ الصلواۃ والسلام نے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کے قریب زمین سے خاک ہٹائی تو وہاں بھی پہلے سے تیار شدہ مزار ظاہر ہوئی جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام نے اہل غاضریہ سے فرمایا کہ تم اب ایک ایک کر کے تمام لاشیں یہاں جمع کر دو، تمام لوگ لاشہ ہائے اطہر جمع کرنے کیلئے روانہ ہوئے، جب سب لوگ ذرا دور چلے گئے تو عین اسی وقت جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر کو ان کے مقام مقدس تک پہنچا دیا

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی تدفین میں شرکت کیلئے کربلا ضرور تشریف لائے ہوں گے اور میرے اس خیال کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے 13 محرم کے دن عالم خواب میں

دیکھا کہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچانک مدینہ تشریف لائے ہیں

☆وھو باکی العینین حزین القلب ومعه قارورتان مملوتان دماً فقال لی ھذہ فیھا من دم الحسین علیہ الصلواۃ والسلام وھذہ الاخریٰ من دم اھلبیته وانی الان رجعت من دفن ولدی الحسین علیہ الصلواۃ والسلام

مگران کی حالت یہ ہے کہ آپ کی چشمین مبارک سے آنسو رواں ہیں، اور نصیب دشمناں بہت زیادہ اداس ہیں

آپ کے دست مبارک میں دو شیشیاں ہیں، اور دونوں شیشیوں کے اندر خون جوش مار رہا ہے، آپؐ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس شیشی میں میرے فرزند حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا مقدس خون ہے، اور دوسری شیشی میں باقی اہل بیت کا پاک خون ہے، ہم ابھی اپنے لخت جگر کی لاش اطہر دفن کر کے آ رہے ہیں ...... (خلاصہ)

امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے جب پاک بابا کی لاش اطہر کو اٹھا کر مزار میں اتارنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ شہزادہ علی اصغرؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی چھوٹی سی لاش پاک بابا کے زخمی سینہ پر آرام فرما ہے، جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے جیسے ہی پاک بابا کے سینہ سے اس معصوم بھائی کی لاش اطہر کو اٹھانے کا ارادہ کیا تو امام عالی مقام علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر سے آواز آئی کہ بیٹا سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام! ہم دونوں باپ بیٹے کی ایک ہی قبر بنا دیں، میری حسرت ہے کہ یہ معصوم بیٹا علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام میرے ساتھ سوئے اور ہمیشہ کیلئے تعویذ کی طرح میرے سینے پر سجا رہے

جس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی مزارِ اطہر بند کی تو اس کے بعد مزار کی خاک پر اپنے رخسار رکھ کر بہت دیر تک روتے رہے، اور اس

قدر گریہ فرمایا کہ مزار اطہر کی خاک آنسوؤں سے تر ہوگئی، کافی دیر کے بعد آپ نے سر اٹھایا اور اس پاک مزار پر اپنی انگشت شہادت سے تحریر فرمایا کہ

☆هذه قبر الحسين ابن علی بن ابی طالب علیہم الصلواۃ والسلام قتلوه عطشاناً

کہ یہ پاک مزار مظلوم کائنات مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کی ہے کہ جنہیں دو دریاؤں کے درمیان انتہائی بے دردی سے پیاسا شہید کیا گیا

اس کے بعد جس وقت اہل غاضریہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اُٹھا کر لائے تو جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں کے پاس ان کی مزار بنانے کا حکم فرمایا، جس وقت آپ نے لاش اطہر پر نگاہ کی تو دیکھا کہ شہزادہ پاک علیہ الصلواۃ والسلام کا ایک ہاتھ اپنے سینہ پر تھا، جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام ایک بار پھر تڑپ اٹھے اور انتہائی دردناک بین کرنے لگے، پھر اہل غاضریہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ اس نوجوان کی لاش ہے کہ جسے اپنی پاک پھوپھی صلواۃ اللہ علیہا نے پردوں میں پالا تھا، یہ تمام آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی روحِ رواں تھے، ہر پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا کی زندگی انہی کے دیدار سے وابستہ تھی، اور جب یہ زین فرس سے اترے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے خاندانِ رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کی زندگی ختم ہوگئی ہو

اپنے نوخیز بھائی کو جس وقت پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں میں سلا چکے تو قریب ہی ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اب یہاں ایک قبر تیار کریں، جس وقت بنی اسد نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا تو ایک بڑی اور کشادہ تیار شدہ قبر برآمد ہوئی، اس وقت بنی اسد کے افراد آپ کے حکم پر خاندانِ توحید علیہم الصلواۃ والسلام کے باقی تمام پاک افراد کی لاشیں اٹھا لائے

☆فصلوا علی تلك الجثة الطواهر المرملة بالدم

تو آپ نے خاندانِ رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کے سبھی نوجوانوں کی اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھی، کسی ایک صاحب مقتل نے بھی آپ کی اس وقت کی کیفیات بیان نہیں کی ہیں، مگر یہ لکھا ہے کہ جب ان سب لاشوں کی تدفین کا وقت آیا تو اہل غاضریہ آگے بڑھے تا کہ وہ تدفین میں امام علیہ الصلواۃ والسلام کی مدد کریں، مگر جناب امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ تم ان لاشوں کی تدفین میں ہماری مدد نہیں کر سکتے، کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آج ہمارے ساتھ اس تدفین کے عمل میں کون کون شامل ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی علیہم السلام شامل ہیں، ملکوتِ ارض وسماء شامل ہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ بھی شامل ہے

جس وقت شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی لاشوں کی تدفین ہورہی تھی تو وہاں موجود ہر خاص وعام نے مشاہدہ کیا کہ مزار ہائے اطہر کے اندر سفید رنگ کے پرندے پرواز کر رہے تھے گویا حاملانِ عرشِ الٰہی بھی تدفین میں شامل تھے

اسی طرح ایک ایک شہید کے لاشہ کو سوگوار وعزادارِ مظلومین مزار میں رکھتے رہے اچانک اہل غاضریہ ایک ایسی لاش اٹھا لائے کہ جو انتہائی خستہ حالت میں تھی اور جس کے جسم اطہر کے مکمل اعضاء بھی موجود نہیں تھے، اس لئے وہ لوگ اس لاش کے چند ٹکڑے ایک چادر میں ڈال کر لے آئے، یہ دیکھ کر اہل غاضریہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور انہوں نے دریافت کیا کہ آقا! یہ کون سے شہید ہیں کہ جن کی لاش اس رنگ میں تقسیم ہوچکی ہے؟

جناب امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے روتے ہوئے فرمایا کہ یہ مولا امام حسنؑ علیہ الصلواۃ والسلام

کے وہ لختِ جگر ہیں کہ جن کی بیوہ ماں نے انہیں بڑی مشکل سے شہزادوں کی طرح پروان چڑھایا تھا، اور پھر مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے انتہائی نامساعد حالات میں کسی عظیم مصلحت کے تحت شب عاشور ان کی شادی کی تھی، کائنات میں یہ پہلا دولہا ہے کہ جس کی مہندی آنسوؤں کے پانی سے تیار کی گئی تھی، مگر افسوس کہ انہیں سہاگ راس نہ آیا اور ان کی ضعیف ماں صلواۃ اللہ علیہا کو امت ملعونہ نے اپنے نوخیز نورِ چشم کی شہادت کے صدمہ سے دوچار کر دیا

اسی طرح تمام لاشیں آتی رہیں اور جناب امام سید الساجدین علیہ الصلواۃ والسلام ایک ایک لاش کو پاک مزار میں اتارتے رہے، صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے پاک گھر کے باقی تمام افراد کو ایک ہی مزار میں سپردِ عرش فرمایا...... خاندانِ رسالت کے تمام پاک افراد علیہم الصلواۃ والسلام کو ایک ہی مزار میں دفن کرنے کی ایک ہی توجیہہ سمجھ میں آتی ہے کہ شاید امام سجاد علیہ الصلواۃ والسلام یہ چاہتے ہوں کہ تمام بھائیوں اور بیٹوں کا سمبندھ ہمیشہ باقی رہے، ان میں جدائی نہ ہونے پائے اور ہمارے پاک بابا شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی مقدس ترین محفل حسب سابق قیامت تک رونق افروز رہے

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ایک اور بہت وسیع اور بڑی مزار تیار کی گئی اور جناب امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ اب باقی تمام شہدائے کربلا علیہم السلام کے لاشہ ہائے اطہر جمع کیئے جائیں، جس وقت تمام شہداء کی لاشیں لائی گئیں تو آپ نے ان سب کی اجتماعی نمازِ جنازہ ادا فرمائی، اور اہل غاضریہ سے فرمایا کہ تم اب ان لاشوں کی تدفین میں شامل ہو سکتے ہو، حکم ملتے ہی سب لوگوں نے مل کر باقی

تمام شہداء علیہم السلام کو اسی مزار میں دفن کر دیا

صرف جناب حبیب ابن مظاہر علیہ السلام کی مزار الگ بنائی گئی کیونکہ وہ بنی اسد کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے سردار تھے، جبکہ جناب حر بن یزید ریاحی علیہ السلام کو ان کے اہل قبیلہ پہلے ہی انہیں مقتل گاہ سے کچھ دور دفن کر چکے تھے

جس وقت تمام لاشیں دفن کی جا چکیں تو بنی اسد کے لوگوں نے بارگاہِ امامت میں عرض کیا کہ آقا! ہم نے نہر علقمہ کے کنارے غاضریہ کے راستہ پر ایک لاش دیکھی ہے، اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم اسے یہاں نہیں لا سکے، کیونکہ ہم نے جب اسے اٹھانے کی کوشش کی تو وہ ہم سے اٹھائی نہیں جا سکی، کیونکہ اس لاش کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دور دور تک بکھرے ہوئے ہیں، اب آپ ہی حکم فرمائیں کہ ہم کیا کریں؟

جناب امام سجاد علیہ الصلواۃ والسلام روتے ہوئے فرمانے لگے☆ وا عمی العباس علیہ الصلواۃ والسلام

ہائے میرے پیارے چچا جان، آپ کی وفا پر میں لاکھ جان سے قربان جاؤں

جناب امام سجاد علیہ الصلواۃ والسلام بہت دیر تک گریہ فرماتے رہے، پھر فرمایا کہ ان کی لاش اطہر اٹھا کر یہاں نہ لائی جائے بلکہ ہم وہاں چلیں گے، ان کی مزار نہر علقمہ کے کنارے ہی بنانا ہے

جب امام سجاد علیہ الصلواۃ والسلام سرکارِ وفا جناب عباس علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش اطہر پر پہنچے تو فوراً لاش اطہر سے لپٹ کر شدت سے گریہ فرمانے لگے، اور اہل غاضریہ سے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ یہ شہنشاہِ صدق و وفا جناب ابوالفضل العباس علیہ الصلواۃ والسلام کی لاش ہے کہ جن کی جوانی اور بھرپور شباب پر آلِ عباء علیہم الصلواۃ والسلام ہمیشہ نازاں رہتے

تھے، پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن اور سبھی معصوم بچے انہی کی آس پر زندہ تھے، تمام ظالمین ملاعین ان کی پاک ذات سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے اور جب تک یہ زندہ رہے کسی نے خیام فلک احتشام کی جانب نگاہ اٹھانے کی جرأت نہیں کی مگر جب یہ زین ذوالجناح سے زمین کربلا پر تشریف لائے تو ظالمین و ملاعین اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے ان کی شہادت کے بعد بھی ان پر بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظلم و ستم کرتے رہے تھے، اس لئے ان کی لاش اطہر یکجا نہیں رہ سکی اور بکھر گئی ہے

تمام مومنین مل کر یہی دعا کریں کہ کردگارِ وفا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں صدیوں سے موجود حسرتِ انتقام اب جلد از جلد پوری ہو، اور یہ اسی طرح اپنے دل کی بھڑاس نکالیں کہ جس طرح ظالمین نے ان کے لاشہءِ اطہر پر ظلم کئے تھے، مظلومین کائنات کے خونِ ناحق کے پاک وارث ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد تشریف لائیں، تاکہ خاندانِ توحید و رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں، اور ظالمین اوّلین و آخرین فوراً سے بیشتر اپنے کیفر کردار تک پہنچیں تاکہ اس دنیا سے ظلم و جور کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو سکے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمٓ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 30

زندانِ کوفہ و دربار

12 محرم 61 ہجری بمطابق 11 اکتوبر 680ء بروز اتوار صبح 8 بجے قافلۂ تسلیم و رضا کوفہ میں داخل ہوا، اور کناسہ کوفہ سے ہوتے ہوئے تقریباً 11 بجے کے قریب یہ پاک کارواں زندانِ کوفہ کے دروازے پر پہنچا

اس وقت صورت حال یہ تھی کہ کوفہ کے اکثر زن و مرد زندان کے دروازے تک پاک کارواں کے ساتھ ساتھ رہے، اور جب قافلۂ تسلیم و رضا کو ان کے نو رمحل میں پہنچا دیا گیا تو اس وقت ظالمین نے اعلان کیا کہ اب سب لوگ یہاں سے واپس چلے جائیں، یہ اعلان سنتے ہی لوگ روتے ہوئے واپس اپنے گھروں کی طرف چل پڑے

12 محرم کے دن اس پاک قافلۂ تسلیم و رضا کو ابن زیاد کے دربار میں پیش نہیں کیا جا سکا تھا کیونکہ فرعونِ کوفہ عبیداللہ ابن زیاد ملعونِ ازل اس روز اپنی ران کے زخم کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا تھا، اس لئے اس ملعونِ ازل نے حکم دیا کہ پاک کارواں کو قصر دارالامارہ کے مشرقی زندان میں پہنچا دیا جائے، اس وقت اس زندان کا داروغہ عمر ابن حریث ملعون تھا

عمر ابن سعد ملعون نے اس پاک قافلہ کو اپنی نگرانی میں نو رمحمل تک پہنچایا، مگر اس

وقت یہ ملعون ابن زیاد سے نہیں ملا بلکہ پاک کارواں کی تمام تر ذمہ داری عمر ابن حریث کے سپرد کرنے کے بعد دربار کے ایک حاجب سے یہ کہہ کر کہ میں نمازِ ظہر کے بعد فرعونِ کوفہ سے ملاقات کروں گا، اپنے گھر چلا گیا

گھر پہنچ کر اس ملعون نے غسل کیا، کھانا زہر مار کیا، پھر فاخرہ لباس پہنا، ریشمی عبا اوڑھی جس کی آستینیں بہت کھلی تھیں جو تفاخر و تکبر کی علامت سمجھی جاتی تھیں، ریشمی عمامہ سر پر رکھا اور گھر سے باہر نکل آیا، اپنے ساتھ غلاموں کا ایک دستہ لیا اور ابن زیاد کے محل کی طرف روانہ ہو گیا

اس وقت مسجد کوفہ میں ظہر کی آذان دی جا رہی تھی، عمر ابن سعد نے مسجد کوفہ میں ظہر کی نماز ادا کی، پھر یہ ملعون عبید اللہ ابن زیاد کے رہائشی محل قصر دارالامارہ کی طرف چلا گیا، جو مسجد کوفہ کے قریب ہی مشرقی جانب واقع تھا، مسجد کا ایک بغلی دروازہ اس قصر میں کھلتا تھا، یہ ملعون اسی دروازہ سے گزر کر ابن زیاد ملعون کے قصر کے سامنے پہنچا تو وہاں پہلے سے موجود ایک حاجب سے اس نے ابن زیاد ملعون کی خیریت دریافت کی تو اسی حاجب نے بتایا کہ فرعونِ کوفہ ملعون ابھی تک درد کے عذاب میں مبتلا ہے، مگر تمہارا انتظار بھی کر رہا ہے

عمر ابن سعد ملعون فوراً اندر پہنچا تو ابن زیاد ملعون کو اپنا منتظر پایا، عمر ابن سعد ملعون کو امید تھی کہ ابن زیاد ملعون اس کا شاندار استقبال کرے گا اور اسے ایک فاتح اعظم کی حیثیت سے محل میں پہنچایا جائے گا، مگر یہاں پہنچ کر اسے یہ احساس ہوا کہ اس کے اس کارنامہ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی

بہر حال یہ ابن زیاد ملعون کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، اس نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا

حکم دیا، عمر ابن سعد نے اسے مبارک دی اور کہا کہ مجھے اللہ نے کامیابی عطا کی ہے، تمہیں یہ فتح مبارک ہو کیونکہ یہ سب کچھ تمہاری کوششوں سے ہی ممکن ہوا

ابن زیاد ملعون نے اسے مبارک بادی کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنے مکروہ چہرے پر شیطانیت کی کرختگی سجا کر پوچھا کہ وہ خط کہاں ہے؟ جو میں نے تجھے رائے (طہران) کی حکومت دینے سے متعلق تحریر کر کے دیا تھا، عمر ابن سعد نے جواب دیا کہ اس خط کی آج تو کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت میں تم سے رائے (طہران) کی حکومت طلب کرنے نہیں آیا ہوں، نہ ہی یہ مناسب ہے، اس لئے وہ خط میں اپنے ساتھ نہیں لایا ہوں

فرعونِ کوفہ نے سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے زور دے کر کہا کہ مجھے ابھی وہ خط چاہیے، فرعونِ کوفہ کے اندازِ گفتگو سے عمر ابن سعد نے بخوبی یہ اندازہ لگا لیا کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے بالکل بجا اور درست فرمایا تھا کہ تجھے رائے کی حکومت قطعاً نہیں مل سکے گی، تو اب وہی بات سامنے آرہی ہے

یہاں یاددہانی کیلئے اس بات کا اعادہ کرتا چلوں کہ جب 9 محرم کی رات مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ عمر ابن سعد ملعون کے بالمشافہ مذاکرات ہوئے تھے تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے اس ملعون سے دریافت فرمایا تھا کہ تم فرزندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں شہید کرنا چاہتے ہو؟ تو اس ملعون نے عرض کیا تھا کہ جناب! رائے (طہران) کی گندم بہت لذیذ ہے...... اس وقت امام کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ انشاءاللہ وہ تو تمہیں کبھی نصیب نہیں ہوگی

یہی فرمان عمر ابن سعد کو آج ابن زیاد ملعون کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر یاد آیا تو

اسے یقین ہو گیا کہ رائے کی حکومت اب شاید مجھے کبھی نہیں مل سکے گی، لیکن اس نے اپنا یہ خدشہ ظاہر نہیں کیا اور پوچھا کہ وہ خط تم کیوں مانگ رہے ہو؟

ابن زیاد ملعون نے کہا کہ جب تک تم مجھے وہ خط نہیں دو گے تمہیں کوئی انعام نہیں مل سکے گا، یہ بات سنتے ہی اسے یقین کامل ہو گیا کہ رائے کی حکومت کا میرا دیرینہ خواب اب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا، مگر پھر بھی امید کی ایک موہوم سی کرن اس کے دل میں یہ تھی کہ وہ خط یزید ابن معاویہ ملعونِ شام کو دِکھا کر اس وعدہ کی تکمیل کی درخواست کی جا سکتی ہے کہ جو ابن زیاد ملعون نے مجھ سے کیا تھا اس لئے ابن سعد ملعون نے اسے خط دینے سے انکار کر دیا

ابن زیاد ملعون نے درشتی سے کہا کہ اگر تم خط نہیں دو گے تو میں تجھے ذرہ بھر انعام بھی نہیں دوں گا، ابن سعد ملعون نے کہا کہ یہ خط میں یزید ملعون کے سامنے پیش کر کے وعدے کی تکمیل کی کوشش کروں گا، ابن زیاد ملعون نے کہا کہ اگر تم خط وہاں پیش کرو گے تو میں یزید ملعون سے کہہ دوں گا کہ دس محرم کی رات تک تم امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام سے ساز باز میں مصروف رہے تھے، اور یہ بھی بتاؤں گا کہ تو نے تو خود مجھے یہ کہا تھا کہ فرزند رسول علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید نہیں کرنا چاہیے، اور تمہارے لکھے ہوئے وہ اشعار بھی یزید ملعون کو دِکھاؤں گا کہ جو تم نے مجھے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی مخالفت سے روکنے کیلئے کہے تھے، اور وہ تمام نصیحتیں جو تم مجھے کرتے رہے تھے، وہ سب تفصیل کے ساتھ بتاؤں گا تو پھر بتاؤ کہ تمہیں انعام ملے گا یا جہنم؟

اس لئے تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ خط فوراً میرے حوالے کر دے، کیونکہ کربلا روانگی کے وقت تم نے کہا تھا کہ میں یہ قدم صرف تمہاری خوشی اور خوشنودی

کیلیئے اٹھا رہا ہوں، اب کس منہ سے رائے کی حکومت کا دعوے دار بن کر آیا ہے
جس وقت ابن زیاد ملعون نے یہ بات کی تو ابن سعد ملعون چند اشعار پڑھتا ہوا وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا، جن کا مفہوم یہ تھا کہ
میری پوزیشن آج ایک ایسے مفلس اور تنگ دست کافر کی طرح ہے کہ جس کو نہ تو دنیا مل سکی اور نہ ہی عقبیٰ ...... میری حالت آج اس بدصورت پیشہ ور لونڈی کی طرح ہے کہ جسے نہ لذتِ نفس ملتی ہے اور نہ پیسہ یعنی دولت ملتی ہے
مجھ سے زیادہ بد بخت اور کون ہوسکتا ہے؟ کہ میں نے شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہوئے دولت، حکومت اور جاگیروں کے لالچ میں اپنی آخرت خود اپنے ہی ہاتھوں سے برباد کی ہے، مگر افسوس کہ نہ تو مجھے دولت اور حکومت ملی، اور نہ ہی عقبیٰ کے سنورنے کی امید باقی رہی

﴿ زندانِ کوفہ ﴾

12 محرم الحرام کے حالات بیان کرتے ہوئے میں عرض کر رہا تھا کہ پاک قافلہءِ تسلیم و رضا کو قصر دار الامارہ سے مشرقی جانب واقع زندان یا نور محل میں پہنچا دیا گیا، اب یہاں اس زندان کی حالت اور وہاں موجود کائنات کی مقدس ترین ذواتِ مقدسہ علیہم الصلواۃ والسلام کی کیفیات عرض کرنا چاہتا ہوں
تاریخ کربلا شاہد ہے کہ زندانِ کوفہ دو حصوں پر مشتمل تھا، ایک اس کا بالائی حصہ تھا، جسے آپ گراؤنڈ فلور سمجھ لیں، اور دوسرا زیریں حصہ تھا، جسے آپ تہہ خانہ یا سرداب کہہ سکتے ہیں، یہ ایک تنگ و تاریک کمرہ تھا جس میں روشنی یا ہوا کا کوئی

انتظام نہیں تھا، اسی ایک کمرے میں تمام پردہ داروں کو پہنچا دیا گیا جہاں ان کیلئے کھل کر بیٹھنے کی گنجائش بھی نہ تھی، اور اسی جگہ پاک پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن نے تمام رات گزاری، مگر حالت یہ تھی کہ

☆فلما جلست صلواۃ اللہ علیہا فی المجلس وحولها النساء والبنات واليتامى بحالة تقشعر منه الجلود بل يذوب الحجر الجلود يتضرعون وينوحون ويبكون ويندبون على ما عليه من حالة القادحة

جناب معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا تمام پاک پردہ دارانِ توحید صلواۃ اللہ علیہن کے درمیان میں تھیں اور باقی مستورات صلواۃ اللہ علیہن ان کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے تشریف فرما تھیں، اور سبھی مستورات نے مل کر گریہ کرنا شروع کر دیا، گزرے ہوئے دن کی ایک ایک بات اور مظالم و مصائب کو یاد کرتے ہوئے روتی رہیں، کوئی پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا اپنے بیٹوں کی یاد میں، اور کوئی پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا اپنے بھائیوں کی یاد میں منہمک ہو کر گریہ فرماتی رہی، یہ گریہ و بکا اور نوحہ خوانی تمام رات جاری رہی

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ زندان نہیں ایک عزاء خانہ تھا کہ جہاں مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے عزادار مقیم تھے، جو کوفہ میں عزاداری کا آغاز کرتے ہوئے وہاں اس کی بنیادیں استوار کر رہے تھے، اور یہ ساری رات تمام پاک پردہ داروں کو روتے ہوئے گزر گئی

یہ گریہ وزاری، نوحہ خوانی اور محفل عزاء فقط اسی نور محل میں منعقد نہیں ہو رہی تھی بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ تیرہ 13 محرم کی رات کوفہ کا کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں تھا کہ

جس میں امام مظلوم کرب و بلا علیہ الصلواۃ والسلام کی مظلومیت اور شہادت پر گریہ نہ کیا گیا ہو...... اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی محنت کا نتیجہ اور زندہ معجزہ تھا کہ دشمن اور دوست سبھی آپ کے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت پر گریہ کناں اور اشک فشاں تھے

13 محرم کی صبح ہوئی، مگر نہ ہونے جیسی کیونکہ حسب سابق آج بھی ہر طرف تاریکی کا راج تھا یعنی دنیا پر ایک اندھیرا چھایا ہوا تھا، اور یہ سلسلہ شام غریباں سے مسلسل جاری تھا

صبح کے تقریباً نو 9 بجے عمرابن حریث ملعون زندانِ کوفہ کے دروازے پر پہنچا اور شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آج آپ نے دربار تشریف لے جانا ہے، پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن سے عرض کریں کہ یہاں سے دربار قریب ہی ہے، اس لئے آپ سب کو وہاں تک پیدل ہی جانا پڑے گا

یہاں کچھ محل وقوع کے بارے میں بتاتا چلوں کہ زندانِ کوفہ کی پچھلی جانب وہ گھر اطہر تھا کہ جس میں پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے دورِ اقتدار میں پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن رہائش پذیر رہی تھیں، زندان سے جنوب کی طرف قصر دارالامارہ تھا، اس کے سامنے ایک چھوٹا سا راستہ تھا، اس راستے سے زندان کے مغربی طرف مسجد کوفہ تھی، مسجد کوفہ اور زندان کے درمیانی راستے کے کنارے زندان کے بالکل قریب جناب مسلم بن عقیل علیہما الصلواۃ والسلام کی مزار بنائی گئی تھی، جہاں آج ان کا روضہ اطہر بھی ہے، اور اس کے سامنے جناب ہانی علیہ السلام اور جناب حنظلہ علیہ السلام کی

مزاریں ہیں، یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کہ یہ جناب حنظلہ ابن مرہ علیہ السلام کون ہیں

جب کوفہ کے ظالمین نے جناب مسلم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب ہانی علیہ السلام کو شہید کیا تھا تو اس وقت ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی تھی، میں یہی کچھ کہہ سکتا ہوں کہ جس وقت ان کی پاک لاشوں کو سنہری مسندوں پر سلا کر بازار کی سیر کرائی جا رہی تھی تو آسمان وزمین کے ملکوت بھی سروں میں خاک ڈال کر رو رہے تھے

جس وقت کوفی ملاعین ان لاشوں کو محلّہ بنی مذحج کی گلیوں میں لے آئے تو جناب میثم تمار علیہ السلام کے گھر کے بالکل سامنے جناب حنظلہ بن مرہ علیہ السلام نے تلوار بے نیام کرتے ہوئے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کوفی ملاعین پر حملہ کر دیا، یہ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ فوج کے سنبھلنے سے پہلے انہوں نے 14 ملاعین کو جہنم واصل کر دیا مگر اس جنگ میں خود بھی شدید زخمی ہو کر زمین بوس ہو گئے، ان کے گرتے ہی باقی فوج نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں اسی مقام پر شہید کر دیا، اس کے بعد ان کی لاش کو بھی جناب امیر مسلم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب ہانی علیہ السلام کے ساتھ بازار کی سیر کرانا شروع کر دی، مگر ابھی یہ لوگ یہاں سے چند قدم ہی چلے تھے کہ جناب ہانی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے احساس دِلانے پر قبیلہ بنی مذحج نے اپنے حلیف قبائل کے ساتھ مل کر کوفیوں پر حملہ کر دیا تھا، اور کوفی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے

اس وقت جناب میثم تمار علیہ السلام کی زوجہ نے فوراً یہ لاشیں اٹھوا کر اپنے گھر رکھوا دیں، پھر رات کے وقت جناب ہانی علیہ السلام کی بیوی نے ان لاشوں کے غسل و کفن کا

انتظام کیا اور مسجد کوفہ کی دیوار کے ساتھ دفن کروادیا تھا، مگر خوفِ ظالمین کی وجہ سے ان مزاروں کے نشان مٹا دیئے گئے تھے

جب پاک قافلہءِ تسلیم ورضا کوفہ پہنچا تو اس وقت جناب میثم تمار علیہ السلام کی بیوی اور جناب حنظلہ بن مرہ سلام اللہ علیہا کی بیوی ان کی مزاروں کی خفیہ طور پر محافظت کر رہی تھیں، اور اس وقت تک ان لاشوں کی تدفین کا علم جناب ہانی علیہ السلام، جناب میثم تمار علیہ السلام اور جناب حنظلہ علیہ السلام کی بیوگان اور ان کے خاص غلاموں کے علاوہ کسی کو نہیں تھا، یعنی اس وقت تک یہ مزاریں گمنام تھیں، کافی عرصہ بعد یہاں روضہ ہائے اطہر تعمیر کیئے گئے تھے

ان مزاروں کے آگے شمالاً جنوباً ایک راستہ تھا جو مسجد کوفہ کے شمالی دروازے تک جاتا تھا، اس زمانہ میں یہ دروازہ صرف مستورات کیلیئے مخصوص تھا، اور عموماً اس دروازے سے کوئی مرد داخل نہیں ہوتا تھا

زندان سے پیدل چل کر پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے مقدس کارواں نے اسی شمالی دروازہ سے گزر کر دربار میں جانا تھا، آج معلوم نہیں کہ وہ دروازہ باقی بھی ہے یا نہیں، اس زمانہ میں اس دروازہ کے اندر مستورات کیلیئے علیحدہ باپردہ حصہ مختص تھا کہ جہاں مستوراتِ کوفہ جا کر نمازیں بھی ادا کرتی تھیں اور دربار کے اہم پروسیشن (procession) بھی دیکھتی تھیں

پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کا مقدس کارواں اپنے نورمحل سے برآمد ہوا، اور پردۂ تطہیر کی چاردیواری میں چلتا ہوا مسجد کوفہ کی جانب روانہ ہوا

زندان سے چند قدم کے فاصلہ پر سامنے سیاہ پردوں میں ملبوس دو عورتیں کھڑی

ہوئی دِکھائی دیں، جب پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن ان عورتوں کے قریب پہنچیں تو ان میں سے ایک عورت نے آگے بڑھ کر جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں پر ہاتھ رکھے اور عرض کیا کہ آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کا بہت دکھ ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارے سرتاج کا بھی بہت دکھ ہے، پھر دوسری مستور نے آگے بڑھ کر قدم چومے اور رو رو کر عرض کرنے لگی کہ ہمیں آپ کے پاک گھر کے اجڑنے کا بہت دکھ ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیٹیوں کے یتیم ہونے کا ہمیں بھی بہت دکھ ہے، اس باہمی پرسہ داری کے بعد دونوں عورتوں نے عرض کیا کہ ہم شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بہن صلواۃ اللہ علیہا سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں وقت کم ہے اور ہر طرف دشمن ہیں، اس لئے ہم دونوں زیادہ دیر تک ٹھہر نہیں سکتی ہیں، اس وقت شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک ہمشیر یعنی جناب امیر مسلم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک زوجہ صلواۃ اللہ علیہا نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ آپ دونوں کون ہیں اور ہمیں کیا کہنا چاہتی ہیں؟

انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ آقازادی! ہم دونوں بہت مشکل سے یہاں تک پہنچی ہیں اور آپ کو آپ کے سرتاج جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پرسہ دینا چاہتی ہیں، اس ظالم شہر میں ان پر جو مظالم ڈھائے گئے تھے ان کے بارے میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتی ہیں، اور ہماری یہ خواہش بھی ہے کہ آپ کو آپ کے پاک سرتاج علیہ الصلواۃ والسلام کی مزار دِکھائیں اور آپ کو ان کی مزارِ اطہر پر لے جائیں، اس وقت جناب غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک ہمشیر صلواۃ اللہ علیہا نے بے تابی سے پوچھا کہ ہمارے پاک سرتاج علیہ الصلواۃ والسلام کی مزار کہاں ہے؟

اس وقت انہوں نے خاموشی سے ایک طرف اشارہ کیا تو سبھی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے ادھر نگاہ کی، دیکھا کہ مسجد کوفہ کی دیوار کے ساتھ مٹی کا ایک ڈھیر دِکھائی دیا، اس کے سامنے مٹی کی تین ڈھیریاں اور بھی نظر آ رہی تھیں، ان عورتوں نے عرض کیا کہ یہ جو سامنے مٹی کی ڈھیری نظر آ رہی ہے یہی آپ کے پاک سرتاج جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی مزار ہے، اس وقت پاک معظّمہ بی بی علیہ الصلواۃ والسلام نے حسرت بھری نگاہوں سے پاک مزار کی طرف دیکھا اور پاک سرتاج سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ میرے پاک سرتاج! اس وقت میں بہت مجبور ہوں کہ آپ کی مزار پر حاضر نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر طرف پہرے ہیں، اور مجھے ہمیشہ یہ دکھ رہے گا کہ میں آپ کی پاک مزار پر چند اشک نہیں بہا سکی، نہ فاتحہ پڑھ سکی اور نہ ہی پھول چڑھا سکی، یہ مجبوریاں ہمیشہ مجھے رُلاتی رہیں گی

میرے سرتاج! مجھے اپنے کمسن شہزادوں کے بارے میں بہت زیادہ تشویش ہے، خدا جانے وہ اس وقت کہاں اور کس حال میں ہیں؟ کمسن ہیں، معصوم ہیں، ہر طرف دشمن ہی دشمن ہیں جو ہمارے بچوں پر بھی رحم نہیں کرتے ہیں، پردیس میں نہ جانے وہ کیسے وقت گزار رہے ہوں گے؟ یہاں کوئی شخص ہمیں ان کے بارے میں کوئی درست اطلاع فراہم نہیں کر رہا ہے، اس لئے میں ان کیلئے بہت زیادہ پریشان ہوں کیونکہ آخر میں ایک ماں ہوں

تمام مومنین ان آنسو بھری آنکھوں کے وسیلہ سے بارگاہِ رب العزت میں دعا کریں کہ اس پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو اپنے کمسن معصوم بیٹے جلد از جلد مل جائیں، اور ان کی ماتا کی حسرتیں اور آرزوئیں پوری ہوں، پاک معظّمہ بی بی

صلواۃ اللہ علیہا دوبارہ اپنے سہاگ کے سائے میں خوشیاں منائیں، جناب امیر مسلمؑ پاک علیہ الصلواۃ والسلام کا گھر دوبارہ آباد ہو، جناب عقیل علیہ الصلواۃ والسلام کے تمام فرزندان علیہم الصلواۃ والسلام کو ابدی اور دائمی خوشیاں نصیب ہوں، ان کے پاک منتقم ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف فوراً تلوارِ انتقام بلند فرمائیں، اور وہ تمام موالیین اور مومنین جنہوں نے ان کے دکھوں پر آج تک آنسو بہائے ہیں، اب ان کے پاک گھر کی خوشیوں میں شریک ہوں تاکہ ان کے دلوں سے دکھوں کے تمام داغ ہمیشہ کیلئے مٹ جائیں

آمین یا رب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 31

داخلہ دربارِ کوفہ

آج میں اپنا موضوعِ گفتگو شروع کرنے سے پہلے آپ سب کو ایک حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، یعنی ایک بہت بڑے اشتباہ کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں

اکثر کتب مقاتل میں یہ واقعہ درج ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے دربارِ کوفہ میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کی بے ادبی اور گستاخی کی تھی، میں تاریخ میں موجود الفاظ دہرا کر آپ کی دل آزاری کرنے سے معذرت کرتے ہوئے اس واقعہ کی حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں

میری تحقیق کے مطابق ابن زیاد ملعون نے اس پہلی پیشی کے موقع پر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر سے کوئی گستاخی نہیں کی تھی، بلکہ اس نے پاک پردۂ توحید و رسالت کی جانب گستاخانہ رویہ رکھنے کا اِرادہ کیا تھا، اور اس غلط اِرادہ کرنے کا انجام کیا ہوا؟ ...... یہی میں بیان کرنا چاہتا ہوں

گیارہ محرم، 61 ہجری، ہفتہ کے دن، بعد از نمازِ ظہر، بروایت دیگر بعد از نمازِ عصر قافلہءِ تسلیم و رضا کربلا سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا، بارہ 12 محرم کی رات یعنی ہفتہ اور اِتوار کی درمیانی رات یہ پاک کارواں کوفہ سے باہر مسجد حنانہ میں پہنچا اور رات کا باقی حصہ انہوں نے مسجد حنانہ میں ہی گزارا

بارہ 12 محرم، اِتوار کے دن کاروانِ تسلیم و رضا کوفہ شہر میں تشریف لایا، اور اسے مختلف محلوں، گلیوں اور کناسہ کوفہ کی سیر کرانے کے بعد زندان میں پہنچا دیا گیا مگر انہیں فرعونِ کوفہ کے دربار میں پیش نہیں کیا جا سکا، بلکہ 13 محرم سوموار کے دن دربار میں لایا گیا، یہ تو تھا گذشتہ مجالس کا خلاصہ، اور اب آئندہ کے واقعات ملاحظہ فرمائیں

13 محرم سوموار کے دن عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے اپنا دربار شاہانہ انداز میں سجایا اور ہر خاص و عام کو حکماً دربار میں حاضر ہونے کی دعوت دی

جس وقت دربارِ کوفہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر چکا تو اس ملعونِ ازل نے کربلا سے واپس آنے والے ملاعین کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ اب تمام شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر دربار میں میرے سامنے پیش کیے جائیں

کربلا میں عمر ابن سعد ملعون نے جس طرح کوفہ کے مختلف قبائل میں حصولِ انعام کی خاطر سرہائے اطہر تقسیم کیے تھے، اسی طرح ہر قبیلہ کے رئیس نے اپنے معتبرین کو سرہائے اطہر دے دیے

☆فاحضر عنده ساير الرؤس منصوبة على الاخشاب بالباب

اور یہ لوگ سرہائے اطہر اٹھا کر دربارِ کوفہ کے مرکزی دروازہ پر آ کھڑے ہوئے میں اس وقت کی حقیقی کیفیات تو بیان نہیں کر سکتا کہ یہ سرہائے اطہر کس شانِ مظلومی کے ساتھ دربار کے سامنے لائے گئے تھے، حدودِ ادب و احترام میں رہتے ہوئے یہی کچھ کہہ سکتا ہوں کہ ہر مظلوم کا پاک سر مقام معراج پر سرفراز تھا، لوگوں کے ہاتھوں میں شجر طوبیٰ کی شاخیں تھیں، اور ان کی بلند ٹہنیوں پر ہر مظلوم علیہ الصلواۃ

والسلام کا سر اطہر ذاتِ واجب الوجود کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھا
تمام قبائل کے سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں مظلوموں کے سر ہائے اطہر اٹھا کر اس انتظار میں کھڑے تھے کہ ابھی فرعونِ کوفہ انہیں انعام دینے کیلئے بلائے گا
یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کہ یہ دربارِ عام قصر دارالامارہ کی بجائے مسجد کوفہ میں منعقد کیا گیا تھا، یہ وہی مسجد تھی کہ جس میں کبھی سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر جلوہ افروز ہوا کرتے تھے، اور جس میں 19 رمضان سن 40 ہجری میں انہیں شہید کیا گیا تھا
اس وقت دربار کوفہ کے اندر کا منظر یہ تھا کہ تمام دربار لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں تھی، جنوبی طرف ایک منبر تخت کی طرح آراستہ تھا اور سب لوگ فرعونِ کوفہ کے انتظار میں تھے کیونکہ یہ ملعون ابھی تک نہیں پہنچا تھا
تھوڑی دیر کے بعد ایک حاجب نے اس ملعونِ ازل کی آمد کا اعلان کیا تو وہاں موجود سب لوگوں کی نگاہیں اس چھوٹے دروازہ کی طرف اٹھیں کہ جو قصر کی جانب کھلتا تھا، یہ ظالم بڑے متکبرانہ انداز سے مسجد میں داخل ہوا تو سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے، یہ ملعونِ ازل آ کر تخت پر براجمان ہوا اور اس نے تمام ہجوم پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی

☆فامر اللعين فی النشاتين باحضار راس الحسين علیہ الصلوٰۃ والسلام فی طشت من اللجين ()

اور حکم دیا کہ سب سے پہلے مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر طشت زریں میں پیش کیا جائے، حکم کی تعمیل میں ایک ملعون نے سر اطہر پیش کیا

اس کے بعد مختلف قبائل کے سردار باری باری ترتیب وار شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے پاک سر لے کر دربار میں آنے لگے

جب بھی کسی شہید کا سر اطہر لے کر کوئی سردار دربار میں داخل ہوتا تو کچھ لوگ اس وقت خوشی کے اظہار کیلئے نعرۂ تکبیر بلند کرتے اور قہقہے لگاتے ، مگر کچھ ایسے بھی تھے کہ جو سر جھکا کر سسکیاں بھرتے ہوئے رونے لگتے تھے

یہ ملعونِ ازل ایک ایک شہید کے بارے میں پوچھتا رہا کہ یہ کون ہے؟ یہ کس کا سر ہے؟ جس وقت تمام شہدا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر اطہر دربار میں پیش کئے جا چکے

☆ثم امر باحضار الاساریٰ ذکوراً واناثا من السجن فی المجلس

تو اس وقت ملعونِ ازل نے حکم دیا کہ اب کاروانِ تسلیم ورضا کو پیش کیا جائے

یہاں اس بات کی تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ مسجد کوفہ سے زندان کتنے فاصلہ پر اور کس سمت میں تھا؟ عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا محل کس سمت میں تھا؟ اور اس دور میں مسجد کوفہ کے اندر کیا کیا تھا؟

ہمیں یہ تو معلوم نہیں ہے کہ آج سے 1400 سال پہلے مسجد کوفہ کا صحیح نقشہ کیسا تھا، البتہ کتابوں سے فقط مختلف مقامات کے محل وقوع اور سمتوں کا تعیّن ہوتا ہے کہ مسجد کوفہ سے مشرقی جانب سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا سابقہ گھر اطہر تھا، جس کے صحن کے دو دروازے تھے، ایک مرکزی دروازہ جنوب کی طرف تھا، اور دوسرا چھوٹا دروازہ مغربی جانب تھا، اسی دروازہ سے سرکار تا جدارِ امامت وولایت علیہ الصلواۃ والسلام اپنے گھر اطہر سے مسجد کوفہ تک تشریف لایا اور لے جایا کرتے تھے، اگر مشرقی دروازہ سے مسجد کوفہ میں داخل ہوں تو سامنے ہی وہ مقام ہے کہ جہاں

امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر اطہر پر ابن ملجم ملعون نے ضرب لگائی تھی

مسجد کوفہ کی دیوار سے مشرقی سمت والے راستے پر جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب ہانی علیہ السلام کی مزاریں تھیں، پھر یہاں سے تھوڑے سے فاصلہ پر اسی مشرقی جانب عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا قصر دارالامارہ تھا

مسجد کوفہ کے اندر ابتداء ہی سے ایک چھوٹا سا حصہ علیحدہ کر کے اسے مستورات کیلئے مختص کر دیا گیا تھا، یعنی جو مستورات مسجد میں نماز پڑھنا چاہتی تھیں یا دربار کوفہ کی کاروائی دیکھنا چاہتی تھیں تو وہ اسی زنانہ حصہ میں آ جاتی تھیں، یہ حصہ مسجد کے اندر مشرقی طرف تھا، اس زنانہ اور مردانہ حصہ کے درمیان ہمیشہ ایک جالی دار باریک سا پردہ لگا رہتا تھا، جس سے عورتیں دربار کی کاروائی دیکھ سکتی تھیں پردے کے سامنے منبر لگا ہوتا تھا جس کا رخ شمال کی طرف ہوتا تھا، اس منبر کے سامنے شمال کی طرف مرد آ کر بیٹھا کرتے تھے، یہ ہمیشہ باب الفیل سے مسجد میں داخل ہوتے تھے جو مغربی طرف تھا، شاید یہی دروازہ اس دور میں بابِ کندہ بھی کہلاتا تھا کیونکہ اسی دروازہ کے سامنے ہی محلّہ بنی کندہ واقع تھا جو کافی طویل و عریض محلّہ تھا

سرکار مولا امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سابقہ گھر اطہر اور مسجد کوفہ کے درمیان ہی زندانِ کوفہ تھا جو بہت سے حصوں پر مشتمل تھا اور اس میں بہت سے تہہ خانے بھی تھے

جس وقت قافلہءِ تسلیم و رضا کربلا سے کوفہ پہنچا اور انہیں اس زندان میں لایا گیا تو اس وقت اسی زندان کے ایک حصہ میں جناب مختار ثقفی علیہ السلام اور کوفہ کے بہت

سے شیعہ بھی اسیر تھے، اور جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے دو فرزند جناب محمدؑ و ابراہیمؑ علیہما الصلواۃ والسلام بھی اسی زندان کے کسی تہہ خانے میں پابند رضائے اِلٰہی تھے، مگر اس موقع پر وہ کسی کو یاد نہ رہے، یا پھر کوفیوں نے جان بوجھ کر انہیں فراموش کر دیا تھا

اس وضاحت کے بعد میں واپس اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں

میں عرض کر رہا تھا کہ جس وقت فرعونِ کوفہ نے حکم دیا کہ اب قافلہءِ تسلیم و رضا کے اسیران کو دربار میں پیش کیا جائے تو کوفی فوج کا ایک دستہ زندان کے دروازے پر پہنچا اور انہوں نے جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ سب کو فرعونِ کوفہ نے دربار میں بلایا ہے

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو تیار ہونے کا حکم دیا، تو پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے تطہیر کے پردے بنائے، جناب جبرائیل نے آ کر قناتیں لگائیں، اور حورانِ جناں کے زمرہ میں پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن دربار کی طرف روانہ ہوئے

یہاں تاریخ تو بالکل خاموش ہے مگر محلِ وقوع کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت جناب شریکتہ الحسینؑ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے لٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ زندان سے باہر تشریف لائی ہوں گی تو ان کی نگاہ سب سے پہلے اپنے گھر کے دروازے پر پڑی ہوگی کہ جہاں اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے دورِ اقتدار میں چار سال تک اِس پاک معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا نے بخت و اقبال کا عروج دیکھا تھا، 17 جوان بھائی ہر وقت خدمت کیلئے تیار رہتے تھے، کوفہ کی عورتیں کئی کئی دن

تک حاضرِ بارگاہ ہونے کی اجازت طلب کیا کرتی تھیں پھر انہیں زیارت کی اجازت ملتی تھی

آج وہی گھر ہے، وہی مسجد ہے، وہی ماحول ہے، وہی کوفی ہیں، مگر نہ جناب عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام ہیں، نہ جناب محمدؑ حنفیہ علیہ الصلواۃ والسلام ہیں، نہ ہی کائنات سے زیادہ غیور پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام ہیں...... ایک وہ زمانہ تھا کہ جب شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کو اسی مسجد کوفہ میں ضرب لگی تھی تو پاک پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کا رات کی تاریکی میں مسجد تک آنا گوارا نہیں کیا گیا تھا، مگر آج لاکھوں کا ہجوم مسجد کے اندر انتظار کر رہا ہے، دوسری طرف تمام سادانیوں صلواۃ اللہ علیہن کے قافلہ کا صرف ایک ہی وارث ہے کہ جو بیمار ہے، اور ظاہراً کوئی پردہ بنانے والا بھی موجود نہیں ہے

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاک سیدہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ضرور فرمایا ہوگا کہ ایک وقت وہ بھی تھا کہ میں اس کوفہ کی شہزادی یا خاتونِ اول تھی، اور میرے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام اسی کوفہ کے حاکم مطلق تھے، وہ میرے بخت و اقبال کا دور تھا کہ جب میرے بھائی میرے پردوں کے نگران اور محافظ تھے، مگر آج امت نابکار نے ہمیں اس حال تک پہنچا دیا ہے کہ پردۂ تطہیر و قدیر کی مالکہ ہونے کے باوجود مخدراتِ عصمت وطہارت صلواۃ اللہ علیہن کو ساتھ لے کر بازار سے گزر کر دربار کی جانب جا رہی ہوں، اور کوئی ہم پر رحم کرنے والا بھی نہیں ہے

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے تمام قافلہ کے ساتھ مسجد کوفہ کے شمالی دروازے سے مسجد میں داخل ہوئیں کہ جس دروازہ سے کوفہ کی عورتیں مسجد میں داخل ہوا

کرتی تھیں، مسجد کے اندر مقام خضر علیہ السلام (جو آج بھی موجود ہے) سے ہوتی ہوئی دکۃ القضایا سے آگے اس مقام پر جا کر رک گئیں کہ جہاں آج مقام امام جعفر الصادق علیہ الصلواۃ والسلام ہے

سرکار امام جعفر الصادق علیہ الصلواۃ والسلام جب بھی مسجد کوفہ میں تشریف لاتے تو اکثر اسی مقام پر آ کر خصوصی نماز ادا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں ہمارے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو کافی دیر تک رکنا پڑا تھا

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو زنانہ حصہ میں پہنچانے کے بعد خود چند معصوم بچوں اور کچھ غلاموں کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے فرعونِ کوفہ کے تخت کے سامنے تشریف لے آئے

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ظہور اسلام کے بعد کا یہ دستور تھا کہ ہر مسجد میں زنانہ حصہ الگ بنایا جاتا تھا، اور جب کوئی بھی مستور کسی بھی نیت سے (چاہے وہ مسلمان ہوتی یا کافرہ، اپنی ہوتی یا غیر، خیر خواہ ہوتی یا بدخواہ اور دشمن) مسجد کے اندر آنا چاہتی تو اس کے احترام کے پیش نظر اسے مردانہ حصہ میں آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی، بلکہ وہ اسی زنانہ حصہ میں آتی تھی

اس لئے مسجد کوفہ میں بھی یہ انتظام موجود تھا، اور اسی قانون کے تحت تمام پردہ دارانِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن مسجد کے زنان خانہ میں آ کر رک گئے، اور پردہ کے تحفظ کیلئے پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن مسجد کوفہ کے ایک چوڑے ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے، اور ان کی کنیزوں نے چاروں طرف سے انہیں اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ پردے کی ایک دیوار سی بن گئی

ملعونِ ازل نے متکبرانہ نگاہوں سے دیکھا تو اسے اپنے سامنے ایک بیمار، کچھ معصوم بچے، چند زخمی نوخیز اور کچھ اسیر غلام نظر آئے، اس ملعونِ ازل نے فرعونیت آمیز لہجے میں سوال کیا یہ سب سے آگے کون جناب ہیں؟

زندان کے داروغہ عمر ابن حریث ملعون نے بتایا کہ یہ جناب علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ صلواۃ اللہ علیہن ہیں، ملعونِ ازل نے بکواس کی ایک علیؑ ابن الحسینؑ علیہا الصلواۃ والسلام کو تو کربلا میں اللہ تعالیٰ نے شہید کروادیا ہے، پھر یہ کون سے علیؑ علیہ الصلواۃ والسلام ہیں؟

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ملعونِ ازل! تو اس بات سے واقف ہی نہیں ہے کہ قابض اور قاتل کے درمیان کیا فرق ہے، اللہ تعالیٰ قابض ہے، قاتل نہیں ہے، اگر قاتل کو قابض سمجھ لیا جائے تو پھر دنیا کا ہر قاتل بے گناہ ثابت ہوگا، مگر اللہ نے قاتل کو قاتل قرار دیا ہے اور قاتلین پر اللہ نے لعنت کی ہے

شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام میرے چھوٹے بھائی تھے، اور ان کے قاتل تم لوگ ہو

ملعونِ ازل نے حیران ہوکر سوال کیا کہ کیا آپ نے مجھ پر لعنت کی ہے؟

آپ نے فرمایا کہ ایک عام مومن کے قاتل پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اور یہ تو قرآنِ کریم نے خود لعنت کی ہے، ہم نے نہیں کی ہے

یہ ملعونِ ازل بگڑ کر کہنے لگا کہ فوراً جلاد کو بلاؤ، انہوں نے مجھ پر لعنت کی ہے

جب اس ملعون نے جلاد کو بلایا تو اس وقت ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے پس پردہ آواز دی کہ اے ملعونِ ازل! تیری یہ جرأت؟ کہ تو حجت اللہ فی العالمین علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کرنے کا حکم دے

جب ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے لہجہ میں کلام فرمایا تو اس

ملعون کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ، اس نے پوچھا کہ پس پردہ یہ کس کی آواز آ رہی ہے؟

ایک پاک کنیز نے درمیانی پردہ کے قریب آ کر پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کا تعارف کروایا تو ابن زیاد ملعون اس پردے کی جانب متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ کیا واقعی آپ نے ابھی تک یہ نہیں سمجھا کہ اللہ نے آپ لوگوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟

پاک ملکہ ءِ کونین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ

☆الحمد لله الذی اکرمنا بنبیّه محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وطهرنا من الرجس تطهیرا

تمام حمد ہے اس اللہ تعالیٰ کیلئے کہ جس نے ہمیں اپنے نبی کے ساتھ عزت بخشی ہے اور ہمیں ہر قسمی رجس سے پاک رکھا ہے کہ جس طرح پاک رکھنے کا حق تھا

ابن زیاد ملعون نے عرض کیا کہ

☆کیف صنع الله باهل بیتك

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا ہے؟ یہ آپ بھول رہے ہیں

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اچھا ہمیشہ اچھائی ہی کرتا ہے اور اللہ تعالی نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ

☆کتب الله علیهم القتال فبرزوا الی مضاجعهم سیجمع الله بینك و بینهم فیحاجون الیه ویختصمون عنده ( ) فانظر لمن الفتح یومئذ ثکلتك امك

اللہ تعالیٰ نے کچھ ہستیوں پر جہاد فرض کیا تھا ، اور وہ اپنی مقتل گاہ کی طرف خود چل کر آئے تھے ، ہاں ! عنقریب ہمارا آخری فرزند عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے ، ان کی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں اور ان شہیدوں کو جمع کرے گا ،

تمہاری اوران کی بات ہوگی ،اورتم سب سے ایک ایک ظلم کا حساب لیا جائے گا تیری ماں تیری لاش پر روئے ،اس دن دیکھنا فاتح کون ہے اور شکست خوردہ اور ذلیل کون ہے؟

حق وصداقت پر مبنی یہ پاک کلام سن کر ابن زیاد ملعون جوش میں آ گیا اور لغویات بکنے لگا، اس وقت زندان کے داروغہ عمر بن حریث نے اسے کہا کہ اے ملعونِ ازل! مردوں کو مردوں سے بات کرنا چاہیے، تجھے مستورات سے کلام کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، ابھی یہ ملعون کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ

ملکہ ءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا مسجد کوفہ میں منعقدہ دربارِ فرعون میں پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے لب ولہجہ میں گویا ہوئیں اور ایک ایسا خطبہ انشاء فرمایا کہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے ایک نابینا صحابی جناب عبداللہ ابن عفیف سلام اللہ علیہ نے اپنے مقام سے کھڑے ہوکر پوچھا کہ یہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے کون سے فرزند مصروف کلام ہیں کہ آج نطق سلونی بھی داد دینے میں مصروف ہے

یہ فصیح و بلیغ خطبہ سن کر ملعونِ ازل کا حیرت سے منہ کھل گیا، دریائے تحیر میں غرق ہو کر پوچھنے لگا کہ ☆ما ھذہ السجاعۃ ...... یہ کتنا مسجع اور مقفع کلام ہے

ملکہ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ

☆ماللمراۃ والسجاعۃ بل ان لی من الشجاعۃ لشغلاً

ہمارا ان شاعرانہ سجاعتوں سے کیا واسطہ؟ ...... ہاں! البتہ شجاعت ہمارے گھر کے حصہ میں آئی ہے، جو ہمارے بچوں کا کھیل ہے، جس کے ساتھ ہمارے بچے گہواروں میں کھیلتے ہیں، القصہ ابن زیاد ملعون کافی دیر تک اسی طرح آپ سے

سوال و جواب کرتا رہا، جو کہ پردہ پاک کیلئے کافی توہین آمیز رویہ تھا
یہاں ایک لطیف بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ابن زیاد ملعون کے فقرے کے جواب میں اس کے ہی فقرے میں سے تین صنائع استعمال فرمائے

1 ......صنعت تجنیس خطی کو استعمال فرمایا

2 ......صنعت تصریف السقط کو استعمال فرمایا

3 ......صنعت محوثبت کو استعمال فرمایا

چونکہ ابن زیاد ملعون نے اپنے فقرے میں لفظ ''سجاعت'' استعمال کیا تھا
پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اس کے ہی لفظ سجاعت کے اوپر صرف تین نقطے لگا کے اس کی تردید فرمائی، یعنی آپ نے یہ فرمایا کہ ہمارے حصے میں سجاعت نہیں شجاعت ہے، یہ نقاط کا اضافہ صنعت تصریف السقط کہلاتی ہے کیونکہ شجاعت اور سجاعت کے نقطے ہٹا دیئے جائیں تو دونوں الفاظ ایک جیسے ہو جاتے ہیں
اس لئے اس صنعت کو صنعت تجنیس خطی کہا جاتا ہے، آپ نے ابن زیاد ملعون کے فقرے میں سے ایک لفظ کو کاٹ کر صرف نقاط کا اضافہ فرمایا اور اسی سے نہ صرف اس ملعون کی بات کی تردید کردی بلکہ اپنا مافی الضمیر بھی بیان فرمایا
اس فنی لطافت کو شعراء صنعت محوثبت کہتے ہیں
اب خود اندازہ کریں کہ اس تمام خطبہ میں کس قدر علمی نقاط و نکات موجود ہوں گے، اور اس خطبہ کی تشریح کیلئے انسان کا کئی علوم کا عالم ہونا ضروری ہے اور اس کیلئے کئی ہزار صفحات بھی ناکافی ہیں، اس لئے میں اس خطبہ کو ترک کر رہا ہوں

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ بعض کتب میں اس موقع پر بہت سی توہین آمیز روایات بیان کی جاتی ہیں جو درست نہیں ہیں

مثلاً کہا جاتا ہے کہ فرعونِ کوفہ ابن زیاد ملعون نے جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کرنے کا حکم دیا مگر جب جلاد تلوار لے کر ان کے قریب آیا تو ملکہ عالمین معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا آگے بڑھ کر اپنے پاک فرزند کو بچانے کیلئے ان کے اوپر گر پڑیں، اور وہ ظالم بہت ظلم وستم سے آپ کو وہاں سے ہٹاتا رہا، پھر دربار میں موجود تمام پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے اوپر گر پڑے، جس کی وجہ سے ملعونِ کوفہ نے اس ہنگامہ کو ختم کرنے کیلئے قتل کا حکم واپس لے لیا

میں پہلے بھی بارہا عرض کر چکا ہوں کہ ہر وہ روایت توہین آمیز، لغو، غلط اور جھوٹی ہے کہ جس میں پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو کسی ظالم کے مس کرنے کا ذکر ہو، کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے وعدے کے خلاف ہے

صاحبانِ عرفان نے اپنی کتب میں یہ بات پوری وضاحت وصراحت سے بیان فرمائی ہے کہ جس وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام آخری سجدہ ادا کرنے میں مصروف تھے تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ☆ھل من ناصرٍ ینصرنا

اس وقت آسمان سے ایک خط نازل ہوا کہ اے میرے عاشق، میرے محبّ! ہم نے آپ پر شہادت واجب تو نہیں کی ہے، اگر آپ چاہیں تو ہر شئے واپس آ سکتی ہے اور آپ کے درجاتِ ارفع واعلیٰ میں بھی ذرہ بھر کمی نہیں ہو گی

شہنشاہِ معظم علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے خالق! ہمیں اپنی شہادت عزیز ہے، مگر ہماری مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے پردے کا ضامن تو خود ہے، تو خالق نے فرمایا میرا

''وعدہ رہا کہ آپ کے پاک پردے کا محافظ اور ضامن اب میں خود ہوں''
اسی لئے پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن جب خیام فلک احتشام سے باہر تشریف لانے لگے تو ایک طرف ساری کائنات کو تاریک کر دیا گیا، دوسری طرف ان کے پاک منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہ الشریف کو پردہ کی محافظت کیلئے بھیجا گیا، پھر بھی خالق نے حورانِ جن و انس میں یہ اعلان فرمایا کہ میرا اپنے محبّ کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں ان کے پردے کی حفاظت کروں گا، اب ستر ہزار حورانِ جناں جاکر پردے بنائیں اور ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں
تو ثابت ہوا کہ پاک پردۂ تطہیر کی حفاظت خالق کے ذمہ تھی، اس لئے ہر وہ روایت درست نہیں ہے کہ جس میں کسی پاک مستور کے پردہ کو کسی کافر کا مس کرنا بیان ہو، یا بلا واسطہ تطہیر کی مالک مستورات صلواۃ اللہ علیہن پر ظالمین کا ظلم کرنا ثابت ہو یہ صرف پاک گھر کی توہین نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی (نعوذ باللہ) توہین ہے
جہاں بھی دشمنوں نے توہین توحید و رسالت کا ارادہ کیا، وہاں اللہ تعالیٰ نے بلا توقف اپنے جبروتی نظام کو متحرک فرما دیا
تاریخ گواہ ہے کہ جب ملکہ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہن دربارِ کوفہ میں تشریف لے آئیں اور مسجد کے زنانہ حصہ میں پہنچیں تو اس وقت فرعونِ کوفہ نے یہ بکواس کی کہ ان کو دربار میں آنا چاہیے تھا، یہ عورتوں کے حصے میں کیوں تشریف لے گئی ہیں؟
اس وقت ملعون نے سامنے والی قنات ہٹائے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس ملعونِ ازل کے سامنے طشت میں موجود امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر متحرک ہوا،

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مقدس آنکھیں کھولیں، جلالِ الٰہی چہرۂ اطہر سے نمودار ہوا، قہرِ الٰہی سے لبریز آنکھیں جب اس ملعونِ ازل کی آنکھوں سے چار ہوئیں تو فرعونِ کوفہ کے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی

عبدالملک بن کردوس سے روایت ہے

☆رایت نارا قد خرجت من القصر کادت محرقة

میں نے دیکھا کہ ایوان مسجد سے ایک شعلہءِ آتش نمودار ہوا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی یہ دربار جل کر راکھ ہو جائے گا

☆فقام ابن زیاد لعین هارباً ودخل بعض بیوته ......ابن زیاد ملعون خوف کی وجہ سے بھاگ کر تخت سے نیچے اترا اور اپنے قصر کی طرف دوڑ گیا

☆تکلم الراس بصوت جهوری یسمعه ابن زیاد ومن معه وقال اتهرب من النار یا ملعون لئن عجزت منك فی الدنیا فانها فی الاخرة مثواك

اس وقت ہم سب نے سر اطہر سے ایک آواز سنی، جس سے تمام مسجد گونج اٹھی

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اب اس آتش سے کیونکر بھاگ رہا ہے؟ اگر یہاں سے بچ بھی گیا تو آتش آخرت تو تیرا مقدر ہے، اس جہنم سے کیسے بچ سکے گا؟

عبدالملک بن کردوس کہتا ہے کہ میں نے جا کر ملعونِ ازل کے ایک حاجب سے پوچھا کہ فرعونِ کوفہ آتش کے خوف سے بھاگ گیا تھا، تو پھر کیا ہوا؟ حاجب نے بتایا کہ میں دیکھ رہا تھا ملعونِ ازل دوڑتا ہوا اپنے محل کے اندر داخل ہوا

☆فاضطرم فی وجهه ناراً

مگراس کے چہرے کے سامنے آگ کا ایک شعلہ بھڑک رہا تھا، اوراس نے بچاؤ کیلیئے اپنی عبا کی آستین سے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا، پھر یہ ملعون بھاگتا ہوا اپنی ماں مرجانہ ملعونہ کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے پوچھا کہ اے ملعون! یہ آتش جہنم کہاں سے لے آیا ہے؟ یہ کہنے لگا کہ پاک گھر سے گستاخی کی سزا ہے

اس کی ماں مرجانہ ملعونہ کہنے لگی کہ اے ملعونِ ازل! فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی کم از کم سزا تو آتش جہنم ہی ہے، کیا تمہیں یہ بات پہلے معلوم نہیں تھی؟

پھر جب وہ آتش ختم ہوئی تو فرعونِ کوفہ میرے پاس آیا، اور آتے ہی پوچھا کہ تم نے بھی کچھ دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے تمہیں بھاگتے ہوئے دیکھا، شعلہءِ آتش بھی دیکھا، بلکہ سب کچھ دیکھا ہے، ابن زیاد ملعون نے کہا کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ کسی کو نہیں بتانا، اگر تو نے کسی کو بتایا تو تمہیں قتل کر دوں گا دربارِ کوفہ کے واقعات میں بہت کچھ لکھا گیا ہے جو بعید از عقل ہے کیونکہ ابن زیاد ملعون دو تجربات کر چکا تھا، اس لئے اس ملعون کے دل میں پھر کسی گستاخی کا حوصلہ نہ ہوا، جس وقت یہ ملعون کافی دیر کے بعد دوبارہ دربار میں پہنچا تو پھر اس نے کسی قسم کی کوئی گستاخی کرنے کی جرأت ہی نہیں کی

بلکہ جب امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام نے اس ملعون سے فرمایا تو نے ہمیں کافی دیر سے یہاں بلا وجہ کھڑا رکھا ہوا ہے، اب یہ سوچ کہ کل جب تو ہمارے جدا طہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوگا تو اس ظلم کا کیسے حساب دے گا؟ یہ سن کر ملعونِ ازل نے سر جھکا لیا اور عمرابن حریث ملعون کو حکم دیا کہ اب اس پاک کارواں کو ان کے

مقررہ نورمحل تک پہنچادو، ان کا فیصلہ میں نہیں کرسکتا بلکہ جس ظالم ازلی کی خاطر میں نے جہنم خریدی ہے وہ ملعون خود ہی ان کا فیصلہ کرے گا

اس وقت مسجد کوفہ کے زنانہ حصہ کا منظر عجیب تھا، ایک ایرانی شاعر ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کی کیفیات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ☆

شهزادی گیسو پریشاں درمیان دختراں

همچو ماه منخسف اندر میان اختراں

درمیاں بنشسته آں مظلومہؑ پر شور وشین

زیر لب آهسته گفتی واحسینم واحسینؑ

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنی پریشان زلفوں کے ساتھ اپنی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کے درمیان یوں تشریف فرما تھیں کہ جیسے گرہن شدہ چاند ستاروں کے درمیان ہو، اوران کی کیفیت یہ تھی کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا آہستہ آہستہ بین کر رہی تھیں ہائے میرے پیاسے بھائی، ہائے میرے امت کے مہمان بھائی

پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اپنے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام سے مخاطب ہوکر فرمانے لگیں کہ اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے وقت ہم مسجد کوفہ میں آنا چاہتی تھیں لیکن آپ نے ہمارے پردے کا احساس کرتے ہوئے ہمیں یہاں نہیں آنے دیا تھا، اور جب ہم نے اصرار کیا تو ہمارے پاک پردہ کے ضامن بھائی کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام رونے لگے تھے، حالانکہ اس وقت رات کی تاریکی تھی اور تمام پاک بھائی بھی ساتھ تھے، لیکن آج ہمیں اس حال میں مسجد کوفہ میں لایا گیا ہے کہ ہمارا کوئی ایک بھائی بھی موجود نہیں ہے، نہ ہی کوئی ہمارے پردوں کی

حفاظت کرنے والا ہے، خدا کرے کسی شریف زادی کو کبھی اس حال میں یہاں نہ آنا پڑے

سب مومنین عظام مل کر دعا کریں کہ ان پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں، جس وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہوں تو وہ عین قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے اس لئے ہمیں دورانِ مصائب ہمیشہ دعا کرنا چاہیے کہ اب تو ان مظلومین کے پاک وارث اور منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہُ الشریف جلد تشریف لائیں اور اپنے اجدادِ طیبین و طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کا انتقام لیں، معظّمہءِ کائنات بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن کے گھر آباد ہوں، یہ اپنے پاک بھائیوں اور بیٹوں کے ہمراہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آباد و شاد ہوں، اور ان کے تمام دشمن ملاعین اس طرح نیست و نابود ہوں کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہے

آمین یارب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشَّرِیف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 32

جناب عبداللہ بن عفیف

سلام اللہ علیہ

13 محرم الحرام، بمطابق 12-اکتوبر سوموار کے دن مسجد کوفہ میں عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا دربار لگا ہوا ہے، مسجد کے زنانہ حصہ میں پردہ کے پیچھے مخدراتِ عصمت وطہارت صلواۃ اللہ علیہن زمین کو عرشِ معلیٰ بنا کر تشریف فرما ہیں

ابن زیاد ملعون کے بھرے دربار میں بنت امیرالمومنین و امام المتقین علیہ الصلواۃ والسلام جناب سیدہ عالٓیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا تکمیل دین اور تبلیغ حق کیلئے خطبہ انشاء فرما رہی ہیں، مسجد کوفہ کے درودیوار کو امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے پروقار لب ولہجہ کی گھن گرج کی یاد تازہ ہورہی ہے، جس کے ایک ایک لفظ پر نطق سلونی بیساختہ احسنت احسنت کی صدا دے رہا ہے، تمام اہل دربار پر سکتہ طاری ہے، فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر موجزن ہے جو پوری مسجد کو اپنی مسلسل ابھرتی ہوئی لہروں میں اچھال رہا ہے، اس پاک خطاب کا ہر فقرہ قصر ظلم واستبداد کے سیاہ گنبد پر کدال کی طرح برس کر اسے بنیادوں تک متزلزل کیئے ہوئے ہے، تمام موجودگان گنگ و دنگ ہیں کہ دشمن خدا و رسول کے سامنے اعلائے کلمہ ءِ حق کا اس قدر بے باک مظاہرہ کرنے والی پاک ذات کون ہیں؟

عین اس وقت مسجد کے شمالی دروازہ سے سعد ازدی اندر داخل ہوا، اس کے پیچھے ایک ضعیف العمر شخص بھی اندر داخل ہوئے، اس ضعیف شخص نے سعد ازدی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا ہوا ہے کیونکہ وہ خود آنکھوں سے بے نیاز ہے، اس کی ایک آنکھ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت میں جنگ جمل کے دوران قربان ہوئی تھی اور دوسری آنکھ جنگ صفین میں فدا ہوئی تھی

مسجد کوفہ کے اندر مشرقی سائیڈ پر ملعونِ ازل کا تخت لگا ہوا ہے، اس کے ساتھ بنی ازد کے 600 نوجوان کھڑے ہیں، جس وقت انہوں نے اس ضعیف العمر بزرگوار کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج ہمارے سردار مسجد کوفہ میں کیسے آئے ہیں؟ یعنی ان کی خلافِ توقع آمد پر بنی ازد کے سبھی لوگ حیران ہیں، وہ ازدی نوجوان اس ضعیف بزرگ کو لے کر تخت کے سامنے آ پہنچا...... فاتحہ شام معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کا خطبہ جاری ہے، جب اس پاک خطبہ کی آواز اس ضعیف بزرگ شخص کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے سعد ازدی کا کاندھا ہلایا اور آہستہ آہستہ پوچھا کہ یہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے کون سے فرزند خطبہ دینے میں مصروف ہیں؟...... سعد ازدی نے روتے ہوئے انہیں بتایا کہ یہ سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے فرزند نہیں ہیں بلکہ پردۂ توحید کی مالک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہن پاک بابا کے لب ولہجہ میں خطبہ انشاء فرما رہی ہیں

یہ سنتے ہی وہ ضعیف بزرگ تڑپ کر کہنے لگا کہ کیا نوبت یہاں تک بھی پہنچ گئی ہے؟

جب پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اتمام حجت کی تکمیل فرما لی اور اپنا خطاب مکمل کیا تو اس وقت تمام دربار پر موت کی خاموشی طاری تھی، اور کافی دیر تک

مسجد میں موجود کسی شخص کو بولنے کی جرأت ہی نہ ہو سکی، البتہ ہجوم میں دبی دبی سسکیوں کی آوازیں واضح طور پر سنائی دے رہی تھیں

اس وقت ملعونِ کوفہ نے خاموشی کے اس سکوت کو توڑنے کیلئے کہا کہ سبحان اللہ کیا سجاعت ہے؟ کیسا مقفع و مسجع کلام ہے؟

جناب امینۃ الامامت معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا ہمارا سجاعت کے ساتھ کیا کام ہے؟ ہاں البتہ شجاعت ہمارے حصے میں آئی ہے

اس وقت ابن زیاد ملعونِ ازل نے ایک فقرہ کہا کہ

☆الحمد لله الذی اظهر الحق واهله ونصر یزید وحزبه لعنت الله علیهم اجمعین وقتل الحسین علیہ الصلواۃ والسلام وشیعته علیهم السلام

حمد ہے اس پروردگار کی کہ جس نے حق کو ظاہر کیا اور جس نے فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون اور اس کے ابلیسی لشکر کو فتح بخشی ہے، اور شہنشاہِ معظم مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کے انصار اللہ علیہم الصلواۃ والسلام کو شہادت کے درجہ پر فائز کیا

اس کے بعد ملعونِ کوفہ نے مزید بکواس کرنے کا ارادہ کیا تو اس ضعیف بزرگ کے نورانی چہرے پر جلال کی سرخی دوڑ گئی، اور انہوں نے گرج دار آواز کے ساتھ کہا کہ او ابن مرجانہ، او سمیہ کنجری کی اولاد، او کذاب ابن کذاب! بکواس بند کر

☆تقتل اولاد النبیین و تقوم علیٰ منبر الصدیقین

اولادِ انبیاء وصدیقین کو شہید کرنے کے بعد ان کے منبر پر غاصب ہونے والے تم پر اور تمہارے ملعون باپ پر اور تمہاری ساری جماعت پر اللہ کی لعنت ہو

یہ سن کر ابن زیاد ملعون نے غصے میں آ کر کہا کہ اے عبداللہ بن عفیف ازدی سلام اللہ

علیہ خاموش ہو جاؤ، یہ دربارِ حکومت ہے

جناب عبداللہ بن عفیف ازدی سلام اللہ علیہ نے فرمایا کہ بکواس بند کر، تم سے زیادہ بد بخت کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر کے فخر کر رہا ہے

ابن زیاد ملعون نے اپنے دربار میں موجود فوجیوں کو حکم دیا کہ اس ضعیف کو گرفتار کر کے قتل کر دو، جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم مجھے قتل سے نہ ڈراؤ، تمہارے پیدا ہونے سے بھی پہلے سے میں ہمیشہ یہی دعا مانگتا رہا ہوں کہ اے میرے خالق! مجھے اپنی راہ میں بدترین از خلائق افراد کے ہاتھوں شہادت نصیب فرما، پھر جس وقت میری آنکھیں راہِ رضائے حق پر چلتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئیں تو میں اس مرتبہء سعادت سے ناامید ہو گیا تھا اور دعا مانگنا بھی ترک کر دی تھی کہ شاید میرے نصیب میں یہ معراجِ سعادت نہ ہو گی، مگر آج تو نے مجھے جو خوشخبری سنائی ہے، یہ تو میری زندگی کا حاصل ہے، یہی تو میری زندگی کی مانگی ہوئی مراد ہے

ابن زیاد ملعون نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ بھرے دربار میں میری بے عزتی کر رہے ہیں؟ ...... آپ نے فرمایا کہ بے عزتی تو ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کی کوئی عزت ہو، تمہاری کیا عزت ہے؟ جو بے عزتی محسوس کرتے ہو

یہ سن کر ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر کے میرے سامنے لے آؤ، انہیں میں اپنے ہاتھوں سے شہید کروں گا

ابن زیاد ملعون کے بے غیرت فوجیوں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ نے آواز دی ''یا مبرور ...... یا مبرور''

واضح رہے کہ زمانہ قدیم میں مختلف قبائل کا دستور تھا کہ ان کا پہلے سے مقرر شدہ اپنا ایک مخصوص شعار یا نعرہ ہوتا تھا، جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ جس وقت اس قبیلے کا کوئی جوان کسی مصیبت یا خطرے میں گھر جاتا تو وہ اپنے قبیلہ کا مخصوص نعرہ لگاتا تھا، جس سے ناواقف لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہ فلاں قبیلہ کا فرد ہے

اور یہاں اگر اس کے حلیف قبائل کا کوئی فرد موجود ہوتا تو وہ بھی فوراً مدد کیلئے پہنچ جاتا تھا، یہی شعار یا نعرہ ہی ہر قبیلہ کی پہچان ہوا کرتا تھا اور میدانِ جنگ میں بھی اپنے قبیلہ اور حلیف قبائل کو متوجہ کرنے کیلئے یہی شعار استعمال ہوتا تھا

اسی طرح ازدی قبیلے کا نعرہ تھا "یا مبرور"

جس وقت جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ نے یہ نعرہ بلند کیا تو دربار میں سات سو تلواریں بہ یک وقت نیام سے باہر آئیں، سات سو تلواروں کی جھنکار سے دربار کی دیواریں لرز گئیں، دربار میں موجود تمام ازدی جوان تخت کے سامنے آ گئے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے سردار کو ہرگز گرفتار نہیں ہونے دیں گے

کچھ یمنی قبائل جو ازدی قبیلہ کے حلیف تھے، ان کے جو افراد اس وقت دربار میں موجود تھے وہ بھی اپنی تلواریں بے نیام کر کے سامنے آ گئے، جس وقت ملعونِ کوفہ کو تلواریں اپنی گردن کے بہت زیادہ قریب نظر آئیں تو اس نے فوراً اپنا حکم واپس لے لیا اور کہا کہ تم سب اپنے سردار سے کہو کہ وہ فوراً مسجد سے چلے جائیں

میرا خیال ہے کہ اس وقت پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن نے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ضرور عرض کیا ہو گا کہ نانا جان! خدا کرے مشکل وقت میں کوئی کسی کا مددگار ضرور ہو...... ازدی قبیلہ والوں نے تو اپنے سردار کو بچا لیا ہے

مگر ہمارا تو کسی نے خیال نہیں کیا، میرے پاک بھائی علیہم الصلواۃ والسلام تو دشت کربلا میں بے یارو مددگار شہید ہوتے رہے لیکن کسی نے انہیں بچانے کی کوشش ہی نہیں کی

المختصر......جس وقت دربار میں شدید مخالفت کی فضا پیدا ہوئی اور تلواریں بے نیام ہوکر چمکنے لگیں تو ابن زیاد ملعون کی فرعونیت کے غبارے کی تمام ہوا نکل گئی، اور پھر یہ ملعون تخت پر نہیں بیٹھا بلکہ واپس اپنے محل کی طرف چلا گیا، اور جاتے جاتے اس نے داروغہ زندان عمرا بن حریث ملعون کو حکم دیا کہ قافلہءِ تسلیم ورضا کو دوبارہ مسجد کوفہ سے ملحقہ زندان میں پہنچا دیا جائے اور انہیں آگاہ کردیا جائے کہ اب تمہارا فیصلہ میں نہیں کروں گا، بلکہ میں فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون کو خط لکھوں گا اور پھر وہاں سے جو حکم آئے گا اسی پر عمل کروں گا

یہ کہہ کر وہ ملعون اپنے محل میں چلا گیا، اور اپنی بے بسی اور بے عزتی پر زخمی سانپ کی طرح بستر پر بھی پیچ وتاب کھاتا رہا، یہ واقعہ نماز ظہر کے وقت پیش آیا تھا

جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ کو ازدی قبیلہ کے لوگ دربار سے بچا کر لائے اور پھر انہیں ان کے گھر تک پہنچا کر واپس اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے

ملعونِ کوفہ اپنے محل میں آکر پیچ وتاب کھاتے ہوئے سوچنے لگا کہ آج بنی ازد نے مجھے بھرے دربار میں ذلیل ورسوا کردیا ہے، میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا

کچھ دیر کے بعد اس ملعون نے اپنی فوج کے ایک سالار کو حکم دیا کہ ایک ہزار فوجیوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے اس ضعیف صحابی جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ کو گرفتار کر کے میرے دربار میں لے آؤ

جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ نماز عصر سے فارغ ہوکر مصلہءِ عبادت سے اُٹھے

ہی تھے کہ محلّہ بنی ازد میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز گونجی، آپ نے اپنی دختر سے فرمایا کہ بیٹا! میری شہادت کا وقت قریب ہے، لیکن میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ نہ ہی گھبرانا اور نہ ہی پریشان ہونا، اور اگر کسی بھی طرح ممکن ہو سکے تو قافلہِ تسلیم ورضا کی مدد اور نصرت ضرور کرنا

جس وقت یہ لشکر ابلیس اس محلّہ میں داخل ہوا تو بہت سے ازدی جوان اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے، اور ان کے حلیف قبائل بھی ان کی مدد کیلئے پہنچ گئے، مگر سامنے مسلح فوج تھی، شورش اور مدافعت کے خطرہ کے پیش نظر ابن زیاد ملعون نے محمد بن اشعث بن قیس کندی ملعون کو ایک بھاری کمک کے ساتھ پیچھے روانہ کیا، تھوڑی دیر بعد وہ بھی محلّہ بنی ازد میں پہنچ گیا جس کی وجہ سے یہ محلّہ میدان جنگ بن گیا، پہلے بات باہمی گفتگو سے شروع ہوئی، پھر آپس میں تلخ کلامی ہونے لگی تو تلواریں بے نیام ہو گئیں اور پھر جنگ شروع ہوئی

اس جنگ میں ازدی قبیلہ کو شکست ہوئی تو وہ فرار ہو گئے اور لشکر ابلیس دروازہ توڑ کر جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ کے گھر میں داخل ہو گیا

جس وقت وہ دروازہ توڑنے میں مصروف تھے تو جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ نے اپنی دختر سے فرمایا کہ بیٹا! آپ مجھے تلوار دے دیں اور پھر خود مکان کی چھت پر سوار ہو جائیں اور وہاں کھڑی ہو کر میری چشم بینا بن کر میری رہنمائی کرتی رہیں، جس طرف سے بھی یہ ملاعین مجھ پر حملہ آور ہوں مجھے آگاہ کرتی رہنا اور پھر میری تلوار کے جوہر دیکھنا، کیونکہ میں اپنے آپ کو ان ملاعین کے حوالے کرنے کی بجائے جنگ آزما ہو کر اور شہادت کے مرتبہِ عظیم پر فائز ہو کر مولا

امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناصرین میں شامل ہونا چاہتا ہوں

فن حرب وضرب کی مہارت اور شجاعت آخر کس دن کام آئے گی ، بینائی کا زائل ہونا میرے جذبۂ نصرت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا اور انشاء اللہ میں ان ظالمین کا ناک میں دم کر دوں گا اور ان کیلئے لقمۂ تر ثابت نہیں ہوں گا

جب یہ ملاعین ازل جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے کمرے کے دیوار کو پس پشت رکھتے ہوئے تلوار لہرائی اور رجز پڑھنا شروع کی ☆

انا ابن ذی الفضل عفیف الطاهر ...... عفیف شیخی و ابن ام عامر

کم دارع من جمعکم و حاسر ...... و بطل جدلته مغادر

﴿ مفہوم ﴾

فرمانے لگے کہ اے ملاعین ازل ! میری طرف دیکھو کہ میں ہی عبداللہ ابن عفیف ہوں ، ام عامر کا پوتا ہوں ، قبیلہ بنی ازد کا صاحب فضل و وقار سردار ہوں ، سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پرانا نمک خوار اور پروردہ ہوں

خبردار ! میرے نزدیک آنے کی حماقت ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں فن حرب وضرب کا ماہر ہی نہیں بلکہ استاد اور تجربہ شناس جنگجو ہوں ، جس وقت میں اپنی تلوار آبدار بے نیام کرتا ہوں تو دشمنوں کے منہ توڑ کر رکھ دیتا ہوں ، مجھ جیسا جری اور بہادر جنگاور بہت کم مائیں جنیں گی ، مقام شہادت میرے لئے مقام فخر و مباہات ہے جس کیلئے میں اپنے آپ کو تیار کر چکا ہوں ، کافی عرصہ کے بعد آج اپنے مالک و

مولا علیہ الصلواۃ والسلام کے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کا مجھے موقع میسر آیا ہے اور میں اس نادر موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کروں گا
کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا، ضعیفی اور کم نظری راہِ نصرتِ حق میں حائل ہو ہی نہیں سکتی، جس وقت میں نے تلوار چلانا شروع کی تو میرا صحن میدانِ کارزار کا منظر پیش کرے گا، اور صاحبانِ عدل وانصاف کی جوانیاں میری ضعیفی کو شجاعت کی بے ساختہ داد و تحسین نہ دیں تو یوں سمجھ لینا کہ میں نے اپنے مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام سے فن جنگ سیکھا ہی نہیں ہے...... آپ یہ رجز پڑھنے میں مصروف تھے اور دشمنوں کے حیرت واستعجاب سے منہ کھلے ہوئے تھے کہ کیا کوئی ضعیف اور نابینا اتنی زیادہ فوج کے سامنے اس طرح جرأت اور بہادری کا مظاہرہ بھی کرسکتا ہے؟
جس وقت فوج نے آپ پر حملہ کیا تو آپ کی بیٹی نے چھت پر کھڑے ہوکر آپ کی راہنمائی کرنا شروع کر دی، جس طرف سے یہ ملاعین حملہ آور ہوتے وہ آپ کو پہلے آگاہ کر دیتیں کہ بابا جان! اب دائیں طرف سے حملہ ہونے والا ہے، اب بائیں طرف سے ملاعین آپ کی طرف بڑھ رہے ہیں، اب سامنے سے آپ پر وار کرنے والے ہیں، اور آپ اپنی بیٹی کی راہنمائی میں اس انداز سے تلوار لہراتے کہ آتے ہوئے دشمن کا سر تن سے جدا کر دیتے

کوریدہ کہنا ہیچ ہے عاشق کی شان سے
نورِ نگاہ بول رہا تھا زبان سے

ایک مرتبہ آپ کی دختر نے رو کر عرض کیا کہ بابا جان! کاش میں آپ کا بیٹا ہوتی

اور آج آپ کی مدد کرتی، آپ نے فرمایا بیٹی! میری مدد کیلئے نجف کے والی علیہ الصلواۃ والسلام کافی ہیں، بس تم دعا کرتی رہو کہ میرے مالک و مولا علیہ الصلواۃ والسلام میری ضعیفی کی اس کاوش کو اپنی نصرت میں شمار فرمائیں اور مجھے شہادت نصیب ہو

آپ کافی دیر تک مسلسل تلوار چلاتے رہے، سینکڑوں ملاعین کو فی النار کیا، مگر آپ کی ضعیفی تھی، سامنے ہزاروں کی تعداد میں دشمن تھے، آخر زخمی اور نڈھال ہو کر گر پڑے، ظالمین نے آپ کو گرفتار کر لیا اور ملعونِ کوفہ کے دربار میں لے آئے

ابن زیاد ملعون کی نگاہ جب آپ پر پڑی تو کہنے لگا کہ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے آپ کو نیچا دِکھایا ہے...... آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ لاکھ احسان ہے اس پاک ذات کا کہ اس نے مجھے ذلت کی زندگی کی بجائے عزت کی شہادت کی توفیق عطا فرمائی ہے، ذلیل و رُسوا تو وہ ہے جو دنیا اور عقبیٰ دونوں جہانوں میں تمہاری طرح ذلت کی حالت میں ہو، تمہاری تو نہ یہ دنیا ہے اور نہ ہی وہ دنیا ہے

یہاں ہماری یہ عزت ہے کہ کسی بدبخت کی غلامی کا طوق ہماری گردن میں نہیں ہے اور آخرت کی سرخروئی ہمارے قدم چوم کر فخر کر رہی ہے

اس ملعون نے موضوع بدلتے ہوئے سوال کیا کہ آپ کا تیسرے خلیفہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟...... آپ نے فرمایا کہ اس کی بات پرانی ہو چکی ہے، اس کا معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور حساب کیلئے وہ ذات خود ہی کافی ہے

تم اس کی بات چھوڑو، اور مجھ سے یہ پوچھو کہ میرا تمہارے، اور تمہارے ملعون باپ اور تمہارے سرپرست یزید ابن معاویہ ملعون کے بارے میں کیا خیال ہے

وہ ملعون کہنے لگا کہ اب میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا، بس تم اب موت کیلئے

تیار ہو جاؤ......آپ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ تمہارے پیدا ہونے سے بھی پہلے میں شہادت کی آرزو اور دعا کیا کرتا تھا، پھر جس وقت میری آنکھیں قربان ہوگئیں تو میں اللہ کی رحمت سے تو مایوس نہیں ہوا، البتہ اپنی دعا کی قبولیت سے ناامید ضرور ہو چکا تھا، آج تم نے مجھے شہادت کی نوید دے کر میرا اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین مستحکم کر دیا ہے، تو مجھے موت سے مت ڈرا، یہ تو میری اولین ترجیح ہے، او ملعونِ ازل! تو یقین کر کہ یہ موت ہمارے لئے شیر مادر سے بھی زیادہ محبوب چیز ہے کیونکہ ہم سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے نمک خوار اور زرخرید غلام ہیں، اسی لئے میں شہادت کیلئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر رہا ہوں

یہ سنتے ہی ملعونِ کوفہ نے دربار میں اونٹ کا چمڑا بچھائے جانے کا حکم دیا

اس زمانہ میں یہ ایک رواج تھا کہ اگر کسی کو قتل کرنا مقصود ہوتا تو دربار میں اونٹ کا چمڑا بچھا دیا جاتا تھا، تاکہ مقتول کے خون سے دربار کی قالین اور زمین آلودہ نہ ہو، پھر اس شخص کو قتل کرنے کے بعد اس چمڑے میں اس کا خون اور سر اٹھا کر باہر صاف کر دیا جاتا تھا......جس وقت جلاد نے آکر چمڑا بچھایا اور اس کے اوپر آپ کو کھڑا کیا تو آپ نے آسمان کی طرف رخ مبارک کر کے فرمایا کہ اے پروردگارِ عوالم! میں تمہاری ذات کے کون کون سے احسانات کا شکر ادا کروں

ابھی یہی فقرے آپ کی زبان پر تھے کہ جلاد ملعون نے تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا سر قلم ہوگیا اور آپ زمین پر گر پڑے، اس کے بعد ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ اِس ضعیف کی لاش کو اپنی تحویل میں لے لو اور اسے دفن نہ ہونے دو، بلکہ اسے گلیوں کی سیر کرانے کے بعد سرِ بازار آویزاں کر دیا جائے تاکہ اہل کوفہ کے

دلوں میں میرا خوف موجود رہے اور کوئی دوسرا شخص اس جیسا باغیانہ رویہ اختیار کرنے کی جرأت نہ کر سکے

تاریخ شاہد ہے کہ ان ملاعین ازل نے جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ کی لاش کو کافی دیر تک کوفہ کی گلیوں کی سیر کرائی، اس کے بعد اسے کناسہ کوفہ کے میدان میں صلیب پر لٹکا دیا گیا، اور ان کے پاک سر کو شاخِ طوبیٰ (نیزہ) پر اٹھا کر کوفہ کی نواحی بستیوں میں پھرایا گیا

اب مناسب یہی ہے کہ ان تمام مظلومین کیلئے دعا کی جائے کہ جنھوں نے آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کیں، خدا کرے کہ اب ان مظلومین کا وہ عظیم مقصد جلد پورا ہو، ہر پاک شہید کی قربانی رنگ لائے، جناب عبداللہ بن عفیف سلام اللہ علیہ کی قربانی کا صدقہ ہماری دعائیں منزل استجابت تک پہنچیں، ان کا گھر جلد آباد ہو، یہ اپنی آنکھوں سے خاندانِ پاک علیہم الصلواۃ والسلام کو دوبارہ آباد و شاد دیکھیں اور ابدالآباد تک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں، ان کی کمسن معصوم دختر کو اپنے پاک بابا سلام اللہ علیہ کا سایہءِ شفقت پھر سے نصیب ہو، ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف ان کو اتنی زیادہ خوشیاں عطا فرمائیں کہ ان کو پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے سبھی غم و آلام بھول جائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجھُم بِقَائِمھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 33

خطوط شہادت

13 محرم الحرام، 12-اکتوبر، بروز سوموار، بعد از ظہر، مخدراتِ عصمت کبریا صلواۃ اللہ علیہن کا پاک قافلہِ تسلیم و رضا دربارِ کوفہ میں آخری پیشی کے بعد مسجد کوفہ سے ملحق زندان میں واپس آیا، عبیداللہ ابن زیاد ملعونِ ازل نے آخری فیصلہ یہ سنایا کہ میں فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون کی جانب خط لکھوں گا، اور وہاں سے مجھے جو جواب موصول ہوگا اور جو احکامات ملیں گے انہی کے مطابق میں فیصلہ کروں گا، اور خط کا جواب آنے تک اس مقدس کارواں کو نور محل میں ہی رکھا جائے، زندان کے داروغہ عمر ابن حریث ملعون نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پاک قافلہ کو زندان میں پہنچا دیا

کچھ وقت کے بعد یہ ملعون دوبارہ درِ زندان پہ حاضر ہوا اور جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہ قدس میں عرض گزار ہوا کہ آقا! کوفہ کی بہت سی عورتیں پاک نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے اذنِ باریابی کی طالب ہیں

معظّمہ طاہرہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ظالمین سے کہیں کہ کوفہ کے سردار، رؤساء اور اشراف کی عورتوں کو ہم سے زندان میں ملنے کی اجازت نہ دی

جائے ، کیونکہ ان نام نہاد رؤساء زادیوں کو کیا معلوم کہ شرفاء زادیوں کیلئے اسیری اور غریبی کتنا عظیم صدمہ ہوتی ہے...... البتہ کوئی کنیز یا ام الولد مستورہمیں ملنا چاہے تو اسے اجازت ہے، وہ آسکتی ہیں کیونکہ انہیں ہماری غربت اور اسیری کے دکھ کا کم ازکم احساس تو ہوگا

14 محرم کے دن ابن زیاد ملعون نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کی تشہیر کا پروگرام بنایا اور اس ملعون ازل نے حکم دیا کہ اس پاک سر کو معراج کی منزل پر پہنچا کر کوفہ شہر کے ہر محلّہ اور ہر گلی کی سیر کرائی جائے ، اس کے بعد نواحِ کوفہ کی ہر بستی میں اس سر اطہر کو لے جا کر لوگوں کو دِکھایا جائے ، چنانچہ اس حکم کی من وعن تعمیل کی گئی اور اس روز صبح سے شام تک ایک ملعونِ ازل امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کو اٹھا کر گلیوں ،محلوں اور نواحی بستیوں میں پھرتا رہا

15 محرم بدھ کی رات ابن زیاد ملعون نے شاہی کاتب کو اپنے قصر میں طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً دو خط لکھو، میں چاہتا ہوں کہ آج رات ہی قاصد یہ خطوط لے کر اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جائیں

پہلا خط اس ملعونِ ازل نے فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون کے نام لکھوایا، جس میں سب سے پہلے اسے مبارکباد پیش کی اور اپنی جھوٹی فتح کی نوید پلید دی

اس کے بعد واقعاتِ کربلا کی تفصیلات درج کرائیں اور آخر میں لکھوایا کہ اب ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں کہ اس لٹے ہوئے قافلہءِ تسلیم و رضا سے کیا سلوک روا رکھا جائے ؟ کیا ان سب کو شہید کر دیا جائے ، یا چھوڑ دیا جائے ، یا تمہاری طرف شام روانہ کر دیا جائے ؟

دوسرا خط ابن زیاد ملعون نے مدینہ کے حاکم عمر بن سعید بن عاص الاشدق ملعون کی طرف لکھوایا جس میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر درج تھی

جب یہ خطوط لکھے جا چکے تو اس ملعون نے دو قاصد بلوائے، جن میں سے ایک کو شام جانے کا حکم دیا، اس کے بعد اس ملعون نے عبدالملک بن ابی حرث سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمہیں مدینہ بھیجنا چاہتا ہوں، یہ خط تم نے حاکم مدینہ کو دینا ہے، عبدالملک ملعون خط لے کر اسی وقت کوفہ سے مدینہ روانہ ہو گیا

یہ خود روایت کرتا ہے کہ میں شب و روز سفر کرتا رہا اور بعد از طئے منازل میں ساتویں دن مدینہ منورہ پہنچا، ابھی میں مدینہ سے باہر کچھ فاصلہ پر تھا کہ قبیلہ بنی قیس کے ایک نوجوان نے مجھے روک کر پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟

میں نے بتایا کہ میں کوفہ سے آ رہا ہوں، اس نے پوچھا کہ کوفہ سے کوئی خیر کی خبر تمہارے پاس ہے؟ میں نے کہا کہ ایک خبر ہے تو سہی مگر وہ حاکم مدینہ کے دربار میں ہی بیان کی جائے گی، اس نوجوان نے جب یہ بات سنی تو کہا

☆قال انا لله وانا اليه راجعون قتل والله الحسينؑ علیہ الصلواۃ والسلام

اس نے کلمہ استرجاع ادا کیا اور کہا واللہ ہمارے شہنشاہ پاک کو شہید کر دیا گیا ہے

اس نوجوان کی بات سنتے ہی میں نے ناقہ کو آگے بڑھایا اور مدینہ منورہ میں قصر دارامارہ کے دروازہ پر جا پہنچا، میں نے ایک حاجب کو اندر بھیجا کہ عمر ابن سعید ملعون کو اطلاع دے کہ ابن زیاد ملعون کا قاصد ایک ضروری خط لے کر دروازے پر انتظار کر رہا ہے......اس ملعون نے جلدی سے مجھے اندر بلوالیا

☆فلما دخلت على عمرو ابن سعيد عليه العن قال ما وراك

جب میں قصر میں داخل ہوا تو مجھے دیکھتے ہی عمر ابن سعید نے پہلا سوال یہی کیا کہ تم اہل کوفہ کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟

☆فقلت ماسرالامیر قتل الحسین علیہ الصلواۃ والسلام

میں نے کہا ان کا وہ حال ہے کہ تمہیں سن کر نہایت خوشی ہوگی ، کیونکہ شہنشاہ معظم مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کو میدانِ کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے

☆فقال اخرج فناد بقتله

یہ سنتے ہی اس ملعونِ ازل نے خوش ہو کر کہا کہ پھر تم بیٹھے کیوں ہو؟ اٹھو اور مدینہ شہر میں شہادت کی اس خبر کی منادی کرو، اٹھو اٹھو جلدی کرو

میں فوراً اٹھا اور شہر میں جا کر پکار پکار کر کہنے لگا کہ اے اہل مدینہ! مدینہ کے سلطان شہید ہو چکے ہیں، لوگو! فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں، مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام اب اس دنیا میں نہیں رہے

اسی طرح منادی کرتے ہوئے جب میں محلّہ بنی ہاؑشم میں پہنچا اور یہی صدا دی تو

☆فلم سمع والله وعيةً قط مثل واعية بنى هاشم علیہم الصلواۃ والسلام فی دورهم على الحسين علیہ الصلواۃ والسلام حين سمعوا النداء بقتله

اہل محلّہ نے جیسے ہی یہ دردانگیز خبر سنی تو میرے دیکھتے ہی دیکھتے پورا محلّہ بنی ہاؑشم ماتم کدہ بن گیا، ہر گھر میں سے بین بلند ہونے لگے، اور ہر طرف ماتم وگریہ کا ایک عظیم کہرام برپا ہو گیا

جب عمر ابن سعید ملعون نے بنی ہاشم علیہ الصلواۃ والسلام کے گھروں سے گریہ وزاری کی آوازیں سنیں تو یہ ملعونِ ازل ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ کل ہمارے تیسرے اجماعی

خلیفہ کے قتل کے وقت ہمارے محلوں میں سے بین سنائی دے رہے تھے، اور آج بنی ہاشم کے گھروں سے اُسی طرح رونے کی آوازیں آ رہی ہیں

جیسے جیسے یہ خبر مدینہ میں پھیلتی گئی لوگ جوق در جوق قصر دارالامارہ کے دروازہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے، جب سارے اہل مدینہ جمع ہو گئے تو عمرا بن سعید ملعون نے منبر پر چڑھ کر اہل مدینہ کے سامنے ایک طویل خطبہ دیا، جس میں اس ملعون نے بنی امیہ کی تعریف کی اور خصوصی طور پر فرعونِ شام کی مدح وثنا بیان کی

پھر عوام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اب یہ تمہارا حق بنتا ہے کہ تم سب مل کر فرعونِ شام کے ہاتھ مضبوط کرو اور اس کی بیعت پر متفق ہو جاؤ کیونکہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کو شہید کرنا ملعونِ شام کی ایک مجبوری تھی، درحقیقت وہ ان کا دشمن نہیں ہے

اس وقت عبداللہ ابن سائب اٹھا اور کہنے لگا کے اے ملعونِ ازل! یہ کیسی مجبوری تھی؟ کیا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنا بھی کوئی مجبوری ہو سکتی ہے؟

آج اگر ملکہ عالمین بی بی صلواۃ اللہ علیہا موجود ہوتیں تو کیا انہیں اپنے پاک فرزند کی شہادت کا صدمہ نہ ہوتا؟ کیا وہ یہ خبر سن کر خوش ہوتیں؟ اور کیا وہ اس خبر پر گریہ نہ فرماتیں؟ ...... وہ ملعون کہنے لگا کہ تم خاموش رہو، ہم ملکہ کونین صلواۃ اللہ علیہا کے زیادہ قریبی ہیں، مجھے معلوم ہے کہ وہ اس خبر پر گریہ کرتیں، انہیں دکھ بھی ضرور ہوتا، مگر وہ فرعونِ شام کو لعنت ملامت نہ کرتیں، بلکہ اس بارے میں خاموشی اختیار کرتیں

ابن حوشب سے روایت ہے کہ ہم ام المومنین سلام اللہ علیہا کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک باہر کسی نے صدا دی کہ ☆ ''واللہ قتل الحسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام''

جب انہوں نے یہ آواز سنی تو انہیں غش آ گیا اور کافی دیر کے بعد ان کی آنکھ کھلی،

پھر کافی دیر تک وہ آنکھیں بند کر کے روتی رہیں، اس کے بعد روتے ہوئے فرمانے لگیں کہ ہمیں جس بات کا اندیشہ تھا آخر کار وہی کچھ ہوگیا، میرا حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام بیٹا شہید ہوگیا ہے، ان کے قاتلین پر خدا کی ابدی لعنت ہو

ایک اور روایت کے مطابق یہ قاصد امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر بھی ساتھ لے آیا تھا مگر سر پاک کی تشہیر نہیں کی گئی تھی ...... یہ روایت ٹھیک نہیں ہے

جیسے جیسے لوگوں کو اس خبر کا یقین ہوتا گیا ویسے ویسے وہ سب تعزیت کیلئے جناب محمدؐ حنفیہ علیہ الصلواۃ والسلام اور جناب عبداللہ بن جعفر طیار علیہا الصلواۃ والسلام کے گھر پہنچنا شروع ہو گئے

جناب عبداللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے گھر سے باہر صف ماتم بچھائی، مدینہ کے لوگ آ کر پرسہ دیتے رہے، اسی دوران آپ کا ایک آزاد کردہ غلام ابن السلال یا ابن سلوس آیا اور آپ کے قریب بیٹھ گیا، اس نے پہلے تعزیت کی، اس کے بعد شہزادگان عونؐ و محمدؐ علیہا الصلواۃ والسلام کا پرسہ دیا، اور کہنے لگا کہ حضور! آپ کے پاک فرزندان کا بہت افسوس ہے، آپ کے دونوں نورِ چشم پوری کائنات سے زیادہ خوبصورت تھے، ان کی شہادت کا یہ موسم تو نہیں تھا، ابھی تو انہوں نے جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی تھی، اور نہ ہی زندگی کی خوشیوں سے لطف اندوز ہوئے تھے

اس کے بعد سب لوگوں کے سامنے خوشامدانہ لہجے میں عرض کرنے لگا کہ آقا! ہمیں آپ کے فرزندان کا صدمہ صرف شہنشاہ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی وجہ سے اٹھانا پڑا ہے

ابھی اس کی بات مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ جناب عبداللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنی نعلین

اٹھا کر اس کے منہ پر دے ماری اور فرمایا کہ او بد بخت! اگر تو ہمارا آزاد کردہ غلام نہ ہوتا تو ہم تلوار سے تیری بات کا جواب دیتے، اس کے بعد تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم ہمیں ہمارے فرزندان کا پرسہ دینے اور ان کی رحلت پر اظہارِ افسوس کرنے کیلئے آئے ہو، مگر ہمیں اس بات کا افسوس ہے ہم اپنے بیٹوں کے ساتھ شہید کیوں نہیں ہو سکے، ہمیں تو زندگی بھر یہی حسرت رلاتی رہے گی کہ ہم اپنے پاک آقاؐ علیہ الصلواۃ والسلام کی نعلین پر اپنی جان قربان کرنے سے محروم رہ گئے ہیں، ہمیں اس بات کا بے حد افسوس ہے، البتہ یہ خوشی بھی ہے کہ ہمارے معصوم بچوں نے اپنے بابا کی عزت کا بھرم رکھا ہے، ہماری لاج رکھ لی ہے، ان کی قربانی کی وجہ سے میں اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں کہ ہم نصرت سے بالکل ہی محروم نہیں رہے

یہاں پر ایک وضاحت کرتا چلوں کہ ابن زیاد ملعون نے دونوں خط 15 محرم کو ارسال کئے تھے، چونکہ کوفہ سے مدینہ اور شام کا فاصلہ تقریباً برابر ہے، اس لئے یہ دونوں خط ایک ہی دن پہنچے تھے، یعنی جو خط شام بھیجا گیا وہ بھی، اور جو خط مدینہ بھیجا گیا وہ بھی، عام طور پر کوفہ سے مدینہ یا کوفہ سے شام تک کا جو راستہ تھا اس پر اگر کسی تیز رفتار قاصد کو روانہ کیا جاتا تو وہ 6 یا 7 دن بعد پہنچتا تھا

اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ 21 رمضان سن 40 ہجری کی صبح جناب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر لے کر ایک ملعون شام کی طرف روانہ ہوا تو وہ بڑی کوشش کے باوجود چھ دن بعد 27 رمضان کی رات بعد از نمازِ عشاء دمشق پہنچا تھا سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر ملنے پر فرعون شام نے 27 رمضان

کی اس رات کو لیلۃ القدر یا عید قرار دیتے ہوئے خوشی کا جشن منایا تھا، اور اسی کی اتباع میں آج تک اس کے تابعین اس رات کو خوشی مناتے ہیں

جبکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں 19، 21، 23 رمضان کی راتیں لیالی القدر کے طور پر منائی جاتی تھیں، اگر اس حساب کو مدنظر رکھتے ہوئے اندازہ لگایا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ 23 محرم الحرام جمعرات کے دن یہ دونوں قاصد اپنی اپنی منزل پر پہنچے تھے یعنی شام میں بھی یہ خبر جمعرات کو ہی پہنچی تھی مگر قاصد کے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون کو یہ خبر دوسرے دن یعنی جمعہ کو دی گئی یہاں قاصد کو جواب کے انتظار میں پورا ایک ہفتہ ٹھہرنا پڑا کیونکہ ملعونِ شام ان دنوں بیمار تھا، اس لئے یکم صفر کو وہ قاصد شام سے واپس روانہ ہوا، اور 7 یا 8 صفر کو کوفہ پہنچا، 9 صفر کو ابن زیاد ملعون نے اپنے مشیروں کو بتایا کہ فرعونِ شام نے قافلہ پاک کو شام بھیجنے کا حکم دیا ہے جبکہ راستے کی فضا کافی خراب ہو چکی ہے

ہماری اطلاع کے مطابق جناب سعید بن عبداللہ قعقعاع خزاعی اور جناب سلیمان صرد خزاعی دونوں اپنے اپنے مقام پر پردہ داران توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن کی رہائی کیلئے لشکر تیار کر چکے ہیں، اس لئے احتیاطی تدابیر سخت کرنا پڑیں گی

تم پہلے ان کے بارے میں تمام معلومات جمع کر کے مجھے آگاہ کرو تا کہ قافلہ پاک کو شام بھیجنے کیلئے منصوبہ کو آخری اور حتمی شکل دی جا سکے

یہ معلومات جمع کرتے اور تیاری میں انہیں 9/8 دن لگ گئے، جس کی وجہ سے قافلہ پاک 19 صفر کو یہاں سے شام کی جانب روانہ ہوا

اس وضاحت کے بعد میں اپنے موضوع کی طرف واپس آنا چاہوں گا، میں عرض

کر رہا تھا کہ جب شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو پورا مدینہ ماتم کدہ بن گیا، اور اس روز مدینہ کا کوئی ایک گھر ایسا نہیں تھا کہ جس میں سے رونے کی آوازیں نہ آرہی ہوں

﴿نوحہ خوانی﴾

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب مدینہ کی عورتوں کو مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ پاک گھر میں اکٹھی ہونا شروع ہوگئیں، جمعہ کی رات تک مدینہ کی لاتعداد عورتیں گھر اطہر میں جمع ہوچکی تھیں، اس وقت خاندان پاک علیہم الصلواۃ والسلام کی مدینہ میں موجود پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن نے پروگرام بنایا کہ ہم شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار پاک پر جا کر انہیں ان کے پاک نواسہ کا پرسہ دیں

اس وقت جناب عقیل علیہ الصلواۃ والسلام کی پانچ بیٹیوں یعنی جناب امیر مسلمؑ بن عقیل علیہما الصلواۃ والسلام کی بہنوں صلواۃ اللہ علیہن نے مدینہ کی عورتوں کے ساتھ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نوحہ خوانی کا پروگرام بنایا، تمام مستورات نے رات کی تاریکی میں اپنے بال کھولے، سروں میں خاک ڈالی اور مدینہ کی عورتوں کے حصار میں مزار اقدس کی طرف روانہ ہوئیں، جناب ام المومنین سلام اللہ علیہا بھی ان کے ساتھ تھیں، جب ان کی نظر شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس پر پڑی تو بے اختیار بین کرنے لگیں، جناب ام المومنین سلام اللہ علیہا نے اپنے پاک سرتاج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ

اے کائنات کے رحمت کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہمارا بخت و اقبال لٹ گیا ہے، ہمارا پاک گھر جوانوں سے خالی کر دیا گیا ہے، آپ کے سرمایہ ءِ حیات سبط اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نینوا میں بے دردی اور ظلم وستم سے شہید کر دیا گیا ہے، ہمیں اب آپ ہی بتائیں کہ ہمارا کیا بچا ہے؟

ان کے بعد جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بہنوں صلواۃ اللہ علیہن نے فریاد کی اے رحمت دارین ! ہم تو یہ دعا کرنے کیلئے حاضر ہوئی ہیں کہ خدا کرے آپ کے گھر اطہر سے تمام غم وآلام ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں، آپ کی پاک دختران صلواۃ اللہ علیہن خیر وخیریت سے اپنے پاک بھائیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ وطن واپس تشریف لائیں، تبلیغ اسلام کی خاطر ہجرت کرنے والی تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن شہنشاہِ وفا ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک علم کے سایہ ءِ رحمت میں امن وامان سے اپنے گھروں میں واپس آئیں، اور تمام مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن اپنے نونہالوں کو آپ کے روضہ ءِ اطہر پر آکر سہرے باندھیں، اور آپ کے پاک گھر میں قائمؑ آلِ محمدؐ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے سایہ ءِ عاطفت میں ابدی اور دائمی خوشیوں کے لا متناہی جشن برپا ہوں تاکہ کبھی کوئی دکھ اس گھر کے کسی فرد کے سایہ تک بھی نہ پہنچ سکے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 34

کوفہ، سفر شام

17 صفر 61 ہجری ...... بمطابق 15 نومبر 680 عیسوی ......اتوار کا دن ہے کوفہ کا شہر ہے، صبح کا پہلا پہر تقریباً ختم ہونے کو ہے، قصر دارالامارہ میں عبید اللہ ابن زیاد ملعون کا دربار لگا ہوا ہے، دربار میں رؤسائے کوفہ کرسیوں پر بیٹھے ہیں، مگر ابھی تک وہ ملعون دربار میں نہیں پہنچا، ان کرسیوں کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں ایک خط ہے، یہ شخص آج رات ہی شام سے واپس کوفہ پہنچا ہے مگر فصیل شہر کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے اسے رات کوفہ سے باہر ہی گزارنا پڑی، صبح سویرے یہ شخص عمرو ابن حجاج زبیدی کے پاس پہنچا اور اسے آگاہ کیا کہ میں شام سے ابن زیاد ملعون کے خط کا جواب لے آیا ہوں، اب تو میرے ساتھ چل اور مجھے دربار کی حاضری میں مدد دے

تخت کے سامنے والی کرسیوں پر خولیٰ بن یزید اصبحی ملعون، عمرو ابن حجاج ملعون اور شمر ذی الجوشن ضبابی ملعون بیٹھے ہیں، ابھی کچھ کرسیاں خالی پڑی ہیں کیونکہ حصین ابن نمیر اور اس کے ساتھ کئی بے غیرت یزیدی گماشتوں نے ابھی آنا ہے جس وقت سبھی افراد پہنچ کر اپنی کرسیوں پر براجمان ہو چکے تو اس وقت ایک حاجب نے صدا دیتے ہوئے اہل دربار کو مطلع کیا کہ فرعونِ کوفہ ابن زیاد ملعون آ

رہا ہے، سب لوگ تعظیم کیلئے کھڑے ہوگئے، وہ ملعون کِبر ونخوت سے اپنی عبا کو زمین پر گھسیٹتا ہوا دربار میں داخل ہوا، تمام موجودگان نے اس ملعون کو سلام کیا، ملعونِ ازل نے تخت کے پاس پہنچ کر لوگوں کی طرف ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پھر تخت پر بیٹھ گیا، پھر اس ملعون نے ہاتھ کے اشارے سے تمام لوگوں کو اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، سب لوگ بیٹھ گئے مگر شام سے آیا ہوا قاصد کھڑا رہا اس ملعون نے ایک منحوس نظر قاصد کے چہرے کی طرف ڈال کر پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کس لئے کھڑے ہو؟

وہ شخص نہایت عاجزی سے کہنے لگا کہ اے سردارِ کوفہ! میرا نام برید طلیق ہے، میں شام سے آپ کے خط کا جواب لے کر آج رات ہی کوفہ پہنچا ہوں، ملعونِ کوفہ نے اس سے خط لیا اور کافی دیر تک خاموشی سے خط پڑھتا رہا

کچھ دیر کے بعد اس ملعونِ ازل نے سر اٹھایا اور موجودگان کو اس خط کے متن سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ فرعونِ شام ملعون نے قافلہءِ تسلیم و رضا کو سرہائے شہداء علیہم الصلواۃ والسلام سمیت دمشق بھیجنے کا حکم دیا ہے، اور لکھا ہے کہ ''میں نہایت بے تابی سے ان کا انتظار کر رہا ہوں''

پھر اس ملعون نے درباریوں سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا کہ تم میں سے کون کون شام جانے کیلئے تیار ہے؟ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوفہ کے کچھ رؤساء اور معززین بھی اس قافلہ کے ساتھ شام جائیں، ان کے علاوہ ایک بڑی فوج کا ساتھ جانا بھی نہایت ضروری ہے، کیونکہ سننے میں آ رہا ہے کہ کوفہ کے نواحی دیہات میں واقعہءِ کربلا کے بعد بہت اشتعال پایا جاتا ہے

یہ اطلاع بھی ہے کہ سعید بن عبداللہ قعقعاع خزاعی بصری نے ایک فوج تیار کر لی ہے اور ان کا پروگرام یہ ہے کہ پاک قافلہ کے افراد کو آزاد کروا کے نہایت عزت واحترام سے واپس مدینہ پہنچا دیا جائے، اور شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر ظالمین سے چھین کر انہیں کربلا معلیٰ میں ان کے اجسام و ابدانِ طاہرہ سے ملحق کر کے دفن کر دیا جائے

اس لئے ہمیں اس قافلہ کو نہایت سخت حفاظتی انتظامات اور احتیاط سے شام بھیجنا پڑے گا، کیونکہ اگر وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو ہم سب نہ صرف متوقع انعامات سے محروم ہو جائیں گے بلکہ ہماری ساری محنت رائیگاں جائے گی میں نے یہ بھی سنا ہے کہ غاضریہ، نخیلہ، نینویٰ، نہر سوران اور نہر فرات کے کنارے پر آباد قبائل، خصوصاً بنی اسد کے لوگ کافی مشتعل ہیں اور وہ سب کربلا میں جمع ہو رہے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے جو بھی جائے اس کے ساتھ ایک بڑی فوج ہو تا کہ راستے میں کسی کو شورش برپا کرنے یا سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے، دوسری بات یہ ہے کہ یہاں سے اس قافلہ کے ساتھ شام جانے والی فوج خصوصاً کربلا میں سے ہو کر جائے، کیونکہ اگر وہاں پر واقعی کوئی اشتعال انگیز کارروائی ہو رہی ہے تو اس سے بروقت نپٹ لیا جائے

جب ابن زیاد ملعون نے اپنی بات مکمل کی تو تمام کوفی سردار کہنے لگے کہ ہم شام جانے کیلئے تیار ہیں، اور اگر ہمیں کمانڈ اینڈ کنٹرول کے اختیارات کے ساتھ ایک بڑی فوج دی جائے تو ہم اس پاک قافلہ کو بحفاظت شام پہنچانے کی ضمانت دے سکتے ہیں ......جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں اس وقت دربارِ ملعون میں بہت سے

شہروں کے حاکم یا گورنر بھی وہاں موجود تھے، جن میں عسقلان کے حاکم یعقوب عسقلانی کے علاوہ موصل، جہنیہ اور تکریت کے حاکم شامل تھے

ان سب نے یہ کہا کہ اگر قافلہ پاک ہمارے شہروں سے گزر کر جائے تو یہ ہماری عزت افزائی ہوگی، اور اس سے دو فوائد حاصل ہوں گے، ایک تو ہم اس قافلہ کی حفاظت میں معاونت کریں گے، اور دوسرا یہ کہ ان مظلومین کی حالت زار دیکھ کر سارے عراق میں فرعونِ شام کی دہشت پھیل جائے گی جس سے بعد ازاں ہمارے لئے حکومت کرنا آسان ہو جائے گا

ابن زیاد ملعون نے کہا کہ اگر ہم قافلہ پاک کو رقہ، بالس، حمص اور حمہ کے راستے سے شام بھیجیں تو یہ تقریباً 715 میل کا فاصلہ ہے اور اگر قادسیۃ البغداد، تکریت، موصل، حران اور حلب کے راستے سے بھیجیں تو یہ تقریباً 1057 میل کا فاصلہ بنتا ہے، اور اس راستہ سے ہمیں 342 میل اضافی سفر طے کرنا پڑے گا

وہ ملاعین کہنے لگے کہ اس سے نہ صرف حکومت وقت کو استحکام حاصل ہوگا بلکہ اپنے اپنے علاقوں میں ہماری عزت بھی بڑھ جائے گی

یہ سن کر ابن زیاد ملعون کہنے لگا کہ جیسے تم سب حکمرانوں کی مرضی ہے اسی طرح یہ سفر اختیار کیا جائے گا

اس کے بعد ملعونِ کوفہ نے عمرو ابن حجاج زبیدی اور شمر ذوالجوشن ملعون کو حکم دیا کہ تم دونوں پانچ پانچ سو سپاہیوں کے دستے کے حکمران اور اس قافلہ کے سالار ونگران بن کر ساتھ جاؤ گے، اور تمہارے ساتھ اور بھی کئی سردار معاون بن کر رہیں گے جن میں سے ہر ایک سردار اپنے اپنے قبیلہ کے پانچ پانچ سو جوان

حفاظت کی غرض سے ساتھ لے کر جائے گا، تم سب کل اپنی اپنی تیاری مکمل کرلو اپنی اپنی فوجوں کو تیار کرو، ان کے سامان خورد ونوش اور پانی کا انتظام کرو، بار برداری کیلئے اونٹوں کا انتظام کرو، اس کے علاوہ جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ بیت المال سے وصول کر کے اپنا اپنا سامانِ سفر مکمل کرو

اس کے علاوہ پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کی سواری کیلئے جو اونٹ ہوں ان پر صرف محمل یا کجاوے تو رکھے جائیں لیکن ان محملوں پر پردے کیلئے کٹہرے وغیرہ ہرگز نہ رکھے جائیں، کیونکہ ان کے پردوں کا رب ذوالجلال والاکرام خود ہی محافظ ونگران ہے

دربار برخواست ہوگیا اور سب لوگ سفر کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے

یہاں ایک وضاحت کرنا نہایت ضروری ہے کہ آج ہم جس دریا کو فرات کے نام سے جانتے ہیں، اُس دور میں اسے نہر سوران کہا جاتا تھا، کیونکہ اس زمانہ میں کربلا سے شمال کی طرف انبار کے قریب سے دریائے فرات دو شاخوں میں تقسیم ہوجاتا تھا، ان میں سے جو مغربی شاخ تھی وہ نہر سوران کہلاتی تھی اور یہ کربلا سے کم وبیش پانچ کلومیٹر مشرق سے ہوتی ہوئی کوفہ آتی تھی، اور جو مشرقی شاخ تھی اسے دریائے فرات کہا جاتا تھا، مگر بعد میں یہ مشرقی شاخ ختم ہوگئی یا یوں سمجھ لیں کہ دریائے فرات مغربی جانب آ کر اسی نہر سوران میں ضم ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے نہر سوران کا نام ختم ہوگیا اور اسے دریائے فرات کہا جانے لگا اور یہی شاخ کربلا سے مزید جنوب کی طرف جا کر مردابِ اعظم (بطائح) میں تحلیل ہوجاتی تھی آج یہ دریائے فرات کربلا سے کم وبیش 30/25 کلومیٹر دور بہہ رہا ہے

اُس زمانہ میں کربلا سے شمال کی طرف اس نہر سوران سے ایک نہر نکلتی تھی جسے نہر علقمہ کہا جاتا تھا اور جو میدانِ کربلا میں سے گزرتی تھی، بعدازاں یہ نہر مولا امام علیؑ زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کے حکم پر زیر زمین گم ہوگئی تھی جو آج تک اسی طرح زیر زمین جاری ہے، نہر علقمہ کے دفن ہو جانے کے کافی عرصہ بعد موجودہ نہر ہندیہ یا طویرج کھودی گئی تھی جو آج بھی کربلا میں سے گزر رہی ہے

﴿آمدم برسر بیان﴾

کتب تاریخ میں اس بات کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے کہ قافلہ پاک کی تیاری کیسے یا کس نداز میں کرائی گئی، ہاں صرف یہ بات موجود ہے کہ قافلہ پاک کی حفاظت کی ذمہ داری درج ذیل چار افراد کو سونپی گئی تھی

1 ......شیث بن ربعی ملعون ...... 2 ......عمر ابن حجاج زبیدی ملعون

3 ......خولی بن یزید اصبحی ملعون ...... 4 ......شمر ذوالجوشن ملعون

ان چار افراد کے ماتحت پانچ پانچ سو یا بروایت دیگر ہزار ہزار فوجی دیا گیا تھا، اور جو سرہائے اطہر کو اٹھانے والا دستہ تھا اس میں 40 یا 50 ملعون شام تھے، ان کو مؤ کلانِ رؤس کہا جاتا تھا، جب ظالمین نے سفر کی تیاری مکمل کر لی تو انہوں نے کوفہ سے شام کی طرف روانگی کا پروگرام بنایا

19 صفر 61 ہجری بروز منگل 17 نومبر 680 عیسوی کو چشم تاریخ نے دیکھا کہ طلوعِ آفتاب کے بعد کوفہ کی گلیوں میں پاک محمل آ رہے تھے، کوفہ کی عورتیں اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر سوار ہو کر اس قافلہ پاک کو رخصت کرنے میں مصروف

تھیں، کچھ عورتوں کے چہروں پر مسرت رقص کر رہی تھی اور کچھ عورتوں کے چہروں پر درد وغم کے آثار نظر آ رہے تھے، یہ قافلہ پاک باب الحجاج سے باہر آیا جب پاک محمل کوفہ سے باہر آئے تو اس وقت اِردگرد کا ماحول یہ تھا کہ لاتعداد عورتیں اور مرد اِن پاک محملوں کے ساتھ ساتھ چلے آ رہے تھے، ملاعینِ ازل گھوڑوں پر سوار ہوکر محملوں سے آگے آگے چل رہے تھے، اور ان ملاعین کے ہاتھوں میں علم تھے، اور پاک شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر شاخ ہائے طوبیٰ پر معراج نصیب تھے، اور اس سارے قافلہ سے آگے آگے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر تھا، گویا اس کاروانِ غریباں کے سالار آج بھی مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام ہی تھے، کوفہ سے تقریباً دو کلومیٹر شہر سے باہر تک اہل کوفہ پاک محملوں کے ساتھ ساتھ رہے، پھر ان سب کو وہیں روک دیا گیا، مگر جب تک پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے محمل نظر آتے رہے، اہل کوفہ وہیں کھڑے رہے
کوئی تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ کوفہ سے روانگی کے وقت پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے کوئی خطبہ ارشاد فرمایا ہو، اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان ساتھ جانے والے کوفیوں کے ساتھ جناب سجاؐد علیہ الصلواۃ والسلام یا پاک معظّمہ ءِ کائنات بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اس موقع پر کوئی کلام کیا تھا یا نہیں
جب قافلہ ءِ تسلیم و رضا اہل کوفہ کی نگاہوں سے اوجھل ہوا تو خولیٰ ملعون نے حکم دیا کہ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہار کو صندوقوں میں بند کر دیا جائے
اس کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ
☆وان الراس الحسین علیہ الصلواۃ والسلام ضبطوا فی صندوق

صرف امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرِ اطہر کو ہی صندوق میں بند کیا گیا تھا
ان ملاعین نے دریائے فرات کے کنارے کنارے کربلا معلیٰ کی جانب سفر کرنا شروع کیا، کیونکہ ان کو یہ اطلاع ملی تھی کہ کربلا میں بہت سے لوگ جمع ہو چکے ہیں جن کی طرف سے حکومت وقت کو شورش کا خطرہ ہے

﴿ وضاحت ﴾

زمانہ قدیم میں سفر ہمیشہ ان راستوں پر کیا جاتا تھا کہ جن پر پانی بہ آسانی میسر آ سکے، بہ الفاظِ دیگر قدیم راستے بنائے ہی اسی طرف سے جاتے تھے کہ جہاں مسافروں کو دورانِ سفر پانی مل سکتا ہو، اور یہ بھی تھا کہ قدیم راستوں پر کئی فنادق، مراحل اور متعشہ جات ہوا کرتے تھے
یعنی ایک منزل سے دوسری منزل تک راستے میں ایک یا دو فنادق ہوا کرتے تھے، فندق اس مقام کو کہا جاتا تھا کہ جہاں مسافروں کو کھانے کیلئے کچھ نہ کچھ مل سکتا تھا، یعنی ان فنادق کو ہم اِس جدید دور کے لحاظ سے ہوٹل بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہاں سامان خورد ونوش تو آسانی سے مل جاتا تھا مگر یہاں آرام کرنے کیلئے مکان یا بستر دستیاب نہیں ہوتا تھا یا اس کا کوئی باضابطہ انتظام نہیں ہوتا تھا
اور متعشہ ایسی جگہ کو کہا جاتا تھا کہ جہاں کھانے پینے کا انتظام بھی ہوتا تھا اور مسافر کو چند لمحوں کیلئے آرام کرنے کی غرض سے بستر بھی مل جایا کرتا تھا
مرحلہ منزل کی طرح ہوتا تھا جہاں منزل کی تمام سہولیات مہیا ہوتی تھیں، اب یہ بات مسافر کی اپنی صوابدید پر ہوتی تھی کہ وہ اسی مرحلہ کو منزل قرار دیتے ہوئے

قیام پذیر رہے یا پھر اسے فقط مرحلہ سمجھتے ہوئے یہاں کھانا وغیرہ کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد منزل کی جانب چلا جائے

ہر مرحلہ ایک منزل کی طرح ہی ہوا کرتا تھا مگر طویل مسافت کے مسافر اسے مرحلہ قرار دیتے ہوئے اکثر یہاں مستقل قیام نہیں کیا کرتے تھے، جیسا کہ تکریت سے موصل جانے والے لوگ جہنیہ کو ایک منزل قرار دیتے تھے، جبکہ موصل سے تکریت آنے والوں کیلئے جہنیہ سفر کا پہلا مرحلہ شمار ہوتا تھا نہ کہ منزل، کیونکہ یہ مقام موصل کے قریب ہی واقع تھا

﴿پیمانے﴾

یہاں آپ کی معلومات میں اضافہ کیلئے قدیم عربی پیمانے بھی بتاتا چلوں

1 انگشت = 1.905 سنٹی میٹر

24 انگشت = 1 ذرع = 45.72 سنٹی میٹر = 18 انچ تقریباً

4 ذرع = 1 باع = 1.83 سنٹی میٹر = 72 انچ

1000 باع = 1 میل عربی = 1.83 کلومیٹر = 1.36 میل انگلش

3 میل عربی = 1 فرسخ = 5.49 کلومیٹر = 3.408 میل انگلش

4 فرسخ = 1 برید = 21.96 کلومیٹر = 13.632 میل انگلش

201.168 میٹر = 1 فرلانگ

1.609 کلومیٹر = 1 میل انگلش قدیم

اس میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ عرب کے مختلف علاقوں میں ان پیمانوں میں تبدیلی بھی ہو جاتی تھی، مگر ایک معیاری پیمانہ یہی تھا

یعنی ایک عربی فرسخ تقریباً پانچ کلومیٹر کے برابر شمار ہوتا تھا

آمدم سر موضوع

جب یہ ملاعین ازل کوفہ سے روانہ ہوئے قصر بنی مقاتل سے گزرنے کے بعد انہوں نے کربلا معلٰی کا رخ کیا، ان کے آنے کی خبر دریا کے کنارے آباد مختلف بستیوں کے لوگوں تک پہلے ہی پہنچ چکی تھی، اس لئے یہ لوگ ان ملاعین کے استقبال کیلئے گھروں کو چھوڑ کر راستوں پر آ جایا کرتے تھے

یہ قافلہ سہ پہر کے بعد اور غروب آفتاب سے کچھ پہلے کربلا پہنچا، کوفہ سے کربلا 72 کلومیٹر یا 45 میل کے فاصلہ پر ہے، شامی ملاعین نے یہ سفر تقریباً چھ یا سات گھنٹے میں طے کیا

جب یہ لوگ کربلا پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں بنی اسد کے لوگ موجود تھے جن کی تعداد بہت قلیل تھی اور ان میں بھی زیادہ تر عورتیں تھیں، اس لئے ان ملاعین نے وہاں موجود لوگوں سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا

یہاں ان ملاعین نے ایک رات قیام کیا

یہاں ایک قابل غور امر یہ ہے کہ 11 محرم کے دن کربلا معلٰی سے کوفہ تشریف لے جاتے ہوئے پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے پاک بھائی مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انشاء اللہ ہم آپ کا چہلم یہاں آ کر منائیں گے

درحقیقت یہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے وعدہ کی تکمیل کیلئے پورے قافلہ کے ساتھ عمداً یہاں کربلا تشریف لائی تھیں یعنی 20 صفر کی رات قافلہءِ تسلیم و رضا نے

کربلا معلیٰ میں گزاری ، اور یہ رات مظلومین کرب و بلاعلیہم الصلواۃ والسلام کے پہلے چہلم یا چالیسویں کی رات تھی

سامعین و قارئین پر واضح کرتا چلوں کہ اس پاک خاندانِ تطہیرعلیہم الصلواۃ والسلام کا ہر فرد مسبب الاسباب ہے، یعنی اسباب ان کی رضا کے محتاج ہوتے ہیں، اور جو کچھ یہ پاک ذوات متعالیات چاہتے ہیں اسی طرح اسباب بنتے چلے جاتے ہیں

یہاں تاریخ تو بالکل خاموش ہے اور نہیں بتاتی کہ عزادارانِ مظلومین کربلاعلیہم الصلواۃ والسلام نے کربلا میں یہ رات کیسے گزاری تھی ؟

لیکن ایک صاحب دل انسان نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ رات پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن نے کیسے گزاری ہو گی ؟

یقیناً وہ اس رات ایک ایک پاک مزار پر تشریف لے گئی ہوں گی ، ہر ایک شہید سے وداع فرمایا ہو گا ، یوم عاشور کی ہر یاد ہر دل میں تازہ ہوئی ہو گی تو یقیناً ہر آنکھ سے آنسوؤں کی بارش برسی ہو گی اور بینوں کا طوفان بھی برپا ہوا ہو گا

اب یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر بات کی جزئیات اگر کتابوں میں درج ہوں تو انہیں تسلیم کیا جائے بصورتِ دیگر انہیں رد کر دیا جائے یا انکار کر دیا جائے

حالانکہ یہ ایک ازلی ، ابدی ، تجرباتی اور مشاہداتی حقیقت ہے کہ جس دل میں اس پاک گھر کی ویرانی کا دکھ درد جاگزین ہے اور اس کی دوبارہ آبادی کی تمنا اور حسرت موجود ہے تو اس کو خود بخود ادراک ہو جاتا ہے، وہ خود ہی اخذ کر لیتا ہے کہ اس موقع پر کیا کچھ وقوع پذیر ہوا ہو گا

کربلا معلیٰ پہنچ کر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا فرمانے لگیں کہ میں تمام پردہ داروں

کے ہمراہ یہاں اپنے مظلوم بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کا چہلم منانے آئی ہوں، مگر افسوس کہ آج بھی میں عزاداری کی رسمیں نبھانے کیلئے آزاد نہیں ہوں، کیونکہ چاروں طرف ہمارے بھائیوں اور بیٹوں کے قاتل آج بھی موجود ہیں، میں ایک ایک شہید کی پاک مزار پر جانا چاہتی ہوں، میرے وفادار بھائی عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام! اپنی بیکس بہنوں کی امداد کرو، میں بہت کمزور ہو چکی ہوں، ذرا مجھے آ کر سہارا دو

پھر فرمانے لگیں کہ میں اس جگہ کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں کہ کیا یہ واقعی وہی جگہ ہے جہاں کچھ روز پہلے ہمارا قیام تھا، شاید آثار تبدیل ہو چکے ہیں، جہاں ہمارے خیام نصب تھے وہاں فقط راکھ کا ڈھیر نظر آ رہا ہے، جہاں میرے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام نے آخری سجدہ ادا فرمایا تھا وہاں ان کی پاک مزار نظر آ رہی ہے، گنج شہداء میں بھی کچھ مزاریں نظر آ رہی ہیں

پھر آپ نجف اشرف کی جانب دیکھتے ہوئے بے ساختہ بین کرنے لگیں کہ کاش آج کوئی جا کر والیِ نجف شہنشاہِ معظم امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کرتا کہ آپ چند لمحوں کیلئے ہی سہی کربلا معلیٰ تشریف لائیں اور مجھے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کا پرسہ دیں، تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن تڑپ تڑپ کر رو رہی ہیں، جیسا کہ بزرگوں کا شیوہ ہوتا ہے، اسی طرح ان کو تسلی اور دلاسہ دیں

پھر آپ نے ایک ایسا دردناک بین کیا کہ جسے سنتے ہی ہر طرف سے گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں، آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ میں کیسے کسی مزار پر جا کر روؤں یا بین کروں؟ کیونکہ مجھے روتا ہوا دیکھ کر تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن رونے لگتی ہیں، اب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ میں اپنے دل میں

موجزن رونے کی حسرتیں پوری کروں یا ان بے کس و بے آسرا پردہ داروں کو تسلیاں دوں

ایک وقت تھا کہ میں اٹھارہ بھائیوں کی بہن تھی ہر پاک بھائی میری رضا جوئی کیلئے ہمہ وقت تیار نظر آتا تھا، آج ایک ایک کیلئے ترس رہی ہوں، میں بھلا یہ درد کس طرح بھلا سکتی ہوں، جب کوئی ایک بھائی بھی نظر نہیں آ رہا ہے تو اس کے علاوہ میں کر ہی کیا سکتی ہوں کہ اپنے بیٹے سجاّدعلیہ الصلواۃ والسلام کو گلے لگا کر روتی ہی رہوں

اعتبارات

جس وقت پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے فخر روزگار بیٹے شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک مزار پر پہنچیں تو دل پر ضبط نہ رہا اور بے تحاشہ بین کرتے ہوئے گریہ فرمانے لگیں، پھر کچھ دیر بعد جب آنسوؤں کے دریا کی روانی نسبتاً کم ہوئی تو آپ شبیہ خیرالوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں کہ بیٹا! آپ نے تو ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کی میت رات کی تاریکی کے پردوں میں اٹھاؤں گا، اور پاک دادی معظّمہ کائنات صلواۃ اللہ علیہا کی طرح آپ کو بھی رات کو ہی دفن کروں گا

اب یہ بات آپ سے پوشیدہ تو نہیں ہے کہ میں اس وقت سے اپنی زندگی سے بے نیاز ہو چکی ہوں کہ جس وقت خیام سے باہر قدم رکھا تھا، اب تو میرا جنازہ شام جا رہا ہے، میں کس طرح پردیس کے سفر کروں گی، کتنا اچھا ہوتا کہ مجھے آپ کے پاس کربلا ہی میں قبر نصیب ہوتی، کم از کم مجھے درباروں اور بازاروں میں تو نہ

جانا پڑتا، اور آپ سے جدائی کے صدمات بھی نہ سہنا پڑتے

شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا جس وقت اپنی بیوہ بہو کے ہمراہ اپنے پیارے سہروں والے بیٹے کے پاک مزار پرتشریف لے گئی ہوں گی تو خدا ہی جانے کہ اس وقت ان کا یہاں کیا حال ہوا ہوگا، یہ بات کسی تاریخ میں درج نہیں ہے، مگر میرا دل مانتا ہے کہ انہوں نے مزارِ اطہر پر یہی کچھ ہی فرمایا ہوگا کہ میرے لختِ جگر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام! اُٹھو اور اپنی بیوہ دلہن کی حالت زار دیکھو، اس نے آج بھی شگنوں والی وہی پوشاک زیب تن کر رکھی ہے کہ جو شب عاشور ہم نے اسے پہنائی تھی، اور اسی حالت میں یہ شام جا رہی ہے، اب ہمیں نہ جانے کن کن شہروں اور بازاروں میں جانا پڑے گا، مناسب تو یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں، تاکہ صعوباتِ سفر میں اپنی دلہن کا خیال رکھ سکیں، کم از کم ہمیں آپ کا سہارا تو ہوگا

شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا اپنے معصوم شہزادے کا پاک مزار تلاش کرنے لگیں مگر تلاش بسیار کے باوجود انہیں اپنے بیٹے کا علیحدہ مزار نہ مل سکا، کیونکہ انہیں اپنے پاک بابا سرکار امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سینے پر سلا کر دفن کر دیا گیا تھا، آخرکار انہوں نے جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام سے دریافت کیا تو انہوں نے آپ کو آگاہ فرمایا، اس وقت آپ اپنے پاک سرتاج شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے مزار پر آئیں اور اپنے معصوم بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں کہ بیٹا! مجھ کم نصیب کو تو آپ کی تربت کا علم بھی نہیں ہے، میری گودی کی رونق! ماں آپ کی جدائی برداشت نہیں کر پا رہی ہے، ذرا اُٹھو اور اپنی ماں کی آغوش کو ایک بار پھر

زینت دو، میں آپ کو لوری سناؤں، اب تو ہمیں پانی میسّر ہے، آؤ میں آپ کو پانی پلاؤں، اصغر علیہ الصلواۃ والسلام بیٹے ! یقین جانو کہ آپ کے بعد مجھے کبھی چین نہیں ملے گا

مقتل گاہ اور گنج شہداء سے وداع ہونے کے بعد سبھی مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن نے پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے لخت جگر جناب عون علیہ الصلواۃ والسلام یہاں سے کافی دور آرام فرما ہیں، شام روانہ ہونے سے پہلے آپ کم ازکم ایک بار تو ان سے وداع فرما لیں، اوران سے کچھ کلام بھی فرما لیں

تاریخ یہ تو نہیں بتاتی کہ اس موقع پر معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے لخت جگر جناب عون علیہ الصلواۃ والسلام کے مزار اطہر پر کس طرح تشریف لے گئی تھیں

مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ وہاں ضرور تشریف لے گئی ہوں گی ،جس طرح جناب سجاؐد علیہ الصلواۃ والسلام شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کی تدفین کیلئے کوفہ سے کربلا تشریف لائے تھے، اسی طرح یہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے فرزندان کے مزار پر تشریف ضرور لے گئی ہوں گی ،اور یقیناً یہی کچھ فرمایا ہوگا کہ

میرے پیارے عون و محمد علیہما الصلواۃ والسلام ! اے میرے نقش کف نعلین کو غیر نگاہ سے بچانے والے فرمانبردار بیٹو ! نصرت امام زمانہ کی خاطر میں آپ دونوں کا حق شفقت ادا نہیں کرسکی تھی ، میں نے تو آپ کو جی بھر کے پیار بھی نہیں کیا تھا، اور آپ کی لاشوں پر بین بھی نہیں کیئے تھے کہ کہیں امام زمانہ دکھی نہ ہوں

اب جبکہ میں شام جارہی ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں

مرثیہ

اٹھو عونؑ و محمدؑ امڑیؑ دے بنڑ درداں دے بھائیوال جلو
میکوں غازیؑ ویر تاں چھوڑ گیائے توڑے شام تائیں تساں نال جلو

بھوں اوکھے رستے شام دے ہن اتے میں بھوں درد نبھانونے ہن
کیویں اوکھے سفر اساں کرنے ہن توڑے ڈھدے ساڈے نال جلو

تساں نال ہوسو تاں عابدؑ کوں کجھ تہاڈا سہارا مل پوسی
بیمار بھرا دے سفراں دے بنڑ سنگتی میڈے لعل جلو

مانواں دے کچاوے نال ہونون تاں پتر وی سوہنڑیں لگدے ہن
انہاں سفراں وِچ تساں امڑیؑ دی خود لہندے آپ سنبھال جلو

انڑسوہیں رستے شام دے ہن گستاخ اگوں ماحول وی ہے
میڈا پتر بیمار وی کلہا ہے ساڈے نال تساں ہر حال جلو

جعفرؑ ایں سینؑ دی جوڑی دیاں ڈیکھے ساریاں خوشیاں پاک امڑیؑ
جیڑھی وچہ مقتل دے آہدی ہئی ساڈا رکھدے آپ خیال جلو

آمین یارب العالمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 35

کربلا تا قادسیۃ البغداد

20 صفر سن 61 ہجری، بروز بدھ، 18 نومبر 680 عیسوی، رات کا وقت ہے، میدانِ کربلا میں پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک خیام نصب ہیں، یہ شہدائے کرب و بلا کے چہلم یا چالیسویں کی رات ہے، پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے وعدہ کے مطابق آج اپنے مظلوم بھائی کا چہلم منانے کیلئے یہاں تشریف لائی ہیں

ایک طرف ازلی ظالمین کے خیمے لگے ہوئے ہیں، ان سے کچھ ہی فاصلہ پر پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے پاک خیام فلک احتشام ایستادہ ہیں

یہ رات ظالمین کوفہ و شام نے نہایت آرام و سکون سے سو کر گزاری کیونکہ یہاں انہیں کسی قسم کا کوئی خوف یا خطرہ نہیں تھا، دوسرا انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ صبح سویرے اَذانِ فجر سے پہلے یہاں سے روانہ ہونا ہے، اس لئے سبھی ملاعین سرِشام کھانا زہر مار کرتے ہی سو گئے

یا یوں کہوں تو میرے خیال میں زیادہ صحیح ہوگا کہ اس رات ان تمام ملاعین ازل پر نیند غالب کر دی گئی تھی تاکہ یہ خوابِ غفلت میں رہتے ہوئے پاک پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کی اس شب کی مصروفیات اور کیفیات سے یکسر بے خبر رہیں

جیسے ہی یہ ملعون سوئے تو پردہ دارانِ عصمت توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن نے گنج شہداء کا رخ کیا، کیونکہ سب کو یہ بات معلوم تھی کہ علیٰ الصبح ہم نے یہاں سے روانہ ہونا ہے، پھر خدا جانے کب واپسی ہو، کون واپس آئے، کون کہاں رہ جائے؟
اسی کم وقت کو غنیمت سمجھ کر ہر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ایک ایک پاک مزار پر جا کر بین کیئے اور اسی طرح روتے روتے عزاداری اور پرسہ داری میں صبح ہوئی

یہ رات تمام پاک بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن نے جاگ کر گزاردی، علیٰ الصبح قافلہ تیار ہوا اب یہ بات خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آخری وداع کس طرح ہوا ہوگا

اگر ہم تاریخ اور جغرافیہ کو ملا کر مطالعہ کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پاک قافلہ کو 21 صفر کی رات منزل اجیل پر قیام پذیر ہونا چاہیے، منزل اجیل کربلا معلیٰ سے 77 کلومیٹر شمال کی طرف دریائے فرات کے کنارے پر ہے

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ دریائے فرات کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ کربلا سے شام کی طرف سفر کیا جائے تو کربلا سے تقریباً 36 کلومیٹر شمال کی طرف دریائے فرات کے مغربی کنارے مسیّب کا شہر آباد ہے، جہاں جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک فرزندان جناب محمدؑ و ابراہیمؑ علیہما الصلواۃ والسلام کا مدفن ہے

واضح رہے کہ جس وقت قافلہءِ تسلیم و رضا مسیّب کے قریب سے گزرا تھا تو فرزندانِ جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے اس سرزمین کو ابھی زینت نہیں بخشی تھی، بلکہ ان دنوں یہ دونوں بھائی زندانِ کوفہ کے ایک تہہ خانہ میں موجود تھے

ایک روایت یہ بھی میری نظر سے گزری ہے کہ جب پاک قافلہ کوفہ سے شام کیلئے

روانہ ہوا تو اس وقت فرزندانِ جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس قافلہ کے ساتھ شام بھیج دیئے جانے کا پروگرام تھا، مگر عین وقت پر ابن زیاد ملعون کو یہ بات یاد نہ رہی جس کی وجہ سے یہ دونوں بھائی شام نہ جاسکے

ان دونوں بھائیوں کی شہادت اس وقت ہوئی کہ جن دنوں ملکہ عالمین بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن شام میں امت ملعون کی مہمان تھیں

ان کے واقعات میں مجالس المنتظرین جلد اول میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں

مؤرخین اور صاحبانِ مقاتل نے اس منزلِ اجیل کا کوئی قابل ذکر واقعہ تحریر نہیں کیا، یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا، اس لئے میں اپنے کاروانِ بیان کو اگلی منزل کی جانب لئے چلتا ہوں

تیسری منزل محول

21 صفر 61 ہجری = 19 نومبر 680 عیسوی جمعرات کی رات پاک قافلہ اجیل سے روانہ ہوا، اگلا شہر انبار تھا، چونکہ یہاں گندم کی منڈی لگتی تھی اس لئے اس شہر کو انبار کہا جاتا تھا، اجیل سے انبار کا فاصلہ تقریباً 24 کلومیٹر تھا، اس شہر میں ظالمین نے قیام نہیں کیا اور یہاں سے محول کی طرف روانہ ہوئے جو انبار سے مزید شمال کی طرف تھا اور دریائے فرات کے کنارے پر آباد تھا

اس شہر کو محول اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب دریائے فرات سے کشتیوں کے ذریعے آنے والا کوئی سامان اتارا جاتا تھا، اور اسے اگر بغداد کی طرف جانا ہوتا تھا تو یہاں پر سامان بڑی کشتیوں سے چھوٹی کشتیوں پر منتقل کیا جاتا تھا، محول سے کچھ ہی

دور ایک نہر بہتی تھی جو فرات اور دریائے دجلہ کو آپس میں ملاتی تھی، چونکہ دریائے دجلہ فرات سے مشرق کی طرف بہتا ہے، اس لئے یہ نہر بھی مغرب سے مشرق کی طرف بہتی تھی اور یہ بغداد کے نزدیک دریائے دجلہ سے مل جاتی تھی

اجیل سے انبار 24 کلومیٹر دور تھا، اور انبار سے محول مزید 41 کلومیٹر دور تھا یعنی اس ایک رات میں پاک قافلہ نے کم وبیش 66 کلومیٹر سفر طے کیا

اس منزل محول کا بھی کوئی واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا یا میری نظر سے نہیں گزرا، میں ان شہروں کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ پاک کاروانِ تسلیم ورضا کے راستہ میں آئے تھے، ان شہروں میں کوئی قابل ذکر واقعہ رونما ہوا ہو یا نہیں مگر میں راستہ میں آنے والے ان شہروں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں

چوتھی منزل وادی نخلہ

22 صفر 61 ہجری = 20 نومبر 680 عیسوی بروز جمعہ جب پاک قافلہ محول پہنچا تو یہاں ان ظالمین نے قیام کیا اور یہاں سے انہوں نے اپنے سفر کا رخ تبدیل کیا یعنی انہوں نے دریائے فرات کے پل کو عبور کر کے فلوجہ کی طرف رخ کیا، جو محول سے تقریباً 10 کلومیٹر دور تھا، اب ان کے سامنے نہر بغداد تھی جو موجودہ نہر سے تھوڑے فاصلہ پر بہتی تھی، یہ موجودہ نہر شاہ کسریٰ شاہ پور نے کھدوائی تھی

ظالمین اس نہر کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے فلوجہ سے جانبین کے شہر کی طرف چلتے رہے جو فلوجہ سے تقریباً 22 کلومیٹر شمال مشرق کی طرف واقع ہے

ظالمین یہاں بھی نہیں رُکے بلکہ انہوں نے اگلے شہر شمران کا رخ کیا جو جانبین

سے 11 کلومیٹر شمال مشرق کی طرف تھا، یہاں بھی انہوں نے قیام نہیں کیا بلکہ اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے شمران سے 15 کلومیٹر آگے حمایات کے شہر کے قریب جا پہنچے، یہاں اِن ملاعین کو مخالفت کا خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے شہر میں داخل ہونے کی بجائے شہر سے 5 کلومیٹر پیچھے وادی نخلہ میں قیام کیا جو ایک ویران جگہ تھی، ان ملاعین نے ایک رات میں 58 کلومیٹر کے قریب سفر طے کیا

ماضی میں عراق میں دو شہر قادسیہ کے نام سے موسوم تھے جن میں سے ایک کوفہ کے قریب تھا جسے قاسیۃ الکوفہ کہا جاتا تھا اور دوسرا بغداد کے قریب تھا جسے قادسیۃ البغداد کہا جاتا تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ماضی کا قادسیۃ البغداد ہی آج کا شہر حمایات ہی ہو

قادسیۃ البغداد سے 5 کلومیٹر پہلے ان ظالمین نے اپنے خیام نصب کیئے اور قافلہ پاک کو بھی خیمہ زن ہونے کا حکم دیا، خیام نصب کرتے کرتے انہیں رات ہوگئی

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ غزوۂ ذات السلاسل سے واپسی پر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر بئر الم سے ہوا تھا، اور یہاں جناب ابوالعاص بن ربیع نے اس کنوئیں کی نشاندہی کی تھی، اور یہیں پر آپ جنات کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے، اور پھر سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنات سے جنگ کرنے کے بعد بئر الم کو فتح کیا تھا اور وہاں کے حاکم جن مادر کو فی النار کیا تھا، اسلام قبول کرنے اور کلمہ پڑھ لینے والے جنات کے 24 قبائل میں سے جناب زعفر بن راحیل کے والد راحیل کو تخت نشین کیا تھا، جناب زعفر بن راحیل جن روز عاشورا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کیلئے کربلا معلیٰ پہنچے تھے، یہاں جنات کے جو قبائل مسلمان ہوئے تھے بعد

ازاں اِن میں سے کئی قبائل قطقطانیہ آباد ہوگئے اور کچھ قبائل مدینہ سے کوفہ کی درمیانی وادیوں میں آباد ہوگئے تھے، واقعہ کربلا کے بعد جناب زعفر بن راحیل کے چھوٹے بھائی جناب ناصر بن راحیل نے اپنی مستقل رہائش شام میں رکھی، شاید انہوں نے اپنی ذات کو ملکہ شام بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت کیلئے وقف کر دیا ہوگا، جنات کے ان قبائل میں سے ایک قبیلہ اس وادی نخلہ میں بھی آباد تھا، یہ قبیلہ جناب زعفر بن راحیل کے ساتھ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت کیلئے کربلا بھی پہنچا تھا

مگر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف سے جہاد کی اجازت نہ ملنے پر یہ واپس آ گئے تھے، اور یہاں آ کر انہوں نے عزاداری کا قیام کیا تھا، اور ہر شام کو یہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے مصائب پر مبنی مرثیہ یا نوحہ پڑھ کر گریہ وزاری کرتے تھے

جس رات قافلہ پاک کا قیام وادی نخلہ میں ہوا، اس رات جنات کی اُس جماعت میں سے کہ جو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے حکم کے مطابق قافلہ پاک کی حفاظت کیلئے ساتھ ساتھ تھی، ایک جن نے وادی نخلہ میں موجود تمام جنات کو خبر دی کہ جس امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی عزاداری تم سب روزانہ کرتے ہو، آج ان کے پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن تمہاری وادی میں مہمان بن کر آئے ہیں

جب انہیں یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اِس وادی میں ایک خصوصی مجلس عزا کا انعقاد کیا، مرد جنات نے جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں حاضری دی، اور جنات مستورات سر میں خاک ڈال کر روتی ہوئی اور ماتم کرتی ہوئی جناب معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، اور سب نے یہاں ماتم اور مرثیہ

خوانی کی، اور اِن جنات کی نوحہ خوانی تمام کوفی اور شامی ملاعین نے بھی سنی، ان کا ایک نوحہ صاحبانِ مقتل نے نقل بھی کیا ہے☆

﴿نوحہ جات﴾

مسح النبیؐ جبینه ...... و بریق خد فی الخدود
ابواه من علیاً قریش ...... جدهؐ خیر الجدود

﴿مفہوم﴾

جس پاک ذات کی جبین مبین شہنشاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی جن کے منور پاک رخسار ذاتِ جلی کی جلوہ گاہ تھے، جن کے پاک بابا سرکار امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت خداوندی کی تائید وتصدیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اور جن کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات میں نورِ وحدت کے مظہر کلی ہیں، افسوس صد افسوس! کہ اس قدر ذی عزت پاک ذات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امت ملعونہ نے ذرہ بھر لحاظ نہ کیا، اور انہیں مظلوم سمجھتے ہوئے دورانِ نماز سجدہ کی حالت میں بے دردی سے شہید کر دیا، اور ان کے پاک سر کی اب شہر بہ شہر تشہیر کی جارہی ہے

وادی نخلہ میں اِس رات قوم جنات نے کچھ اس طرح سے نوحہ خوانی کی کہ سارا لشکر دہشت اور خوف کی وجہ سے یہاں زیادہ دیر رک نہیں سکا، اور ملاعین نے فوراً یہاں سے روانہ ہوکر رات کا باقی حصہ قادسیۃ البغداد میں جا کر بسر کیا

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس وقت قوم جنات نے پرسہ داری کی ہوگی تو ان سب نے

مل کراس پاک گھر کے انتقام کی دعا بھی ضرور کی ہوگی، اور یہ ضرور کہا ہوگا کہ خدا کرے آپ کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد تشریف لائیں، آپ کا اُجڑا ہوا گھر پھر سے آباد ہو، آپ سب پر کیئے گئے مظالم کا تمام ظالمین وملعونین سے انتقام لیا جائے، آپ نے جس قدر دکھ جھیلے ہیں اب اُن سے بڑھ کرخوشیاں آپ کونصیب ہوں، آپ کا گھرا طہرا بدالآ باد تک آباد وشا د رہے، اور آپ سب پھر کبھی کوئی غم نہ دیکھیں، اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ شاداں وفرحاں زندگی بسر کریں، اور ہمیشہ شہنشاہِ معظم سرکار ابوالفضل العباؑس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لواء الحمد کے سایہ میں ہر دکھ تکلیف سے محفوظ و مامون رہیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 36

23 صفر 61 ہجری = 21 نومبر 680ء ہفتہ کے دن صبح سویرے قادسیۃ البغداد سے قافلہ روانہ ہوا، یہاں سے دریائے دجلہ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ سفر شروع ہوا، اور بلد تک جاری رہا، اس کے درمیان قالات کا شہر تھا، جو اس وقت ایک متعشہ شمار ہوتا تھا، اس زمانے میں قالات فقط ایک دیہاتی بستی تھی مگر آج یہ شہر بن چکا ہے، قادسیہ سے قالات تقریباً 64 کلومیٹر شمال کی طرف واقع ہے اور دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر آباد ہے، قالات سے مزید شمال کی طرف تقریباً 31 کلومیٹر بلد کا شہر واقع ہے، یہ بھی اُس دور میں ایک دیہاتی قصبہ تھا مگر بعد ازاں جب مولا امام حسن عسکری علیہ الصلواۃ والسلام کے بڑے بھائی جناب سید محمدؑ علیہ الصلواۃ والسلام 254/253 ہجری کے قریب یہاں پہنچ کر واصل باللہ ہوئے اور ان کا پاک مرقد مبارک یہاں بنایا گیا تو پھر اِس صاحب جلال ذات پاک کی وجہ سے اس شہر کا نام بلد سید محمد علیہ الصلواۃ والسلام مشہور ہوا، اور اس شہر نے پھر بہت ترقی کی، بلد کا شہر بھی دریائے دجلہ کے مغربی کنارے آباد ہے

قادسیۃ البغداد سے بلد کا فاصلہ کم وبیش 95 کلومیٹر ہے، اور یہ تمام سفر ظالمین نے 11/10 گھنٹے میں طے کیا

میں یہ تو آپ کو بتا چکا ہوں کہ قدیم میسو پوٹیما یعنی موجودہ عراق میں قادسیہ نام کے دو شہر آباد ہیں، ایک کوفہ سے جنوب مغرب کی طرف عذیب الہجانات سے 8 کلومیٹر دور ہے، دوسرا شہر بغداد سے شمال مغرب کی طرف واقع ہے، ان شہروں کی پہچان کیلئے ایک کو قادسیۃ الکوفہ اور دوسرے کو قادسیۃ البغداد کہا جاتا تھا

سہل ابن سعید سے روایت ہے کہ میں نے قصر بنی مقاتل سے موصل جانا تھا، میں یہاں سے قادسیۃ البغداد جانے والے ایک قافلہ میں شامل ہو کر چل پڑا، قادسیہ پہنچ کر میں اس انتظار میں رُک گیا کہ یہاں سے جو بھی قافلہ موصل کی جانب روانہ ہوگا تو میں اس میں شامل ہو جاؤں گا، کیونکہ اُس دور میں اکیلے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا تھا، مگر کافی دن تک موصل جانے والا کوئی کارواں مجھے نہ مل سکا جس کی وجہ سے میں کافی پریشان بھی تھا

پھر ایک رات اچانک یہاں ایک بہت بڑا کاروان آ پہنچا جس کے ساتھ دو یا تین ہزار سے بھی زیادہ فوجی تھے، ان کے ساتھ پردہ داروں کے کچھ محمل بھی تھے، یہاں پہنچ کر انہوں نے قیام کیا اور اپنے خیام آبادی سے کچھ دور نصب کئے

میں جس سرائے میں مقیم تھا اس قافلہ کی قیام گاہ اس کے سامنے تھی، میں نے دیکھا کہ رات ہوتے ہی جتنے بھی فوجی اس قافلہ میں شامل تھے ان میں سے سوائے چند ایک کے باقی سب اپنے اپنے خیموں میں سو گئے، مگر اس قافلہ کے ساتھ جو پاک پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن تھے وہ سبھی ان ملاعین کے خیام سے کچھ دور زیر آسمان جناب جبرائیل کے لگائے ہوئے پردۂ وحدت میں فرشِ زمین کو عرشِ معلیٰ بنا کر بیٹھ گئے

ساری رات یہ ملاعین ازل تو آرام سے سوتے رہے مگر پردۂ وحدت کی مالک

پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ جو بیمار نگران تھے وہ اپنے ایک کمسن بیٹے کے ساتھ نہ صرف یہ کہ جاگتے رہے بلکہ اپنے زانوؤں پر پیشانی رکھے گریہ فرماتے رہے...... اب تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ پاک مخدراتِ عصمت وطہارت صلواۃ اللہ علیہن نے یہ رات کیسے گزاری

مگر ایک اہل دل اس بات کا بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ جن پاک بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن نے کردگارِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کے حفظ وامان میں ساری زندگی گزاری ہو، انہیں ایسی جگہ پر کیسے آرام مل سکتا تھا، ظاہر ہے کہ ان کی یہ رات بے چینی اور گریہ وزاری ہی میں گزری ہوگی

سہل ابن سعید کہتا ہے کہ میں نے رات کے وقت اِس کارواں کے سالار سے بات کی اور پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے بتایا کہ ہم موصل کے راستہ سے شام جائیں گے، میں نے اُس سے کہا کہ میں نے بھی موصل جانا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بھی ساتھ لیتے جائیں

اُس ملعون نے مجھے کوئی مناسب یا مثبت جواب نہ دیا، اور میں سرائے میں واپس آ گیا، کچھ دیر کے بعد مجھے خیال آیا کہ مجھے اِن لوگوں کو پیسوں کا لالچ دینا چاہیے شاید اِس طرح لالچ میں آکر یہ مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر راضی ہوجائیں

جب میں دوبارہ ان ملاعین کے خیام میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے شراب کی محفل سجائی ہوئی تھی، میں نے اُن میں سے ابجر بن کعب ملعون سے کہا کہ میرے پاس ایک ہزار درہم ہیں، اگر تم لوگ مجھے موصل تک اپنے قافلہ کے ساتھ لے جانے کی حامی بھرلو تو میں وہ ایک ہزار درہم تمہیں دینے کیلئے تیار ہوں

جب اس ملعون کی نگاہ پیسوں پر پڑی تو اس نے شراب کے نشے میں دھت ہو کر لڑکھڑائی ہوئی زبان میں کہا کہ یہ درہم ہمیں دے دو، ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے، مرتا کیا نہ کرتا، میں نے ایک ہزار درہم ان کے حوالے کر دیئے

سہل سے روایت ہے کہ میں نے اس قافلہ کے ساتھ سفر شروع کر دیا، جب ہم لوگ اگلی منزل پر پہنچے تو وہاں ہم نے ایک سرائے میں قیام کیا، وہاں میں نے دیکھا کہ اس قافلہ کے ساتھ باقی سامان کے علاوہ ایک صندوق بھی تھا جسے تالا لگا ہوا تھا اور اس صندوق کی نگرانی کیلئے 50 آدمی متعین تھے جو اس صندوق سے لمحہ بھر کیلئے بھی جدا نہیں ہوتے تھے

میں سمجھا کہ اس میں شاید ان ملاعین کا کوئی خزانہ ہوگا، مگر میں نے زیادہ تفحص یا تفتیش کرنے کی کوشش نہ کی، جب کافی رات گزر گئی تو جو پچاس افراد اس صندوق کی حفاظت پر مامور تھے، انہوں نے اُس صندوق کے چاروں طرف بیٹھ کر شراب خوری شروع کر دی، انہوں نے اتنی زیادہ شراب نوشی کی کہ وہ سبھی بدمست ہو گئے، اور نشے کی حالت میں بڑبڑانے لگے

اس وقت میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب گیا اور ان سے دریافت کیا کہ اس صندوق میں کون سی ایسی چیز ہے کہ جس کی حفاظت کیلئے تم کو مامور کیا گیا ہے

انہوں نے بتایا کہ اس صندوق میں مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر ہے جو ہم شام لے جا رہے ہیں، یہ ملاعین سرائے کی ایک دیوار کے ساتھ سہارا لے کر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے والی دیوار کے ساتھ سر اطہر والا صندوق پڑا تھا اور یہ شراب کے جام پر جام پیتے چلے جا رہے تھے

جس وقت ان ملاعین نے شراب کے نشہ سے دُھت ہوکر غل غپاڑہ اور ہلہ گلا کرنے کا ارادہ کیا تو عین اسی وقت سامنے والی دیوار سے ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا، اور اس دست غیبت نے سامنے والی دیوار پر دو شعر تحریر فرمائے

﴿☆﴾

اترجوا امة قتلت حسیناً　　شفاعة جده یوم الحساب

فلا واللہ لیس لهم شفیع　　وهم یوم القیامة فی العذاب

﴿﴾

﴿مفہوم﴾

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یہ ملاعین ازل کربلا میں جس پاک ذات پر مظالم ڈھاتے رہے اور پھر انہیں بے دردی اور بے رحمی سے شہید کر دیا، انہی کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی امید بھی رکھتے ہیں

خدا کی قسم! وہ ہرگز ہرگز ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے، اور ان کیلئے قیامت کے دن شدید ترین عذاب ہے...... کیا بیٹے کے قاتلوں کیلئے بھی کوئی بزرگ شفیع المذنبین بن سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ...... پھر یہ لوگ سرکار شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کو شہید کر کے اُن سے شفاعت کی امید کیوں رکھتے ہیں؟

﴿بلد سے تکریت﴾

24 صفر 61 ہجری = 22 نومبر 680ء اِتوار کے دن یہ پاک قافلہءِ تسلیم و رضا بلد پہنچا، 25 صفر 61 ہجری = 24 نومبر 680ء بروز سوموار علی الصبح اس پاک کاروانِ راہِ رضا نے یہاں سے سفر شروع کیا اور 91 کلومیٹر کا سفر طے کر کے یہ

تکریت کے مقام پر پہنچے
اگر اِس فاصلہ کی پیمائش میلوں میں کی جائے تو کم وبیش یہ 57 میل سے کچھ کم بنتا ہے، اس لئے یہ کوئی زیادہ طویل سفر نہیں بلکہ معمول کا سفر تھا، مگر پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کیلئے یہ سفر کتنا تکلیف دہ تھا؟ اس کا اندازہ ایک عام آدمی کر ہی نہیں سکتا

بلد کا شہر دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر آباد ہے، اس شہر سے 40 کلومیٹر شمال کی طرف دریا کی مشرقی جانب آج سامرہ کا شہر آباد ہے، مگر اس وقت یہ شہر موجود نہیں تھا کیونکہ سامرہ کا شہر عباسی ملاعین کے دور میں بنایا گیا تھا

اگر ہم قدیم کتب مسالک (سیاحت نامہ یا سفرنامہ) کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ جو قدیم راستہ تھا وہ بغداد کے باب بردان سے شروع ہوکر دریائے دجلہ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ عکبرہ یا عبکرہ سے ہوتا ہوا سامرہ کے سامنے سے گزرتا ہوا تکریت شہر میں قدیم کاروانی سڑک (بریدِ اعظم) سے مل جاتا تھا یعنی یہاں پر دونوں سڑکیں اکٹھی ہو جاتی تھیں، اور پھر یہی بریدِ اعظم موصل جاتی تھی

تکریت شہر

اس شہر کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ عرض کرنا ضروری ہے کہ تکریت کا شہر اس زمانہ کا ایک مشہور شہر تھا، اس شہر کے باہر ایک فصیل بھی تھی جس کا مکمل دَور تقریباً چھ ہزار میٹر یا چھ کلومیٹر تھا، اس شہر کا مجموعی موسم قدرے ٹھنڈا تھا اس لئے یہاں ایک سال میں تربوز کی تین فصلیں ہوتی تھیں، اس کے علاوہ دوسری فصلیں بھی

بہت اچھی ہوا کرتی تھیں ،تکریت میں مسجدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ، ایک بہت بڑا قلعہ بھی تھا ، یہاں پر سب سے پہلے جو قلعہ تعمیر کیا گیا وہ شاہِ ایران شاہ پور بن اردشیر بن بابک نے دریا میں بڑے بڑے پتھر پھینکوا کراُن کے اوپر پتھروں سے بنوایا تھا ،لیکن بعد میں دریائے دجلہ نے اپنا کٹاؤ مشرقی کنارے کی طرف شروع کیا تو اس کٹاؤ کی وجہ سے یہ قلعہ دریا سے باہر نکل کر شہر کی آبادی میں شامل ہو گیا
مذہبی حوالے سے اس شہر میں دو تہائی عیسائی اور ایک تہائی مسلمان آباد تھے
یہاں عیسائیوں کا ایک تاریخی گرجا بھی تھا جو قدیم ترین کلیساؤں میں سے ایک تھا
یہ شہر موصل اور بغداد کے درمیان والے تمام شہروں میں سے بڑا شہر تھا ،شاید اُس وقت اِس کی آبادی 30 ہزار افراد پر مبنی تھی ، اور اس کا حاکم ایک نام نہاد مسلمان تھا مگر اس کے مشیروں میں بہت سے عیسائی بھی شامل تھے

قافلہ پاک جس وقت جصاصہ سے گزرا تو اِن ملاعین ازل نے تکریت کے حاکم کی طرف ایک قاصد بھیجا جس نے جا کر اسے آگاہ کیا کہ یہ فرعونِ شام یزید ابن معاویہ علیہ لعن والعذاب کا لشکر ہے ، جو ایک بغاوت سے نبرد آزما ہو کر شام واپس جا رہا ہے ، اور آج رات کیلئے یہ تمہارا مہمان ہے ،تم فوراً اِس تمام لشکر کیلئے کھانے پینے کا انتظام کرو اور ہمارے جانوروں کے گھاس وغیرہ کا مکمل انتظام بھی کرو ، ہم بہت جلد تکریت پہنچنے والے ہیں

تکریت کے حاکم نے اپنے فوجی دستوں کو حکم دیا کہ تم سب اپنے اپنے شاہی بینڈ کے ساتھ آنے والے لشکر کو خوش آمدید کہو اور اِن کے شاندار استقبال میں کوئی کمی نہ آنے پائے ، پھر اس نے اہل شہر کو حکم دیا کہ تم سب اپنے مہمانوں کا

استقبال کرو، اِس حاکم نے پورے لشکر کے کھانے اور رہائش کا بہترین انتظام بھی کیا، اور جانوروں کے گھاس یا چارے وغیرہ کا انتظام بھی کیا، اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ جس وقت یہ لشکر شہر کے نزدیک پہنچے تو پہلے مجھے اطلاع ضرور دی جائے کیونکہ میں فصیل کے دروازے پر جا کر خود لشکر کا استقبال کروں گا

اس حاکم کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ ظالمین و ملاعین کیا کچھ کر کے آرہے ہیں، اس نے اپنی عرب روایت کے مطابق مہمانوں کے شاندار استقبال کا حکم دیا، دوسری بات یہ بھی تھی کہ اس دور میں چھوٹے شہروں کے حاکم اپنی بقا کیلئے ملک کے بڑے حاکم کی خوشنودی حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا کرتے تھے

جب لشکر شام شہر تکریت سے باہر پہنچا تو

☆امر بالاعلام فتنشرت والبوعات فضربت والمدینة فزینت

اس نے حکم دیا کہ استقبالیہ ساز بجائے جائیں، علم لہرائے جائیں اور شہر کو آراستہ کرتے ہوئے سجایا جائے

ملاعین کوفہ و شام جو اس لشکر کے ساتھ تھے، ان کا دستور یہ تھا کہ سفر کے دوران جب بھی کوئی بڑا شہر قریب آتا تھا تو یہ لوگ امام مظلومؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کو صندوق سے برآمد کر کے شاخِ طوبیٰ پر بلند کر دیتے تھے اور باقی سرہائے مبارک صندوقوں میں ہی محفوظ رہتے تھے، ان ملاعین کے پاس لکڑی کے بہت سے صندوق تھے جن میں سرہائے اطہر تھے

جس وقت شہر تکریت کے تمام لوگ فصیل شہر سے باہر جا کر قافلہ کا استقبال کر رہے تھے، اس وقت وہاں کے کلیسا کے پانچ بڑے اسقف یا پادری بھی موجود تھے

ان میں سے ایک پادری مجمع عام کے سامنے آکر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا لشکر آرہا ہے؟ اور اس لشکر کے آگے آگے معراجِ شہادت پر فائز سرمبارک کس کا ہے؟

لوگوں نے اُسے بتایا کہ ہمارے حاکم شام یزید ملعون کے خلاف کسی نے کہیں اعلانِ جنگ کیا تھا، اُس جنگ میں فرعونِ شام کو (خدا نہ کرے) فتح نصیب ہوئی ہے، اور یہ پاک سر اُس مخالف فوج کے امیر لشکر کا ہے

اُس پادری نے کہا کہ خدا تمہیں برباد کرے، تم لوگ استقبال کیلئے تو دوڑے چلے آئے ہوئے ہو، کیا تمہیں علم ہے کہ یہ پاک سر کس کا ہے؟ یہ تو ہمارے اس پاک شہنشاہِ معظم کے لختِ جگر کا سر اطہر ہے کہ جو پورے پانچ سال تک ہمارے حاکم رہے ہیں، یہ امیر کائنات سرکار علیؑ ابن ابی طالب علیہا الصلوٰۃ والسلام کے چھوٹے فرزند مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر ہے...... میں پچھلے دِنوں کوفہ گیا تھا، وہاں سے تمام حالات بخوبی معلوم کر کے آیا ہوں، تم لوگ بے شک تحقیق کرلو، یہ تمہارے نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط اصغر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک سر ہے، حیف اور تُف ہے تم لوگوں پر کہ جس نبی کا تم کلمہ پڑھتے ہو، انہی کے نواسے کے قاتل اُن کا پاک سر لے کر تمہارے شہر میں آئیں اور تم لوگ جشن مناؤ، تم سب کیلئے نہایت شرم بلکہ ڈوب مرنے کا مقام ہے، اس پادری کی یہ بات سنتے ہی کچھ مسلمان تو استقبال کئے بغیر ہی وہاں سے واپس چلے گئے، اور کچھ مسلمان وہیں کھڑے روتے رہے

وہ اسقف وہاں سے واپس اپنے کلیسا میں آیا اور یہاں پہنچ کر ناقوس بجایا تا کہ لوگ جمع ہو جائیں، جب تمام عیسائی جمع ہو گئے تو اُس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم سب لوگوں کو یاد ہو گا کہ ہم شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

زمانہ میں انہیں خراج دیا کرتے تھے یعنی ان کے باج گزار تھے اور اسی وجہ سے معاویہ ملعون نے ہمارے شہر پر حملہ بھی کیا تھا، پھر جب اس حملے کے بعد ہم امیرؑ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہیں اپنا احوال سنایا تو انہوں نے یہ فرماتے ہوئے ہمیں جزیہ یا خراج واپس کر دیا تھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے تو تم سے جزیہ لینے کا بھی ہمیں کوئی حق نہیں ہے

بعد ازاں ہم نے اُن کے لشکر میں شامل ہوکر جنگ کی اور فرعونِ شام کو شکست دی تھی جس کی وجہ سے ہمیں اس کے مظالم سے نجات ملی تھی

آج اگر ہم اپنے اُس محسن کا قرض اُتارنا چاہیں تو یوں اُتار سکتے ہیں کہ تم سب لوگ آج میرا ساتھ دو، ہم ان شامی ملاعین سے سر ہائے اطہر چھین کر ان کو شایانِ شان طریقے سے دفن کریں گے، اور امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بیٹیوں کو رہا کروا کے وطن واپس پہنچا دیں گے، میں جانتا ہوں کہ اس وقت شامی لشکر کی کل تعداد دو یا تین ہزار سے زیادہ نہیں ہے، اور ہم یہاں 20 ہزار سے بھی زیادہ ہیں، اس لئے آج ہم اپنے محسن کا احسان یا قرض اُتارنے کی پوزیشن میں ہیں، اب آپ سب مجھے اپنی رائے سے آگاہ کریں کہ کیا ہمیں ایسا کرنا چاہیے؟

یہ سن کر سب عیسائیوں نے یک زباں ہوکر ساتھ دینے کا وعدہ کیا، جب تمام لوگوں نے آمادگی ظاہر کی تو اُس پادری نے ان سب کو بازار میں جمع ہونے کا حکم دیا، دوسری طرف سے نام نہاد مسلمانوں نے جب یہ دیکھا تو ان کے پاس آ کر پوچھا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟

اسقف نے بتایا کہ ہم ہر صورت میں تمہارے پاک نبیؐ کے نواسے کا سر اطہر

حاصل کر کے انہیں دفنانا چاہتے ہیں، تم مسلمانوں کو تو غیرت نہیں آئی، چلیں ہم ہی یہ کام انجام دینا چاہتے ہیں، یہ دیکھ کر مسلمانوں میں جذبہ اور جوش پیدا ہو گیا اور لاتعداد مسلمان عیسائیوں کے ساتھ مل گئے اور سب نے فصیل کے صدر دروازہ کا رُخ کیا

جب حاکم تکریت کو پتہ چلا کہ اب یہاں کشت وخون ہونے والا ہے، تو اس نے فوراً ایک تیز رفتار سوار کو بھیجا کہ تم جا کر آنے والے لشکر سے کہو کہ وہ لوگ آگے نہ آئیں بلکہ جتنا جلدی ہو سکے اس شہر سے دور نکل جائیں ورنہ میں تمہارے کسی نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوں گا......☆فلم یدخلوا و رحلوا عن تکریت

اہل تکریت نے جب ان ملاعین کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا تو یہ خوف زدہ ہو کر تکریت شہر سے آگے نکل گئے اور چند فرسخ آگے جا کر خیمہ زن ہوئے اور تکریت شہر کی بجائے انہوں نے یہاں قیام کیا

جب اہل تکریت شہر سے باہر پہنچے تو انہیں پتہ چلا کہ ملاعین شام کا لشکر یہاں سے آگے نکل گیا ہے

اس وقت عیسائی پادریوں نے وہاں موجود مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم کیسے کلمہ گو ہو کہ تمہیں اپنے پاک نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کے حقوق کا ذرا بھر خیال نہیں ہے، اگر ہمارے نبی کی کوئی اولاد ہوتی اور ان کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ ہمارا کوئی بچہ بھی اپنی جان پیاری نہ کرتا، تم ایسی قوم ہو کہ جنہیں ذرہ بھی شرم وحیا نہیں ہے، تم نے اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ کیسا برا سلوک روا رکھا ہے، تم نے اُن پر ہر ظلم کیا ہے، ان کے جوانوں کو شہید کیا ہے، اور

ان کے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کوشہر بہ شہراورقریہ بہ قریہ پھراتے ہوئے لے جارہے ہو، کل تم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس طرح جاؤ گے؟

وہ پادری روکر کہنے لگا کہ تم جیسا کوئی بدبخت ہم نے دنیا میں نہیں دیکھا، تم جیسی بدبخت امت آج تک کسی نبی کونہیں ملی ہے کہ جو اپنے نبی کا کلمہ بھی پڑھتے ہوں اور نبی کے گھرانے کے ساتھ ایسا سلوک بھی کرتے ہوں، کیا اتنے ظلم کرنے کے بعد بھی تم لوگ اپنے نبی کی شفاعت کی امید رکھتے ہو؟ اور تمھیں مسلمان کہلاتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی، اب تمہارا فرض ہے کہ تم سب مل کر اِس مشکل وقت میں اِن رسول زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی مدد کرو کہ جن کا کوئی ناصر یہاں موجود نہیں ہے، یہ شامی لوگ انتہائی رذیل اور کمینہ خصلت ہیں، خدا جانے آگے ان سے کیا سلوک کریں اور ان پر کتنے مظالم ڈھائیں، تم کوشش کرو اور انہیں رہا کروالو

سب مومنین مل کر دعا کریں کہ اب تو اِن بے کس و بے آسرا پردہ داروں کے پاک منتقم جلد تشریف لے آئیں، اور ظالمین سے انتقام لیں، ان کی ابدی خوشیوں کی سحر جلد طلوع ہو، ان کے بخت و اقبال کا سورج ہمیشہ نصف النہار پر چمکتا رہے، یہ پاک گھرانہ پھر سے آباد ہو، ان کے دکھوں کا موسم ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے اور یہ اپنے نوجوان بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے سہرے پہنائیں

❁ آمین یارب العالمین ❁

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 37

تکریت تا جہنیہ

26 صفر 61 ہجری = 24 نومبر 680ء منگل کی صبح قافلہِ تسلیم و رضا تکریت سے روانہ ہوا اور 90 کلومیٹر فاصلہ طے کر کے کحیلہ پہنچا
اس سفر کی کیفیت کچھ اس طرح ہے کہ تکریت سے اگر شمال کی طرف سفر کیا جائے تو یہاں سے 45 کلومیٹر شمال کی طرف جا کر دریائے دجلہ اپنا رُخ بدل لیتا تھا اور یہاں دریا تقریباً 5 کلومیٹر تک مشرق سے شمال مغربی رخ پر بہتا تھا، اس موڑ پر ایک قدیم پل بھی تھا جسے قنطرۃ الزاب کہا جاتا تھا، آج اس مقام پر لقلق کا جدید شہر آباد ہے، شاید وہ پل اس کے قریب ہی کہیں ہوگا، اس پل سے 35/30 کلومیٹر شمال کی طرف زاب اصغر تھا، اس زابِ اصغر سے تقریباً 10 کلومیٹر شمال کی طرف کحیلہ کا شہر آباد تھا، عربی زبان میں زاب دریا کے اس مقام کو کہا جاتا ہے کہ جہاں پر کوئی برساتی نالہ یا رودکوہی آ کر دریا میں گرتی ہو، چونکہ دریائے دجلہ کے شمال مشرقی جانب کردستان کا ایک پہاڑی سلسلہ ہے جہاں سے دو رود کوہیاں دریائے دجلہ میں آ کر گرتی تھیں، ان میں سے ایک رودکوہی چھوٹی اور ایک بڑی تھی، اس لئے ایک مقام کو زابِ اصغر اور دوسرے مقام کو زابِ اکبر کہا جاتا تھا، ان دونوں رودکوہیوں (برساتی نالہ) کے درمیان 90 کلومیٹر کا فاصلہ

تھا، اور زابِ اصغر سے جنوب کی طرف جو زابِ اکبر تھا، وہاں سے کحیلہ کا شہر 10 کلومیٹر مزید شمال کی طرف تھا

آج کحیلہ کا یہ شہر شاید موجود نہیں ہے کیونکہ یہ شہر دریائے دجلہ کے بالکل کنارے پر آباد تھا اور جب دریائے دجلہ نے اپنا کٹاؤ مشرق کی طرف موڑا تھا تو اس وقت یہ شہر دریا کی زد میں آ کر معدوم ہو گیا تھا، اگر آج اس نام کا کوئی شہر موجود ہے تو وہ اپنے اصلی مقام سے ہٹ کر بنایا گیا ہوگا، یہ وہ قدیم شہر نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ دریا کی زد میں آ گیا تھا، اور زابِ اکبر موصل کے شہر سے تقریباً 45 کلومیٹر جنوب کی طرف تھا

قافلہ ءِ تسلیم و رضا 25 صفر کو تکریت پہنچا، یہاں سے 26 صفر کو روانہ ہو کر بعد از دوپہر کحیلہ پہنچ گیا، کحیلہ پہنچنے سے پہلے ملاعین نے اپنے سابقہ دستور کو قائم رکھتے ہوئے حاکم کحیلہ کو خط لکھا کہ ہم شامی فوجی ایک جنگ فتح کر کے شام واپس جا رہے ہیں، ہمارے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کرو، اور ہمارا شایانِ شان استقبال کیا جائے، اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو کہ ہمارے ساتھ کچھ قیدی بھی ہیں اور کچھ شہداء کے سر بھی ہیں، ان کی حفاظت کا انتظام بھی کیا جائے

جب یہ خط حاکم کحیلہ تک پہنچا تو اس نے فوراً حکم دیا کہ شہر میں اعلان کرایا جائے اور اس لشکر کا دھوم دھام سے استقبال کرنے کا انتظام کیا جائے، واضح رہے کہ اس وقت تک اہل کحیلہ کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ آنے والے قیدی کون ہیں اور ان ظالمین کے ساتھ جو سر ہائے اطہر ہیں وہ کن لوگوں کے ہیں

اس لئے سارے شہر کے لوگ اپنے حاکم کے حکم کے مطابق قافلہ کا استقبال کرنے

کیلئے چل پڑے، جب تمام لوگ شہر کے صدر دروازے پر پہنچے تو ان میں سے کچھ لوگ فصیل پر سوار ہو کر آنے والے لشکر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے اور کچھ لوگ مرکزی سڑک پر آ کھڑے ہوئے

اس وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک لشکر آ رہا ہے جس کے سامنے علم لہرا رہے ہیں، ان میں سے فوجیوں کی کثیر تعداد گھوڑوں پر سوار ہے، کچھ لوگ پیدل بھی آ رہے ہیں، ان لوگوں کے پیچھے کچھ محمل ہیں اور اِن محملوں سے آگے سر ہائے اطہر ہیں، یہ لوگ نعرے لگاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے

یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس شہر میں کافی لوگ ایسے بھی موجود تھے جو سرکار امیرؑ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے نام لیوا یا عقیدت مند تھے، یہ لوگ شیعہ تو نہیں تھے مگر امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا جو رشتہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا، اُس رشتے کی وجہ سے یہ لوگ آپ کی عزت واحترام کرتے تھے

جس وقت خولیٰ ملعون ایک گھوڑے پر سوار اپنے ہاتھ میں امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر اٹھا کر شہر میں داخل ہوا تو فصیل کے دروازے پر موجود ایک شخص نے پوچھا کہ یہ پاک سر کس کا ہے؟ جسے تم نے اتنے فخریہ انداز میں اُٹھا رکھا ہے

اس ملعونِ ازل نے جواب دیا کہ یہ سر مولا حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کا ہے

اس شخص نے کہا کہ اس نام والے تو ایک ہمارے امام بھی ہیں، کہیں یہ سر اطہر انہی کا تو نہیں ہے؟ اس ملعون نے کہا کہ ہاں یہ سر اطہر ان ہی کا ہے

یہ سنتے ہی اس شخص نے اپنے قبیلے کے سردار کو علیحدگی میں بلایا اور اس سے پوچھا کہ سردار! کیا تمہیں علم ہے کہ یہ سر اطہر کس کا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے علم نہیں ہے،

اس نے بتایا کہ یہ سر اطہر تو فرزند رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے امام مولا حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کا ہے، یہ سن کر اُس سردار نے شہر کے سارے قبائل کے سرداروں کو جمع کیا اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا

اس زمانہ میں کحیلہ شہر میں دو قبیلے آباد تھے، اوس اور خزرج، ان دو قبیلوں کی آگے اور شاخیں تھیں اور ہر شاخ کے علیحدہ علیحدہ سردار تھے، ان سب سرداروں نے اپنے قبیلے کے نوجوانوں سے بات کی کہ کیا تم سب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا کوئی حق سمجھتے ہو؟ فوراً چار ہزار جوانوں نے اپنی اپنی تلواریں لہرا کر کہا کہ ہم امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام پر اپنی جانیں فدا کرنا حقیقی دین سمجھتے ہیں، اس وقت ان سرداروں نے اپنے نوجوانوں کو حقیقت سے آگاہ کیا کہ آج شہنشاہ امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن ہمارے پاس بظاہر اسیر ہو کر بطور مہمان تشریف لائی ہیں

یہ سن کر اوس اور خزرج کے چار چار ہزار جوان باہر نکلے اور آپس میں عہد کیا کہ یا تو ہم خود مر جائیں گے، یا پھر مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر ان ظالمین سے چھین کر اور پاک رسول زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کو آزاد کروا کر عزت واحترام سے وطن پہنچائیں گے

یہ قبائل یہاں عہد کرنے میں مصروف تھے اور جنگ کی تیاری کر رہے تھے کہ ہمیں کس طرح اور کیسے حملہ کرنا چاہیے، عین اسی وقت حکومت وقت کے ایک جاسوس نے حاکم کحیلہ کو اطلاع دی کہ یہاں تمہارے شہر میں قتل وغارت ہونے والا ہے
حاکم نے فوراً اپنی فوج کے سالار کو ابحر بن کعب ملعون کی طرف بھیجا کہ تم یہاں

میرے پاس آ تو گئے ہو مگر یہاں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری میں نہیں اٹھا سکتا کیونکہ سارا شہر بہ اتفاق تمہارا مخالف ہو گیا ہے اور تم پر کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے، تم لوگ کوئی اور راہ اختیار کر لو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہو گا

یہ خبر سنتے ہی ان ملاعین کے رنگ اڑ گئے انہوں نے فوراً شہر سے باہر نکلنے کی تیاری کی اور جلد ہی آگے کی طرف روانہ ہو گئے، جب اوس اور خزرج کے آٹھ ہزار جوان جنگ کی تیاری کر کے اپنے اپنے محلوں سے باہر نکلے تو انہیں پتہ چلا کہ ملاعین کا لشکر وہاں سے فرار ہو چکا ہے اور تل عقر کے مقام پر پہنچنے والا ہے

یہ مقام شہر کحیلہ سے چند کلومیٹر آگے یعنی شمال کی طرف تھا، اِن ملاعین نے 27 صفر کی رات یہاں گزاری اور دوسری صبح آگے روانہ ہو گئے

﴿منزلِ جہنیہ﴾

27 صفر 61 ہجری = 25 نومبر 680ء بروز بدھ قافلہ پاک جہنیہ کے قریب پہنچ گیا کحیلہ سے تل عقر چند کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا، کحیلہ سے موصل دریائی راستے سے 130 کلومیٹر کے قریب تھا، موصل سے زابِ اکبر 45 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا موصل سے جہنیہ 30/25 کلومیٹر جنوب کی طرف دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر واقع تھا، مگر جب دریا نے اپنا رخ بدلا تو پھر جہنیہ کا شہر دریا کے مغربی کنارے دوبارہ آباد ہو گیا تھا، کیونکہ بعد میں شائع ہونے والے سیاحت ناموں میں اس کا ذکر موجود ہے

کحیلہ سے تل عقر کی طرف سفر کیا گیا، یہاں رات بسر کرنے کے بعد صبح سویرے یہ

ملاعین یہاں سے روانہ ہوئے اوران کی اگلی منزل جہنیہ تھی

جہنیہ اصل میں ایک قبیلہ کا نام ہے، اور یہاں چونکہ اسی قبیلہ کے لوگ رہتے تھے اس وجہ سے اس کا نام جہنیہ رکھا گیا، یہ موصل کے نواح میں آباد تھا، اگر کوئی قافلہ موصل سے بغداد کی طرف سفر کرتا تھا تو اس کیلئے یہ پہلا مرحلہ ہوتا تھا، اسے منزل تصور نہیں کیا جاتا تھا، ہاں اگر کوئی بغداد سے موصل کی طرف سفر کرتا تو وہ یہاں قیام کر لیتا تھا، یہاں ایک چھوٹا سا قلعہ بھی تھا اوراس کے ساتھ ایک چراگاہ بھی تھی جسے مرج الجہنیہ کہا جاتا تھا، یہاں موصل کے ماتحت ایک حاکم بھی موجود رہتا تھا جو مکمل حاکم تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کا عہدہ ایک قلعہ دار کا ہوا کرتا تھا، جس کے ماتحت ایک فوجی دستہ ایمرجنسی ضرورت یا مدد کیلئے رکھا جاتا تھا

جس زمانہ میں پاک خاندان کا قافلہءِ راہ رضا یہاں پہنچا اس وقت یہاں کا حاکم یا قلعہ دار خالد بن نشیط ملعون تھا، اس کا ایک بھائی حمص میں حاکم و عامل تھا، اس ملعون کو ساری حقیقت معلوم تھی، اس کے باوجود اس نے شہر سے 6 کلومیٹر باہر جا کر لشکر شام کا استقبال کیا

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کحیلہ کے لوگوں کو یہ بخوبی اندازہ تھا کہ جو لشکر یہاں سے فرار ہو گیا ہے یہ موصل پہنچ کر ضرور قیام کرے گا اور یقیناً راستے کے شہروں سے بچ بچا کر جائے گا، کیونکہ راستے میں جتنے بھی شہر آباد تھے ان میں زیادہ تعداد اوس اور خزرج کے قبائل کی تھی، اوران کے حلیف قبائل میں سے جہنی قبیلہ بھی تھا شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے کی وجہ سے یہ لوگ پاک گھر کا احترام کیا کرتے تھے

اہل کحیلہ نے یہ مشورہ کیا کہ ہم ایک تیز رفتار ناقہ سوار جہنیہ روانہ کریں اور ان کو اصل حقیقت سے آگاہ کریں، ہوسکتا ہے کہ جو کام ہم نہیں کر سکے ہیں، وہ لوگ کر گزریں، اور پاک پردہ دارانِ توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کو رہا کروا کر مدینہ واپس بھجوادیں، اور سرہائے اطہر ظالمین سے لے کر انہیں عزت واحترام سے دفن کردیں...... وہ لوگ اس رذیل لشکر کو روکیں گے تو ضرورت پڑنے پر ہم بھی ان کی مدد کیلئے پہنچ جائیں گے

اس وقت اس شہر جہنیہ کی آبادی 30 ہزار افراد پر مشتمل تھی، اہل کحیلہ نے اپنی طرف سے ایک ناقہ سوار کو مذکورہ پیغام کے ساتھ جہنیہ روانہ کیا، جب وہ شہر میں داخل ہوا تو اس وقت خالد بن نشیط ملعون لشکر شام کے استقبال کیلئے جاچکا تھا

اس شخص نے جہنیہ پہنچ کر جہنی قبیلہ کے سردار سے ملاقات کی اور اسے حالات سے باخبر کیا، اس نے فوراً سارے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے ایک طویل خطبہ دیا، اور انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان شامی اور کوفی ملاعین نے مل جل کر ظلم عظیم کا ارتکاب کیا ہے، ان لوگوں نے پہلے خطوط لکھ کر اور منت سماجت کر کے شہنشاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط اصغر مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کو اپنے پاس کوفہ آنے کی دعوت دی، جب وہ کوفہ تشریف لائے تو ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ ان سے عہد شکنی کی بلکہ عرب روایات کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے ملکہ عِ دارین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے لخت جگر کو تمام اعوان وانصار سمیت شہید کردیا ہے، اور اب یہ ان کے پاک پردہ داروں کو اسیر بنا کر شام لے جا رہے ہیں حالانکہ ہمیں تو ہمارے پاک نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ

فرمایا تھا کہ

☆اکرموا الضیف ولوکان کافراً

مہمان کی عزت کرنا چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو، ان ظالمین نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ ایک تو ہمارے مہمان ہیں ساتھ ہی ہمارے پاک نبی کے نواسہ بھی ہیں

ایسی ذی عزت پاک ذات کے ساتھ اس قدر ناروا سلوک روا رکھنا کفر نہیں تو کیا ہے؟ میں تم سب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ان ظالمین نے ایسا ظلم کرنا ہی تھا تو مردوں کی حد تک بات قابل قبول ہوسکتی تھی، مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ ان بے غیرت ملاعین نے ناموسِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن کا حیا بھی نہیں کیا، سننے میں آیا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ ملکہ ءِ کونین صلواۃ اللہ علیہا کی بہو بیٹیاں بھی موجود ہیں جنہیں یہ ملاعین ازل جگہ جگہ پھراتے ہوئے شام لے جا رہے ہیں، اور ان کا کوئی پرسانِ حال تک نہیں ہے

اس نے تمام لوگوں کی غیرت اور حمیت کو اُجاگر کرنے کیلئے روتے ہوئے کہا کہ جھنی قبیلہ عربستان میں ایک غیرت مند قبیلے کے طور پر جانا جاتا ہے، آج ہماری غیرت کے امتحان کا وقت آ گیا ہے، کیونکہ یہ صرف ہماری ہی نہیں بلکہ شہنشاہِ معظم سرتاجِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت کا سوال ہے، اس لئے ہم سب پر لازم ہے اور ہمارا حق ہے کہ زندگی اور دنیا کی خواہشات سے بالاتر ہوکر آج اِن پاک پردہ داروں کی مدد اور نصرت کریں اور اگر ہو سکے تو انہیں اِن ظالمین کے چنگل سے آزاد کرائیں، اور انہیں عزت و احترام سے وطن پہنچانے کی کوشش کریں

تمام اہل قبیلہ نے اس آواز پر لبیک کہا، جوان جوش میں آ گئے، ان سب نے اپنی

اپنی تلواریں بلند کر کے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اور پروگرام بنایا کہ جب قافلہ پاک شہر کی فصیل کے قریب پہنچ جائے گا تو ہم اِن ظالمین پر حملہ کر دیں گے

اسی لمحے حکومت کے ایک ایجنٹ نے جا کر خالد بن نشیط ملعون کو اطلاع دی کہ سارا شہر تمہارا دشمن ہو چکا ہے، اس لئے تم کوئی بہتر تدبیر کرو بصورتِ دیگر تمام شہر میں تمہارے خلاف شورش بر پا ہو جائے گی

اس ملعون نے شمر ذوالجوشن ملعون کو ساری صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اب تمہارا اس شہر میں داخل ہونا موت کو دعوت دینے کے برابر ہے

یہاں ہزاروں کی تعداد میں جوان تمہارے خلاف اپنی تلواریں سونت چکے ہیں، اس وقت تمہارے ساتھ دو تین ہزار فوجی ہیں اور میرے پاس ایک ہزار فوج ہے ہم سب مل کر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لئے جتنا جلدی ممکن ہو سکے تم یہاں سے دور نکل جاؤ، ایسا نہ ہو کہ تمہاری وجہ سے میں بھی مارا جاؤں

یہ سن کر ان ملاعین نے آگے جانے کی بجائے قافلہ کا رخ پیچھے کی طرف موڑ دیا اور جہنیہ سے کحیلہ کی طرف واپس آ کر ایک ویران جگہ پر قیام کیا

عرض یہ ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک منزل کئی کئی میلوں پر محیط تھی، دوسری طرف شام غریباں کی تھکی ہوئی نازک مزاج اور تطہیر کے پردوں میں پلنے والی پاک بیبیاں صلواۃ اللہ علیہن تھیں، خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ سفر انہوں نے کیسے طے کیا ہوگا؟ میری تو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ انہوں نے کیسے یہ اوقات گزارے ہوں گے، اتنے دشوار گزار سفر کیسے کئے ہوں گے؟ ایک بیمار و لاچار بیٹے کے ساتھ ان کا یہ سفر کس حال میں طے ہوا ہوگا؟ ان کے پردوں کا کیا انتظام ہوگا؟ ان کے

پاک خیام کون نصب کرتا ہوگا؟ جنہیں کربلا سے شام تک ایک پل کیلئے بھی آرام یا سکون میسر نہ ہوا اُن کے شب و روز کیسے بسر ہوئے ہوں گے؟

یہ سب ایسے سوالات ہیں کہ جنہیں سوچ سوچ کر دل میں ایک ہوک سی اُٹھتی ہے، قلب وجگر زخمی ہو جاتا ہے، آنکھیں بے ساختہ اشک فشاں ہو جاتی ہیں

ایسے میں دل سے بے ساختہ یہی دعا نکلتی ہے کہ خدا کرے ان کے پاک گھر جلد آباد ہوں، ان کا پاک منتقم ہمارا پاک امام زمانہ عجل اللہ فرجۂ الشریف فوراً سے بیشتر تشریف لاکر اِن پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن پر روا رکھے گئے ہر ظلم کا ہر ظالم ازلی سے اس طرح حساب اور انتقام لیں کہ جس طرح انتقام لئے جانے کا حق ہے، تاکہ ان کے سوختہ دلوں کو سکون اور راحت نصیب ہو

آپ تمام عزادار میری اس دعا پر تہہ دل سے آمین کہیں کہ خدا کرے اِس پاک گھر کی خوشیوں کے موسم جلد آئیں، ان کو بازاروں اور درباروں کے تمام دکھ بھول جائیں، ان کی مظلومیت کے سبھی راز عیاں ہوں، عادل حقیقی ان کے صدمات کا خوں بہا لیں اور پھر ابد تک ان کے پاک سرہائے اطہر پر ہمیشہ باقی رہنے والی خوشیاں سایہ فگن رہیں

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف

وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہِ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 38

جہنیہ، موصل، خولان

کل کی مجلس میں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ قافلہءِ تسلیم ورضا نے مخالفت کے خطرہ کے پیشِ نظر جہنیہ سے واپس مڑ کر ایک ویران مقام پر قیام کیا تھا، آج اپنے کاروانِ بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ

28 صفر 61 ہجری = 26 نومبر 680 عیسوی جمعرات کی صبح ظالمین کا لشکر جہنیہ سے آگے روانہ ہوا، یہاں سے ان ملاعین نے موصل کی طرف رخ کیا

موصل اس مقام سے زیادہ دور نہیں تھا، یعنی یہاں سے انہوں نے صرف 35 کلو میٹر سفر کرنا تھا جو تقریباً تین یا ساڑھے تین گھنٹے کا سفر تھا، اس لئے یہ ملاعین قبل از دوپہر موصل جا پہنچے، ان کا پروگرام یہ تھا کہ اس شہر میں دو تین دن قیام کریں گے کیونکہ یہ ایک مرکزی شہر تھا اور یہاں تمام سہولیات بھی میسر تھیں

یہاں موصل کے بارے میں آپ کو آگاہی دینا ضروری سمجھتا ہوں

تمام صاحبانِ کتب مسالک یہ لکھتے ہیں کہ موصل سے بغداد تک جو راستہ تھا اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر فنادق (کارواں سرائے)، متعشے (شب باشی کی سرائے) موجود تھے، موصل شہر دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر آباد تھا، یہ شہر نصف دائرے کی شکل میں بنا ہوا تھا، یہاں کثیر تعداد میں شفا خانے اور حمام وغیرہ

تھے، اُس زمانہ کا یہ ایک ترقی یافتہ شہر تھا، یہاں ایک شاہی قلعہ بھی تھا جو نہر زبیدہ کے کنارے واقع تھا، پہلے پہل یہ نہر حکومت ایران نے قبل از اسلام کھدوائی تھی، مگر بعد ازاں یہ برساتی اور دریائی مٹی سے بھر جانے کی وجہ سے بند ہوگئی تھی اور دوبارہ اسے ہارون الرشید ملعون کی بیوی زبیدہ خاتون نے صاف کروا کے جاری کیا تھا اسی وجہ سے اس نہر کا نام نہر زبیدہ رکھا گیا تھا، یہ بات اب کسی کو معلوم نہیں ہے کہ ایرانی حکومت نے اس نہر کا کیا نام رکھا تھا، دراصل یہ نہر ایک پہاڑی برساتی نالہ تھی جس کا پانی شہر کے قلعہ میں سے ہوتا ہوا دریائے دجلہ میں آ کر گرتا تھا

جس طرح ہمارے ملک کے مختلف شہروں میں جمعہ بازار یا اِتوار بازار لگتا ہے، اسی طرح موصل میں بدھ بازار لگتا تھا جسے وہ لوگ سوق الاربعہ کہا کرتے تھے، یا یوں سمجھ لیں کہ بدھ کے دن یہاں منڈی لگتی تھی جس میں اطراف و جوانب سے لوگ آ کر اشیائے ضرورت کی خرید وفروخت کیا کرتے تھے

اِس شہر میں اُس وقت جو مساجد تھیں وہ زیادہ وسیع نہیں تھیں، یہاں پہلی جامع مسجد محمد بن مروان بن محمد ملعون نے بنوائی تھی

موصل کے حاکم کا دربار پہلے قلعہ کے اندر منعقد ہوا کرتا تھا، مگر بعد میں جب خلافت کی بندر بانٹ ہوئی تو محمد بن مروان بن محمد اموی ملعون نے اپنا قصر خلافت شہر سے اڑھائی کلومیٹر دور دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر تعمیر کرایا تھا، یہ قصر اتنا بلند و بالا تھا کہ محل پر کھڑے ہو کر نینوا کے مقام کا نظارہ کیا جا سکتا تھا

اس شہر کی آبادی دریائے دجلہ کے کنارے کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوئی تھی، شہر کی

فصیل میں جا بجا برج بنائے گئے تھے، اور اس شہر سے باہر بہت سی ملحقہ بستیاں بھی آباد تھیں، اس شہر کا ایک بازارِ قیصریہ (قیساریہ) بہت مشہور تھا جو کسی روز بھی بند نہیں ہوتا تھا، قیساریہ یونانی زبان میں بازار کو کہا جاتا ہے، اِس بازار کے چاروں طرف کئی منزلہ بلند و بالا عمارتیں موجود تھیں

اُس دور میں یہ شہر موصل گرجا گھروں کی وجہ سے بھی مشہور تھا اور بعض لوگ اسے گرجا گھروں یا کلیساؤں کا شہر بھی کہا کرتے تھے یعنی یہاں زمانہ قدیم میں عیسائی آباد تھے اور ظہورِ اسلام کے بعد بھی یہاں عیسائی زیادہ تعداد میں آباد رہے

موصل کے باہر ایک حفاظتی خندق تھی جو کافی چوڑی تھی اور اس میں ہر وقت پانی بھرا رہتا تھا تا کہ دشمن حملہ نہ کر سکے

نینوا جو موصل کے قریب ہے، وہاں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے بھی تھے جنہیں تل یونس علیہ السلام کا نام دیا جاتا تھا، اور نینوا میں حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا ایک چشمہ بھی تھا اور اس چشمے کے ساتھ ایک توبہ کا ٹیلہ بھی تھا، جس پر قوم یونس علیہ السلام کے عالم جناب روبیل کے کہنے پر تمام قوم نے توبہ کی تھی، اُس وقت تو وہاں یہ سب کچھ موجود تھا، اب معلوم نہیں کہ وہاں کی موجودہ کیفیت کیا ہے

جس طرح قدیم شہر دہلی کی فصیل دوہری ہے، اسی طرح اس شہر کی فصیل بھی دوہری تھی، یعنی پہلے شہر چھوٹا تھا تو اس وقت ایک ہی فصیل بنائی گئی تھی، پھر آبادی میں اضافہ کی وجہ سے لوگوں کو فصیل سے باہر گھر آباد کرنا پڑے تو پھر ان گھروں کے باہر دوسری فصیل تعمیر کی گئی تھی جس کا مکمل دَور دس کلومیٹر تھا

جب قافلہءِ تسلیم و رضا موصل پہنچا تو اس وقت حاکم موصل عماد الدولہ تھا جو ایک

شریف خاندان میں سے تھا اور بہت ہی منصف مزاج حکمران تھا

جب شامی لشکر موصل کے قریب پہنچا تو انہوں نے حسب معمول اپنا خط اور قاصد حاکم موصل کے پاس بھیجا کہ ہم آپ کے مہمان بن کر آپ کے شہر پہنچنے والے ہیں آپ لوگ ہمارے خورد و نوش اور رہائش وغیرہ کا انتظام کریں

جب یہ پیغام حاکم موصل عماد الدولہ کو ملا تو اس نے سارے شہر کے اشراف اور قبائل کے بڑے سرداروں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور انہیں کچھ چھپائے بغیر حقیقت احوال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ظالمین فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاتل ہیں، اور شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر اپنے ساتھ شام لے جارہے ہیں، اور ان کے ساتھ پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن بھی ہیں اب آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ان کو شہر میں داخل ہونے دیا جائے یا روک دیا جائے؟

یہاں کے تمام سرداروں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ہم لوگ کسی کے زرخرید غلام تو ہیں نہیں، نہ معاویہ ملعون کے اور نہ ہی اس کے ملعون بیٹے یزید کے، بلکہ ہم اپنی ذات میں آزاد ہیں اور آپ ہمارے حاکم ہیں، اسی وجہ سے ہم آپ ہی کے حکم کے پابند ہیں، آپ سب سے پہلے ہمیں اپنی رائے سے آگاہ کریں

حاکم موصل عماد الدولہ نے کہا کہ اگر تم سب میری رائے جاننا چاہتے ہو تو میں اپنا فیصلہ سنانے کی بجائے آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنانا چاہتا ہوں، حکم خداوندی ہے کہ

☆لا ترکنوا الی الذین ظلموا

ظالمین کی نصرت کرنا بھی عذابِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے، اور

اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ ظالمین ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر اطہر اُجاڑ کر آ رہے ہیں

میرا مشورہ تو یہی ہے کہ ان ملاعین کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیا جائے مگر ہمارے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ مہمان کی عزت کرو چاہے وہ کافر و مشرک ہی کیوں نہ ہو...... ان ملاعین نے اپنے خط میں یہ لکھا ہے کہ ہم آپ کے مہمان بن کر آ رہے ہیں، اس لئے انہیں یہ کہہ دیا جائے کہ تم لوگ اپنے گندے کردار کی وجہ سے ہمارے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے، البتہ تم لوگوں نے خط میں مہمان بن کر آنے کو کہا ہے اس لئے ہم تمہارے قافلہ کے کھانے پینے کا سامان شہر کے باہر بھجوا دیں گے، وہیں زہر مار کر لینا، لیکن تمہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت قطعاً نہیں دی جائے گی ...... یہ فیصلہ سن کر تمام سرداروں نے کہا

☆ رحمك الله ازلت اميراً ناصحاً و مشفقاً

اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے آپ ہمارے کس قدر مہربان اور نصیحت کرنے والے حاکم ہیں اور آپ کی رائے سب سے بہتر ہے، ہم سب آپ سے متفق ہیں

جب ایک پیادے نے آ کر یہ اطلاع دی کہ لشکر شہر کے قریب پہنچنے والا ہے تو اس وقت حاکم موصل عماد الدولہ نے اپنے کئی لوگوں کے ذریعے کھانا اور دیگر سامان خورد و نوش ظالمین کی طرف بھجوا دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ تم لوگ ہمارے شہر میں داخل ہونے کی غلطی نہ کرنا کیونکہ ایک تو یہاں کی فضا تمہارے خلاف ہے، اور دوسرا یہ کہ تم جیسے ملاعین و ظالمین کا اِس شہر میں آنا ہم بالکل پسند نہیں کرتے

جب ان ملاعین کو یہ پیغام ملا تو انہوں نے غصہ میں تمام کھانا زمین پر پھینک دیا اور

بکواس بازی کرتے ہوئے خولان کی بستی کی طرف چلے گئے جو یہاں سے ساڑھے پانچ کلومیٹر دور تھی

خولان یا مشہد نقطہ

خولان کا قدیمی نام مشہد نقطہ ہے، یہ جگہ موصل سے ساڑھے پانچ کلومیٹر دور تھی، ان ملاعین نے خولان کی بستی سے باہر ایک ویران مقام پر خیام نصب کیئے، اس تمام کاروائی کے دوران ان کا وقت کافی ضائع ہوگیا اور یہاں خیام نصب کرتے کرتے انہیں شام ہوگئی، جس وقت ظالمین اپنے خیام لگا چکے تو جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے بھی اپنے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو محملوں سے اتارا، اوران کے خیام ظالمین سے کافی دور جا کر لگائے

اِن ظالمین نے شہر موصل میں داخل ہونے سے پہلے یہ پروگرام بنایا تھا کہ یہاں سر ہائے اطہر کو عمودِ نور پر اٹھا کر نمائش کی جائے گی، اسی نیت سے انہوں نے تمام شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر صندوقوں سے برآمد کر لئے تھے، مگر چونکہ ان ملاعین کو اس شہر میں کسی نے داخل ہی نہ ہونے دیا، چنانچہ انہیں ممکنہ خطرے کے پیش نظر جلدی سے آگے روانہ ہونا پڑا تھا اور انہیں سر ہائے اطہر دوبارہ صندوقوں میں بند کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا

پھر جب یہ خولان کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہونے لگے تو ان ملاعین نے مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر ایک غیر تراشیدہ سفید پتھر پر رکھ دیا اور خود خیام نصب کرنے میں مصروف ہو گئے، اس کام میں انہیں رات ہوگئی اور سر اطہر اسی طرح

پتھر پر ہی جلوہ افروز رہا

پاک پردہ داران توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کے خیام اس پتھر کے نزدیک ہی نصب تھے، جب رات ہوئی اور ملکہ عالمین معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے پاک بھائی کا سر اطہر ایک غیر موزوں جگہ پر دیکھا تو انہوں نے پردہ دار مستورات صلواۃ اللہ علیہن سے فرمایا کہ آج کی رات ہم خیام میں نہیں گزاریں گے، قسمت نے ہمیں ایک موقع دیا ہے، اس لئے آج کی رات ہم اپنے پاک بھائی کی زیارت اور عزاداری کرتے ہوئے گزاریں گے

جب ظالمین کھانا وغیرہ کھا کر سو گئے تو پھر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اہل قافلہ سے فرمایا کہ آپ سب آہستہ آہستہ میرے مظلوم بھائی کی عزاداری کریں

جیسے ہی یہ حکم ملا عزاداری اور ماتم داری شروع ہوگئی، جس وقت ماتم اور گریہ اپنے عروج پر پہنچا تو امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے حلق بریدہ سے تازہ خون جاری ہو گیا اور وہ خونِ ناحق گلوئے اطہر سے بہتا ہوا اس پتھر کو رنگین کرنے لگا، تمام رات عزاداری ہوتی رہی، صبح یہ قافلہ اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگیا، مگر امام مظلوم کے خونِ ناحق سے رنگین پتھر وہیں رہ گیا اور پتھر پر پاک خون ہمیشہ قائم رہا کافی عرصہ بعد اہل موصل نے اس پتھر سے معجزات وکراماتِ اِلٰہیہ کا صدور دیکھا تو وہاں ایک قبہ مبارک بنا دیا، اور اس مقام پر یہ معجزہ ظاہر ہوتا تھا کہ روزِ عاشور جب اہل موصل یہاں ماتم داری کرتے تو اس پتھر سے تازہ خون جاری ہوجاتا تھا ماتم داری اور عزاداری کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا، یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان ملعون کا دورِ حکومت آ گیا، یعنی 20 سال سے بھی زیادہ عرصہ یہاں

عزاداری ہوتی رہی ، اور ہر سال یہاں اس پتھر سے خون جاری ہوتا رہا
جب اس معجزہ کی خبر عبدالملک بن مروان ملعون کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اکھاڑ کر کسی اور مقام پر چھپا دیا جائے ، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا
پھر شاہان دیلمی بویہ خاندان کے عالی مرتبہ افراد نے اس پتھر کو تلاشِ بسیار کے بعد بازیاب کرایا اور اس کیلئے خصوصاً ایک قبہ مبارک تعمیر کروایا، اور اس مقدس پتھر کو زیارت گاہ کے طور پر وہاں زینت دی ، یہ جگہ آجکل مشہد نقطہ کے نام سے مشہور ہے، یہ کوہِ جوشن کے قریب ہے اور یہاں ایک بہت بڑی مسجد بھی ہے
یہ موجودہ مقام 350 ہجری میں جناب سیف الدولہ حمدانی نے بنوایا تھا اور اس پتھر کو ایک دیوار کے ساتھ تین ضرب تین فٹ کے ایک اونچے چبوترے پر رکھا گیا، جس پر ایک جالی لگوادی گئی تھی ، آج یہ جگہ موصل سے کافی دور واقع ہے مگر درحقیقت یہ مقدس پتھر موصل کے علاقہ خولان ہی کا ہے
گزشتہ سال میرے ایک بھائی جناب باقر امام زیدی صاحب نے ایک وِڈیو کیسٹ مجھے بطور تحفہ دی ، اس کیسٹ میں بھی یہ معجزہ موجود ہے کہ
کراچی کے ایک بزرگ جناب سید لعل حسینؑ شاہ صاحب نے ایک ماتمی دستے کو مقدس مقامات کی زیارت کروانے کا اہتمام کیا، اِس قافلہ میں ستر سے زیادہ لوگ شامل تھے جن میں جناب بابا صدا حسینؑ سرکار لاہور والے بھی موجود تھے
جب یہ ماتمی قافلہ مشہد نقطہ پہنچا اور اس مقدس پتھر کے سامنے ماتم داری کا آغاز ہوا تو پتھر میں سے فوراً خون جاری ہوگیا، یہ کیسٹ آج بھی میرے پاس موجود ہے، میں نے خود دیکھا ہے کہ اس پاک پتھر میں سے دو مرتبہ خون بہہ کر نیچے فرش

پر آیا، یعنی یہ واقعہ آج کے دور سے متعلق ہے جس کے عینی شاہدین آج بھی موجود ہیں

آمدم برسر بیان

موصل کا ایک شخص ابی معیط اپنی بیوی اُمّ معیط کے حوالہ سے روایت کرتا ہے کہ
''جس دن قافلہءِ تسلیم و رضا نے موصل میں داخل ہونا تھا تو میں وہیں موجود تھی، میں معمول کے مطابق اٹھی اور بازار جانے کی تیاری کی، جب میں اپنے گھر سے باہر نکلی تو دیکھا کہ گلیوں میں عورتیں اپنے بال کھولے اور سروں میں خاک ڈالے ہوئے ماتم کناں تھیں، اور سر میں خاک ڈالنے والی عورتیں بھی موجود تھیں
واضح رہے کہ اُس زمانہ میں ماتم کے موقع پر لوگ خود اپنے سر میں خاک نہیں ڈالتے تھے بلکہ اس کیلئے مردوں میں مرد اور عورتوں میں عورتیں خاک ڈالنے کیلئے مقرر ہوا کرتی تھیں جو سوگواران اور تعزیت کرنے والوں کے سروں میں خاک ڈالتے تھے اور یہ عموماً ہر مقتول کے قتل کے بعد کیا جاتا تھا کہ تعزیت کیلئے ہر آنے والے کے سر میں خاک ڈالی جاتی تھی، معلوم نہیں کہ عرب میں یہ رواج آج موجود ہے یا نہیں مگر اُس زمانہ میں یہی رواج تھا اور آج بھی ہمارے کچھ دیہاتی علاقوں میں یہ رواج موجود ہے
وہ مستور روایت کرتی ہے کہ خاک ڈالنے والی عورتیں ماتم کرنے والی عورتوں کے ساتھ ساتھ اپنے دامن میں خاک لئے چلتی آ رہی تھیں، باقی سبھی عورتیں ماتم اور گریہ و زاری میں مصروف تھیں، میں نے ان عورتوں میں سے ایک ضعیف

عورت سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے تم سب یہ کس کا سوگ منا رہی ہو؟ اس مستور نے روتے ہوئے کہا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے؟ کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کربلا کے میدان میں پیاسہ شہید کر دیا گیا ہے اور ظلم عظیم تو یہ ہے کہ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر اور ان کے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو قیدی بنا کر ملاعین از ل شام لے جا رہے ہیں، اور آج یہ لشکر ہمارے شہر میں آنے والا ہے

اُم معیط کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ خبر سنی تو گویا مجھ پر بجلی سی گری، مگر مجھے اس بات پر یقین نہ آیا، میں سوچنے لگی کہ آخر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ مسلمان ہوں، کلمہ گو ہوں اور وہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں، میں شک اور اعتبار کی چکی میں پستی ہوئی اس خبر کی تصدیق کیلئے ان عورتوں کے ساتھ چلنے لگی کہ خود جا کر دیکھوں، کیا واقعی یہ خبر درست بھی ہے یا نہیں؟

جس وقت ہم سب لوگ شہر کے صدر دروازہ پر پہنچے تو ہم نے دور سے ایک لشکر آتے دیکھا

☆واذاً برؤس علی الرماح بایدی الملاعین

ملاعین کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور معراجِ سعادت پر بہت سے سر ہائے اطہر بلند تھے، اور اس کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا، میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتی مجھ سے پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی یہ حالت برداشت نہ ہوسکی تو میں روتی ہوئی اپنے گھر واپس آ گئی، اور دروازے بند کر کے میں نے بین کرتے ہوئے رونا شروع کر دیا کہ عرش وفرش کی مالک پاک مخدراتِ عصمت

صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ یہ کیا ہو گیا ہے؟

اس وقت مجھ پر ایک دہشت طاری تھی، رِقت سی طاری تھی، اور افسوس کی انتہا ہی نہ رہی کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ اور اتنے مظالم کے باوجود یہ آسمان و زمین کیسے باقی ہیں، قیامت برپا کیوں نہیں ہو گئی...... اور میں یہ سوچنے لگی کہ اب میں ان مظلومین کائنات پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کی کیا اور کیسے مدد یا نصرت کر سکتی ہوں، لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، اور میں مسلسل روتی رہی بلکہ جب تک جاگتی رہی لگا تار روتی ہی رہی، یہاں تک کہ مجھے نیند آ گئی

عالم رویاء میں جانے کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ

ایک خوبصورت باغ ہے، جس میں حورانِ جنت کا ایک جم غفیر ہے جو مصروفِ گریہ و بکا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ کچھ حوریں ایک سفید نورانی تخت کو اُٹھائے ہوئے آئیں اور اسے درمیان میں آراستہ کر دیا، اچانک آسمان سے ایک نور کی عماری اتری اور اس میں سے ایک پردہ دار ذات صلواۃ اللہ علیہا باہر تشریف لائیں، یہ پاک ذات حجابِ نور میں محجوب تھیں، انہوں نے نورانی تخت کو زینت عطا فرمائی ☆

وعلی منکبھا الا یمن قمیص ملطخ بالسم وعلیٰ منکبھا الایسر قمیص ملطخ بالدم

اس پاک معظّمہءِ کائنات بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے دائیں کندھے پر ایک سبز رنگ کی قمیص تھی جو زہر کے دھبوں سے رنگین تھی، اور بائیں دوشِ مبارک پر ایک سرخ رنگ کی قمیص تھی جو خون سے تر بہ تر تھی، اور وہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا انتہائی درد اور سوگ کی حالت میں گریہ کرتے ہوئے کچھ اس انداز میں بین فرما رہی تھیں

ہائے میرے مظلوم بیٹے! آپ کے دُکھ دکھیاری ماں کو ہر لمحہ تڑپا رہے ہیں، آپ

کے زخم میرے جگر کو زخمی کر رہے ہیں، دوسری طرف مسافر بہو بیٹیوں کے بین، اُن کے آلام و مصائب اور ان کی پردہ داری مجھے بے چین کیئے جا رہی ہے

اُم معیط کہتی ہیں کہ میں نے ایک حور سے دریافت کیا کہ یہ پاک معظّمہ طاہرہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کون ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ ملکہء دو جہاں، سیدۃ النساء العالمین اور جوانانِ جنت کے پاک سرداروں کی پاک والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا ہیں، جو آج اپنی پاک بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کے ہمراہ موصل سے باہر قیام پذیر ہیں

اسی اثناء میں اُس پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے دوسرا بین کیا اور فرمانے لگیں کہ جس طرح دنیا کی کوئی ماں دُکھ اور مصیبت کے وقت اپنی اولاد کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی، اسی طرح میں بھی اپنی بہو بیٹیوں کے ساتھ صعوباتِ سفر کاٹ رہی ہوں، یہ اس وقت اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے قاتلوں کے پہرے میں اپنی زندگی کا مشکل ترین وقت گزار رہی ہیں، اور سب سے زیادہ احساس اور دُکھ مجھے ان کی پردہ داری کا ہے، میری تطہیر قدیر کی پروردہ بیٹیاں کہاں؟ اور یہ گستاخ ماحول کہاں؟

اس کے بعد پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ایک حور کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری مظلوم بیٹیوں سے ان کے پاک بھائی کا سر اطہر لے آؤ

عین اِسی وقت خولان کے قریبی ویرانہ میں پاک مخدراتِ عصمت بیبیاں صلواۃ اللہ علیہن امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کے قریب آ کر ماتم داری میں مصروف تھیں

کبھی معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا پاک بھائی کا سر اطہر اپنی گود میں رکھ کر بین کرتیں، کبھی اُم القاسم معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے پاک بھائی کا سر اطہر اپنی گود میں لے کر بین کرتیں اور کسی وقت معصوؐمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے مظلوم پاک بابا کے سر اطہر کو

اپنی آغوش میں لے کر آہستہ آہستہ بین کرتیں، کہ کہیں ظالم نیند سے بیدار نہ ہو جائیں اور ہم سے سر اطہر واپس نہ لے لیں

اس وقت ایک حور نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ آپ کی پاک معظّمہ والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا اپنے مظلوم بیٹے کیلئے بہت بیقرار ہیں اور مشتاقِ زیارت ہیں، اس لئے یہ پاک سر آپ کچھ وقت کیلئے مجھے دے دیں، پھر وہ حور امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر ان کی خدمت میں لے آئی

اُم معیط روایت کرتی ہیں کہ ملکہءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے جب اپنے مظلوم بیٹے کے سر اطہر کو آتے دیکھا تو آپ بے قرار ہو کر تعظیم کیلئے اٹھیں اور سر پاک کو دونوں ہاتھوں میں وصول فرمایا، پھر سر اطہر کو اپنے سینہ سے لگا کر کافی دیر روتی رہیں، اس وقت سر اطہر سے تازہ خون بہنا شروع ہو گیا تو معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے زخمی گلوئے اطہر سے خون لے کر اپنے پاک سر کو رنگین کرنا شروع کر دیا، ساتھ ساتھ بین بھی کرتی رہیں، جبکہ تمام حوریں آپ کو دلاسہ دینے میں مصروف تھیں مگر آپ کے آنسوؤں کا سیلاب بڑھتا ہی جا رہا تھا، اور آپ رو رو کر فرما رہی تھیں کہ جس ماں کے لختِ جگر کو انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے شہید کر دیا جائے اور پھر اسی مقتولِ جفا بیٹے کا سر ماں کے ہاتھوں میں موجود ہو اسے بھلا کیسے دِلاسہ یا چین آ سکتا ہے؟ میں تو اب اُس وقت تک روتی ہی رہوں گی کہ جب تک میرا آخری نورِ نظر منتقم بن کر اس دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہو گا، اور ہمارے پاک خاندان پر امت ملعونہ کی طرف سے کیئے گئے مظالم کا انتقام نہیں لے گا

تمام مومنین مل کر فقط یہی دعا کریں کہ اب تو عدلِ اِلٰہی کا منبر جلد آراستہ ہو، اِن

پاک مظلوم بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن کے ایک ایک دُکھ کا حساب ہو، ان کا پاک گھر ابھی ابھی آباد ہو، ان کی پاک بہو بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں، ان کا پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد از جلد تشریف لا کر اس دنیا سے ظالمین کو مع ظلم و جور ہمیشہ کیلئے ختم فرمائے، تا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی ابدی اور دائمی حکومت اِلٰہیہ کا قیام عمل میں آ سکے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 39

﴿تل اعفر تا راس العین﴾

29 صفر 61 ہجری = 27 نومبر 680 عیسوی بروز جمعہ

خولان یا مشہد نقطہ سے قافلہ کی روانگی ہوئی، آج کے دور میں خولان شاید شہر موصل کا کوئی حصہ بن چکا ہو مگر اُس زمانہ میں خولان موصل سے پانچ کلومیٹر باہر واقع تھا

یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ موصل پہنچنے تک پاک قافلہ ءِ تسلیم و رضا کے سفر کا رُخ تقریباً شمالی سمت تھا مگر موصل پہنچ کر انہوں نے دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے کو چھوڑ دیا اور موصل کے پل کو عبور کر کے دریا کے مغربی کنارے پہنچ گئے یہاں سے سنجار کے شہر تک (جو جبل سنجار سے پہلے آتا تھا) قافلہ پاک کا سفر مغرب کی جانب جاری رہا، پھر سنجار شہر سے آگے جبل سنجار کا پہاڑی سلسلہ تھا، وہاں سے اس پہاڑی سلسلہ کو عبور کیا گیا، پھر جبل سنجار سے نصیبین تک شمال کی طرف سفر کیا گیا جب قافلہ پاک موصل سے مغرب کی طرف روانہ ہوا تو یہ سیدھا بلدہ کے شہر میں پہنچا، آج یہ شہر ورلڈ اٹلس میں تو موجود نہیں ہے مگر شاید اس کے کھنڈرات وہاں موجود ہوں گے، یہ شہر موصل سے 33 کلومیٹر شمال مغرب کی طرف آباد تھا، مگر یہ ایسا شہر نہیں تھا کہ جسے منزل قرار دیا جاتا بلکہ یہ راستے میں آنے والا ایک قصبہ تھا

بلدہ نام کا معروف شہر دراصل وہ تھا جو نصیبین کے بعد اسی راستہ میں واقع تھا

بلدہ سے قافلہ ءِ تسلیم و رضا نے تل اعفر کی طرف رخ کیا، اس راستہ میں کئی تل آتے تھے، جن میں سے ایک تل عقر کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس کے بعد یہ تل اعفر تھا اور تیسرا تل باعفر تھا جو نصیبین سے آگے واقع تھا

تل اعفر موصل سے تقریباً 72 کلومیٹر مغرب کی طرف واقع تھا، اُس زمانہ میں یہ ایک درمیانہ مگر فوجی نوعیت کا شہر تھا، اس شہر کے قریب ایک پہاڑی تھی جس پر ایک محکم فوجی قلعہ تھا، اور اِس پہاڑی کے چاروں طرف نواحی بستیاں جنہیں عربی زبان میں روابض کہا جاتا تھا وہ بھی واقع تھیں

ایک پہاڑی نالہ یا نہر ایسی بھی تھی کہ جو تل اعفر شہر کے درمیان سے گزرتی تھی، اور یہ شہر ایک پہاڑی وادی کی طرح کا خوبصورت شہر تھا، یہاں کی زمین بہت زرخیز تھی جس کی وجہ سے یہاں کھجوروں کے باغات بکثرت موجود تھے، اور اس علاقہ کی کھجور پورے عراق میں مشہور تھی جس کی سب سے بڑی منڈی شہر موصل میں لگتی تھی

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں یہ تو پتہ چلتا ہے کہ قافلہ ءِ تسلیم و رضا نے یہاں قیام کیا تھا مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس وقت یہاں کے قلعہ کا حاکم کون تھا؟ اور یہاں پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن نے کس طرح وقت گزارا؟

یہاں کے حالات کے بارے میں تاریخ اور کتب مقاتل مکمل خاموش ہیں

﴾سنجار وجبل سنجار﴿

30 صفر 61 ہجری = 28 نومبر 680 عیسوی ہفتہ کی صبح قافلہ پاک تل اعفر سے آگے مغرب کی طرف روانہ ہوا، یہاں سے آگے پہلی قریبی آبادی سنجار کی تھی، اُس زمانہ میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو جبل سنجار کے جنوبی طرف دامنِ کوہ میں واقع تھا، یہاں قافلہ پاک نے قیام نہیں کیا بلکہ جبل سنجار کے بعد آنے والے شہر خان السر کی طرف اپنا سفر جاری رکھا، یہ شہر سنجار سے تقریباً 47 کلومیٹر دور تھا جبل سنجار کے پہاڑی سلسلہ کا یہ سفر قافلہ پاک کیلیئے کافی مشکل سفر تھا

یہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جناب نوح علیہ السلام کی کشتی اس پہاڑ سے ٹکرائی تھی اگرچہ یہ بات درست نہیں مگر یہاں کے لوگ اس بات کو حقیقت تسلیم کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ پہاڑ کافی بلند ہیں اس لئے انہیں عبور کرنے کیلیئے کافی پیچ دار راستہ اختیار کرنا پڑتا تھا، آج اس پہاڑ کے پیچ دار راستے میں کافی گاؤں آباد ہیں مگر اُس زمانہ میں یہاں زیادہ آبادی نہیں تھی

خان السر سے چند کلومیٹر پہلے ایک قصبہ آتا تھا جس کا نام لین تھا، کچھ لوگوں نے اس قصبے کا نام ''لینا'' بھی لکھا ہے، مگر یہ ان کی غلط فہمی یا اشتباہ ہے کیونکہ اُس دور میں لینا میا فارقین نام کا ایک شہر قدیم روم میں واقع تھا جو اس راستہ سے بہت دور تھا، اِس سفر کے دوران اُس شہر کا ذکر کرنا بے جا ہے

﴾لین اور مرشاد﴿

30 صفر 61 ہجری = 28 نومبر 680 عیسوی بروز ہفتہ شام ہونے سے کچھ پہلے یہ قافلہ پاک سنجار کے پہاڑوں کو عبور کرنے کے بعد لین کے گاؤں کے قریب پہنچا چونکہ ظالمین کا طریقہ کار یہی تھا کہ راستہ میں آنے والے ہر گاؤں یا شہر میں داخل ہونے سے پہلے سر ہائے اطہر کو معراجِ سعادت پر بلند کر لیا کرتے تھے، اور اپنے فوجی جھنڈے لہرانا شروع کر دیتے تھے

یہاں بھی انہوں نے اپنے دستور کو قائم رکھا، لین کے شہریوں کو جب اِس قافلہ کی آمد کی اطلاع دی گئی تو اُن میں جنگ کرنے کی جرأت تو نہیں تھی مگر انہوں نے اپنی ناراضگی یا مخالفت کا اظہار کرنے کیلئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا

یہاں کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ ہم ان ظالمین کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہمارے سبھی نوجوان اپنے اپنے گھروں میں چھپ جائیں تاکہ کسی ممکنہ نقصان سے بچ جائیں، اور ضعیف اور بزرگ لوگ عورتوں کے ہمراہ اِس لشکر کے سامنے جا کر جتنا ممکن ہو سکے اُنہیں برا بھلا کہنا شروع کر دیں تاکہ ہمارے اظہارِ نفرت کے باعث یہ ملاعین ہماری بستی میں داخل نہ ہو سکیں اور آگے دفع ہو جائیں

جب یہ ملاعین ازل استقبال کی امید سے لین کے قصبہ میں داخل ہونے لگے تو

☆فخرجت المخدرات من خدورهن و الكهول والشبان منظرون الى راس الحسين عليه الصلوٰة والسلام ويصلون عليه وعلى جده وابيه ويلعنون من قتله

یہاں عورتیں اپنے بال کھول کر گھروں سے باہر آ گئیں، ان کے آگے آگے ضعیف مرد اور بچے تھے، انہوں نے سب سے پہلے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کی زیارت کی

وہ سبھی افراد مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام اور آپ کے پاک بابا سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام اور جد اطہر شہنشاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام پاک خاندان پر صلواۃ وسلام نچھاور کرنے لگے، اس کے بعد ان عورتوں ضعیفوں اور معصوم بچوں نے ان ظالمین پر لعن وطعن کرنا شروع کر دی اور انہوں نے ان ملاعین کو جی بھر کے کوسا اور خوب خوب گالیاں دیں، جس کی وجہ سے یہ ملاعین مجبور اور بے بس ہو گئے کہ ضعیفوں، عورتوں اور بچوں پر نہ تو یہ لڑائی کیلئے ہاتھ اُٹھا سکتے تھے اور نہ ہی اُن کی زبان بند کر سکتے تھے

خاص طور پر عورتوں کے ہاتھوں ان ملاعین کی خوب شامت آئی، وہ کہہ رہی تھیں

☆یا قتلة اولاد الانبیاء اخرجوا من بلدنا

اے اولادِ انبیاء علیہم السلام کے قاتلو! ہمارے شہر سے نکل جاؤ

یہ ملاعین اِس اظہارِ نفرت کا مقابلہ نہ کر سکے اور یہاں سے آگے چلے گئے

لین سے آگے کچھ فاصلہ پر مرشاد نامی ایک قصبہ تھا، یہ اُس کے قریب جا کر خیمہ زن ہوئے کیونکہ یہاں تک پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو چکا تھا

اپنے کاروانِ گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے میں آپ کو یہ بتا تا چلوں کہ اُس سال یعنی سن 61 ہجری میں صفر کا مہینہ 30 دن کا ہوا تھا، اور قافلہءِ تسلیم و رضا نے لین اور مرشاد کے درمیان اِسی مقام پر اِتوار کی رات ربیع الاول کا چاند دیکھا تھا

یعنی سن 61 ہجری میں یکم ربیع الاول = 29 نومبر سن 680 عیسوی اِتوار کا دن تھا

یکم ربیع الاول سن 61 ہجری = 29 نومبر سن 680 عیسوی اِتوار کے دن یہ کاروانِ مظلومیت مرشاد سے نصیبین کی طرف روانہ ہوگیا

یہاں یہ عرض کرنا بھی لازم ہے کہ سنجار سے یہ سفر سیدھا شمال کی طرف شروع ہوا اور شہر نصیبین تک مسلسل شمال کی طرف جاری رہا

مرشاد سے تقریباً 40 کلومیٹر آگے شمال کی طرف فوقانیہ کا شہر واقع تھا، یہاں سے اس قافلہ نے پہاڑی ندی کے ساتھ ساتھ 35 کلومیٹر تک کا سفر طے کیا

اس کے بعد موجودہ ترکی کی سرحد آجاتی تھی، اس سرحد پر پہنچ کر قافلہ نے مغرب کی طرف سفر شروع کیا، وہاں سے چند کلومیٹر دور سامنے نصیبین کا شہر تھا جو دورِ حاضر میں ترکی کی حدود میں شامل ہے

یہ بھی بتاتا چلوں کہ اُس دور میں نصیبین نام کے دو شہر آباد تھے، ایک نصیبین روم کے نام سے مشہور تھا اور دوسرا نصیبین جزیرہ کے نام سے مشہور تھا، میسوپوٹیمیا کے معنی بھی جزیزہ کے ہیں، اور عراق کا قدیم نام میسو پوٹیمیا تھا، نصیبین روم اِس نصیبین جزیرہ سے کم وبیش تقریباً چار دن کے فاصلہ پر یعنی 300__350 کلومیٹر دُور شمال مغرب کی طرف واقع تھا

یہ تفصیلات بیان کرنے کا مقصد اپنے سامعین اور قارئین کو اصل معلومات فراہم کرنا ہے تاکہ آپ لوگ اصل حالات وواقعات اور بات کو سمجھ سکیں

آمدم برسرِ مطلب

یہ لشکر شام نصیبین سے ابھی ایک منزل دُور تھا کہ اِن ملاعین نے نصیبن کے حاکم مسعود (مقصود) بن الیاس ملعون کو حسب معمول خط لکھا اور اُسے تمام حالات سے آگاہ کیا، اِس حاکم ملعون نے سارے شہر میں حکم جاری کیا کہ کل کسی بھی وقت شام کی فاتح فوج پہنچنے والی ہے، سب شہری ان کے استقبال کی تیاری کریں

حاکم کے حکم کے مطابق شہر کو آراستہ کیا گیا، شہریوں نے اپنے گھروں کے دروازوں اور مکانات کو خوب آراستہ کیا مسعود بن الیاس ملعون نے جشن مسرت کا اہتمام کیا، اور تمام دن اِس شہر کو سجایا جاتا رہا

جب قافلہ پاک نصیبین کے قریب پہنچا تو مسعود بن الیاس ملعون نے اپنا ایک آدمی لشکر شام کی طرف بھیجا اور لشکر کو رکنے کیلئے کہا کہ تم لوگ اپنے قافلہ کو شہر سے باہر کچھ دیر کیلئے روک کر ہمارا انتظار کرو، ہم اپنا شہر اچھی طرح سجا کر اور مکمل تیاری کے بعد قافلہ کو بھرپور استقبال کے ساتھ خود ہی شہر میں لے آئیں گے

جس وقت شہر کی تزئین و آرائش مکمل ہوئی اور لوگ اس قافلہ کو دیکھنے کیلئے اپنے گھروں کی چھتوں پر سوار ہو چکے تو پھر مسعود بن الیاس ملعون نے پیغام بھیجا کہ ہماری تیاری مکمل ہو چکی ہے، اب قافلہ کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت ہے

شام کے وقت یہ قافلہ نصیبین شہر میں داخل ہوا، کیفیت یہ تھی کہ ہر طرف لوگ خوب جشن منا رہے تھے، ڈھول، تاشے اور نقارے بجائے جا رہے تھے، اکثر لوگ تماشائیوں کے رُوپ میں چھتوں پر سوار تھے، اور رقاص ہر جانب رقص کرنے

میں مصروف تھے

شہر میں داخل ہونے کے بعد جب ملکہ عِ عالمین معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے لوگوں کو اتنے جوش وخروش سے جشن مناتے دیکھا اور پاک شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر کی جانب دیکھ دیکھ کرلوگوں کوطنزیہ طور پر ہنستے مسکراتے دیکھا تو اُس وقت آپ نے آسمان کی طرف ایک نگاہ بلند فرمائی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ

☆فما لبثوا الا ان برقت سحابة عليهم ببرق من القهر الالهی

چند ہی لمحوں میں ایک مہیب اور سیاہ بادل نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یہ بادل زورزور سے گرجنے لگا، دل دہلا دینے والی بجلی چمکنے لگی، گویا یہ بادل قہر ذوالجلال بن کر پورے شہر پر چھا گیا، اس کی گرج اور چمک اتنی زیادہ ہیبت ناک تھی کہ چھتوں پرسوار تماشائی خوف ودہشت سے زمین پر گرنے لگے، اور گلی کوچوں میں موجود لوگ حواس باختہ ہوکر پاگلوں کی طرح اپنے اپنے گھروں کی طرف دوڑنے لگے تاکہ ان بادلوں کی خوفناک گرج اور برقِ سماوی کی آفات سے پناہ حاصل کرسکیں، آن کی آن میں تمام شہر میں خوف وہراس پھیل گیا اورلشکر شام بھی خوفزدہ ہوگیا، اورشہر میں رکنے کی بجائے یہ لوگ فوراً قصرشاہی کے مہمان خانے میں پہنچے اوروہاں جاکر پناہ لی

روایت ابن لہیفہ

یہ روایت بیان کرنے سے پہلے میں تھوڑی سی وضاحت یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اُس دور میں لوگ سال میں دومرتبہ فریضہ عِ حج کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے

زیادہ تر لوگ تو ذوالحجہ کے مہینہ میں آتے تھے، مگر جو لوگ کسی مجبوری کے پیش نظر ان ایام میں حج ادا نہیں کر سکتے تھے وہ عید الفطر کے دن یہ فریضہ ادا کیا کرتے تھے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے تھے کہ جو حصولِ سعادت کیلئے اِن دونوں مواقع پر مکہ مکرمہ آ کر فریضہءِ حج ادا کر لیا کرتے تھے

ابن لہیفہ (ابن لھیعہ) نامی ایک شخص سے روایت ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد سن 62 ہجری میں عید الفطر کے موقع پر میں فریضہءِ حج کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ پہنچا

باقی مناسک حج ادا کرنے کے بعد میں طوافِ کعبہ کیلئے مسجد الحرام میں گیا، اور بیت اللہ محترم کے طواف میں مشغول تھا کہ اسی دوران میری نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جس کا رنگ سیاہ تھا، چہرہ جھلسا ہوا تھا، اور اعضائے بدن مفلوج تھے

وہ شخص غلافِ کعبہ سے لپٹ کر دعا کرنے میں مصروف تھا اور رو رو کر کہہ رہا تھا کہ

☆اللهم اغفرلی وما اریٰك فاعلاً

اے اللہ! مجھے معاف فرما دے، مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ایسا نہیں کر سکتا، تو مجھے ہرگز معاف نہیں کر سکتا

ابن لہیفہ کہتا ہے کہ میں نے جب اس کے الفاظ سنے تو بہت زیادہ متعجب ہوا اور وہیں رُک گیا، میں نے دو مرتبہ تو یہ کلمات برداشت کیے مگر وہ شخص یہی الفاظ بار بار دُہرانے لگا تو مجھ سے مزید برداشت نہ ہو سکا

میں اس شخص کے قریب گیا اور اس کا شانہ ہلا کر کہا کہ اے عبد خدا! تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ انسان کے گناہ چاہے بارش کے قطروں یا پھر درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ کیوں نہ ہوں، اسے اللہ کی رحمت سے ہرگز

ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے، تم سے ایسا کون سا گناہ سرزد ہوا ہے کہ تم اس قدر مایوسی کی باتیں کر رہے ہو، اور اللہ کی رحمت سے مایوسی تو عین کفر ہے

اس شخص نے کہا چونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے، اسی لئے تو ایسی باتیں کر رہا ہے...... میں نے اس شخص سے اپنا حال سنانے کیلئے جب زیادہ استفسار کیا تو اُس ملعونِ ازل نے اپنا واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا

میں دنیا کے اُن بد بخت ترین لوگوں میں سے ایک ہوں کہ جو مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کو شہید کرنے کیلئے کربلا میں موجود تھے، وہاں ہم نے اپنے ظلم و جور میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی، واقعہءِ کربلا کے بعد ہم کوفہ چلے آئے، پھر جب وہاں سے قافلہءِ تسلیم و رضا کو شام لے جایا گیا تو میں بھی اس لشکر کے ساتھ تھا

اس لشکر میں ہمارا پچاس ملاعین پر مبنی ایک خصوصی دستہ تھا جسے ابن زیاد ملعون نے سرہائے شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کا نگران اور محافظ مقرر کیا تھا

کوفہ سے روانگی کے وقت ہم نے تمام سرہائے اطہر کو صندوقوں میں بند کر کے اونٹوں پر سوار کیا، مگر راستے میں جہاں بھی کوئی گاؤں، قصبہ یا شہر آتا تو شمر ملعون اور ابن سعد ملعون ہمیں حکم دیتے کہ اب تم لوگ ان سرہائے اطہر کو صندوقوں سے برآمد کر کے معراجِ سعادت پر سوار کرو اور انہیں نیزہ بردار دستے کے حوالے کر دو، جن کا مؤکل و سالار خولی بن یزید اصبحی ملعون تھا

ہم اس سارے سفر کے دوران یہی کام انجام دیتے رہے، جب ہم نصیبین کے شہر میں پہنچے تو شام کا وقت تھا، وہاں ہم پر اچانک آفاتِ سماوی کا نزول ہوا اور ہم بمشکل جان بچا کر شاہی قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہوئے

کافی دیر تک بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک جاری رہی، پھر جس وقت یہ سلسلہ رُکا اور رات ہوئی تو ہم کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے

شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر والے تمام صندوق ہم نے اپنے کمرے میں رکھ دیئے اور ان کی حفاظت کیلئے ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر پہرہ دینے لگے

جس وقت رات ڈھلنے لگی تو ہمارے دستہ کے سالار نے کہا کہ اب ہمیں شراب اور کباب وغیرہ کی محفل گرم کرنا چاہیے، میں چونکہ شراب کا عادی نہیں تھا اس لئے میں نے شراب نوشی میں شرکت نہ کی مگر باقی سبھی ملاعین سرہائے اطہر والے صندوقوں کے سامنے بیٹھ کر بے تحاشا شراب پینے لگے، اور پھر جب اُن کی شراب نوشی حد سے بڑھی تو تمام ملاعین بدمست ہو کر بدتمیزی اور خرمستی کرتے کرتے آخرکار بے ہوش ہو گئے، اس وقت ہمارے سارے لشکر کا یہی حال تھا

☆فلما جن الليل سمعت رعداً وبرقاً

اس وقت آسمان پر دوبارہ سیاہ ڈراؤنے بادل نمودار ہوئے اور ان بادلوں سے پہلے کی طرح دل دہلا دینے والی گرج اور چمک کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا

اہل نصیبین پر قیامت کا خوف اور عذاب اِلٰہی کا ڈر مسلط تھا، اور اسی رات شہر کے لاتعداد گھروں پر بجلی گری جس سے کافی ملاعین فی النار بھی ہوئے

ان بادلوں میں ایسی گرج تھی کہ جس سے شہر کی دیواریں بھی لرز رہی تھیں، اور بجلی کی چمک سے آنکھیں کھلنے سے قاصر تھیں، اسی گرج اور چمک کے دوران کچھ وقت کیلئے میری آنکھوں سے حجابات ہٹ گئے اور میں نے اپنی جاگتی آنکھوں

سے یہ منظر دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور اُن میں سے سفید لباس میں ملبوس کچھ مقدس شخصیات برآمد ہو کر زمین پر نازل ہوئیں جن کے ساتھ لاتعداد ملکوتِ سماوی بھی موجود تھے، یہ مقدسانِ عالم بالا آسمان سے ہمارے کمرے میں اترے، پھر ایک اور پاک ذات آسمان سے نازل ہوئی جن کے ساتھ جناب جبرائیل اور کافی تعداد میں دوسرے ملکوت بھی تھے

انہوں نے وہاں پہلے سے موجود تمام شخصیات کو علیحدہ علیحدہ سلام کیا اور فرمایا اے آدم صفی اللہ علیہ السلام! آپ کو ہمارا سلام ہو، اے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام! آپ پر ہمارا سلام ہو، اے اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام! آپ پر ہمارا سلام ہو، اے اسحاق ولی اللہ علیہ السلام! آپ پر ہمارا سلام ہو، اے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام! آپ پر ہمارا سلام ہو، اے عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام! آپ پر ہمارا سلام ہو

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام نے تعظیماً جھک کر ان کی خدمت میں سلام عرض کیا

اس کے بعد جناب جبرائیل نے آگے بڑھ کر امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سراطہر والے صندوق کا دروازہ کھولا، اس میں سے سر پاک برآمد کیا اور اُسے سینہ سے لگا کر کافی دیر تک روتے رہے، اور سراطہر پر بوسے دیتے رہے، پھر جناب آدم علیہ السلام نے ان سے سر پاک وصول کیا، پھر ان کے بعد ایک ایک نبی نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سراطہر لے کر آنکھوں سے لگایا اور بوسے دیتے ہوئے گریہ و بکا کرتے رہے

سب سے آخر میں شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاک نواسے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر ادب سے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور بین کرنا شروع کر دیئے، آپ کے

بین سن کر تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام روتے رہے اور تعزیت کرتے رہے
اس وقت جناب جبرائیل نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ آقا! اِن ملاعین ازل نے ظلم و جور کی کوئی حد باقی نہیں رکھی، اب تو مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں ان ملاعین پر قوم لوط والا عذاب نازل کروں اور میں اس زمین کو تہہ و بالا کر دوں
شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فی الحال آپ نے کچھ نہیں کرنا ہے، ان کی اور ہماری باتیں ہمارے منتقم حقیقی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے سامنے ہوں گی، اور وہ دن دور نہیں
اس کے بعد ملکوت کی ایک اور جماعت آگے بڑھی، انہوں نے سر نیاز جھکا کر عرض کیا کہ اگر روئے زمین کے سارے ظالمین کا حساب آج نہیں ہونا ہے تو کم از کم ہمیں ان ملاعین کو فی النار کرنے کی اجازت عطا فرمائیں تا کہ اِنہیں پتہ چلے کہ نواسہءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شراب نوشی کرنے کی سزا کیا ہوتی ہے؟
شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے سر کے اشارے سے اجازت عطا فرمائی، اجازت ملنے کی دیر تھی کہ ملکوتِ نے جہنم کے کوڑے بلند کیئے اور ان پر برسانا شروع کر دیئے، چند کوڑے لگنے سے ہی ہر ملعون جل کر راکھ ہوتا گیا، میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، اور پھر جب میری باری آئی تو انہوں نے مجھے ایک کوڑا ہی مارا میرے منہ سے فوراً اور بے ساختہ فریاد نکلی کہ ''الامان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''
انہوں نے میری چیخ و پکار سن کر فرمایا کہ
☆اذهب یاعدو الله فلا غفرالله لك
اے دشمن خدا! دفع ہو جاؤ پروردگار تمہیں کبھی معاف نہ فرمائے
یہ سن کر میرے ہوش ٹھکانے آ گئے، جب میں نے کمرے کی طرف دیکھا تو وہاں

میرے تمام ساتھی جل کر راکھ ہو چکے تھے اور ان کی لاشوں کی جگہ راکھ کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر پڑے تھے...... اور ایک میں ہوں کہ دنیا کے سامنے ندامت وعبرت کا نشان بنا ہوا موت سے بدتر زندگی گزار رہا ہوں

اے عبد خدا! اب آپ ہی بتائیں کہ کیا پروردگارِ عالم مجھے معاف فرما سکتا ہے؟

ابن لہیفہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا کہ پروردگار تمہیں کبھی معاف نہ فرمائے، یہ تو بتا کہ تیرا نام کیا ہے؟ وہ ملعون کہنے لگا کہ میرا نام ابوالحنوق ملعون ہے

یاد رہے کہ اس ملعونِ ازل کا ذکر روزِ عاشور کے واقعات میں پہلے ہو چکا ہے کہ دورانِ جنگ اس ملعونِ ازل نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے گلوئے مبارک پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے آپ کے گلوئے اطہر سے خون کا چشمہ جاری ہو گیا تھا اور آپ نے اپنا خون اپنے دونوں ہاتھوں پر وصول فرمایا، پھر جب اِس خونِ اطہر کو زمین کے سپرد کرنا چاہا تو زمین نے وصول کرنے سے انکار کر دیا، پھر آپ نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے تو آسمان نے بھی یہ خونِ ناحق لینے سے انکار کر دیا تھا، اور آپ نے اس خون سے اپنی ریش مبارک خضاب فرمائی تھی، اور اسی ابوالحنوق ملعون کی ضرب ہی زین چھوڑنے کا سبب بنی تھی
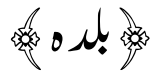
﴿ بلدہ ﴾

2 ربیع الاول سن 61 ہجری = 30 نومبر سن 680 عیسوی سوموار کا دن ہے

صبح کاذب کا وقت ہے، نصیبین سے قافلہءِ تسلیم ورضا روانہ ہو کر سیدھا مغرب کی جانب بلدہ کی جانب محو سفر ہے، موجودہ ترکی کی سرحد کے ساتھ ساتھ یہ قافلہ چلا

آ رہا ہے، نصیبین سے بلدہ تک راستے میں بہت سی پہاڑی ندیاں ہیں جن کا نصیبین سے فاصلہ کچھ اس طرح ہے کہ پہلی ندی 10 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، دوسری 27 کلومیٹر پر، تیسری تقریباً 36 کلومیٹر پر، چوتھی ندی 55 کلومیٹر دُور ہے

اس راستہ کی شمالی طرف مسلسل پہاڑی سلسلہ چلا آ رہا ہے، اور یہ سرد علاقہ ہے

یہ قافلہ راستہ میں موجود پہاڑی ندیوں کے ساتھ ساتھ اِنہیں عبور کرتا ہوا آہستہ آہستہ بلدہ شہر کی جانب بڑھ رہا ہے جو چوتھی اور آخری ندی کے کنارے پر واقع ہے، اب میں آپ کو بلدہ شہر کی کچھ تفصیلات سے آگاہ کرتا چلوں کہ

آج جس مقام پر درباسیہ کا شہر واقع ہے ماضی میں اِسی جگہ یا شاید اس کے قرب و جوار میں بلدہ کا شہر آباد تھا، امید ہے کہ اس کے کھنڈرات آج بھی درباسیہ کے آس پاس کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوں گے

یہاں پر دو ندیاں آ کر ایک دوسرے سے مل جاتی تھیں، جن میں سے ایک ندی شہر بلدہ کے درمیان سے گزرتی تھی

یہ شہر فوجی نقطہ نگاہ سے ضرورت کے تحت آباد کیا گیا تھا کیونکہ شمالی اقوام کے حملوں سے بچاؤ کیلئے یہاں ایک فوجی مرکز کا ہونا نہایت ضروری تھا، اس لئے یہ جنگی دفاعی نوعیت کا شہر تھا جو قیصر روم کے ماتحت رہتا تھا

ان علاقوں میں قیصر اور کسریٰ کے درمیان اکثر و بیشتر کشمکش جاری رہتی تھی، اس لئے آباد ہونے کے بعد بہت جلد ہی یہ ایک پر رونق شہر بن گیا تھا

جس دور میں قافلہءِ تسلیم و رضا یہاں سے گزرا تو یہاں ایک قلعہ بھی موجود تھا اور شہر کی فصیل بھی تھی، اور اُس وقت اس بلدہ شہر کے دو حاکم تھے

معاویہ ملعون کے زمانہ میں سلیمان انصاری یہاں کا حاکم تھا جو معاویہ کا بہت چہیتا شمار کیا جاتا تھا، اس کے تین بیٹے تھے، جن میں سے ایک ملعون تو جنگ صفین میں امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی ذوالفقار کا لقمہ ءِ تر بن کر جہنم کا راہی ہوا تھا، باقی دو بیٹے رہ گئے جن کی مائیں الگ الگ تھیں، یعنی وہ دونوں ماں کے حوالہ سے سوتیلے بھائی تھے، ایک کا نام یوسف بن سلیمان اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن بن سلیمان تھا، جب سلیمان انصاری ملعون کی موت واقع ہوئی تو یہ دونوں بھائی بلدہ کی عملداری پر اپنے اپنے استحقاق کا دعویٰ لے کر معاویہ ملعون کے پاس شام جا پہنچے اب مسئلہ متنازعہ یہ تھا کہ یہ دونوں بھائی بلدہ کی حکومت چاہتے تھے، دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے بھائی کے حق میں دست بردار ہونے پر تیار نہیں تھا، اور کسی دوسرے شہر کا حاکم بننا نہیں چاہتا تھا، یعنی دونوں بھائیوں نے ضد اور تعصب کی بنیاد پر اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا ہوا تھا

معاویہ علیہ الہاویہ ملعون نے اس مسئلہ کا حل یہ نکالا کہ اِس پورے صوبہ یا طیسوج کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا اور بلدہ شہر کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا، جس وقت اس شہر کی تقسیم کی گئی تو درمیان والی ندی کو دونوں حصوں کی باونڈری لائن قرار دے دیا گیا، اور دونوں بھائیوں کو یہاں کا حکمران بنا دیا گیا یعنی ایک سائیڈ کے لوگ ایک بھائی کے ماتحت تھے، اور دوسری طرف کے لوگ دوسرے بھائی کے ماتحت تھے، اسی طرح آدھا صوبہ ایک کے اور آدھا صوبہ دوسرے بھائی کی عملداری میں رہتا تھا، دونوں بھائیوں کی اکثر آپس میں ٹھنی رہتی تھی، آئے دن جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے تھے، دونوں بھائیوں کے درمیان ایسی عداوت تھی

کہ اس شہر کے دروازے بھی بانٹ دیئے گئے ، اور یہاں رہنے بسنے والے لوگ بھی ایک دوسرے کے شہر کے دروازوں سے نہیں گزر سکتے تھے

جس وقت لشکر شام بلدہ کے قریب پہنچا تو عمر ابن سعد ملعون نے عبدالرحمٰن ملعون کے نام ایک خط لکھا کہ تم ہمارا استقبال بھی کرو اور ہماری رہائش کا انتظام بھی کرو

اس کے دوسرے بھائی یوسف کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ عبدالرحمٰن شام کے کسی فاتح لشکر کی میزبانی کر رہا ہے تو اس نے سوچا کہ اِس طرح تو حاکم شام ملعون کے دربار میں اُس کا نام بلند ہوگا اور میری ذلت و رسوائی ہوگی

اس یوسف ملعون نے عمر ابن سعد ملعون کو کہلوا بھیجا کہ تم ہمارے شہر کے شمالی دروازے سے آؤ ، ہم تمہارا استقبال کریں گے اور تمہاری رہائش اور کھانے پینے وغیرہ کا بندوبست بھی کریں گے

دوسرے بھائی عبدالرحمٰن نے پیغام بھیجا کہ تم نے شہر کے جنوبی دروازے سے داخل ہونا ہے ہم تمہارا وہاں شایانِ شان استقبال کریں گے اور تمہاری خدمت داری میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے

شہر کے دونوں حصوں میں منادی کرائی گئی تھی کہ لشکر شام کے استقبال کی تیاری کی جائے ، اس لئے دونوں دروازوں پر لوگوں کا ہجوم تھا اور ایک مقابلہ بازی کی فضا بنی ہوئی تھی

اس وقت لشکر شام کی طرف سے محمد بن اشعث بن قیس کندی ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا شہر کے قریب پہنچا ، جہاں اُس وقت یہ دونوں بھائی انتظار کر رہے تھے

اس نے پوچھا کہ ہم نے کس دروازہ سے شہر میں داخل ہونا ہے تم کوئی ایک راستہ

بتاؤ، اس بات پر اِن دونوں بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہوگیا، پہلے گالی گلوچ اور پھر ہاتھا پائی تک نوبت آئی تو یوسف ملعون نے غصہ میں آ کرتلوار نکالی اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی گردن اڑادی، جیسے ہی عبدالرحمٰن ملعون کے بیٹے نے اپنے ملعون باپ کوتڑپتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنے چچا کوسنبھلنے کا موقع نہ دیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام وہیں تمام کر دیا

اس طرح وہاں دونوں پارٹیوں میں خون ریز جنگ شروع ہوگئی، محمد بن اشعث بن قیس کندی ملعون نے واپس آ کرلشکر والوں کو بتایا کہ یہاں تو تلواریں چل رہی ہیں، اورعین ممکن ہے کہ یہی تلواریں ہمارا فیصلہ بھی کر دیں، اس لئے یہاں سے فوراً نکلنا ہی بہتر ہے، دگرگوں حالات کے پیشِ نظر یہ ملاعین بلدہ شہر کے باہر سے گزرتے ہوئے آگے راس العین (عین الورد) کی طرف چل پڑے

﴿راس العین﴾

راس العین شہر بلدہ سے 108 کلومیٹرمغرب کی طرف واقع ہے، آج بھی یہ شہر موجود ہے، اس شہر کا قدیم نام عین الورد یعنی چشمہءِ گلاب تھا مگر بعد میں اس کا نام راس العین (یعنی چشمے کا سر) قرار دیا گیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر ایک چشمہ تھا جو پہاڑ سے نکلتا تھا، اس چشمے کا نام عین الورد اِس لئے تھا کہ یہاں بہت سی اقسام کے گلاب کے پھول ہوا کرتے تھے اور یہاں کا گلاب مشہور تھا

جب یہ شہرآباد کیا گیا تو اس کی آبادی کا پہلا حصہ عین اُس چشمہ کے دہانے پر قیام پذیر تھا، اس لئے چشمے کا نام عین الورد ہی رہا اورشہر کا نام راس العین (یعنی چشمے

کے سر پر آباد شہر) رکھ دیا گیا

قافلہءِ تسلیم و رضا ابھی راس العین سے ایک منزل پیچھے تھے کہ ملاعین نے حاکم شہر کے نام خط روانہ کیا جس میں اپنی آمد کی اطلاع دی

☆فلما قرا الکتاب امر بضرب البوقات فخرج فتلقاھم وشھروا الرؤس وادخلوا من باب الاربعین ونصبوا فی الرحبة من زوال الظھر الی العصر واھلھا طائفة یبکون وطائفة یضحکون وینادون ھذا راس الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

جس وقت یہ خط راس العین کے حاکم کو ملا تو اس نے شہر میں بوقات بجائے جانے کا حکم دیا، حکم ملتے ہی پورے شہر میں بوقات کی آواز گونج اُٹھی اور طبل اور نقارے بجائے جانے لگے، یہ اس بات کی علامت تھی کہ کہیں سے خوشی کی کوئی خبر پہنچ چکی ہے یا پھر خوشی کی کوئی تقریب منعقد ہو رہی ہے

لوگ گھروں سے سڑکوں پر نکل آئے، حاکم شہر ملعونِ ازل نے حکم دیا کہ جب قافلہ کے علم دِکھائی دیں تو مجھے اطلاع دی جائے، ان کے استقبال کیلئے میں خود شہر سے باہر تک جاؤں گا، جب اس لشکر کے پہنچنے کی اطلاع دی گئی تو وہ خود اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر آیا، اور اس نے خود ظالمین کا استقبال کیا اور ان کو نہایت احترام سے باب الاربعین میں سے شہر میں لے آیا

باب الاربعین اس دروازہ کو کہا جاتا تھا کہ جسے چالیس آدمی کھولتے یا بند کرتے تھے، یا پھر چالیس آدمیوں کو اس کی محافظت پر مقرر کیا جاتا تھا

جس وقت قافلہءِ تسلیم و رضا شہر میں داخل ہوا تو یہاں لوگ کیفیات کے لحاظ سے دو دھڑوں یا گروہوں میں تقسیم نظر آتے تھے، یعنی کچھ لوگ شدید غمگین تھے اور رو

رہے تھے اور کچھ لوگ خوشیاں منا رہے تھے، یعنی دوست رو رہے تھے اور دشمن ملاعین ہنس رہے تھے، اور آپ دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ اسی طرح کا ماحول تقریباً ہر بستی، ہر قصبہ اور ہر شہر میں ہی پایا جاتا تھا

شہر میں داخل ہونے کے بعد یہ ملاعین اِس پاک قافلہ کو مقام رحبہ پر لے آئے، جہاں ایک وسیع میدان تھا اور یہاں ہر صبح کو ترکاری اور سامان خورد و نوش کی منڈی لگتی تھی، بعد از نمازِ ظہر جب پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کے محمل یہاں پہنچے تو ظالمین نے انہیں ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ تک یہاں کھڑا کیئے رکھا

امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کو مقام معراج پر پہنچا کر نصب کر دیا گیا اور باقی شہداءِ کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر بھی نصب کر دیئے گئے، اور لوگ ظہر سے عصر تک شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر کی زیارت کرنے میں مصروف رہے

کوئی عورت شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سرِ مبارک کو دیکھ کر کہتی تھی کہ ہمیں بتائیں کہ حسن رسالت کا حامل یہ نوجوان کون اور کس کم نصیب ماں کا لختِ جگر تھا کہ جسے ظالمین نے شہید کر دیا ہے، اس کے حسن بے مثال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ یقیناً یہ اپنی ماں اور بہنوں کی زندگی کا سرمایہ ہوگا، خدا جانے اس کی شہادت کا دکھ اس کی ضعیف ماں نے کیسے برداشت کیا ہوگا؟

ایک عورت شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کے پاس آئی اور وہاں موجود دوسری عورتوں سے مخاطب ہو کر نہایت درد انگیز لہجہ میں کہنے لگی کہ ذرا غور سے دیکھیں، مجھے تو کچھ ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ کسی دولہا کا سر ہے، جسے سہرہ بندی کے موقع پر ہی شہید کر دیا گیا ہے، اور اندازہ کریں کہ جس والدہ کی زندگی کا

ما حصل شادی کے موقع پر شہید کر دیا جائے وہ کیسے زندہ رہ سکتی ہے، میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ اس دولہا کی والدہ ماجدہ بیٹے کے غم میں چل بسی ہو گی

اسی دوران ایک عورت زیارت کیلئے آگے بڑھی تو وہ شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کے قریب پہنچتے ہی جگر تھام کر زمین پر بیٹھ گئی، اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی، جب دوسری عورتوں نے قریب آ کر یوں بے تحاشہ رونے کی وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگی کہ ظلم وستم کی بھی آخر ایک حد ہوتی ہے، مگر یہ ظالمین تو اتنے سنگدل ہیں کہ یہ ہر حد سے گزر گئے ہیں، ذرا سامنے اِس معصوم شہزادے کے پاک سر کو دیکھیں کہ صغیر معصوم کے ہونٹ پیاس کی شدت کی وجہ سے ابھی تک زرد اور خشک نظر آ رہے ہیں، مجھے تو یہی لگ رہا ہے کہ یہ معصوم شہادت کے وقت بھی شدید ترین پیاس میں مبتلا تھا کیونکہ ابھی تک اس کے چہرے پر پیاس کے اثرات واضح طور پر نظر آ رہے ہیں، بھلا ایسے کم سن معصوم بچوں پر بھی کوئی یوں ظلم کرتا ہے انسانیت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ معصوم بچے سب کے ساجھے اور قابل رحم ہوتے ہیں یہ ظالمین اسلام تو دور کی بات ہے انسانیت سے بھی گر چکے ہیں، نہیں معلوم کہ اس معصوم صغیر کی پاک والدہ اس کی شہادت کے بعد کس حال میں ہے؟

اس وقت قریب کھڑے محمل سے مدھم سی آواز آئی کہ اس صغیر کی دکھیاری ماں میں ہوں، سب عورتیں آئیں اور مجھ سے اس معصوم کے دکھ پوچھیں، اس معصوم پر سبھی ظلم وستم میرے سامنے ہی ہوتے رہے ہیں، میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ میرے اِس معصوم پر ظالمین نے کتنے شدید مظالم ڈھائے ہیں اور کس طرح اسے قبر اطہر سے دوبارہ برآمد کیا گیا؟ اور اس کی شہادت کے بعد مجھ کم نصیب کی کیا حالت

ہوئی ہے اور میں کس طرح ایک زندہ لاش کی طرح زندگی گزار رہی ہوں ؟

یہ وقت دعا کا ہے، تمام مومنین اور عزادار مل کر دعا کریں کہ اب تو اُس پاک معصومؑ صغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا کی گود پھر سے آباد ہو کہ جو ابھی بول بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے شدید مظالم کا سامنا کرنا پڑا اور پیاس کی شدت نے جسے جاں بہ لب کر دیا تھا، دعا کریں کہ اب تو ان کے تمام مصائب ختم ہو جائیں، اور ان مظلومین کے منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد تشریف لا کر اِن کے جملہ دکھوں کا ازالہ فرمائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 40

﴿راس العین تا حران﴾

3 ربیع الاول سن 61 ہجری = یکم دسمبر سن 680 عیسوی بروز منگل

طلوعِ فجر سے پہلے راس العین سے کاروانِ تسلیم و رضا حران کی طرف روانہ ہوا اِس قافلہ کا رُخ مغرب کی طرف تھا، موجودہ ترکی کی سرحد کے ساتھ ساتھ یہ کارواں رواں دواں تھا، اُس زمانہ میں یہ حصہ شمالی عراق میں شمار ہوتا تھا

راس العین سے 110 کلومیٹر مغرب کی طرف اور موجودہ عراقی سرحد سے تقریباً 15 کلومیٹر شمال کی طرف ترکی کے اندر حران کا شہر آباد تھا، اور آج یہ شہر ترکی کے صوبے ''ارفا'' کا ایک حصہ ہے، جبکہ ارفا کا مرکزی شہر حران سے مزید شمال کی طرف 50/45 کلومیٹر دور ہے

حران ایک تاریخی شہر ہے، اس کا اصل نام حاران ہے، یہ جناب ابراہیم علیہ السلام کا وطن شمار ہوتا ہے، کیونکہ اِس شہر کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران علیہ السلام کے نام کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے کہ اس شہر کو سب سے پہلے انہوں نے آباد کیا تھا اس سے پہلے اس شہر کا نام شاید کچھ اور تھا مگر بعد میں اس کا نام حاران رکھا گیا جو معرب ہو کر حران بن گیا

ماہرین آثارِ قدیمہ کا خیال یہ ہے کہ جنابِ نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد اِس دنیا

میں جو شہر سب سے پہلے آباد ہوا، وہ یہی حران ہی تھا

یہ تو میں پہلے ہی آپ کو بتا چکا ہوں کہ اُس زمانہ میں اکثر قافلے رات ڈھلے تقریباً 2 یا 3 بجے کے قریب اپنا سفر شروع کیا کرتے، اور زیادہ سے زیادہ دن کے 2 بجے تک اپنا سفر جاری رکھتے، اس کے بعد قیام کرتے، نمازِ عصر کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اپنے خورد ونوش کا انتظام کر لیا کرتے، اور غروبِ آفتاب کے بعد نمازِ مغربین ادا کر کے اکثر مسافر سو جایا کرتے تھے

جب کوئی قافلہ کسی بھی جگہ سے اپنا سفر شروع کرتا تھا تو اس وقت ایک مخصوص رِدھم میں نقارے بجائے جاتے تھے، جسے ہمارے اکثر ذاکرین عظام کوچ کا نقارہ بھی کہتے ہیں، جس کا مطلب اہل قافلہ کو باخبر کرنا ہوتا تھا

حقیقت یہ ہے کہ اُس دور میں عرب دنیا میں نقاروں کی بہت سی رِدھم رائج تھیں جنگ کیلئے لوگوں کو تیار کرنے کیلئے رِدھم اور ہوتی تھی، جنگ شروع ہونے کی رِدھم اور ہوتی تھی، دو پہلوانوں کے درمیان جاری جنگ کی رِدھم اور تھی، اپنے پہلوان کے جیتنے کی رِدھم اور تھی، دوسرے پہلوان کی شکست کی رِدھم اور تھی قافلہ کی تیاری اور پھر روانگی کی رِدھم اور ہوتی تھی اور سفر کی رِدھم مختلف ہوتی تھی اسی طرح طبل اور نقاروں کی آوازیں علاماتی پیغامات کا ذریعہ تھیں، اس لئے اُس زمانہ میں طبل اور نقارہ کو خاص اہمیت حاصل تھی

اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ قافلے کی نوعیت کے ساتھ یہ رِدھم تبدیل ہو جایا کرتی تھی مثلاً تجارتی قافلہ، مسافر قافلہ، ان کی رِدھم جنگ پر جانے والے قافلہ کی رِدھم سے مختلف ہوتی تھی، اور جنگ جیت کر گزرنے والے قافلہ کی رِدھم مختلف تھی

عام طور پر رات کو سفر کے دوران یہ طبل یا نقارے مسلسل بجائے جاتے تھے جس سے یہ پتہ چلتا تھا کہ کوئی قافلہ محو سفر ہے، اور ہدیٰ خوانی بھی سفر کے ساتھ ساتھ جاری رہتی تھی، اندھیری رات میں سفر کے دوران قافلہ سے آگے اور درمیان میں مشعلیں روشن رکھی جاتی تھیں تاکہ ہر کسی کو راستہ نظر آتا رہے

جب یہ قافلہءِ تسلیم و رضا کوفہ سے شام کی طرف جا رہا تھا تو اس وقت رات کو مشعلیں روشن کرنے کی بجائے مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کو قافلہ کے شروع میں بلند رکھا جاتا تھا کیونکہ سر اطہر سے ایک نور ساطع رہتا تھا، جس وقت دورانِ سفر سورج طلوع ہوتا تو یہ ملاعین ازل امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کو صندوق میں بند کر دیا کرتے تھے اور پھر کسی بڑے شہر کے قریب سر پاک کو برآمد کر کے منزلِ معراج پر اُٹھا لیتے تھے

﴿یحییٰ حرانی﴾

حران شہر سے باہر ایک بہت اونچا ٹیلہ موجود ہے جس پر ایک مزار ہے، اِس کے بارے میں آج تک یہ مشہور ہے کہ یہاں جو بھی دعا مانگی جائے وہ کبھی رد نہیں ہوتی بلکہ اسے شرفِ قبولیت ضرور حاصل ہوتا ہے

یہ جناب یحییٰ حرانی سلام اللہ علیہ کا مزار ہے، آج میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ صاحب مزار کون ہیں اور انہیں یہ مقام کیسے ملا تھا

3 ربیع الاول سن 61 ہجری = یکم دسمبر سن 680 عیسوی منگل کا دن ہے، بعد از دو پہر کا وقت ہے، قافلہءِ تسلیم و رضا کم و بیش 110 کلومیٹر یا 68 میل کا سفر طے

کرنے کے بعد حران کے قریب پہنچنے والا ہے

یہاں شہر سے کچھ فاصلہ پر ایک بلند مقام ہے جس پر یہودیوں کا ایک معبد یا عبادت گاہ ہے جس کے سامنے اُن کا ایک مذہبی پیشوا کھڑا ہے جس کے سر پر مصری کتان (لیلن) کا عمامہ ہے، اور سیاہ رنگ کی ریشمی عبا زیب بدن ہے

اس کے ساتھ اس کے سات یا آٹھ غلام بھی موجود ہیں، یہ عبادت گاہ سے اپنے گھر کی طرف جارہا تھا کہ اچانک اس کی نظر حران کی طرف آتے ہوئے ایک قافلہ پر پڑی، جس کے آگے آگے کچھ سرہائے اطہر معراجِ سعادت پر نظر آرہے ہیں، ان کے پیچھے بہت سے گھوڑے سوار ہیں، پھر پیدل فوج کے جوان تلواریں ہاتھوں میں لئے آرہے ہیں، کچھ اونٹوں پر اسبابِ سفر اور سامانِ خورد ونوش ہے ان سب کے آخر میں چند محمل نظر آرہے ہیں جن پر تطہیر کے پردے آویزاں ہیں اور اُن پردوں سے ایک ایسا نور ساطع ہے کہ جو آسمان سے ٹکرارہا ہے

جب اس یہودی پیشوا کی نظر اس قافلہ پر پڑی تو اپنا تجسس دور کرنے کیلئے یہ راستہ کے قریب ایک نسبتاً بلند جگہ پر آ کر رُک گیا کہ دیکھوں تو سہی کہ یہ قافلہ کس کا ہے اور کہاں جارہا ہے؟

اچانک اِسے حران شہر میں سے لاتعداد لوگ اس قافلہ کے استقبال کیلئے آتے ہوئے دِکھائی دیئے تو اس کا تجسس اور بڑھ گیا کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے

اسی اثنا میں وہ قافلہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب سے گزرا، چونکہ یہ بلند مقام پر کھڑا تھا اور قافلہ نشیبی راستہ سے گزر رہا تھا اس لئے یہ قافلہ پاک کو بخوبی دیکھ سکتا تھا، جب سرہائے اطہر اس کے سامنے سے گزرے اور اس کی نگاہ مولا

امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر پر پڑی تو اسے اس میں عجیب سی کشش محسوس ہوئی

☆فلما امعن النظر فیه رای ان شفتیه یتحرکان

جب اس نے زیادہ توجہ اور غور سے دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے لب ہائے اطہر متحرک ہوں اور آپ کلام فرما رہے ہوں

اُس وقت یہ یہودی پیشوا بلندی سے اُتر کر دوڑتا ہوا مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کے قریب آیا اور نگاہ اُٹھا کر بغور آپ کو دیکھنے لگا، تب اس نے ایک آواز سنی ☆وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ

امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے قرآن پاک کی یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی کہ عنقریب ظالمین کو پتہ چل جائے گا کیونکہ ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے

جب اس نے یہ کلام سنا تو سوچنے لگا کہ یہ یا تو کوئی ولی ہے یا نبی ہے، بہرحال یہ جو کوئی بھی ہے اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین میں سے ہے، اس نے سر پاک کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا، اس وقت سر اطہر مغفر بن ثعلبہ عائذی ملعون کے ہاتھ میں تھا، چونکہ پہلے والے 50 نگران ملاعین تو فی النار ہو چکے تھے اور اُن کے بعد اس ملعون کو 50 سپاہی دے کر سر ہائے اطہر کا نگران بنایا گیا تھا

جناب یحییٰ حرانی نے اس ملعون کے پاس آ کر پوچھا کہ یہ کس کا پاک سر ہے جو معراجِ شہادت پر فائز ہونے کے باوجود قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے؟

اس ملعونِ ازل نے مولا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا نام پاک بتایا، اُنہوں نے کہا کہ مجھے نام سے صحیح پتہ نہیں چل رہا ہے، تم مجھے اِن کا مکمل تعارف کراؤ

اس ملعون نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ یہ شہنشاہ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط اصغر مولا امام حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سرِاطہر ہے

جناب یحییٰ حرانی نے کہا کہ بعد از شہادت سرِاطہر کا کلام فرمانا تو ایک ایسا معجزہ ہے کہ جو جناب موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں دِکھا سکے تھے، انہوں نے ایک اسرائیلی کو زندہ کیا تھا مگر وفات کے بعد انہوں نے بھی کلام نہیں فرمایا تھا

پھر پوچھا کہ یہ پاک سر جو کچھ تلاوت فرما رہا ہے، یہ کیا ہے؟

اُس ملعون نے بتایا کہ یہ اُس کتاب کی عبارت ہے کہ جو ہمارے نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تھی جسے ہم قرآن مجید کہتے ہیں اور یہ کتاب کلام اِلٰہی پر مبنی ہے

یہ بات سن کر جناب یحییٰ حرانی سوچنے لگے کہ اگر واقعی ایسا ہی ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے کہ یہ پاک ذات جن کا سرِاطہر محوِ کلام ہے یہ بھی عین حق ہیں، ان کے جدِاطہر شہنشاہِ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حق ہیں، ان کا دین اسلام بھی حق ہے اور یہ کتاب یعنی قرآن بھی حق ہے، یہ نتیجہ اخذ کرتے ہی جناب یحییٰ حرانی پاک سر کے قریب آئے اور اِن الفاظ میں کلمہ طیبہ پڑھنے لگے

☆اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله وان ابنه هذا من اولياء الله

کلمہ طیبہ میں جو حقیقت مضمر ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ہر زمانہ کے امام کی گواہی سے ہی مکمل ہوتا ہے، یعنی اپنے وقت کے امامِ حق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وِلایت اور وَلایت اِلٰہیہ کو تسلیم کرنا اور اس کا دِل اور زبان سے اقرار کرنا ہی دین صحیح ہے، اس لئے کلمہ طیبہ میں تیسری گواہی ہمیشہ زمانے کے امام کی ہوتی ہے

اگرچہ جناب یحییٰ حرانی کو اس وقت یہ بات معلوم نہیں تھی کہ اب اس کے زمانے

کا امام کون ہے، مگر اس نے جو گواہی دی وہ ماضی قریب کے زمانہ کے امام کی تھی اور وہی اصلی اور صحیح کلمہ تھا

آمدم برسر گفتگو!

پہلے اِس نے کلمہ طیبہ پڑھا، پھر اس نے اپنا عمامہ اور عبا دونوں چیزیں اتار کر جناب سجاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں، اور ساتھ ہی ایک ہزار درہم جو اس وقت اس کے پاس تھے وہ بھی پیش کر دیئے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس نے اپنی یہ چیزیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اس لئے پیش کی تھیں کہ اس وقت جو لباس اُس نے پہن رکھا تھا وہ یہودی پیشواؤں والا مخصوص لباس تھا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد اس لباس کو باقی رکھنا اس کیلئے مناسب نہیں تھا

یہودی پیشواؤں والا مخصوص لباس بارگاہِ امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کر کے گویا اس نے اپنے کلمہ اور اسلام کو کامل کرلیا

یہ دیکھ کر ایک ملعون سپاہی نے انہیں روکتے ہوئے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟

یہ سب کچھ تو حاکم وقت کی مخالفت کے برابر ہے، یہ سنتے ہی جناب یحیٰی حرانی کہنے لگے کہ تم نے بالکل ٹھیک سمجھا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ وقت کے حاکم کی مخالفت کے برابر ہے، لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی حمایت کے برابر ہے، اس لئے میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں سوچ سمجھ کر اور بالکل ٹھیک کر رہا ہوں

اس ملعون نے ذرا سختی سے کہا کہ آپ فوراً یہاں سے دور چلے جائیں ورنہ پل بھر

میں پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے

جناب یحیٰ نے جواب دیا کہ حق کے ادراک کے بعد کوئی بھی موت سے خوفزدہ نہیں ہوتا ہے، جو ہوگا دیکھا جائے گا، میں ان پاک ذوات سے دُور نہیں رہ سکتا

یہ سنتے ہی اس ملعون نے غصہ میں آ کر فوراً اپنے نیام سے تلوار نکالی اور حملہ کرنے کا اِرادہ کیا، دوسری طرف جنابِ یحیٰ نے بھی نیام سے تلوار نکال کر اپنے غلاموں کو للکارا، اور اِن سب نے مل کر شامی لشکر پر جوابی حملہ کر دیا

اِن کے پہلے حملہ میں پانچ ملاعین جہنم کا ایندھن بنے اور ان کے غلاموں نے بھی کافی ملاعین ازل کو سپرد جہنم کیا

اچانک فوج میں جنگ چھڑ جانے سے ہرطرف ایک ہل چل مچ گئی، صورتِ حال کو سمجھتے ہی تمام شامی فوجیوں نے اپنی اپنی تلواریں بے نیام کرلیں

☆فجاشوا علیه وجعلوا فی مثل الحلة

آگے جاتی ہوئی فوجیں واپس آئیں اور اِن سب کو گھیرے میں لے لیا

☆وضربوه بالسيف ورفشوه بالا حجار و النبلان

ہرطرف سے تلواریں چلنے لگیں، دوسری طرف سے نیزوں کی انیاں اِن کے خون کی پیاسی زبانیں نکالے بے دریغ ان کے اجسام کو چومنے لگیں، اور دور کھڑے ہوئے شامیوں نے ان پر سنگ باری شروع کر دی

اس وقت جناب یحیٰ حرانی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے محملوں کی جانب دیکھ کر عرض کرنے لگے کہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! میں اپنے تئیں آپ کے پردے بچانے کی ایک معمولی سی کوشش کر رہا ہوں، مگر ہر طرف سے ظلم وستم کی بوچھاڑ

شروع ہوگئی ہے جس کا مقابلہ شاید ہم چند نفوس نہ کرسکیں

میں اِس وقت خوش ہوں کہ آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی نصرت میں قربان ہورہا ہوں، مگر ساتھ ہی اس بات سے خوف زدہ بھی ہوں کہ کہیں میری وجہ سے یہ ظالمین آپ پر زیادہ مظالم نہ کریں ...... بہر حال میری جان کا نذرانہ اپنی پاک بارگاہِ قدس میں قبول فرمالیں تو یہ آپ کا احسانِ عظیم ہوگا، میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کا شعور عطا فرمایا اور نصرت کا موقع بھی دیا، جس کی وجہ سے میرا خاتمہ خیر اور حق پر ہورہا ہے

تمام مومنین دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے اِن ناصرین کا خونِ ناحق اب جلد رنگ لائے تا کہ یہ شام تشریف لے جانے والی پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن جن کی پاک مزارہائے اطہر بھی آج تک جدا جدا ہیں اب اپنے وطن میں آباد ہوں، ہمارے زمانہ کے پاک امام اور تمام مظلومین کے پاک منتقم عجل اللہ فرجہٗ الشریف اس دنیا کو ظلم اور ظالمین سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پاک کر دیں، اور محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی ابدی حکومت اِلٰہیہ کا قیام فرمائیں تا کہ پھر کبھی بھی اس پاک خاندان کے کسی ایک فرد کو بھی غم و آلام کا سامنا نہ کرنا پڑے، اور ہمیشہ باقی رہنے والی لامتناہی خوشیاں ہمیشہ ان کا مقدر بن کر رہیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 41

حران تا تھورہ

4 ربیع الاول سن 61 ہجری = 2 دسمبر سن 680 عیسوی بدھ کی شب رات ڈھلے حران سے کاروانِ راہِ رضا ''دلق مغار'' کی طرف روانہ ہوا
یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اس سے پہلے یہ کارواں مشرق سے مغرب کی سمت محوسفر تھا، لیکن حران سے آگے سفر کا رخ تبدیل ہوگیا اور یہاں سے یہ سفر جنوب کی طرف شروع ہوگیا
حران سے آگے اِس قافلہ کے راستہ میں جو شہر واقع تھا وہ شیبور تھا، حران سے شیبور تک کم و بیش 150 کلومیٹر کا فاصلہ تھا، اب ظاہر ہے کہ اُس دور میں ایک ایسے قافلہ کیلئے کہ جس کے ساتھ مستورات بھی ہوں اتنا زیادہ فاصلہ ایک دن میں طے کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور تھا، اس لئے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حران اور شیبور کے درمیان کہیں نہ کہیں ایک شب کیلئے قیام ضرور کیا گیا ہوگا لیکن کوشش کے باوجود مجھے تاریخ کی کسی بھی کتاب سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس سفر کے دوران کس جگہ پر قیام کیا گیا تھا
ہاں اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ جب یہ کارواں شیبور پہنچا تو اس وقت صبح کے 10 بجے کا وقت تھا، اس بات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ قافلہ زیادہ سے زیادہ تقریباً

60/55 کلومیٹر کا سفر طے کر کے شیبور پہنچا تھا، یعنی شیبور سے 60/55 کلومیٹر پہلے کسی جگہ پر اس قافلہ نے یقیناً قیام کیا ہوگا

واضح رہے کہ اِس شہر شیبور کو تلفظ یا(pronunciation) کے لحاظ سے بہت سے نام دیئے جاتے تھے، جن میں سیبور، سابور، شیبور، شابور، شاپور شامل تھے، اور انگلش میں اسے شیفر بھی کہا جاتا تھا

حقیقت یہ تھی کہ یہ شہر ایران کے شاہِ کسریٰ شاپور بن اردشیر بن بابک نے آباد کرایا تھا، اس لئے یہ سب سے پہلے اسی کے نام پر شاپور مشہور ہوا، اب چونکہ عربی زبان میں ''پ'' کا حرف ہوتا ہی نہیں، اس لئے عرب اِسے شابور کے نام سے پکارتے تھے، پھر علاقائی لب و لہجہ کی تبدیلی کی وجہ سے اسے مذکورہ بالا ناموں سے پکارا جاتا رہا، یہ شہر بالس کے سامنے دریائے فرات کے مغربی کنارے پر بنایا گیا تھا، جبکہ بالس کا شہر دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر تھا شیبور کے سامنے دریائے فرات ایک جھیل کی شکل اختیار کر لیتا تھا جس کی چوڑائی اُس وقت 12 کلومیٹر کے قریب تھی، یہ شہر اِسی دریائی جھیل کے کنارے پر آباد تھا کیونکہ یہ ایک پر فضا مقام تھا اور اس جگہ پر شاہِ کسریٰ شاپور نے ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنوایا تھا جس کی بعد ازاں بقدر ضرورت توسیع بھی کرائی گئی تھی

شیبور سے مشرقی جانب ایک چھوٹی سی کم چوڑی ندی تھی جس پر لکڑی کا ایک پل بنایا گیا تھا جسے بڑے بڑے زنجیروں اور رسیوں کے ساتھ باندھ کر مضبوط کیا گیا تھا، اس ندی سے مشرقی طرف دریائے فرات کی جھیل تھی، اگر یہاں سے دریائے فرات کو عبور کرنا مقصود ہوتا تو مزید جنوب کی طرف جھیل کے کنارے سفر

کرتے ہوئے شیبور سے 30 کلومیٹر جنوب کی طرف تہورہ کے مقام پر پہنچ کر دریا کو عبور کرنا پڑتا تھا، اور دریا عبور کرنے کے بعد تہورہ سے مشرقی جانب سامنے قرائن کا شہر تھا جو آج بھی موجود ہے، جو شیبور سے تقریباً 48 کلومیٹر دور ہے

شہر قرائن کوفہ اور شام کے سیدھے راستے پر واقع تھا، یہاں سے اگر کربلا معلیٰ کا سفر اختیار کیا جائے تو قرائن سے کربلا معلیٰ سیدھا جنوب کی طرف 850 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، یاد رہے کہ جس مقام محول سے قافلہ پاک نے دریائے فرات کو عبور کرتے ہوئے قادسیۃ البغداد کا رُخ کیا تھا، وہاں سے سیدھا شمال کی جانب 700 کلومیٹر دُور سامنے قرائن کا شہر تھا

مگر ملاعین کوفہ وشام نے یہ سیدھا راستہ اختیار نہیں کیا تھا بلکہ شمال کی طرف جانے کی بجائے انہوں نے وہاں سے مشرق کا رخ کیا اور تقریباً 700 کلومیٹر کا اضافی سفر طے کرنے کے بعد اس مقام پر آ پہنچے تھے

یعنی اگر وہ محول سے دریائے فرات کے کنارے کنارے شمال کی طرف سفر کرتے تو سامنے 700 کلومیٹر پر قرائن کا شہر آباد تھا، مگر یہ ملاعین ازل سیدھا راستہ اختیار کرنے کی بجائے 1400 کلومیٹر کا طویل چکر کاٹ کر اس مقام پر آ پہنچے

اس کی ممکنہ دو وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک تو یہ کہ شاید انہیں اِس سیدھے راستہ میں کوئی خطرہ ہو، یا پھر یہ کہ وہ ملاعین ازل اپنے مذموم افعال کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کرنے کی غرض سے قافلہ پاک کو شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھراتے ہوئے شام لے جانا چاہتے ہوں ...... (واللہ اعلم بالصواب)

یہ پاک قافلہ 4 ربیع الاول سن 61 ہجری = 2 دسمبر سن 680 عیسوی بدھ کی صبح

حران سے روانہ ہوا تھا، شیبور پہنچنے سے پہلے ایک رات انہوں نے کسی نا معلوم مقام پر بسر کی ، اور 6 ربیع الاول سن 61 ہجری = 4 دسمبر سن 680 عیسوی جمعہ کے دن قبل از دوپہر تقریباً 11/10 بجے شیبور پہنچا

جس وقت شیبور کے حاکم کے پاس اِن ملاعین کا خط پہنچا تو وہ پریشان ہو گیا

اس حاکم کا یہ دستور تھا کہ وہ جب بھی کسی مسئلہ کی بابت پریشان ہوتا تو وہ شیبور میں رہنے والے ایک معمر ترین اور دانا بزرگ سے مشورہ لیا کرتا تھا

جس دور میں تیسرے اجماعی خلیفہ کے خلاف تمام اہل مدینہ نے اجماع کیا تھا اور اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہوئے ام المومنین کے فتویٰ دینے کے بعد اسے قتل کر دیا تھا، تو یہ بزرگ ان لوگوں میں بھی شامل رہا تھا

یہ بزرگ کافی عمر رسیدہ تھا اور اپنے عہد کے دانائے زمانہ لوگوں میں سے ایک تھا اسی لئے جو شخص بھی شیبور کا حاکم مقرر ہوتا تھا وہ اکثر معاملات میں اس معمر بزرگ سے صلاح ومشورہ ضرور لیا کرتا تھا

اس لئے خط ملتے ہی حاکم شیبور نے اسے مشورہ کیلئے فوراً اپنے دربار میں طلب کیا ، اس کے علاوہ دیگر روسائے شہر بھی اس مشاورت میں مدعو تھے

اِن سب کے سامنے حاکم شیبور نے یزیدی گماشتوں کا خط پڑھ کر سنایا، یہ بزرگ سر جھکا کر خط کی عبارت سنتا رہا اور مسلسل روتا بھی رہا

خط کی عبارت سنانے کے بعد حاکم شیبور نے جمع شدہ تمام لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو اس بزرگ نے برجستہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ اِس وقت میرے سامنے زیادہ تر افراد میری اپنی ہی قوم وقبیلہ کے ہیں ، اور کچھ ہمارے حلیف قبائل کے

لوگ بھی موجود ہیں ، آپ سب اِس امر کے شاہد اور گواہ ہیں کہ میں نے آج تک آپ کو کبھی کسی بھی معاملہ میں غلط مشورہ نہیں دیا ہے

اگر آپ میری بات مانیں تو میں یہی کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ فتنہ وفساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا ، ظلم اور ظالم کی حمایت کو روز آخرت کی بربادی قرار دیتا ہے اور ظالمین کی ذرہ بھر اعانت کرنا یا ان کے افعال پر راضی ہونا بھی شریک ظلم ہونے کے مترادف تصور کیا جاتا ہے

آج یہ ملاعین ازل ہمارے شہر میں داخل ہونا چاہ رہے ہیں اور ہم سے اپنی بھرپور حمایت اور استقبال کی خواہش کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے ظلم کی انتہا کردی ہے یعنی فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر کے ان کے پاک سر کو شہر بہ شہر پھراتے ہوئے آ رہے ہیں اور ستم در ستم یہ ہے کہ ان کے ساتھ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن بھی ہیں ، میں تو حیران ہوں کہ ان ظالمین کو ذرہ بھر بھی شرم نہیں آیا اور اپنے مذموم کردار پر ایک لمحہ کیلئے ندامت بھی نہیں ہوئی

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ملاعین ازل لاتعداد شہروں سے ہوتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں تو مجھے اِس بات کا بہت زیادہ افسوس ہو رہا ہے کہ اِنہیں پورے عراق میں مطعون یا شرمندہ کرنے والا کوئی نہیں تھا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، تم یہ کیا کر رہے ہو یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان ملاعین نے اِس قدر بے حیائی اور دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا اور پھر بھی اہل عراق کو اتنی غیرت نہیں آئی یا احساس نہیں ہوا کہ ان سے سرہائے اطہر لے کر اُنہیں عزت واحترام سے دفن ہی کر دیتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بہو بیٹیوں کو رہا کروا کے نہایت عزت واحترام کے

ساتھ اپنے وطن پہنچا دیتے تو اُن کی آخرت تو سنور سکتی تھی

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہم ان ظالمین کے مقابلے میں کمزور ہیں، اگر ہم اِن سے جنگ کریں تو اپنے قبیلہ کی ہلاکت اور قتل و غارت کے علاوہ ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا، اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر ہم اور کچھ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا کریں کہ ان ملاعین ازل کو اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں

اگر ہم نے انہیں اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی تو یہ حق اِلٰہی میں خیانت کے مترادف ہوگا، اور اس وجہ سے کل ہم ابدی جہنم کے مستحق ہوں گے اور پروردگارِ عالم کا یہ فیصلہ عین عدل پر مبنی ہوگا، اور اس کے موجب ہم خود ہی ہوں گے، اب آپ خود ہی مل کر اور سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کریں کہ کیا ہمارے لئے اللہ تعالٰی کو راضی کرنا ضروری ہے...... یا یزید ملعون کو؟

سب قبائل نے یک زباں ہو کر کہا کہ ہمارے لئے اللہ تعالٰی کو راضی کرنا ضروری ہے، چاہے اس کیلئے ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے

اس بزرگ نے کہا کہ پھر آپ ان ملاعین ازل کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیں

تمام قبائل کے سرداروں نے اس کے مشورے کو نہ صرف پسند کیا بلکہ اس کی تائید اور بھرپور حمایت بھی کی، اُس وقت حاکم شہر نے حکم دیا کہ کل کسی وقت وہ ملاعین ہمارے شہر میں داخل ہونا چاہیں گے، اس وقت اپنے شہر کی فصیل کے دروازے بند کر دینا اور انہیں شہر میں داخلے کی اجازت نہ دینا

اس موقع پر بہت سے نوجوان بھی موجود تھے، انہوں نے حاکم شیبور سے پوچھا کہ یہ جو فیصلہ اس مجمع میں کیا گیا ہے کیا یہ درست ہے اور حق ہے؟

اُس نے کہا کہ ہاں یہ حق ہے کیونکہ ظالمین کی نصرت و اعانت کرنا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کے مترادف ہے

اس وقت ان میں سے ایک نوجوان اٹھا اور سب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ فیصلہ حق ہے، تو حق و صداقت کی حد یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ حق کے درجات اس سے آگے بھی ہیں کہ جہاں ظالم کی حمایت ظلم ہے، وہاں ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے نہ روکنا بھی ظلم ہے، ظلم کے سامنے مزاحمت نہ کرنا بھی ظلم ہے، ظلم ہوتا ہوا دیکھ کر خاموشی اور آرام سے بیٹھ جانا بھی ظلم ہے، پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ظلم ہوتا دیکھیں اور اپنی جان بچانے کیلئے دروازے بند کر کے بیٹھ جائیں، کیا یہ سب کچھ ظالمین کی حمایت کے مترادف نہیں ہے؟

جبکہ آپ سب پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب قرار دیا گیا ہے

اگر آج اس وقت کوئی فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک آل پر ظلم و ستم ہوتا دیکھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے سے دست کش ہوتا ہے تو وہ بھی مجرم قرار پائے گا، کم از کم ہم تو اس ظلم پر خاموش نہیں رہ سکتے

ہمیں ان پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی نصرت کرنا چاہیے، کیونکہ کل بروزِ قیامت ہمیں اپنے پاک نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہونا ہے، اُس وقت کی شرمندگی اور جہنم جانے سے بہتر ہے کہ ہم حتیٰ الوسع ہر حال میں مظلومین کی نصرت اور ظالمین کی مخالفت ضرور کریں، چاہے اس میں ہماری جان ہی کیوں نہ چلی جائے، آپ کی یہ بات بجا ہے کہ ہم ان ظالمین کے سامنے کمزور ہیں، ان سب کو فی النار نہیں کر سکتے، مگر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنے پاک نبیؐ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرخرو تو ہو سکتے ہیں ، کیا ایسی زندگی لعنت و ملامت کے قابل نہیں ہے کہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک گھر کی مقدس ترین مستورات صلواۃ اللہ علیہن اسیر ہو کر ہمارے سامنے آئیں اور ہم خوفِ جاں سے شہر کے دروازے بند کر کے چھپ کر بیٹھ جائیں ، کیا اِس بے حمیت و بے غیرت زندگی سے موت بہتر نہیں ہے؟
جس وقت اِس نوجوان نے اپنی بات مکمل کی تو وہ معمر بزرگ روتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھا اور اِس نوجوان کو تحسین و آفرین دیتے ہوئے کہنے لگا کہ واقعی حق تو یہی ہے جو کچھ آپ نے کہا ہے ، میں نے تو کم سے کم درجہ حق بیان کیا تھا
تمام جوان جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ اب آپ تمام بزرگ علیحدہ ہو جائیں اِن ملاعین ازل سے ہم خود ہی نمٹ لیں گے ، تمام جوانوں نے آپس میں متحد ہو کر مشورہ کیا اور سارے پروگرام کو اس طرح ترتیب دیا کہ رات کو تمام جوان جنگ کیلئے اپنی تیاری مکمل کر لیں ، صبح ہوتے ہی فصیل شہر کے سامنے جو ندی ہے اس کے پل کی رسیاں اور زنجیریں کاٹ دی جائیں تا کہ وہ ملاعین ازل ہمارے شہر میں داخل ہی نہ ہو سکیں ، جب یہ ملاعین پل کے نزدیک پہنچیں تو ہم سب مل کر پیچھے سے اُن پر حملہ کر دیں ، یہ تجویز سب کو پسند آئی
صبح ہوتے ہی تمام جوانوں نے ندی کے پل کی رسیاں اور زنجیریں کاٹ دیں اور ایک طرف گھات لگا کر لشکر کے انتظار میں بیٹھ گئے
جب شامی ملاعین کا لشکر پل کے قریب پہنچا اور دیکھا کہ پل کو کاٹ دیا گیا ہے تو انہوں نے وہیں تھوڑا سا توقف کیا
اسی لمحے نوجوانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور لشکر پر حملہ کر دیا ، دوسری طرف اچانک

پڑنے والی اُفتاد نے اِن ملاعین کو پہلے تو بوکھلا دیا اور کچھ دیر کیلئے یہ حواس باختہ سے ہو گئے، مگر پھر سنبھل کر لڑنے لگے اور یہاں گھمسان کا رن پڑا، اور خوب جنگ ہوئی، ان ملاعین کی لاشوں کے ٹکڑے نہر میں تیرنے لگے، اس جنگ میں 600 ظالمین لقمہ ءِ جہنم بنے، اور شیبور کے 76 جوانوں نے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرخرو ہونے کا اعزاز حاصل کیا

دورانِ جنگ ملکہ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے اپنے پاک محمل سے نگاہ فرمائی اور اپنی ایک پاک کنیز سے دریافت فرمایا کہ یہ کیسی جنگ شروع ہوگئی ہے؟ پاک کنیز نے عرض کیا کہ اہلِ شیبور آپ کی نصرت وحمایت میں اِن شامی ملاعین سے جنگ کر رہے ہیں، اس وقت پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ان کیلئے دعا فرمائی

☆عذبهم الله تعالى شرابهم وارحض اسعارهم و ارفع ايد الظلمة عنهم فلو ان الدنيا مملوة ظلماً وجوراً لما نالهم الا قسطاً وعدلاً

اے ربِ ذوالجلال والاکرام! ان کے پانیوں کو لذیذ بنا، ان کے شہر میں ہمیشہ ارزانی رہے، ان پر کبھی کوئی ظالم مسلط نہ ہونے پائے، جس دور میں یہ دنیا ظلم و جور سے بھر جائے، (یعنی دورِ غیبت میں) تو قسط و عدل کے علاوہ کوئی چیز انہیں دیکھنا نصیب نہ ہو

شامی لشکر شیبور میں اپنے 600 ملاعین کو سپرد جہنم کر کے فرار ہوا، اور یہاں سے انہوں نے تہورہ کا رخ کیا، میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ تہورہ کے مقام سے دریا کی چوڑائی خاصی کم ہو جاتی تھی، یہاں دریائے فرات کا رُخ شرقاً غرباً تھا، اور دریا پر جو ساحل بنا ہوا تھا یہاں سے تہورہ کا شہر مزید جنوب کی طرف واقع تھا،

اس مقام پر ایک دوراہا تھا یعنی دریا کے جنوبی کنارے سے ایک راستہ شام سے کوفہ کی طرف جاتا تھا، اور ایک راستہ شیبور وغیرہ کی طرف جاتا تھا، یہاں سے شام اور حلب شمال مغرب کی طرف تھے اور کوفہ و کربلا جنوب مشرق کی طرف تھے جب یہ ملعون لشکر ایک بڑا چکر کاٹ کر تہورہ سے پہلے دریا کے کنارے اِس ساحلی مقام پر پہنچا تو یہاں سے انہوں نے دریا عبور کر کے ایک یوٹرن (U_Turn) لینا تھا مگر اپنا سفر جاری رکھنے کی بجائے انہوں نے یہاں قیام کیا کیونکہ یہاں پہنچتے پہنچتے انہیں نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا، یہاں پر ایک واقعہ رونما ہوا

عبداللہ بن قیس انصاری سلام اللہ علیہ

مدینہ منورہ کا رہنے والا ایک شخص تھا، جس کا نام عبداللہ بن قیس انصاری سلام اللہ علیہ تھا، اس کی والدہ پاک گھر کی خدمت گار کنیز تھی، اور یہیں اِس کا بیٹا عبداللہ اُسی سال پیدا ہوا تھا کہ جس سال مولا امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت ہوئی، یعنی سن 3 ہجری میں

ملک عرب میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی گھر میں ایک ہی سال میں دو بچے پیدا ہوتے تو ان بچوں کو ایک دوسرے کا رضاعی بھائی یعنی دودھ شریک بھائی کہا جاتا تھا چونکہ مولا امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب عبداللہ بن قیس انصاری سلام اللہ علیہ ایک ہی سال میں ایک ہی گھر میں پیدا ہوئے تھے اس لئے دستورِ عرب کے مطابق ان دونوں کو ایک دوسرے کا رضاعی بھائی کہا اور سمجھا جاتا تھا

دوسرا یہ کہ ان کی پرورش ایک ہی گھر میں ہوئی تھی اور دونوں اکھٹے ہی پلے بڑھے

تھے اس لئے انہیں جناب مولا امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلواۃ والسلام سے بہت زیادہ پیار تھا اور آپ بھی اپنی رحمت واسعہ کے پیش نظر جناب عبداللہ سلام اللہ علیہ سے بہت پیار کرتے اور انہیں اپنا بھائی کہہ کر پکارتے تھے

مولا امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد جناب عبداللہ سلام اللہ علیہ مدینہ کی سکونت ترک کر کے حلب میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے تھے

مدینہ سے جانے کے بعد اِن کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر سال فریضہءِ حج کی ادائیگی کیلئے آتے اور اس موقع پر مدینہ منورہ آ کر مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت سے ضرور مشرف ہوتے، اور اپنی محبت قلبی کی وجہ سے ہر سال آپ علیہ الصلواۃ والسلام کیلئے بہت سے تحفے تحائف بھی لے آیا کرتے تھے

رجب سن 60 ہجری میں مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے پہلے مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ کو شرف عطا فرمایا، اور پھر ذوالحجہ میں مکہ مکرمہ سے عراق کی جانب عازم سفر ہوئے تو اُس سال جناب عبداللہ بن قیس سلام اللہ علیہ بیماری اور علالت کی وجہ سے حج کیلئے نہیں آ سکے تھے، پھر کچھ عرصہ بعد انہیں یہ اطلاع ملی کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کوفہ تشریف لے آئے ہیں، جب ان کی صحت بحال ہوئی اور یہ سفر کرنے کے قابل ہوئے تو انہوں نے حلب سے کوفہ آنے کا ارادہ کیا تاکہ میں اپنے شہنشاہِ معظم علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کرسکوں

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کچھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ منزلِ نصیبین پر وقوع پذیر ہوا تھا، اور کچھ لوگوں نے اِسے عراق کے دوسرے شہروں سے بھی منسوب کیا ہے، مگر میرے نزدیک زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ واقعہ تہورہ کے

مقام پر ہی رونما ہوا تھا، اس کی ایک محکم دلیل یہ ہے کہ نصیبین کا شہر حلب سے کوفہ آنے والے راستے سے کئی سو کلومیٹر دُور ہٹ کر واقع ہے، اور باقی دوسرے شہر بھی اس راستہ سے دُور ایک طرف ہیں، اس لئے یہ بات زیادہ قابل وثوق ہے کہ یہ روایت تہورہ سے متعلق ہے

آمدم برسر موضوع

جناب عبداللہ بن قیس انصاری سلام اللہ علیہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہونے کیلئے حلب سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا، جب میں تہورہ سے آگے نکلا تو یہاں سے کوفہ جانے والا راستہ دریا کے ساتھ ساتھ جاتا تھا، میں اُسی راستہ پر تہورہ سے تھوڑا سا آگے گیا تو میں نے دیکھا کہ دریا کے ساحل سے نزدیک جنوبی کنارے پر ایک لشکر قیام پذیر تھا، یہ تقریباً ظہر کا وقت تھا

پھر جب میں ازراہِ تجسس اُس لشکر کی جانب متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ اِن شامی فوجیوں سے کچھ فاصلہ پر چند محمل بردار اونٹ بیٹھے ہوئے تھے، جن کے قریب ہی دریا کے کنارے پر کچھ بے سروسامان پاک مستورات صلواۃ اللہ علیھن زمین کو زینت دے کر تشریف فرما تھیں، جن کے چاروں طرف ایک نورانی ہالہ موجود تھا اور یہ نورانیت آسمان کو چھو رہی تھی

دریا کے ساحلی مقام کے نزدیک جا کر ہم بھی یہ سوچتے ہوئے اپنے گھوڑوں سے اترے کہ ہم خود بھی یہاں سے پانی پی لیں اور اپنے گھوڑوں کو بھی پانی پلا لیں

میں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور ہمارے لئے پانی لے آؤ اور پھر گھوڑوں کو بھی پانی پلالاؤ، ہمارا غلام حکم کی تعمیل کیلئے دریا کی طرف چلا گیا اور ہم وہیں زمین پر بیٹھ گئے ...... اسی دوران ہم نے دیکھا کہ اُن مستورات صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ ایک نوجوان تھے جو شکل وصورت سے کچھ بیمار نظر آرہے تھے مگر نحیف ونزار ہونے کے باوجود وہ تمام پردہ داروں کی خدمت کرنے میں مصروف تھے

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ایک خالی مشکیزہ اٹھایا اور پانی لینے کیلئے دریا کے کنارے سے نیچے ترائی میں اترے، میں پوری توجہ اور غور سے انہیں دیکھنے لگا کیونکہ بظاہر کمزور ورناتواں ہونے کے باوجود اُن کے مسحورکن حسن میں بے انتہا کشش تھی اوران کے چہرۂ اقدس سے نگاہ ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا

انہوں نے دریا سے مشکیزہ بھرا ہی تھا کہ اچانک انہیں نہ جانے کون سی بات یاد آئی کہ بےساختہ اُن کے ہونٹوں سے ایک آہ نکلی اور فرمایا کہ

☆واعمی عباس علیہ الصلواۃ والسلام

یہ کہتے ہی وہ زمین پر گر پڑے اور مشکیزہ بھی اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا یہ دردانگیز منظر دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا، اور مجھ سے نہ رہا گیا تو میں دوڑ کر جلدی سے اس بیمار نوجوان کے قریب پہنچا، اور سب سے پہلے انہیں سہارا دے کر اُٹھایا اور کنارے پر لے آیا، پھر ان کا مشکیزہ لے کر میں خود دریا میں اُتر گیا اور اسے پانی سے بھر لایا، پھر میں اس نوجوان کو سہارا دے کر مشک اُٹھائے پردہ دار مستورات صلواۃ اللہ علیہن کی جانب چل پڑا، ابھی ہم اُن سے چند قدم دور تھے کہ اُن کی ایک ضعیف العمر کنیز نے آگے بڑھ کر مجھ سے پانی کی مشک لے لی اور میرا شکریہ

بھی ادا کیا، اسی اثناء میں وہ بیمار نوجوان آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُن پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن میں جا پہنچے، میں قریب کھڑا دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے پانی کا جام بھرا اور اُن میں سے ایک پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں پیش کیا جب پانی کا جام اس پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا کے ہاتھوں پر آیا تو پانی پینے کی بجائے اُنہوں نے گریہ فرماتے ہوئے ایک بین کیا

☆ا شرب الماء و قتل اخی عطشاناً

اِس دریائے فرات کے پانی کو وہ بہن کیسے پی سکتی ہے کہ جس کے کنارے پر اُس کے بھائی تین روز کے پیاسے آنکھوں کے سامنے شہید ہو جائیں، پھر جب اُس دُکھی بہن کے سامنے اُسی دریا کا پانی لایا جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اُسے اپنے فخر کائنات بھائی یاد نہ آئیں؟ یہ بہن ہزار جان سے قربان جائے اُن بھائیوں پر کہ جو پانی کی ایک ایک بوند کیلئے ترستے ہوئے چل بسے ہیں

جس وقت اُس معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے یہ بین کیا تو تمام مستورات صلواۃ اللہ علیہن رونے لگیں اور اُس نوجوان پر روتے روتے غش طاری ہو گیا، اس وقت تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن ہر چیز بھلا کر اُس نوجوان کے چاروں طرف جمع ہو گئیں اور انہیں اُٹھانے کی کوشش کرنے لگیں

اُن کے یہ حالت زار دیکھ کر مجھے اُن پر ترس آیا تو میں اُن کی مدد کرنے کیلئے آگے بڑھا، اس وقت اسی ضعیف العمر کنیز نے نہایت شائستہ انداز میں مجھ سے کہا کہ عبدِ خدا! تم نامحرم ہو، اس لئے ہمارے نزدیک نہ آؤ اور یہاں سے دور ہٹ جاؤ میں نے اِصرار کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں تو آپ کی مدد اور خدمت کیلئے آیا

ہوں ، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں

عین اسی وقت ایک پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہن نے فرمایا کہ دائی اماں ! آپ اس شخص سے پوچھیں کہ یہ کون ہیں اور کہاں جارہے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ میں ایک مسافر ہوں ، حلب سے آرہا ہوں ، اور اپنے بھائی سے ملنے کیلئے کوفہ جارہا ہوں ، یہ سن کر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ دائی اماں ! ان سے پوچھیں کہ تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے جواب دیا کہ میرا نام عبداللہ ابن قیس انصاری ہے

پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا فرمانے لگیں کہ ان سے پوچھیں کہ آپ اپنے جس بھائی سے ملنے جارہے ہیں ، اُن کا نام کیا ہے؟ ...... میں نے سر نیاز جھکا کر نہایت ادب سے جواب دیا کہ میرے پاک بھائی کا نام مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام ہے

جناب عبداللہ ابن قیس انصاری سلام اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ نام پاک تلاوت کیا تو جیسے ہی وہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا تشریف فرما تھیں ، فوراً تڑپ کر زمین سے اٹھیں اور ایک جگر خراش بین کیا کہ

☆ وَامُحَمّدَاہ...... وَاعَلِیَاہ

یہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ شدید دکھ اور کرب میں بھی آدمی ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے ، مگر جس وقت کوئی ہمدرد یا قریبی دوست یا غمخوار مل جائے تو پھر ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ جاتے ہیں ...... یہاں بھی یہی کچھ وقوع پذیر ہوا کہ جس وقت پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو یہ معلوم ہوا کہ یہ ہمارا منہ بولا بھائی عبداللہ بن قیس انصاری ہے اور اِمام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام سے ملنے جارہا ہے تو پھر آپ سے ضبط

نہ ہو سکا اور آپ نے بے ساختہ بین کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے پاک نانا، اے میرے پاک بابا! ذرا ہماری حالت زار ملاحظہ فرمائیں، آپ کے لخت جگر بیٹے سے ملنے کیلئے اُن کا رضاعی بھائی کوفہ جا رہا ہے، اب ہم اسے کیا بتائیں اور کیسے بتائیں کہ تمہارے بھائی کو تو بے دردی سے شہید کر دیا گیا ہے

جناب عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر بھی مجھے ادراکِ حقیقت نہ ہو سکا تو میں جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! مجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی ہے اور میں شدید حیران و پریشان ہوں، کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میری بات سنتے ہی مستورات صلواۃ اللہ علیہن میں گریہ کا کہرام کیوں برپا ہو گیا ہے؟

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے روتے ہوئے فرمایا، تم نے جو کہا ہے کہ تم اپنے بھائی مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام سے ملنے جا رہے ہو، تمہاری یہی بات سن کر تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن میں کہرام برپا ہوا ہے

میں نے دوبارہ تڑپ کر سوال کیا کہ یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، ذرا وضاحت سے بتائیں کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ جیسے ہی میں اپنے بھائی مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک نام تلاوت کرتا ہوں تو آپ سب سامنے والے سر اطہر کی جانب دیکھ کر رونے کیوں لگتے ہیں؟ ...... میرا دل پھٹ جائے گا اور میرا جگر شگافتہ ہو جائے گا، لِلہ مجھے اِس حقیقت سے آگاہ کریں کہ میری اس بات سے اس پاک سر کا کیا تعلق ہے اور آپ کون ہیں؟

اُس وقت جناب سید سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے روتے ہوئے اچانک میرے گلے میں باہیں ڈال دیں اور ایک جگر شگاف بین کرتے ہوئے فرمایا چچا عبداللہ!

☆هذا راس اخيك الحسين علیہ الصلواۃ والسلام ان كنت زائره فزره

ذرا پہچاننے کی کوشش کرو یہی پاک سر تو آپ کے بھائی مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کا ہے کہ جس کی زیارت کیلئے آپ کوفہ جا رہے ہیں، آئیں اور اپنے بھائی سے مل لیں، ان کی زیارت کر لیں

جناب عبداللہ بن قیس انصاری کہتے ہیں کہ یہ بات سنتے ہی گویا مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی، مجھے یوں محسوس ہوا کہ ایک بجلی سی مجھ پر گری ہے کہ جس نے سب کچھ جلا کر راکھ کر دیا ہے، میں دوڑتا ہوا اُس پاک سر کے قریب گیا، اسے منزلِ معراج سے اُتار کر ہاتھوں میں لیا اور سینہ سے لگا کر رونے لگا اور حسرت زدہ انداز میں اپنے پاک بھائی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آقا! میں تو یہ سوچ کر گھر سے چلا تھا کہ اپنے بھائی سے مل کر اور انہیں گلے سے لگا کر میری ساری اُداسی اور تھکن دور ہو جائے گی، آپ کے ہجر و فراق کے سارے داغ دُھل جائیں گے، مجھے کیا خبر تھی کہ میں آپ کو اِس حالت میں دیکھوں گا، اور آپ کی بجائے مجھے آپ کا سر اطہر ملے گا، میں بھی کتنا بدنصیب ہوں کہ میں اتنی مدت آپ سے بے خبر رہا

ایسی ہی باتیں کرتے ہوئے میں سر اطہر کو چومتا رہا اور روتا بھی رہا، جب میرے دل کی بھڑاس کچھ کم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ بیمار نوجوان میرے پاس کھڑے رو رہے ہیں، اُس وقت میں نے ان سے دریافت کیا کہ خدا آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے، مجھے آگاہ فرمائیں کہ اگر یہ واقعی مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر ہے تو پھر آپ کون ہیں؟

انہوں نے سر جھکا کر شکایت بھرے لہجہ میں فرمایا کہ چچا جان! یہ حقیقت ہے کہ

جب کوئی شریف آلام و مصائب میں گھر جائے تو اسے اپنے قریبی بھی نہیں پہچان سکتے، آپ بھی مجھ غریب الدیار کو تب پہچانتے کہ اِس ویرانہ کی بجائے مدینہ ہوتا، اور میں اپنے پاک باباعلیہ الصلواۃ والسلام اور چچا عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کے پہلو میں کھڑا ہوتا، ذرا غور سے میری جانب دیکھیں، میں آپ کا بھتیجا سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام ہوں، اِن شامی ملاعین نے کربلا میں ہم سب پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں، میرے پاک باباعلیہ الصلواۃ والسلام کو، میرے چچا عباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کو اور میرے بھائیوں کو انتہائی بے رحمی سے شہید کر دیا گیا ہے، اور یہ آپ کے سامنے جو پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن گریہ و زاری میں مصروف ہیں یہ سبھی رسول زادیاں اور میری پاک پھوپھیاں، مائیں اور بہنیں صلواۃ اللہ علیہن ہیں جو اسیر ہو کر شام جا رہی ہیں، چچا جان! ہم لٹ گئے ہیں اور ہمارا کچھ بھی باقی نہیں بچا ہے

جناب عبداللہ بن قیس انصاری سلام اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں کافی دیر تک جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کو گلے سے لگا کر روتا رہا، جناب سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام بھی میرے ساتھ روتے رہے، اور پھر روتے روتے میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب کچھ دیر کے بعد مجھے غش سے افاقہ ہوا تو میں نے پھر رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ کاش! میری یہ آنکھیں نہ ہوتیں اور میں آپ کو اِس حالت زار میں نہ دیکھتا، کاش! کہ میں یہ سب کچھ دیکھنے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا، یہ تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ میں آپ سب کو اتنی غربت اور کسمپرسی کی حالت میں دیکھوں گا، اِن مخدراتِ عصمت معظّمہ مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو اس حال میں دیکھ کر میرا جگر پھٹا جا رہا ہے، میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے، اب میں کس منہ سے اِن دُکھی معظّمہ مستورات صلواۃ اللہ علیہن

کواُن کے بیٹوں اور بھائیوں کا پرسہ دوں، کیسے انہیں دلاسہ یاتسلی دوں، میرے پاس تو الفاظ ہی نہیں ہیں، میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں اور کدھر جاؤں، اِس زندگی سے تو موت ہی بہتر ہے، مگر وہ بھی تو اپنے بس میں نہیں ہے

اب آپ تمام مومنین سے التماس ہے کہ سب مل کر یہی دعا کریں کہ کائنات کی مالک و وارث ان پاک مخدراتِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن کے پاک گھر دوبارہ آباد ہوں، اور یہ سب دوبارہ اپنے پاک وطن میں ہمیشہ کیلئے آباد و شاد رہیں، ہمارے پاک امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلدی سے پیشتر تشریف لائیں، اور اپنے پاک اجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کو اتنی خوشیاں عطا کریں کہ اُنہیں تمام آلام و مصائب بھول جائیں، اِن پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ جانے اور بازاروں اور درباروں میں جانے کے سبھی غم بھول جائیں

خدا کرے کہ اس پاک خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے ہر پاک فرد کو اتنی زیادہ خوشیاں نصیب ہوں کہ پھر کبھی کوئی دُکھ ان کے نقش نعلین تک بھی نہ پہنچ سکے

﴿آمین یارب العالمین﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 42

تھورہ، دیرِ راہب

6 ربیع الاول سن 61 ہجری = 4 دسمبر سن 680 عیسوی جمعہ کے دن بعد از نماز ظھر کاروانِ راہِ رضائے اِلٰہی شیبور سے ہوتا ہوا تھورہ کے نزدیک پہنچا، اور انہوں نے دریا کے ساحلی کنارے پر پڑاؤ ڈالا، یہاں پہنچتے ہی شامی و کوفی ملاعین اپنے اپنے خیام لگانے میں مصروف ہو گئے، ان کا پروگرام یہ تھا کہ آج رات اسی مقام پر گزاریں گے

ابھی خیام مکمل طور پر نصب نہیں ہوئے تھے کہ اچانک کوفہ کی طرف سے گردِ سفر نمودار ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ناقہ سوار تیزی سے اس طرف آ رہا ہو

دو شامی ملاعین اسی راستہ کے بالکل نزدیک اپنے خیمہ کی میخیں زمین میں گاڑنے میں مصروف تھے، یہ گردِ سفر دیکھتے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے اور اس آنے والے مسافر کو دیکھنے لگے، اور حیرت سے سوچنے لگے اِس وقت اِدھر آنے والا مسافر آخر کون ہوسکتا ہے؟ کیونکہ عصر کے بعد عام مسافر سفر نہیں کیا کرتے تھے ان میں سے ایک آدمی دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے شیخ ابو سعید دمشقی (شامی)! مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی ناقہ سوار اِسی راستہ پر آ رہا ہے، اور اس کے پاس کوئی اہم خبر ہے جو یہ کوفہ سے شام لے جا رہا ہے

ابوسعید نے جواباً کہا کہ اے بھائی حسین بن محمد بن احمد رازی ہمیں آگے بڑھ کر اس مسافر سے پوچھنا چاہیے کہ تمہارے پاس کوفہ سے کیا نئی خبر ہے؟

یہ دونوں جوان کھڑے ہو گئے اور اپنی اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں کہ آنے والا کہیں کوئی دشمن ہی نہ ہو، یہ دونوں آدمی چلتے ہوئے ناقہ سوار کے راستے میں جا کر کھڑے ہو گئے، انہیں دیکھ کر اُس ناقہ سوار نے ناقہ روک دی اور ان سے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟

ان جوانوں نے اپنا تعارف کروایا کہ ہم اس فوجی دستے میں شامل ہیں جو امام مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر اور ان کی پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو شام لے کر جا رہا ہے، ناقہ سوار نے پوچھا کہ پھر تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا آج رات اسی مقام پر قیام کرنے کا اِرادہ ہے

ناقہ سوار نے کہا کہ تم لوگ فوراً یہاں سے رخت سفر باندھ لو اور کوئی بہتر پناہ گاہ تلاش کرو کیونکہ سعید بن عبداللہ قعقاع خزاعی ایک عظیم لشکر لے کر اسی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے، اور اسے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ تم لوگ اس مقام پر پہنچ چکے ہو اور وہ رات کی تاریکی میں تمہارے لشکر پر شب خون مارنا چاہتا ہے، تم لوگ اپنے بچاؤ کی جو بھی تدبیر کر سکتے ہو کر لو

یہ اطلاع ملتے ہی یہ دونوں آدمی دوڑتے ہوئے عمر ابن سعد ملعون کے پاس پہنچے اور اسے یہ اطلاع دی کہ سعید بن عبداللہ خزاعی ایک لشکر جرار کے ساتھ ہمارے تعاقب میں آ پہنچا ہے اور وہ شب خون مارنے کا اِرادہ رکھتا ہے

یہ بات سنتے ہی سارے لشکر کے ہوش اُڑ گئے کیونکہ ان کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی کہ یہ کسی بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکتے، اس لئے انہوں نے فوراً یہاں سے کوچ کرنے کیلئے دوبارہ خیام اُکھاڑ لئے اور روانگی کی تیاری کرنے لگے، اِس کے ساتھ ہی انہوں نے جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ اپنے پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو جلدی سے محملوں پر سوار کریں کیونکہ شب خون کے خطرہ کے پیش نظر ہم یہاں سے آگے کسی محفوظ مقام پر پہنچنا چاہتے ہیں

یہاں سے روانہ ہونے کے بعد ان لوگوں نے کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں راستہ سے ہٹ کر صحرا کا رُخ کیا، ابھی یہ تھوڑے سے چند کلومیٹر آگے گئے تھے کہ سامنے اِنہیں ایک ''دَیر'' یعنی عیسائیوں کی عبادت گاہ نظر آئی

اِن لوگوں نے اسی گرجا گھر کا رُخ کیا اور گرجا کی حدود میں داخل ہو کر رک گئے یہاں ایک بہت بڑا راہب چند اور لوگوں کے ساتھ رہائش پذیر تھا اور اس گرجے کی وجہ سے جنگل میں ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی، ان ملاعین نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس بستی کے عیسائیوں سے پناہ مانگتے ہیں شاید یہ ہمیں پناہ دے دیں

ان ملاعین نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر یہاں کے سرپرست اعلیٰ کو ہمارے پاس بلا لاؤ، جب وہ آدمی یہاں کے بڑے راہب کے پاس گیا اور اسے پیغام دیا تو وہ گرجا گھر سے باہر نکلنے کی بجائے گرجا کی فصیل پر چڑھ گیا

☆فطلع شیخ من سطح الحصار فالتفت الی یمین والیسار

راہب نے اپنے گرجا کی اوپر والی منزل سے جھانکا اور دائیں بائیں دیکھ کر پوچھا کہ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

ان ملاعین ازل نے اسے زیادہ تفصیل بتانے سے گریز کرتے ہوئے فقط اتنا کہا کہ ہمیں صرف ایک رات کیلئے محفوظ جگہ درکار ہے، آپ ہمیں یہاں فقط ایک رات یہاں رہنے کی اجازت دے دیں

اُس راہب نے زیادہ استفسار نہیں کیا اور ان سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، یا کہاں جا رہے ہو؟ بلکہ وہ کہنے لگا کہ تم لوگ چونکہ ہمارے پاس مہمان بن کر آئے ہو اس لئے تم لوگوں کو پناہ دینا ہمارا فرض بنتا ہے، میں تمہیں اپنے گرجا گھر میں رہنے کی اجازت ضرور دیتا مگر ہماری مجبوری یہ ہے کہ گرجا کے اندر اتنی زیادہ گنجائش نہیں ہے کیونکہ تمہارا لشکر کافی زیادہ ہے، اس لئے تم ایسا کرو کہ اسی صحن میں خیام لگا لو

ملاعین ازل نے کہا کہ ہم پر اتنی مہربانی ضرور کریں کہ ہمارے ساتھ جو مستورات ہیں، آپ اِنہیں اور ان کے مقتولین کے سرہائے اطہر کو اپنے گرجا گھر کے اندر جگہ دے دیں، اور ہم چاردیواری کے اندر اپنے خیام لگا کر گزارا کر لیں گے

راہب نے اس تجویز کو مان لیا، پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن گرجا کے اندر تشریف لے آئیں اور باقی ملاعین نے باہر خیام لگانا شروع کر دیئے

ابھی یہ ملاعین ازل اپنے خیام نصب کرنے میں مصروف تھے کہ وہ راہب ان کے پاس آیا اور ان سے پوچھنے لگا کہ سامنے معراج کی منزل پر مجھے کچھ سرہائے اطہر بھی نظر آ رہے ہیں، یہ کن لوگوں کے سر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایک جنگ جیت کر آ رہے ہیں اور اب شام جا رہے ہیں، یہ مفتوح لشکر کے شہداء کے سر ہیں، اُس راہب نے سرہائے اطہر کی طرف نگاہ کی تو پوچھنے لگا کہ ان شہداء

میں سے ان کے سردار کا کون سا سر ہے؟

ملاعین ازل نے مولا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کی طرف اشارہ کیا تو یہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سر اطہر کے قریب آیا اور نہایت غور سے اسے دیکھنے لگا، یہ راہب جیسے جیسے سر پاک کو دیکھتا گیا اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا چلا گیا

اِن ملاعین ازل نے اس کی توجہ ہٹانے کیلئے جلدی سے تمام شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سروں کو صندوقوں میں بند کر دیا، راہب نے کہا کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر والا صندوق تم مجھے دے دو

☆فوضعوا الكريمؑ فی صندوق وقفلوه بقفل حديد

اِن ملاعین ازل نے سر اطہر کو صندوق میں رکھ کر تالا لگایا اور راہب کے حوالے کر دیا، یہ راہب اس صندوق کو اٹھا کر اپنے گرجا کے ایک کمرے میں لے آیا

اسی دوران جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام اپنے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو ایک علیحدہ با پردہ کمرے میں لے آئے

جس وقت رات ہوئی تو یہ راہب ساری رات جاگتا رہا، کیونکہ اُسے تو یہی بتایا گیا تھا کہ ہمیں دشمنوں سے شب خون کا خطرہ ہے، یہ اپنے مہمانوں کی حفاظت کے پیش نظر جاگتا رہا تھا، گرجا گھر کا چکر لگاتے ہوئے رات ڈھلے جب یہ اُس کمرے کے سامنے سے گزرنے لگا کہ جس میں شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر رکھوائے گئے تھے تو وہاں چراغ نہ ہونے کے باوجود اسے واضح روشنی نظر آئی

مگر اس کمرے کو تالا لگا ہوا تھا اور چابی ملاعین شام کے پاس تھی، راہب جلدی

سے سرہائے اطہر والے کمرے کے ساتھ دوسرے ملحقہ کمرے میں گیا، ان دونوں کمروں کے درمیان ایک کھڑکی تھی جو اِتفاقاً کھلی رہ گئی تھی

یہ جلدی سے کھڑکی کے راستے کمرے میں پہنچا اور دیکھا تو کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور یہ روشنی اُس سر پاک والے صندوق سے نکل رہی تھی کہ جس میں مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر رکھا ہوا تھا، یہ راہب عالم حیرت میں سوچنے لگا کہ یہ روشنی کیسی ہے؟ ابھی یہ اسی سوچ میں غرق تھا کہ وہ روشنی تیز سے تیز تر ہونے لگی راہب نے دیکھا کہ اچانک کمرے کی چھت شگافتہ ہوگئی

☆وهبط من السماء هودج

اور آسمان سے نور کی ایک عماری اتری جس میں سے جناب اسحاق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا حورانِ جنت کے ہمراہ برآمد ہوئیں

یہ راہب خود روایت کرتا ہے کہ میں نے دیکھا تو کچھ دیر کے بعد ایک اور عماری اتری جس میں سے جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا حورانِ جنت کے ساتھ برآمد ہوئیں، اسی طرح تیسری عماری سے جناب موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ سلام اللہ علیہا برآمد ہوئیں، اور کافی دیر تک یہی سلسلہ برقرار رہا کہ یکے بعد دیگرے انبیائے ماسلف علیہم السلام کی مقدس مستورات تشریف لاتی رہیں، جن میں جناب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیر سلام اللہ علیہا، جناب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا، اور جناب آسیہ سلام اللہ علیہا حورانِ جنت کے ساتھ برآمد ہوئیں

اس کے بعد ایک اور نورانی عماری اتری جس میں سے پہلے کچھ حوران جنت باہر آئیں، انہوں نے آواز دے کر گویا اعلان کیا کہ...... طرقوا طرقوا

اب ملیکۃ العرب ، محسنہ ءِ اسلام ، حرم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی ملکہ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی پاک والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا تشریف لا رہی ہیں

پہلے سے وہاں موجود تمام مقدس مستورات نے ادب سے سر جھکا لئے اور مؤدب ہوکر ان کی تعظیم بجا لائیں ، وہ پاک معظّمہ ءِ کائنات بی بی صلواۃ اللہ علیہا صندوق کے بالکل قریب تشریف لائیں ، کچھ دیر توقف فرمانے کے بعد انہوں نے اس صندوق کی جانب اپنا دست کرم دراز فرمایا تو صندوق کا تالا اور دروازہ خود بخود کھل گیا ، جیسے ہی صندوق کھلا اور مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر نظر آیا تو تمام مستورات سلام اللہ علیہن میں گریہ و ماتم کا کہرام برپا ہوگیا

یہ راہب کہتا ہے کہ ابھی یہاں گریہ و ماتم ہو ہی رہا تھا کہ میں نے دیکھا

☆وهبط هودجة تضیء كعين البيضا

آسمان سے ایک سفید نورانی ہودج نازل ہوا جس کی نورانیت سے تمام ماحول جگمگا اُٹھا ، گویا وہ ہودج نہیں رنگ و نور کا ایک چشمہ تھا جس سے نور چھلک رہا تھا

جب وہ ہودج کمرے میں نازل ہوا تو جناب مریم سلام اللہ علیہا نے مجھے مخاطب فرماتے ہوئے آواز دی کہ اے راہب تم پردہ کرلو کیونکہ اب ملکہ ءِ دوجہاں ام الحسنینؑ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے پاک بیٹے کے ماتم میں شریک ہونے کیلئے تشریف لا رہی ہیں ، جس وقت میں نے یہ آواز سنی اور مجھ پر حقیقت منکشف ہوئی تو مجھے اس قدر صدمہ پہنچا کہ میں بے ہوش ہوکر گر پڑا ، پھر کافی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو اس وقت بھی میں ان پاک مستورات کے گریہ و بکا کی آوازیں سن رہا تھا مگر میں اپنا چہرہ ڈھانپ کر وہیں پڑا رہا کیونکہ مجھ میں اُٹھنے کی سکت ہی نہ تھی

جب گریہ و بکا کی یہ آوازیں آنا بند ہوئیں تو میں فوراً اُٹھ کر اس صندوق کے پاس آیا، اس وقت بھی اس صندوق سے ایسا نور ساطع تھا کہ میری آنکھیں مسلسل اسے دیکھ نہیں سکتی تھیں

میں نے اس سر پاک کو اٹھایا اور اپنی مخصوص عبادت گاہ میں لے آیا، یہاں میں نے سر اطہر کو غسل دے کر ایک طلائی طشت میں زینت دی اور پھر طشت کو اٹھا کر اپنے حجرۂ عبادت میں آیا، یہاں میں نے پہلے کافوری شمعیں روشن کیں، اور اپنے عبادت خانے میں وقف شدہ عطریات اور بخورات اٹھا کر صلیب کے سامنے سجادۂ عبادت پر بیٹھ گیا

پہلے میں نے اس پاک سر کو عطریات سے معطر و معنبر کیا، پھر اس پاک سر کو دونوں ہاتھوں میں لیا، میں ان کی منور پیشانی پر بوسہ دے کر رونے لگا اور عرض کیا کہ آقا! میں آپ کی پاک ذات کے متعلق زیادہ تو نہیں جانتا مگر اتنا تو ضرور سمجھ چکا ہوں کہ آپ فخر یسوع مسیح علیہ السلام ہیں، جناب موسیٰ علیہ السلام کا ناز ہیں، جناب ابراہیم علیہ السلام کا راز ہیں، ایک لاکھ چوالیس ہزار انبیاء و مرسلین علیہم السلام پیغمبر کا اعزاز ہیں

یہاں آپ کی معلومات میں اضافہ کیلئے عرض کرتا چلوں کہ انجیل برنا باس کی تحریر کے مطابق انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی کل تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے اور تمام عیسائی یہی تعداد تسلیم کرتے ہیں، جبکہ اسلامی نقطہ ءِ نظر سے یہ تعداد 124000 ہے

میں اُس پاک سر سے مخاطب ہو کر روتے ہوئے عرض کرنے لگا کہ مجھے یہ تو یقین ہے کہ آپ کلام فرما سکتے ہیں، آپ میرے ساتھ کلام فرمائیں، مجھے آگاہ فرمائیں کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ آپ کیا ہیں؟ کیا اِس دورِ حاضر کے

مسیحا ہیں، کلیم اللہ ہیں، یا پھر آپ جناب ابراہیم علیہ السلام کے رب ہیں یا جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پاک خداوند ہیں

اُس وقت مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف نگاہِ کرم فرمائی پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ اے راہب! میں حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہم الصلواۃ والسلام ہوں اور شہنشاہِ انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا نواسہ ہوں میرا قصہ بہت ہی دردانگیز ہے، اہل کوفہ وشام نے ایک سازش کے تحت بے شمار خطوط لکھ کر مجھے کوفہ بلوایا، جب میں اپنے اہل وعیال کے ہمراہ وہاں پہنچا تو اِن ظالمین نے عہد شکنی کی اور ہمارا ساتھ دینے کی بجائے کربلا کے ویرانہ میں ہم سب کو انتہائی بے دردی اور بے رحمی سے شہید کر دیا، اب یہ لوگ ہماری پردۂ تطہیر کی مالک پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو بظاہر اسیر بنا کر ہمارے سرہائے اطہر کے ساتھ شام لے جارہے ہیں

جب مجھے تمام حقائق کا علم ہوا تو میں دکھ اور افسوس کی وجہ سے کافی دیر تک روتا رہا اور پھر میں صبح ہونے کا انتظار کیئے بغیر پاک سر کو طشت میں رکھ کر اپنے معبد سے باہر عیسائی آبادی میں چلا گیا، وہاں جا کر میں نے ایک ایک دروازہ پر جا کر دستک دی اور لوگوں سے معبد میں جمع ہونے کو کہا، چونکہ میں ان کا مذہبی راہنما تھا اور وہ سبھی لوگ میری عزت کرتے تھے اس لئے جب انہوں نے مجھے پریشان دیکھا تو فوراً دوڑے چلے آئے

جب وہ سبھی عیسائی افراد گرجا گھر میں جمع ہو چکے تو میں نے ان سب کو حقیقت حال سے آگاہ کیا، جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ فرزند رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید

کر کے ان کا سر اطہر شام لے جا رہے ہیں تو تمام عیسائی جمع ہو گئے اور مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کرنے لگے، زیارت سے مشرف ہونے کے بعد ہم سب مل کر کافی دیر تک گریہ وزاری اور ماتم کرتے رہے، اور پرسہ داری کرتے رہے

ابھی ہم ماتم اور گریہ کرنے میں مصروف ہی تھے کہ باہر سے لشکر شام نے روانگی کیلئے کوچ کے نقارے بجانا شروع کر دیئے کیونکہ سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگا تھا

اُس وقت میں نے جلدی سے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر دونوں ہاتھوں میں اُٹھا لیا اور عرض کیا کہ آقا! اب آپ ہی مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟

سر اطہر سے آواز آئی کہ جس کمرے میں ہمارے پاک پردہ دارانِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن تشریف فرما ہیں، اُس کے دروازہ پر جو بیمار خون کے آنسو بہا رہا ہے وہ ہمارا لخت جگر اور ہماری دستار کا پاک وارث ہے، اور اِس وقت وہی تمام امورِ اِلٰہیہ کا نگران اور خلق خدا کا امام زمانہ ہے، تم اس معاملہ میں انہی سے رجوع کرو

میں جلدی سے چلتا ہوا جناب سجاّد علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس پہنچا اور ان کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آقا! سب سے پہلے تو میں معافی کا طلبگار ہوں کہ میں بے خبر تھا اس لئے آپ کو پہچان نہیں سکا تھا، اب جبکہ میں ہر بات سے آگاہ ہو چکا ہوں تو میں دل اور زبان سے آپ کے سامنے اِس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ آپ بھی حق ہیں اور آپ کا اور آپ کے پاک آباء واجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کا دین بھی عین حق ہے، آپ پہلے تو مجھے کلمہ پڑھائیں اور اس کے بعد مجھے اس کی اجازت عطا فرمائیں کہ میں آئندہ شب اپنے تمام ساتھیوں سمیت آپ کی نصرت

اور مدد کیلیئے اِن ملاعین ازل پر شب خون مارنا چاہتا ہوں کیونکہ ہماری تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ ہم آمنے سامنے ان سے جنگ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں اس وقت جناب سجاّدعلیہ الصلواۃ والسلام نے انتہائی مشفقانہ اور کرم آمیز نگاہوں سے میری جانب دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اے راہب! میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں تم اپنے تئیں بالکل درست کہہ رہے ہو اور واقعی تمہیں ایسا ہی کہنا اور کرنا چاہیے تھا، مگر جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے ساتھ پرُدۂ تطہیر مخدراتِ عصمت مستورات صلواۃ اللہ علیہن موجود ہیں، اور میرے لئے سب سے مقدم اپنا مشن اور مقصد ہے کہ جس کی خاطر ہم یہ تمام مظالم نہایت صبر وتحمل سے برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں اور جس کی تکمیل کیلیئے ہم سب شام تشریف لے جا رہے ہیں، ورنہ اِن یزیدی گماشتوں کی اوقات ہی کیا ہے؟ اگر ہم خود نہ چاہتے تو اِن رذیل اور کمینے لوگوں میں اتنی جرأت ہی نہ تھی کہ یہ ہمارے سامنے شام جانے کا نام لے سکتے، اور چونکہ تم دل کی گہرائیوں سے ہمارے خیر خواہ بن چکے ہو اِس لئے تمہیں ہم اِس راز سے آگاہ کر رہے ہیں کہ اگر اب بھی ہم اپنے اختیاراتِ جبروتیہ و اِلٰہیہ کا اظہار کریں تو دنیا کے بلکہ اِس کائنات کے تمام ظالمین کو ایک اشارے سے فنا کر سکتے ہیں، مگر مصلحت وقت کے پیش نظر میں تمہیں جنگ کی اجازت نہیں دے سکتا، اُس کے بعد آپ نے قرآنِ کریم کی یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی کہ

☆ولا تحسبن الله غافلا عما يعملون الظالمون

کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھے، بلکہ وہ اِن ظالمین کے اعمال وافعال سے بخوبی واقف ہے

انشاءاللہ وہ دن زیادہ دور نہیں ہے کہ جب ہماری پاک دستارِ رسالت کے آخری وارث منتقم آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کے روپ میں اظہار پذیر ہوں گے، منبر عدل آراستہ ہوگا، تمام مظلومین کے فیصلے عدلِ الٰہی کے ماتحت ہوں گے، اُس وقت ہمارے تمام دکھوں کا مداوا ہوگا، ہر ظالم سے اِس انداز میں بدلہ لیا جائے گا جیسا کہ بدلہ لیا جانے کا حق ہے، ہمارا وہ لختِ جگر عجل اللہ فرجہٗ الشریف ان ظالمین وملعونین سے ہم سب کا انتقام ضرور لیں گے، ان ظالمین کو دی گئی یہ مہلت تو صرف چند روزہ ہے، جبکہ ہماری حکومت اِلٰہیہ کو ابدی ابدی دوام حاصل ہے

اے راہب! تم جب تک زندہ ہو صبح وشام یہی دعا کرتے رہنا کہ ہمارے اُس لختِ جگر اور منتقم مظلومین اولین وآخرین عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا ظہور وخروج جلد ہو، کیونکہ انہی کی تشریف آوری سے ہی ہمارے یہ آلام ومصائب ختم ہونا ہیں، ہم یہ تمام دُکھ درد اِسی آس اور امید پر ہی سہہ رہے ہیں کہ ایک نہ ایک دن ہمارے دکھوں کا مداوا ہونا ہے، ہماری تمام خوشیاں اور مسرتیں اسی پاک ذات سے وابستہ ہیں، تم دعا کرتے رہو کہ وہ وقت جلد آئے تاکہ ہمارے پاک گھر میں ابدی خوشیاں آئیں اور ہمارے تمام دکھ درد ختم ہو جائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمؑ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 43

دیرِ راہب تا معمورہ

7 ربیع الاول سن 61 ہجری = 5 دسمبر سن 680 عیسوی بروز ہفتہ صبح کاذب کے وقت دیر راہب سے قافلہ ءِ تسلیم و رضا نے سفر شروع کیا

اس سے اگلی منزل کے بارے میں تاریخ اور مقاتل کی کتب میں کوئی تفصیلی وضاحت موجود ہی نہیں ہے، صرف اتنی معلومات درج ہیں کہ دیر راہب سے روانہ ہونے کے بعد یہ دعوات یا قریب الدعوات پہنچے، جب یہاں کے حاکم کو لشکر شام کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو اُس نے دھوم دھام سے ڈھول، طبل اور بوقات وغیرہ بجا کر اِس لشکر کا استقبال کیا اور قافلہ ایک رات کیلئے یہاں رکا

جی لی سٹرینج، دیگر جغرافیہ نگاروں اور ماہرین علم البلدان نے بھی اس شہر کا محل وقوع نہیں لکھا بلکہ اکثر مؤرخین نے تو اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے، کتب مقاتل میں بھی یہی کچھ لکھا ہوا ہے کہ ''قریب الدعوات سے اِس قافلہ نے حلب کا رُخ کیا تھا'' تاریخ کے اِن الفاظ سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مقام دعوات یا قریب الدعوات دیر راہب اور حلب کے درمیان کوئی جگہ یا منزل تھی

اگر ہم سابقہ سفر کی منازل کے فاصلے اور رفتار کو دیکھیں تو ہمیں ایک اندازے کے مطابق اس مقام کا محل وقوع مل جاتا ہے مگر یہ حتمی اور یقینی نہیں ہے، لیکن یہ

بات یقینی ہے کہ اس وقت جس مقام پر ''جب العلیٰ'' کا شہر ہے اس شہر کو اگر ہم پر کار کا مرکز بنا کر دس میل کی پر کار گھمائیں تو وہ مقام اس پر کار کے دائرے کے اندر ضرور موجود ہوگا یعنی اس شہر سے دس میل شمال، جنوب، مغرب یا مشرق کے اندر کسی مقام پر ہوگا

آج کے جدید انکارٹا ورلڈ اٹلس (Encarta World Atlas) کے نقشہ میں بھی اس مقام کی کوئی نشاندہی نہیں ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر اس وقت کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے

یہ بات صرف مقاتل کی کتب میں لکھی ہوئی ہے کہ قافلۂ تسلیم ورضا نے ایک رات کیلئے اس مقام پر قیام کیا تھا، اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں

معمورہ

8 ربیع الاول سن 61 ہجری = 6 دسمبر سن 680 عیسوی بروز اِتوار دعوات سے کاروانِ راہِ رضا روانہ ہوا، اب اس کی اگلی منزل حلب کا شہر تھا مگر ملاعین ازل نے یہاں سے سیدھا حلب جانے کی بجائے وہ راستہ اختیار کیا جو معمورہ کے قریب سے گزرتا تھا

معمورہ کا شہر ایک پہاڑ پر حلب سے شمال مشرق کی طرف واقع تھا، جغرافیائی لحاظ سے اِس شہر کے آس پاس ہر طرف جنگلات تھے، خوب سبزہ تھا، مگر یہاں پھلدار درخت نہایت کم تھے، البتہ شہتوت کے درخت بکثرت تھے، آب و ہوا نہایت خوشگوار تھی، موسم سرما میں سبزہ قدرے کم ہو جاتا تھا مگر پھر بھی ہریالی دیکھنے میں

آتی تھی

شہر معمورہ حلب سے تقریباً 15/10 کلو میٹر شمال مشرق کی طرف واقع تھا، آج اِس جگہ پر جو آبادی ہے اُسے سارجہ الصغیرہ کہا جاتا ہے

اُس دور میں یہاں زیادہ تر یہودی آباد تھے جن کا پیشہ حریر بافی تھا، یہاں کا ریشمی کپڑا اور اس سے بنا ہوا ریشمی لباس پورے عرب میں مشہور تھا، یہاں کا حاکم مسلمان تھا اور اس کا نام عزیر بن ہارون تھا

جب ملاعین شام کا لشکر یہاں پہنچا اور انہوں نے درختوں اور سبزہ زار کو دیکھا تو یہ خیال کیا کہ اس پر فضا جگہ پر ہمیں آرام بھی ملے گا اور جانوروں کیلئے چارہ بھی خوب ملے گا تو انہوں نے حلب جانے کی بجائے یہیں قیام کرنے کا ارادہ کرلیا کیونکہ اس طویل سفر کے دوران اِن لوگوں کو یا ان کے جانوروں کو کہیں بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا تھا، اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے ملاعین ازل نے اس جگہ کو اپنے آرام کیلئے زیادہ موزوں اور مناسب جانا کہ یہاں ضرورت کی ہر چیز وافر مقدار میں موجود ہے، لہٰذا اپنے اونٹ بٹھا کر خیام نصب کرنے میں مشغول ہو گئے، یہاں کے لوگوں نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا، ملاعین ازل نے اپنے جانوران لوگوں کے سپرد کر دیئے اور پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی ذمہ داری بھی انہیں سونپ دی، اور خود اپنے کھانے پینے کے انتظامات میں مصروف ہو گئے

یہاں ایک واقعہ رونما ہوا جسے کتب مقاتل میں دو انداز سے بیان کیا گیا ہے، ایک خرافات کی شکل میں ہے اور دوسرا حقیقت پر مبنی ہے، خرافات کو بیان کرنا

غیر ضروری اور نا مناسب ہے، البتہ جو حقیقت ہے میں وہ پیش کرتا ہوں
دوسرے اجماعی خلیفہ کے دور میں جب شہنشاہِ معظم امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی پاک والدہ ماجدہ صلوٰۃ اللہ علیہا ایران سے مدینہ تشریف لائی تھیں تو اُن کے ساتھ
ایک سو کنیزیں بھی موجود تھیں، جس وقت شہنشاہِ معظم سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام
اپنی پاک بہو صلوٰۃ اللہ علیہا کو گھر اطہر میں لے آئے تو حکومت وقت نے ان کے ساتھ
آنے والی سو کنیزوں کو فروخت کرنا چاہا مگر شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
انہیں خود خرید فرمالیا، ایران سے آنے والی باقی عورتوں کو دوسرے لوگوں نے
خرید لیا تھا مگر پاک معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا کے ساتھ آنے والی کنیزوں کو جناب امیر
کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر لے آئے تھے اور انہیں اپنی پاک بہو صلوٰۃ اللہ علیہا کی
خدمت کیلئے وقف فرمادیا

سن 36 ہجری میں جناب امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے گھر اطہر کو نورِ رب اکبر سے منور فرمایا تو اس خوشی کے موقع پر 40 کنیزوں
نے مبارک باد پیش کی، اور اس مبارک بادی کے عیوض ملکہءِ ایران پاک بی بی
صلوٰۃ اللہ علیہا نے انہیں آزاد فرمایا تھا اور ان آزاد کردہ کنیزوں میں سے ایک شیرین
نامی کنیز نے بارگاہِ امام عالی مقام میں عرض کیا کہ آقا! مجھے نہیں معلوم کہ میں
آزاد ہو کر کہاں جاؤں گی، آپ اب بھی میرے مالک ہیں، میرے بارے میں
جو بھی فیصلہ آپ فرمائیں گے وہ مجھے بہ سروچشم قبول ہوگا، آپ نے شفقت و کرم
سے شیرین سے جواباً فرمایا کہ پریشان ہونے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے،
انشاء اللہ ہم جلد ہی تمہارے حق میں کوئی بہتر فیصلہ فرمائیں گے

واضح رہے کہ یہ شہنشاہِ معظم امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی شاہی کا دور تھا اور آپ کوفہ میں قیام پذیر تھے

انہی دِنوں حلب سے یہودیوں کا ایک وفد حاضر بارگاہ ہوا جو اسلام کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا، سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اپنے حُسن کلام اور حسن سلوک سے اس وفد کو مسلمان کیا اور کلمہ پڑھوایا، اس وفد میں ایک نوجوان یہودی عالم بھی تھا جس کا نام عزیر بن ہارون حلبی تھا، جس نے اپنے تمام ساتھیوں سے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی

سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ تمہارے لئے اب یہی مناسب ہے کہ تم شادی کرلو، اس سے تمہارے لئے معاشرہ میں دینی امور میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی، اس نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آقا! آپ جہاں مناسب سمجھیں وہیں میرا عقد خود ہی فرما دیں، عزیر بن ہارون کی صدقِ نیت کو دیکھتے ہوئے جناب امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے اس کا عقد اپنی کنیز شیرین کے ساتھ فرما دیا تھا اور یہ اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر حلب واپس آ گیا تھا

جب شیرین گھر اطہر سے روانہ ہونے لگی اور آخری قدم بوسی کیلئے سرکار علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں پہنچی تو اس نے عرض کیا آقا! آپ میرے ساتھ ایک عہد کریں کہ اگر کبھی اس گھر کا کوئی فرد ہمارے وطن حلب کی طرف آئے تو وہ ہمارے گھر ضرور تشریف لائے گا، اس وقت سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ شیرین! وعدہ رہا کہ ایک نہ ایک دن ہمارے گھر کے تمام افراد تمہارے گھر ضرور آئیں گے، مگر شاید تم انہیں پہچان نہیں سکو گی

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اِس موقع پر شیرین نے شہنشاہِ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کیا کہ آقا! آپ وقت کا کچھ تعین فرمائیں کہ آپ کے پاک افرادِ خانہ ہمارے گھر کو کب زینت بخشیں گے؟ تو جواباً شہنشاہِ کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ربیع الاول سن 61 ہجری میں میری پاک بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن وہاں تشریف لائیں گی

اس کے بعد عزیرا اور اس کی بیوی شیرین ہر سال خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے، جب سن 60 ہجری میں یہ دونوں زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو شیرین نے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہِ قدس میں عرض کیا کہ آقا! کافی عرصہ گزر چکا ہے، مگر ابھی تک آپ ہمارے گھر تشریف نہیں لائے، امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ ہم اگلے سال آپ کے گھر ضرور مہمان ہوں گے، یہ بات سن کر شیرین کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کہاں ہمارا گھر اور کہاں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب شیرین نے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا شکریہ ادا کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہم اکیلے نہیں ہوں گے بلکہ ہمارے ساتھ پردہ دار بھی ہوں گے، یہ سنتے ہی اس نے اپنا سر اپنے آقا و مولا کے قدموں میں رکھ دیا، اور رو کر عرض کیا کہ اگر آپ اتنی زیادہ شفقت اور کرم نوازی فرمائیں گے تو پھر انشاء اللہ میں بھی آپ کے استقبال اور خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھوں گی، اور آپ کے صدقے میں گھر کی ہر چیز نچھاور کرتے ہوئے لٹوا دوں گی

فرعونِ شام کے زمانہ میں حاکم حلب عبداللہ بن عمرو انصاری کی وجہ سے معمورہ کا حاکم عزیر بن ہارون کو مقرر کیا گیا تھا کیونکہ یہ بھی قبیلہ خزرج کے ساتھ تعلق رکھتا تھا

اور معمورہ اس وقت حلب کے صوبہ کے ماتحت ایک شہر تھا

جس وقت لشکر شام معمورہ پہنچا تو معمورہ کا حاکم اس وقت یہی عزیر بن ہارون حلبی ہی تھا، ظالمین نے اسے کہلوا بھیجا کہ پاک پردہ داران توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی ذمہ داری بھی تمہارے سپرد کی جاتی ہے، تو عزیر بن ہارون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس قافلہ میں موجود مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو نہایت ادب و احترام سے میرے قصر کے مہمان خانہ میں پہنچا دیں، یہ غلام خاندانِ رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کے تمام مقدس افراد کو محل کے اندر لے آئے، مگر یہ عزیر حلبی حالات سے بالکل لاعلم تھا اور اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں؟

کچھ لوگوں نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ اس واقعہ تک عزیر دین یہود پر ہی قائم تھا یعنی ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا، اور شیرین ایک کنیز کی حیثیت سے قافلہءِ تسلیم و رضا کے ساتھ کربلا سے آ رہی تھی

معمورہ میں قیام کے دوران رات کے وقت شیرین نے ملکہءِ ایران پاک بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں نے کچھ زیورات ظالمین سے ابھی تک چھپا رکھے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں فروخت کر کے خورد و نوش کا کچھ سامان لے آؤں اور پردوں کا انتظام بھی کروں

مولا امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ ماجدہ ملکہءِ ایران بی بی صلواۃ اللہ علیہا سے اجازت لے کر شیرین شہر کی طرف روانہ ہوئی، جب وہ شہر کے مرکزی دروازہ پر پہنچی تو وہ اندر سے بند تھا، جب اِس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کہ کیا دروازہ کھٹکھٹانے والی شیرین ہیں؟ یہ سن کر شیرین حیرت زدہ

ہو گئی

دوسری طرف سے عزیر نے پھر آواز دی کہ اے شیرین! مجھے جناب عیسیٰ علیہ السلام اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ عقد کروں، پھر وہ دونوں جناب سجاّد علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس آئے اور جناب سجاّد علیہ الصلواۃ والسلام نے پہلے عزیر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور پھر شیرین سے اس کا عقد کر دیا...... (خلاصہ)

اس افسانہ میں ذرہ بھر حقیقت نہیں ہے، اور زیور چھپانے والی بات بھی سراسر غلط ہے کیونکہ شام غریباں پاک عاؑلیہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ظالمین کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ ہم کوئی زیور نہیں چھپائیں گے اور تمام زیورات تمہارے حوالے کر دیں گے، اِس فرمان کے بعد اِس موقع پر کسی کنیز کا زیور چھپانا ناممکن تھا

دوسری بات یہ ہے کہ واقعہ کربلا سے کم وبیش 24/23 سال قبل سن 37 ہجری میں مولا امام سید الساجدین علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ طاہرہ صلواۃ اللہ علیہا کا وصال ہو چکا تھا، ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ واقعہ بعید از عقل ہے

اصل حقیقت یہ ہے کہ عزیر پہلے سے ہی مسلمان تھا اور اِن دنوں وہ معمورہ شہر کا ایک عمر رسیدہ معمر حاکم تھا، دوسری طرف ان کی زوجہ محترمہ شیرین بھی تقریباً ضعیف ہو چکی تھیں کیونکہ یہ مستور دوسرے اجماعی خلیفہ کے زمانہ میں ایران سے آئی تھیں اور واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ تھی

آمدم برسر مطلب

آخرکار وہ دن آ گیا کہ جس کی خبر شیرین کو دی گئی تھی، قافلہ پاک کے معمورہ پہنچنے

سے ایک رات پہلے ملکہءِ ایران معظّمہ بی بی صلوٰۃ اللہ علیہن نے عالم خواب میں اپنی کنیز شیرین کو آگاہ فرمایا کہ کل میرے لختِ جگر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پردہ داروں کے ہمراہ تمہارے گھر میں مہمان بن کر پہنچ رہے ہیں، اُن کے استقبال کی تیاریاں کرلیں، آپ جلدی سے بیدار ہوئیں اور عزیر بن ہارون کو جگا کر آگاہ کیا کہ میں نے اس طرح خواب دیکھا ہے، آپ جلدی سے استقبال کی تیاریاں شروع کردیں

انہوں نے اپنے قصر شاہی کو سجانا شروع کیا، جب یہ اپنے محل کو سجانے اور کھانے پینے کے انتظامات سے فارغ ہوئے تو انہوں نے قصر شاہی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا یعنی ایک طرف پردے لگوائے گئے کہ یہاں مخدراتِ توحید و رسالت صلوٰۃ اللہ علیہن تشریف فرما ہوں گی، محل کے دوسرے حصہ کو مردان خانہ قرار دیتے ہوئے خاندانِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہر پاک فرد سے ایک علیحدہ کمرہ منسوب کرتے ہوئے اُس کی تزئین و آرائش کی گئی، ہر کمرہ میں موصل کے قیمتی قالین بچھائے گئے، دروازوں کے پردے ٹھیک کروائے گئے، اور کمروں کے اندر شاہی شان و شوکت کے ساتھ آرام دہ بستر لگوائے گئے

ابھی یہ لوگ استقبالی انتظامات کو آخری اور حتمی شکل دینے میں مصروف ہی تھے کہ عین اس وقت ایک حاجب نے آکر یہ اطلاع دی کہ ایک قاصد آیا ہے جس کے پاس کوئی خط ہے، اور کہہ رہا کہ مجھے فوراً عزیر بن ہارون حلبی سے ملنا ہے

جناب عزیر بن ہارون اپنے تمام کام چھوڑ کر بھاگا کہ شاید یہ شہنشاہِ معظم مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قاصد ہو، جاتے جاتے جناب عزیر نے شیرین سے کہا کہ قاصد پہنچ چکا ہے، میں اس سے پوچھ کر تمہیں ابھی بتاتا ہوں کہ ہمارے شہنشاہِ معظم علیہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کب اور کس وقت ہونا ہے

جناب عزیر بن ہارون دربار میں پہنچے اور فوراً قاصد کو طلب کیا، جب وہ قاصد دربار میں داخل ہوا تو آپ نے اُٹھ کر نہایت گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا آپ نے اس سے فوراً خط طلب کیا، اور خط وصول کرتے ہی قاصد کو انعام سے نوازا کہ تم ہمارے لئے خوش بختی کی نوید لے کر آئے ہو

آپ نے جلدی سے خط کھولا تو خط کے سرنامہ پر ابن سعد ملعون کا نام لکھا ہوا تھا اور تحریر تھا کہ ہم کربلا کی جنگ فتح کر کے شام جا رہے ہیں، اور آج رات ہم تمہارے شہر میں قیام کرنا چاہتے ہیں، ہماری خواہش ہے کہ آپ ہماری رہائش کا بندوبست کریں، نیز ہمارے ساتھ کچھ اسیر لوگ بھی ہیں، ان کے طعام و قیام، اور ہمارے جانوروں کے گھاس وغیرہ کا انتظام بھی آپ کو کرنا ہے

جناب عزیر یہ خط پڑھ کر بہت مایوس ہوئے کیونکہ یہ خط اس کی توقع کے خلاف تھا اس نے اپنے ماتحت عمال و خدام کو اس لشکر کے انتظام کا حکم دیا اور خود اپنے قصر میں واپس آ گیا، شیرین نے قریب آتے ہی نہایت بے تابی سے پوچھا کہ مجھے بتائیں ہمارے پاک شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کس وقت متوقع ہے؟ کیا ان کی تشریف آوری کی کوئی اطلاع پہنچی ہے یا نہیں، پھر کہنے لگی کہ عزیر! وجہ تو مجھے خود بھی نہیں معلوم مگر ان کی آمد میں جوں جوں تاخیر ہوتی جا رہی ہے، میرا دل اُداس ہوتا جا رہا ہے، خدا ہی خیر کرے

جناب عزیر اُداس اور مایوس ہو کر کہنے لگے کہ شیرین! تم نے تو رات مجھے یہ خبر دی تھی کہ آج مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل و عیال کے ہمراہ یہاں تشریف

لائیں گے، مگر یہ قاصد تو شام کے کسی لشکر کے یہاں آنے کی خبر لایا ہے جو کسی جنگ سے واپس آ رہا ہے، تمہاری طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا دل بھی مایوس ہوتا جا رہا ہے، دعا کرو کہ ہمارے پاک آقا علیہ الصلواۃ والسلام خیر و عافیت سے جلد تشریف لائیں، یہی باتیں کرتے ہوئے یہ دونوں اپنے غلاموں اور کنیزوں کے ہمراہ محل کو آراستہ کرنے میں دوبارہ مصروف ہو گئے

اسی اثناء میں ظالمین معمورہ کے شہر میں داخل ہوئے اور ایک پرفضا مقام کو پسند کرنے کے بعد وہاں اپنے خیام لگانے کا اہتمام کرنے لگے، عام فوجیوں نے یہاں رہائش رکھی، جبکہ اس لشکر کے سرکردہ افراد عزیر بن ہارون کے محل میں چلے آئے۔ یہ محل ایک قلعہ کی شکل میں تھا جس کے ایک حصہ میں عزیر نے ان ملاعین ازل کو رہائش کیلئے جگہ دی، اور قلعہ کے زنان خانہ میں پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی رہائش کا بندوبست کیا گیا، اس کے بعد جناب عزیر شہنشاہِ کربلا مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی تشریف آوری کے سلسلہ میں استقبال کی تیاریوں کو حتمی شکل دینے لگا۔ اسی اثناء میں شیرین نے اپنی چند کنیزوں کو حکم دیا کہ کربلا سے آنے والے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کی خدمت گاری کیلئے جاؤ اور خیال رکھنا کہ ان کی خدمت گاری اور دلجوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑنا

واضح رہے کہ ابھی تک ان دونوں میاں بیوی کو اصل حقائق معلوم نہیں تھے اور یہ کربلا میں رونما ہونے والے تمام واقعات سے یکسر لاعلم تھے

یہ کنیزیں حکم ملتے ہی اُس مقام پر آئیں کہ جہاں ملکہءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی پاک بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن فرشِ زمین کو عرش علیٰ کی زینت بنا کر تشریف فرما تھیں

ایک کنیز ملکہ ءِ عالمین معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی بارگاہِ قدس میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس کنیز سے دریافت فرمایا کہ تم سب مل کر اِس قصر شاہی کی تزئین و آرائش کس لئے کر رہے ہو؟

اُس کنیز نے عرض کیا کہ ہماری شہزادی شیرین کی مالکہ مخدومہ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا اپنے نوجوان بیٹے کی بارات لے کر یہاں معمورہ پہنچنے والی ہیں، اس لئے ہم انہی کیلئے اپنے محل کو سجانے میں مصروف ہیں ۔ اس کے بعد وہ کنیز معظّمہ ءِ کونین عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا سے پوچھنے لگی کہ کیا آپ ہمیں بتانا پسند کریں گی کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ آپ کی عظمت و وقار کو دیکھتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے آپ ہی دونوں جہانوں کی سیدہ و سردار ہوں

اور کیا آپ کو اس بارے میں بھی کوئی علم ہے کہ مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام نے ہمارے سردار جناب عزیر سے یہاں آنے کا وعدہ فرمایا تھا، میں تو حیران ہوں کہ ان کی تشریف آوری میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے حالانکہ وہ پاک ذات تو صادق الوعد ہیں، آپ سب مجھے انتہائی مظلوم نظر آ رہی ہیں اور ہمارے آقا و مولا علیہ الصلواۃ والسلام کا فرمان ہے کہ مظلوم کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے، بی بی آپ سب مل کر دعا کریں کہ ہمارے مالک و مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام اپنے فخر کائنات بیٹے کی بارات لے کر خیر و عافیت سے جلد از جلد یہاں تشریف لائیں

یقین جانیں کہ اگر وہ آپ کے یہاں ہوتے ہوئے تشریف لائے تو یقیناً وہ آپ سب کو ضرور رہائی دِلوائیں گے کیونکہ وہ تو ہر مظلوم کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھ کر اس کی مدد فرمانے والی پاک ذات ہیں

اُس کنیز کی یہ بات سنتے ہی پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اور گریہ فرماتے ہوئے آہستہ سے فرمانے لگیں کہ باراتوں کو تیار ہونے اور روانہ ہونے میں اکثر دیرسویر ہو ہی جاتی ہے اور پھر جب مستورات ہمراہ ہوں تو بروقت روانگی مشکل ہو جاتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ مسافروں کو دورانِ سفر دکھ اور آلام ومصائب بھی تو آ سکتے ہیں، اور خدانہ خواستہ شرفاء گرفتارِ الم ہو جائیں تو پھر ان کے چہرے پہچانے ہی نہیں جاتے

اسی اثناء میں جناب عزیز کی کنیزیں طعام سے معمور طباق اٹھائے حاضر ہوئیں تو ان میں سے ایک کنیز نے پاک معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہماری شہزادی جناب شیرین عرض کر رہی ہیں کہ آپ دعا فرمانویں کہ خدا کرے ہمارے مولا و آقا سرکار امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام خیر و عافیت سے جلد تشریف لائیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا دل زیادہ اداس ہوتا جا رہا ہے اس وقت آپ کے قریب بیٹھی ہوئی پاک معصوؐمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے پوچھا کہ پھوپھی اماں! کیا یہ آپ کی کنیز شیرین کا گھر ہے؟ جب معصوؐمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے یہ دریافت فرمایا تو قریب موجود کنیز یہ سن کر چونک گئی کہ ہماری شہزادی کو اِس پاک معصوؐمہ صلواۃ اللہ علیہا نے کنیز کیونکر کہا ہے؟ وہ دوڑتی ہوئی فوراً شیرین کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی کہ شہزادی! خدا ہی خیر کرے، مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ آپ کی یہ مہمان مستورات نہ صرف آپ کی واقف ہیں بلکہ شہزادہ علیؑ الاکبر علیہ الصلواۃ والسلام سے بھی ان کا کوئی نہ کوئی گہرا تعلق ضرور ہے، کیونکہ ہم میں سے کسی کے ہونٹوں پر جب بھی مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام یا ان کے لختِ جگر کا پاک نام آتا

ہے تو یہ سبھی پاک مستورات رونے لگتی ہیں ۔ چونکہ ان کے سرہائے اطہر خاک آلود ہیں اور بظاہر یہ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہیں اس لئے پہچانے نہیں جا رہے ہیں

یہ سنتے ہی جناب شیرین جلال آمیز لہجہ میں ڈانٹ کر کہنے لگیں کہ الامان کہو اور توبہ کرو، تم یہ کیسی الٹی سیدھی بات کرنے لگی ہو، شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جناب ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت میری پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کی کسی کنیز کی جانب بھی میلی نگاہ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتی ہے

اُس کنیز نے سر جھکا کر عرض کیا کہ شہزادی! آپ بجا کہہ رہی ہیں یقیناً ایسا ہی ہوگا مگر مناسب یہی ہے کہ آپ ایک مرتبہ ان پردہ داروں سے مل لیں شاید اس طرح بات کچھ واضح ہو جائے

جناب شیرین جلدی سے محل کے اس حصے میں آئی جہاں جملہ مستورات کے درمیان پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا آہستہ آہستہ گریہ فرمانے میں مصروف تھیں، شیرین نے قریب آتے ہی سلام عرض کیا تو ملکہ ءِ عالمین معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے حجازی لب و لہجہ میں سلام کا جواب عطا فرمایا جس سے جناب شیرین سمجھ گئیں کہ واقعی یہ مدینہ منورہ یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے ہی ہیں، اس نے نہایت مؤدبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ آپ کا تعلق حجاز کے کس علاقہ سے ہے؟

پاک معظّمہ عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ ہم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں

اس نے عرض کیا کہ میں خود کافی عرصہ مدینہ میں رہی ہوں اور اس کے ہر محلّہ سے اچھی طرح واقف ہوں، آپ کا گھر مدینہ منورہ کے کس محلّہ میں ہے؟

آپ نے سر جھکا کر فرمایا کہ ہم محلّہ بنی ہاشم علیہم الصلواۃ والسلام میں رہتے ہیں

اس نے سوال کیا کہ آپ کا گھر شہنشاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک مزار سے کس جانب ہے؟ جواب ملا کہ روضہءِ نبوی کے ڈھلتے سائے ہمارے ہی گھر کی زینت ہوتے ہیں، جنابِ شیرین نے فوراً ایک کنیز کو حکم دیا کہ جاؤ اور جلدی سے قرآن پاک اٹھا لاؤ، کیونکہ جس گھر کا پتہ یہ بتا رہی ہیں وہ تو میری پاک معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کا پاک گھر ہے

وہ کنیز دوڑتی ہوئی گئی اور فوراً قرآن کریم اُٹھا لائی، جیسے ہی اس نے قرآن مجید جنابِ شیرین کے ہاتھوں پر رکھا تو وہ قرآن فوراً ہوا میں بلند ہوا اور اس نے ہر پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے سرِ اطہر کا طواف کرنا شروع کر دیا

جس وقت جنابِ شیرین نے یہ منظر دیکھا تو بے تاب ہو کر زخمی پرندے کی طرح پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے قدموں پر گر پڑیں اور تڑپتے ہوئے رو رو کر عرض کرنے لگیں کہ میری پاک معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا! یہ آپ کے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟ میں تو اس خیال کے تحت اپنے محل کو سجا اور سنوار رہی تھی کہ آپ اپنے لختِ جگر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک بارات لے کر تشریف لائیں گی، یہ تو میں کبھی سوچ ہی نہیں سکتی تھی کہ آپ اس رنگ میں یہاں آئیں گی، مجھے بتائیں کہ یہ کیا سے کیا ہو گیا ہے؟ آپ کے پاک بھائی کہاں ہیں؟ آپ کے قدر شناس جنابِ عباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کہاں ہیں؟ اور آپ نے یہ انداز کیسے اپنا لیا ہے؟

اس وقت معظّمہ ءِ کائنات بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ شیرین! ہمارے بھرے گھر میں سے دو مرد باقی بچے ہیں، یہ جو آپ کے سامنے بظاہر ضعیف خون رو رہے ہیں، یہ میرا نفیس مزاج بیٹا سجّادؑ علیہ الصلواۃ والسلام ہے اور ان کے ساتھ محمدؑ باقر علیہ الصلواۃ والسلام ہے

اس وقت شیرین روتی ہوئی جناب سجاد علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں پر آن گری اور عرض کرنے لگی کہ آقا! آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم تمہارے گھر اپنے بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی بارات کے ساتھ تشریف لائیں گے، مگر مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ آپ اس طرح اور غربت کے اِس انداز میں میرے گھر تشریف لائیں گے، یہ کیا ہو گیا ہے، کاش کہ میں آپ کو اس رنگ میں دیکھنے سے پہلے ہی مر گئی ہوتی، آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں آپ کی پاک والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کی زرخرید کنیز ہوں اور وہ پاک معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا مجھ پر سگی اور حقیقی ماں سے زیادہ شفیق اور مہربان تھیں، مگر اب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ میں اِن ظالمین و ملاعین سے کس طرح آپ کو اور کائنات کے اِن مقدس ترین پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو رہائی دِلواؤں، جو میرے لئے شاید ممکن نہ ہو سکے، پھر یہی ایک راستہ ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی نصرت میں اپنا سر قربان کروں شاید اس طرح میں آپ کی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا کے احساناتِ عظیم کا کچھ بدلہ اُتار سکوں اور میری جان کا نذرانہ شاید ان کا حق نمک کسی حد تک ادا کر سکے، اس کے علاوہ میں ایک کمزور اور ناتواں عورت کر ہی کیا سکتی ہوں

تمام مومنین مل کر دعا کریں، خدا کرے کہ ان مظلومین علیہم الصلواۃ والسلام کی آبادی کی

نیک ساعتیں جلد آئیں اور ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف اپنے پاک اجدادِ طاہرین وطیبین علیہم الصلواۃ والسلام کو اپنے اپنے گھروں میں دوبارہ آباد فرمانویں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ابد تک فرحاں وشاداں رہیں، اور امت ملعونہ کی طرف سے پہنچائے گئے دکھ انہیں یاد ہی نہ رہیں۔ تمام پاک مخدرات مستورات صلواۃ اللہ علیہن اپنے اپنے فرزندان کو ہمیشہ باقی رہنے والی خوشیوں کے سہرے پہنائیں اور ان خوشیوں کی کوئی حد نہ ہوتا کہ زخمی دلوں سے آلام ومصائب کے تمام داغ دُھل جائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 44

معمورہ تا حلب

9 ربیع الاول سن 61 ہجری = 7 دسمبر سن 680 عیسوی بروز سوموار یہ قافلہ رضائے اِلٰہی معمورہ سے روانہ ہوکر قنسرین سے ہوتا ہوا حلب پہنچا، اس لئے سب سے پہلے ان مقامات کے بارے میں کچھ بنیادی معلومات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں قدیم زمانہ میں قنسرین ایک بڑا شہر تھا اور حلب اُس شہر سے ملحق ایک چھوٹی سی بستی تھی، مگر پھر حلب کی یہ بستی اپنی آبادی کی لحاظ سے اتنی زیادہ پھیل گئی کہ قنسرین کا شہر اس کی آبادی میں مدغم ہوگیا، پھر ان دونوں جگہوں کی آبادی کے اشتراک کے بعد اس بہت بڑے شہر کا نام حلب مشہور ہوگیا، اور ممکن ہے کہ موجودہ دور کے اس شہر حلب کے کسی محلے کا نام قنسرین ہو، اس زمانہ میں حلب اور قنسرین کے درمیان ایک نہر تھی جو آج بھی موجود ہے، اس وقت نہر کے جنوب مشرقی حصہ کو حلب کہا جاتا تھا اور شمال مغربی حصہ میں جو آبادی تھی اسے قنسرین کہا جاتا تھا

آج تو حلب کی آبادی جبران تک پھیلی ہوئی ہے اور یہ سب مقامات مخلوط ہو چکے ہیں مگر اس وقت حلب سے حماۃ اور حمص کی طرف آنے والوں کیلئے قنسرین ایک مرحلہ شمار ہوتا تھا، حلب کے درمیان سے گزرنے والی نہر جنوب کی طرف جا کر سرمدین کے قریب مغرب کی طرف مڑ جاتی تھی

﴿قنّسرین﴾

تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ ان ظالمین نے معمورہ سے حلب جانے والا سیدھا راستہ اختیار کرنے کی بجائے ایک لمبا چکر کاٹ کر حمص والے راستہ سے واپس حلب شہر میں داخل ہونے کا پروگرام بنایا جس کا مقصد قنسرین سمیت قرب و جوار کی آبادیوں میں اپنی عارضی اور جھوٹی فتح کا مظاہرہ کرنا بیان کیا گیا ہے

مگران کے یہاں پہنچنے سے پہلے قنسرین اوراس کے قرب و جوار تک جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی تبلیغ کے اثرات پہنچ چکے تھے اور یہاں کے لوگ حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے اوران سے متنفّر بھی تھے، اس لئے اہل قنسرین نے ان لوگوں کیلئے فصیل شہر کے دروازے بند کر دیئے، اوراس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے فصیل پر کھڑے ہوکر ان ملاعین ازل کو فرزند رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے پر جی بھر کے لعنت ملامت بھی کی اور نفرین کرتے رہے

جس وقت پاک مخدراتِ عصمت تو حید صلواۃ اللہ علیھن کے محمل فصیل کے قریب آئے تو قنسرین کی عورتوں نے فصیل پر سوار ہوکر انہیں بھائیوں اور بیٹوں کا پرسہ دیا اور کافی دیر تک بین کرتی رہیں

اس موقع پر ملکہءِ عالمین عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ان عورتوں کی پرسہ داری کے جواب میں کچھ اشعار بھی تلاوت فرمائے جو آج تک کتب مقاتل کی زینت ہیں

﴿☆﴾

کم تنصبون لان الا قتاب عارية.......... کاننا من بنات الروم فی بلد

ليس جدی رسول الله ويلكم .... هوالذی دلكم قصد الی الرشد

ما امة السو لا سقيا لربعکم..........الا عذاباً کما حتی علی البلد

مجبوراً ان ظالمین ازل کو یہاں سے واپس جا کر پھر اسی معمورہ والے راستہ سے حلب شہر میں داخل ہونا پڑا، جس کی وجہ سے معمورہ سے حلب آتے ہوئے کم فاصلہ ہونے کے باوجود بہت زیادہ وقت صرف ہوا

حلب

حلب کے بارے میں بھی آپ کی معلومات میں اضافہ کیلئے عرض کرتا چلوں کہ حلب کا شہر دمشق سے کم وبیش 330 کلومیٹر شمال کی طرف واقع ہے، اسلامی دور میں اسے حلب الشہباء بھی کہا جاتا تھا، لفظ حلب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل عرب میں دو غذائیں بہت مشہور و مرغوب سمجھی جاتی تھیں، جن میں سے ایک کو ثرید اور دوسری کو حلیب کہا جاتا تھا......ثرید کچھ یوں تیار کی جاتی تھی کہ کسی جانور کے گوشت کے شوربہ میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی جاتی تھیں اور پھر ہاتھ سے انہیں اُس شوربہ میں ملا کر ایک ملغوبہ سا بنا لیا جاتا تھا......اور حلیب یہ ہوتی تھی کہ شوربہ کی بجائے روٹی کے باریک اور چھوٹے ٹکڑے کر کے دودھ میں اس طرح ملا لئے جاتے تھے کہ روٹی نظر ہی نہیں آتی تھی بلکہ وہ گاڑھا دودھ ہی بن جاتا تھا

جس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام اس شہر سے گزرے تو یہاں کے بھوکے فقراء اور مساکین نے انہیں گھیر لیا، ان غریبوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے انہوں نے فوراً اپنی بھیڑ بکریوں کا بہت سا دودھ حاصل کیا اور ان میں روٹیاں گوندھ کر ان سے کافی زیادہ مقدار میں حلیب تیار فرمائی اور پھر تمام مساکین کو جمع کرنے کیلئے

انہوں نے اس انداز میں صدا دی کہ ''حلبٌ ......حلبٌ ......حلبٌ''
پھر ان کے تشریف لے جانے کے بعد یہ بات اس قدر زیادہ مشہور ہوئی کہ اس جگہ کا نام ہی حلب پڑ گیا

حلب کی وجہ تسمیہ کے بارے میں دوسری روایت یہ بھی کتب میں موجود ہے کہ عمالیق کے دو بھائی تھے جن کے نام حلب اور حمص تھے اور یہ موجودہ دونوں شہر انہی کے نام سے منسوب وموسوم ہیں مگر پہلا قول زیادہ مقبولِ عام ہے

ماضی قدیم میں اس شہر کے کئی نام تھے مثلاً حلباء، حلباس، حلوان، لذا، باروا، حلب الشہباء وغیرہ ...... یہ شہر رصافہ (جسے عراق کے قدیم ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے) سے چار مراحل کے فاصلہ پر واقع ہے

حلب کا شہر 18 ہجری میں عیاض بن غنم فہری کے حکم سے ابوعبیدہ بن جراح نے فتح کیا تھا، مگر یہاں جنگ نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک صلح نامہ کے تحت یہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا، اس شہر کو چوتھی صدی ہجری تک کوئی خاص وسعت نہیں مل سکی مگر جب آل مرداس یعنی حمدانی خاندان کو حکومت ملی تو اس شہر کو کافی وسعت ملی، خصوصاً جب جناب سیف الدولۃ حمدانی تخت نشین ہوئے تو انہوں نے اپنا دارالحکومت حلب کو بنایا جس کی وجہ سے اس شہر کی وسعت میں بے پناہ اضافہ ہوا، اسی دور میں اس کے قدیم قلعہ کی تعمیر نو کرتے ہوئے اسے ناقابل تسخیر حد تک محکم کیا گیا

یہ قلعہ 374 ضرب 373 میٹر کے احاطہ میں تھا، ایک مرتبہ اس قلعہ پر رومی سردار ٹیکفورس نے قبضہ کرلیا تھا، اس کے بعد اسے ہر دور میں رومیوں کے خلاف بہت اہم مورچہ کے طور پر مضبوط کیا جاتا رہا، یہ قلعہ شہر کے ایک بلند مقام پر بنا ہوا تھا

اوراس کے گرد کم وبیش سو میٹر گہری خندق بھی تھی، اس خندق سے فصیل کے اوپر والے کنارے تک چار سو فٹ کا فاصلہ تھا، اس زمانہ میں اس قلعہ تک پہنچنے کیلئے لکڑی کا پل استعمال ہوتا تھا جسے اب شاید پختہ بنا دیا گیا ہوگا

اس قلعہ کے اندر 90 مربع میٹر وسیع اور 15 میٹر بلند ایک جگہ ہوا کرتی تھی جسے حلب کے اکثر حاکم دار الضیافت کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے، اس جگہ کی از سرنوتعمیر بھی سیف الدولتہ حمدانی نے کی تھی

اگر شہر سے قلعہ کی جانب سفر کیا جائے تو راستہ کے دائیں طرف ایک صندوق نما قبر نظر آتی ہے، کہا جاتا ہے کہ یہاں جناب یحییٰ علیہ السلام کا سر دفن ہے، دوسری روایت یہ بھی ہے کہ جناب یحییٰ علیہ السلام کا سر اطہر تو شام کی مسجد میں دفن ہے اور ان کا جسد مبارک یہاں دفن ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) یہ جگہ 435 ہجری میں دریافت ہوئی تھی اسی جگہ پر جناب خضر علیہ السلام اور جناب ابراہیم علیہ السلام کا مقام بھی ہے

اسی شہر کے باب الجنان کے قریب مشہد امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام بھی موجود ہے، یہاں سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے دست مبارک کی ایک تحریر موجود تھی، یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ تحریر آج بھی یہاں موجود ہے یا نہیں ہے

ظالمین کے دورِ اقتدار میں یہاں اہل تشیع کا بارہا قتل عام ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہاں شیعہ بہت کم تعداد میں ہیں

حلب سے 59 کلومیٹر شمال کی جانب جبل سمعان ہے، جس پر ایک قلعہ ہے جو جناب شمعون الصفا رومی علیہ السلام کے اسم گرامی سے موسوم ہے، یہ ہمارے شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی پاک والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کے مورث اعلیٰ تھے

اس قلعہ سے پانچ کلومیٹر مشرق کی طرف معرۃ النعمان کا شہر ہے، یہ دورانِ سفر راستے میں ہی آتا ہے، معرۃ النعمان سے جو نہر گزرتی تھی اس کا نام بویق تھا، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نہر کے اوپر شہر کے درمیانی حصہ میں ایک سفید پتھر کا پل ہوا کرتا تھا جسے بویق کہا جاتا تھا

حلب اور معرۃ النعمان میں فروٹ نہایت کم ہوتے تھے، تھوڑے بہت فروٹ معمورہ سے اور زیادہ تر روم سے منگوا کر یہاں کی ضروریات کو پورا کیا جاتا تھا

یہ بات یاد رہے کہ موجودہ دور کے ترکی کو پہلے روم کہا جاتا تھا

حلب شہر کے چھ دروازے تھے، یہاں کے لوگوں کے بارے میں یاقوت حموی کا یہ قول مشہور ہے کہ یہاں کے اکثر لوگ شیعہ تھے اور یہاں کے علماء کرام کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ ☆والفقهاء على مذهب الاماميه وہ مذہب شیعہ کے فریفتہ تھے، یہ تو حلب شہر سے متعلق معلوماتِ عامہ تھیں جن سے آپ کو آگاہ کرنا ضروری تھا، اب میں اپنے محمل بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے قافلہءِ تسلیم و رضا کے واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں

درۃ الصدف سلام اللہ علیہا

جب قافلہءِ تسلیم و رضا دورانِ سفر حلب تشریف لایا تو اس وقت حلب کا حاکم عبداللہ (عبیداللہ) ابن عمرو انصاری تھا، اِس نے شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں اسلام قبول کیا تھا، اور شہنشاہِ معظم سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے اصحابِ خاص میں سے تھا اور اُن کے ظاہری دورِ حکومت میں یہ ہدایہ کے عہدہ پر

فائز رہا تھا، یعنی اِس علاقہ کے لوگوں کی طرف سے جتنے بھی تحائف وغیرہ شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک بارگاہِ قدس میں پیش کرنے کیلئے ارسال کئے جاتے تھے، ان کی ہر قسمی نگرانی ان ہی کے ذمہ ہوتی تھی

شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی سے ملکہءِ کون ومکاں صلوٰۃ اللہ علیہا کے دونوں لختِ ہائے جگر پاک حسنینؑ شریفین علیہما الصلوٰۃ والسلام سے عبداللہ بن عمرو انصاری کو بہت زیادہ محبت اور عقیدت تھی، شہنشاہِ معظم سرکار امیر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ان کا یہ دستور العمل تھا کہ ہر سال 37 بیضہ طلائی ونقرئی اور بادام کے چالیس عصا یہ اپنے امام وقت کی خدمت اقدس میں پیش کیا کرتے تھے، اس زمانہ میں یہ چیزیں انتہائی قیمتی شمار ہوتی تھیں

جس وقت امت ملعونہ نے سرکار مولا امام حسنؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو جام بقا پیش کیا تھا تو یہ اس وقت حلب ہی میں تھے

☆فلما بلغه سم الحسن علیہ الصلوٰۃ والسلام مثل قبره فی دارہٖ وحلله بالدیباج و الحریر وشبهه بقبرہٖ وکان یبکی علیه صباحاً ومساءً

جب انہیں امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے گھر میں آپؑ کے مزار کی ایک شبیہ بنائی، جس پر حریر و دیباج کے انتہائی قیمتی اور خوبصورت ریشمی غلاف چڑھائے، اور یہ بزرگوار صبح وشام اسی مزار کے سرہانے بیٹھ کر مولا امام مسموم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں گریہ وزاری کرتے رہتے تھے

ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب عبداللہ بن عمرو انصاری اپنے محل میں دربار لگا کر تخت پر بیٹھے تھے کہ ایک حاجب نے آ کر اطلاع دی کہ دروازے پر فوج شام کا

ایک سپاہی قاصد کی حیثیت سے آیا ہے اور آپ سے مل کر کوئی خط پیش کرنا چاہتا ہے، انہوں نے فوراً مذکورہ قاصد کو طلب کر لیا

چند لمحوں بعد ایک کریہہ صورت ملعون قصر میں داخل ہوا اور اس نے آتے ہی ایک خط پیش کیا، آپ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا، جیسے جیسے آپ خط کی عبارت پڑھتے گئے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے

آپ نے فوراً دربار برخواست کرنے کا حکم دیا اور اس قاصد سے فرمایا کہ اس خط کا جواب ہم تھوڑی دیر بعد دیں گے، مگر اِس دوران اِن کی آنکھیں ساون کے بادلوں کی طرح ٹوٹ کر برس رہی تھیں

یہ بے تحاشہ روتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آتے ہی سب سے پہلے صحن کے تمام دروازے بند کر دیئے، اس کام سے فارغ ہو کر جب یہ اپنے صحن میں پہنچے تو درد و غم کی شدت کی وجہ سے ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور یہ عصاء کے سہارے بہ مشکل چل رہے تھے، گھر والوں میں سے سب سے پہلے ان کی جواں سال دختر نیک اختر جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی نگاہ ان پر پڑی تو وہ بلا تاخیر دوڑ کر ان کے قریب پہنچیں، انہیں سہارا دے کر سنبھالا اور پوچھا کہ بابا جان! خیر تو ہے؟ یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ آج سے پہلے تو کبھی آپ کی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی، آج ایسی کیا نئی بات ہوگئی ہے؟

یہ خاموش رہے مگر آنکھوں سے آنسو کچھ اور بڑھ گئے، جب ان کی دختر نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے بتایا کہ بیٹی! امت ملعون نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دیا ہے اور ظلم کی انتہا یہ ہے کہ ان کے

پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہا کو ظالمین شہر بہ شہر پھراتے ہوئے شام لے جا رہے ہیں ۔اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا علیہ الصلواۃ والسلام کے سرا طہر اور پاک پردہ داران تو حید رسالت صلواۃ اللہ علیہن کو یہ ملاعین ازل ہمارے شہر میں لانا چاہتے ہیں ، بیٹی ! اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کیا کریں؟

☆فقالت له ابنته لا خير فى الحيٰواة بعد قتل هذا ( )

بابا جان ! ہمارے آقا و مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد ہمارا جینا فضول ہے ،فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہماری یہ زندگی بے سود ہو چکی ہے

بابا جان ! آپ اپنے مولا علیہ الصلواۃ والسلام کے پس ماندگان کی مدد کیوں نہیں کرتے ؟

عبداللہ بن عمر و انصاری نے کہا کہ اگر ہم فرعونِ شام ملعون کے خلاف جہاد کریں تو خوف یہ ہے کہ وہ ملعونِ ازل ہمارے خاندان ہی کو تباہ و برباد کردے گا

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے کہا کہ بابا جان ! خاندانِ تطہیر کے سامنے ہمارے خاندان کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اگر یہ تمام دنیا ہی کیوں نہ برباد ہو جائے ، ہمیں جہاد ضرور کرنا چاہیے ۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹا تم بجا کہتی ہو لیکن چونکہ تم ابھی بچی ہو تمہیں کیا معلوم کہ یہ نازک معاملات کس طرح نمٹانا پڑتے ہیں؟

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے کہا کہ پھر آپ گھر بیٹھیں اور وقت کی مصلحتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں ، یہ معاملہ اب میں خود ہی نمٹانے کی کوشش کرتی ہوں

اللہ تعالیٰ کی قسم ! مجھ سے جس قدر ممکن ہو سکا میں ان مظلومین کی مدد اور نصرت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کروں گی چاہے اس کام میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے ، میں جان کی بازی لگا کر اپنے تئیں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ اپنی پاک

بیبیوں صلواۃ اللہ علیھن کو آزاد کروا سکوں، اور انہیں عزت واحترام سے اپنے گھر لے آؤں، اوران کے شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر ان ظالمین سے وصول کر کے انہیں بھی ادب واحترام سے دفن کرسکوں

اور اگر مالک کے کرم سے میں اپنی اس کوشش میں کامیاب رہی تو پھر کل کونین پر فخر کروں گی کہ جو کام کسی سے نہ ہو سکا، وہ کام ایک مستورنے کر دِکھایا ہے

یہ کہہ کر آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائیں اور سب سے پہلے بکیر بن سعد انصاری کے گھر گئیں کیونکہ اس کی بیٹی (بلیہ) نائلہ سے انہیں سگی بہنوں سے زیادہ پیار تھا

اس نے وہاں پہنچ کر نائلہ سے مشورہ کیا تو نائلہ نے کہا کہ بہن! ہمیں ایک ایک گھر میں جا کر اپنے آقا علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے

جب یہ پروگرام طے پا گیا تو یہ دونوں مل کر یہاں سے روانہ ہوئیں اور سب سے پہلے اپنے اوس اور خزرج کے قبائل کے ایک ایک گھر میں جا کر تقریر کرنے لگیں کہ

☆یا قوم لا صلواۃ ولا صوم لمن یقعد عن ثار الحسین علیہ الصلواۃ والسلام

اے میری قوم! اگر آپ آج اپنے زمانے کے امام کے انتقام سے بے خبر رہے تو آپ کا نہ کوئی روزہ ہے، نہ کوئی نماز ہے، آپ کا کلمہ پڑھنا بھی بے سود ہے

اے کلمہ پڑھنے والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے علیہ الصلواۃ والسلام کو بے جرم وخطا شہید کر دیا گیا ہے اور تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں سکھ اور چین سے نیند کے مزے لے رہے ہو، تم کیسے مسلمان ہو؟ کیا تم لوگوں نے کل شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش نہیں ہونا ہے؟

ان دونوں نے پہلے حلب شہر اور بعد ازاں حلب کی نواحی بستیوں میں جا کر انصار اور حمیری قبائل کے ایک ایک گھر میں جا کر لوگوں کو احساس دلانے کی بھرپور کوشش کی اور مردووں اور عورتوں کی غیرت کو بیدار کرنے لگیں

اس وقت ان کے ساتھ کافی گھروں کی لڑکیاں جمع ہوگئیں، ان عورتوں نے کہا کہ اگر ہمارے مردوں کو شرم نہیں آتی تو ہم عورتیں مل کر اپنی پاک بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن کی نصرت کریں گی، جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی تقریر سے متاثر ہوکر انصار اور حمیری قبیلوں کی ستر لڑکیاں ظالمین سے جنگ کرنے کیلیئے تیار ہوگئیں

انہوں نے وہ پورا دن اور اگلی رات حلب اور نواحی بستیوں میں نصرت کی تبلیغ کرتے ہوئے گزار دیا، جب یہ رات کو واپس آئیں تو امام وقت علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت کیلیئے ان کے ساتھ ستر لڑکیاں موجود تھیں

سب نے مل کر مشورہ کیا کہ ملاعین شام کا لشکر آج کی رات معمورہ میں گزارے گا صبح کاذب سے پہلے وہاں سے سفر کرے گا، اور تقریباً طلوعِ آفتاب کے قریب حلب پہنچ جائے گا، ہم حلب اور معمورہ کے راستے میں کسی محفوظ جگہ پر جا کر چھپ جائیں گی، اور جب وہ لشکر ہمارے قریب پہنچے گا تو ہم اچانک سامنے پہنچ کر اس لشکر پر ایک بھرپور حملہ کر دیں گی، واضح رہے کہ اس وقت تک انہیں ملاعین ازل کے لشکر کی درست تعداد معلوم نہیں تھی

اس باہمی مشاورت کے بعد انہوں نے اپنی تیاری کو آخری شکل دیتے ہوئے مردانہ لباس پہنے، سروں پر عمامے باندھے، تلواریں حمائل کیں، جتنی میسر ہوئیں زرہ بکتر پہنی گئیں اور ان سب مستورات نے اپنے چہروں کو اپنے عمامہ کے پلو

سے ڈھانپ لیا، اس تیاری کے بعد یہ مستورات حلب سے معمورہ جانے والے راستے پر روانہ ہوگئیں، اور نصف شب کے قریب ایک موزوں مقام پر پہنچ کر گھات لگا کر بیٹھ گئیں

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حلب اور گرد و نواح کے کچھ نوجوان مرد بھی ان کے ساتھ اِس لشکر میں شامل تھے

مگران کی توقع کے خلاف ان ملاعین کو فہ و شام کو حلب تک پہنچنے میں کافی دیر ہوگئی اور یہ لشکر دن ڈھلے حلب کے قریب آ پہنچا، لشکر شام کے قریب آتے ہی انہیں طبل اور بوقات کی آواز سنائی دینے لگی

یہ تو میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ جب کوئی قافلہ مصروف سفر ہوتا تھا تو اس کے ساتھ ایک اونٹ پر طبل یا نقارے باندھ دیئے جاتے تھے، اور دورانِ سفر ایک آدمی اس طبل کو مسلسل بجاتا رہتا تھا، اسی طرح کچھ دوسرے لوگ بوقات وغیرہ بجاتے رہتے تھے، اس کے علاوہ لشکر سے آگے اور پیچھے مشعل بردار لوگ بڑی بڑی مشعلیں روشن کئے رہتے تھے، یہ سب کچھ اس بات کی علامات تھیں کہ آس پاس کے لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کوئی قافلہ اس راستہ پر مصروفِ سفر ہے

عربی زبان میں بگل، توتی، بین اور نرسنگا وغیرہ سب کو ''بوق'' کہا جاتا ہے

اُس دور میں نرسنگا دو قسم کا ہوتا تھا، ایک مارخور یا اس جیسے کسی دوسرے جانور کے سینگ سے بنایا جاتا تھا، جس طرح ملنگ یا فقیر لوگوں کے پاس نادیا نفیل ہوتی ہے

دوسری قسم کا نرسنگا بڑے سمندری گھونگا سے تیار کیا جاتا تھا جسے ناقوس کہا جاتا تھا

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے دور سے آتے ہوئے لشکر کو دیکھا، پہلے لشکر کے

لہراتے ہوئے علم نظر آئے اور کچھ ہی دیر بعد تمام لشکر پوری طرح سامنے نظر آنے لگا، جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے حکم دیا کہ ہر لڑکی اپنا عمامہ کس کر باندھ لے، اور اپنی تلوار بے نیام کر لے کیونکہ اب عمل کا وقت قریب آ پہنچا ہے

جس وقت لشکر شام ان کے قریب تر پہنچا تو انہیں مستوراتِ مطاہرات صلواۃ اللہ علیہن کے ساتھ ساتھ معصوم بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو ان پر بھی رقت طاری ہوگئی، اسی اثناء میں پاک محمل ان کے بالکل سامنے پہنچ گئے

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اِرادہ کیا کہ اپنی مختصر سی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے کہ اچانک پہلے محمل سے جناب شریکۃ الحسینؑ معظّمہ عاؔلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنا دست کرم ظاہر فرمایا اور حملہ نہ کرنے کا اِشارہ فرمایا، جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اشارے سے عرض کیا کہ مرشد زادی ہمیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں ہمیں اپنی نصرت کی اجازت ضرور عطا فرمائیں، مگر انہوں نے فرمایا کہ اس جگہ حملہ کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ باز رہنا زیادہ بہتر ہے

اس وقت جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اپنے لشکر سے کہا کہ اگر ہم یہاں حملہ کریں تو شاید اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکیں کیونکہ ہم تعداد میں بہت کم ہیں اور ہمارے بالمقابل تجربہ کار اور آزمودہ کار فوج ہے، مجھے اپنی زندگی کا ذرہ بھر احساس یا خوف نہیں ہے مگر اصل بات جان دینا تو نہیں ہے بلکہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنا ہے اور کامیابی کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ پہلے ہم یہاں سے جا کر لوگوں کو احساس دلائیں، ان کی حمیت و غیرت کو بیدار کریں اور جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کریں

یہ بات تمام لڑکیوں کو پسند آئی ، انہوں نے حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور لشکر ظالمین ان کے پروگرام سے بے خبر آگے بڑھتے ہوئے غروبِ آفتاب سے کافی پہلے حلب کے دروازے باب الاربعین تک پہنچ گیا

مگر جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل قنسرین نے فصیل شہر کے دروازے بند کر دیئے اور انہیں داخل نہ ہونے دیا، پھر ان لوگوں نے واپس معمورہ والے راستہ سے حلب شہر میں داخل ہونا چاہا تو انہیں گمان تھا کہ اہل حلب ان کا بھرپور طریقہ سے استقبال کریں گے مگر یہاں کوئی بھی ان کے استقبال کیلئے نہ آیا

کچھ لوگ سرہائے اطہر کی زیارت کیلئے آئے مگر ان میں سے کسی نے ان لوگوں کو ذرہ بھر اہمیت نہ دی اور نہ ہی ان کی خاطر مدارات کی ، یہاں پہنچ کر انہوں نے رحبۃ الدلالین یعنی سبزی منڈی کے میدان میں پڑاؤ ڈالا جہاں ہر صبح شہر کے گردو نواح سے سبزی اور دیگر خورد ونوش کا سامان فروخت کیلئے لایا جاتا تھا

ویسے تو عربی زبان میں ''ارضِ رحبۃ'' کشادہ میدان یا زمین کو کہا جاتا ہے مگر اصطلاحی طور پر کسی کھلے سبزی بازار کو ارضِ رحبۃ کہا جاتا ہے

جب یہ ملاعین ازل مقام رحبۃ پر پہنچے تو سب سے پہلے انہوں نے شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر کو منازل طور پر سوار کر کے انہیں میدان میں نصب کر دیا اور پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے محمل ان سروں کے قریب لا کھڑے کیئے ، اس کے بعد ان ملاعین نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے زور زور سے ڈھول اور ناقوس بجانا شروع کر دیئے ، اہل حلب یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر رونے لگے مگر کسی نے ان لوگوں کی مخالفت میں آواز بلند کرنے کی جرأت نہیں کی

حلب میں یہ مقام آج بھی موجود ہے اور زیارت گاہِ خلائق ہے، آجکل اس مقام مقدس کو باب الحوائج بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں حاجت مندوں کی دعائیں بلاتاخیر مستجاب ہوتی ہیں

یہاں حلب میں ان کی مخالفت نہ ہونے کی ایک وجہ جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا بھی تھیں کیونکہ ان کی کوشش یہ تھی کہ یہ ملاعین ازل حلب سے جلدی نہ نکل سکیں اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اعوان وانصار جمع کرنے کا وقت مل جائے

لشکر شام تو حلب میں قیام پذیر تھا مگر نائلہ بنت بکیر اور درۃ الصدف سلام اللہ علیہا اپنی ہم خیال لڑکیوں کے ہمراہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر شب وروز حلب کے گردونواح میں نصرت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درس دیتے ہوئے لوگوں کی غیرتِ دینی کو جگا کر انصار جمع کرنے میں لگی رہیں

مگر لشکر شام کے حلب سے روانہ ہونے تک بھی جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کو مطلوبہ تعداد میں انصار میسر نہ آ سکے، یہ بہت زیادہ مایوس اور نا اُمید ہو کر نواح سے واپس حلب کی طرف یہ سوچتے ہوئے تشریف لا رہی تھیں کہ اب چاہے کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہمیں ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کی بارگاہ میں اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کر دینا چاہیے کیونکہ مخدراتِ عصمت وطہارت صلواۃ اللہ علیہن کو اس حال میں دیکھنے کے بعد زندہ رہنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے

اُس وقت یہ اپنے گھوڑے پر سوار، مردانہ لباس میں ملبوس تھیں، اور ان کے چہرے پر نقاب تھا، جس وقت ان کا گزر حلب سے 30 کلومیٹر جنوب کی طرف واقع ایک چراگاہ مرج السراقب کے قریب سے ہوا تو اس چراگاہ میں انہیں

ایک نوجوان نظر آیا جو وہاں اپنے اونٹ چرانے میں مصروف تھا اور بہ آوازِ بلند رو بھی رہا تھا، اس کے شدت سے رونے سے جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اندازہ لگایا کہ یقیناً یہ شخص ہمارے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے چاہنے والا ہے انہوں نے اپنے گھوڑے کی باگ اُس نوجوان کی طرف موڑی، اور اس کے قریب پہنچ کر مؤدبانہ انداز میں سلام کیا، اُس نوجوان نے بہ طریق احسن سلام کا جواب دیا، انہوں نے پوچھا کہ اے جوان! آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟

اُس نے جواب دیا کہ ہمارا تعلق قبیلہ ذیل سے ہے جو بنی دیلم کی ایک شاخ ہے

جناب درۃ الصدف نے پوچھا کہ آپ کے قبیلہ کا موجود سردار کون ہے؟

اُس نوجوان نے جواب دیا کہ شہنشاہِ معظم سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کے غلام جناب ابوالاسود دیلمی ہمارے محترم سردار ہیں

جناب ابوالاسود دیلمی کا نام سنتے ہی اُس نوجوان کے رونے کی وجہ سمجھ آ گئی لیکن بات کو آگے بڑھانے کی خاطر جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے پوچھا کہ کیا آپ مجھے اپنے رونے کی وجہ بتانا پسند کریں گے؟ اُس نوجوان نے سر جھکا کر نہایت ہی مغموم لہجہ میں کہا کہ جب سے ملاعین کوفہ و شام نے مل کر مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہا الصلواۃ والسلام کو بھوکا پیاسا شہید کیا ہے، ہم شب و روز اسی طرح روتے ہی رہتے ہیں، اسی جرم میں فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعونِ ازل نے ہمیں دیس بدر کر دیا ہے، اب ہم خانہ بدوشوں کی طرح کسی وقت کہیں ہوتے ہیں اور کسی وقت کہیں اور آج ہمارا قبیلہ مرج السراقب کے قریب ہی خیمہ زن ہے

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے نہایت ملائمت سے کہا کہ اے نوجوان! اگر آپ

مناسب سمجھیں تو مجھے اپنے سردار محترم جناب ابوالاسود دیلمی کے پاس لے چلیں کیونکہ میں بھی امام مظلوم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے غلاموں میں سے ہوں اسی لئے آپ کے سردار سے ملنا چاہتا ہوں

وہ نوجوان جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کو اپنے سردار کے پاس لے آئے، جب آپ یہاں پہنچیں تو دیکھا کہ ذیل قبیلہ کے تمام لوگ انتہائی سوگوار بیٹھے تھے

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے انہیں امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی تو قبیلہ کے سردار نے کہا کہ بیٹا! تمہاری بات بالکل بجا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت ہمارے قبیلہ کے 700 تجربہ کار فوجی جوان موجود ہیں، مگر اس چھوٹی سی فوج کے بل بوتے پر پورے ملک شام کے ساتھ جنگ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے، کیونکہ ان ملاعین کی فوج ہزاروں میں نہیں، لاکھوں افراد پر مشتمل ہے

پہلے تو جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے انہیں آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر سردار مسلسل اپنی کمزوریوں اور مجبوریوں کا رونا روتا رہا، جس وقت جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نصرت امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کی اہمیت اور ضرورت پر گفتگو کر رہی تھیں تو اس خیمہ کے پیچھے دیلمی قبیلہ کی عورتیں جمع ہو کر یہ تمام کارروائی دیکھ بھی رہی تھیں اور آپ کی گفتگو کو سن کر رو بھی رہی تھیں

جب جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا مایوس اور نا اُمید ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے سر سے عمامہ اتار دیا، آپ کی زلفیں آپ کے شانوں پر بکھر گئیں

آپ نے جناب ابوالاسود سے مخاطب ہو کر کہا کے سردارِ محترم! کیا یہ عجیب بات

نہیں ہے کہ میں ایک مستور ہوتے ہوئے آپ سب کو اپنے امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت پر آمادہ کرنے کیلئے آپ کی ہمت بندھانے کی بہادرانہ باتیں کر رہی ہوں مگر آپ مرد ہو کر عورتوں جیسی بزدلانہ باتیں کر رہے ہیں

جس وقت بنی دیلم کی عورتوں نے یہ منظر دیکھا اور آپ کی گفتگو سنی اور انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے سامنے ایک مستور ایسی جرأت مندانہ گفتگو کر رہی ہے تو انہوں نے بھی اپنے سروں سے چادریں اتار دیں اور بال کھول کر روتے ہوئے سردار کے خیمہ میں آ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے بنی دیلم کے بزدل مردو! اگر آپ لوگ نصرتِ امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کی خاطر اس معصوم بچی کی حمایت نہیں کر سکتے تو پھر ایسا کرو کہ اپنے عمامے ہمیں دے دو، ہم اپنی پاک بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن کی حمایت اور نصرت کریں گی

جب ابوالاسود دیلمی نے یہ منظر دیکھا تو روتا ہوا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میری بیٹی! اب میری جان بھی حاضر ہے، جہاں اور جیسے جی چاہے اِسے صرف کرو

اپنے سردار کی یہ بات سنتے ہی سارا قبیلہ اکٹھا ہو گیا، اس وقت جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے سب سے مخاطب ہو کر کہا

☆ فهل فيكم من ناصر ...... کیا تم میں سے کوئی ہے کہ جو اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے زمانہ کے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت اور حمایت کر سکے؟

اس وقت 700 جوان اور ایک سولڑکیوں نے لبیک کہا، جس وقت بنی دیلم کے یہ زن و مرد پوری طرح آمادۂ نصرت ہوئے تو اس وقت ابوالاسود دیلمی نے کہا کہ میں جانتا ہوں سرمدین کے نواح میں قبیلہ خزاع کے لوگ آباد ہیں اور ان کا

سردار حنظلہ بن جندلہ خزاعی میرا دوست ہے اور مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام سے محبت وعقیدت رکھتا ہے، ہمیں اس کے پاس جا کر اپنا یہ عظیم مقصد بیان کرنا چاہیے اور اسے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہیے، مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارا ساتھ ضرور دے گا

انہوں نے اسی رات تیز رفتار گھوڑوں پر سفر کیا اور صبح صادق کے وقت جب حنظلہ بن جندلہ خزاعی نمازِ فجر سے فارغ ہوکر باہر نکلا تو یہ اس کے پاس پہنچ گئے انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو اُس نے کہا کہ ہم دل وجان سے آپ کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہیں، مزید یہ کہ میں اپنے چچازاد قبائل سے بھی یہ بات کرتا ہوں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ انصار میسر آسکیں، آپ ایسا کریں کہ یہاں جتنے افراد میسر ہیں آپ اِنہیں ساتھ ملا کر سرمدین کی جانب سفر شروع کردیں، میں باقی قبیلہ والوں کے ساتھ بات کرنے کے بعد آپ سب کے ساتھ جتنا جلدی ممکن ہوسکا شامل ہوجاؤں گا، یہاں سے خزاعی خاندان کے 700 مسلح جوان ان کے ساتھ شامل ہوئے اور یہ سب اندرین کی جانب روانہ ہوگئے

یہ تمام کارروائی مکمل ہونے میں دو دن لگے یعنی پہلا دن وہ تھا کہ جو ظالمین نے حلب میں گزارا، اور دوسرے دن ظالمین حلب سے روانہ ہوکر اندرین جا پہنچے

﴿اندرین﴾

10 ربیع الاول سن 61 ہجری = 8 دسمبر سن 680 عیسوی بروز منگل ظالمین کا لشکر حلب سے اندرین پہنچا، یہاں کے بارے میں بھی اجمالی طور پر عرض کرتا چلوں

اندرین کا شہر حلب سے تقریباً 40 کلومیٹر جنوب کی طرف واقع تھا، مگر آج یہ شہر صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے اور شاید اس کے کھنڈرات بھی باقی نہ رہے ہوں

کئی ماہرین علم البلدان کا قول ہے کہ قنسرین ہی دراصل اندرین تھا، مگر یہ قول اس لئے درست نہیں مانا جاسکتا کیونکہ قنسرین تو حلب سے بالکل ملحق تھا (واللہ اعلم بالصواب)

اس زمانہ میں اندرین کا حاکم و عامل نصر بن عتبہ اموی ملعون تھا، حلب میں قیام کے دوران ہی ان ظالمین نے اندرین کے حاکم کی طرف اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ اندرین میں ہمارا بھرپور استقبال کرنا

نصر بن عتبہ اموی ملعون نے ان کے استقبال کیلئے خوب تیاری کی اور ایک عظیم جشن کا اہتمام بھی کیا، اس لئے جب قافلہ ءِ تسلیم و رضا اندرین کے شہر میں داخل ہوا تو اس وقت پورا بازار رقص وسرود کی بزم محسوس ہوتا تھا، ہر طرف ساز بج رہے تھے، طبل اور ناقوس بج رہے تھے، یہاں ان سب ملاعین ازل نے مل کر اس جشن کو اتنا طول دیا کہ شام ہوگئی، یعنی اندازاً چھ گھنٹے قافلہ ءِ تسلیم و رضا کو اسی شور و غل میں گزارنا پڑے

ایک اہل دل کیلئے یہ اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے کہ وارثِ تطہیر مخدراتِ عصمت تو حید صلواۃ اللہ علیھن کا یہ وقت کتنی مشکل میں گزرا ہوگا

ابھی سورج پوری طرح غروب نہیں ہوا تھا کہ اچانک آسمان پر سیاہ بادل نمودار ہوئے جن میں دل دہلا دینے والی گرج اور چمک تھی، یعنی اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب نے اندرین کے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، جس کی وجہ سے اکثر لوگ خوف زدہ ہوکر اپنے اپنے گھروں کی جانب دوڑ گئے

تاریخ شاہد ہے کہ اندرین کے جس جس گھر میں اس موقع پر جشن منایا گیا تھا وہ اس شب برقِ سماوی کی زد میں آ کر خاکستر ہو گیا، نصف شب تک اندرین پر قہر خداوندی کی آگ برستی رہی اور شہر کا کافی حصہ راکھ کا ڈھیر بن گیا، نصف شب کے بعد جب یہ سلسلہ موقوف ہوا تو اِن ملاعین نے یہاں سے بھاگ جانے ہی میں عافیت جانی اور یہ اندرین سے آگے روانہ ہو گئے

﴿اندرین کے باہر جنگ﴾

11 ربیع الاول سن 61 ہجری = 9 دسمبر سن 680 عیسوی بدھ کی رات یہ کاروانِ راہِ رضا اندرین سے روانہ ہوا

جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا اپنے تمام معاونین کے ہمراہ راستہ میں گھات لگائے انتظار میں تھیں، جس وقت لشکر کی مشعلیں نظر آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ محمد بن اشعث ملعون کا بھائی عبداللہ بن اشعث ملعون لشکر سے آگے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا، جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے اپنے لشکر انصار کو للکار کر حملہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے خود بھی اچانک اِس ملعون پر حملہ کر دیا

سب سے پہلے اس مجاہدہ نے عبداللہ بن اشعث ملعون کے سینہ پر نیزے کا ایسا بھرپور وار کیا کہ نیزہ اس کی پشت سے پار ہو گیا، اس کے بعد سامنے آتے ہوئے مراد بن شداد مذحجی ملعون کو بھی نیزے کے ایک ہی وار سے واصل جہنم کیا، اسی طرح آپ نے یکے بعد دیگرے گیارہ ملاعین ازل کو خازن جہنم کے سپرد کیا

اسی اثناء میں ایک اور گھوڑے سوار دستہ آ کر شریک جہاد ہوا، اس دستہ کے سردار

نوجوان نے جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کو پہچانا تو آپ کے قریب پہنچ کر عرض کرنے لگا کہ☆ ابشری بالنصر ایتها السیدة الکریمة

اے ہماری کریم سردار! آپ کو فتح کی مبارک و بشارت ہو

انہوں نے ایک ملعون کے سینہ سے نیزہ کھینچتے ہوئے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

اُس جوان نے عرض کیا کہ میں قاسم بن سعد خزاعی ہوں اور آپ کی نصرت کیلئے حاضر ہوا ہوں، جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ گھمسان کی جنگ شروع ہو چکی ہے، معرکہ زوروں پر ہے اور یہ ملاعین پسپا ہو رہے ہیں

دوسری طرف پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کے محمل قریب ہی کھڑے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ ملعون پاک محملوں کی آڑ لے لیں، تم پاک محملوں کو فوراً میدان جنگ سے دور لے جاؤ، اور وہیں کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کرتے رہو

جناب ابو محمدؑ قاسم ابن سعد نے محملوں کو راستہ سے ہٹا کر قریبی وادی میں کھڑا کیا اور خود محافظ بن کر سامنے کھڑا ہو گیا، اُس وقت ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ

☆جزاك الله يا ابا محمد اے ابو محمدؑ! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے

تم ہمارے اونٹوں کو یہیں بیٹھا دو ہم محملوں سے اترنا چاہتے ہیں، محمل بٹھا دیئے گئے تو فاتحِ شام معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے حکم دیا کہ تم یہاں وقت ضائع نہ کرو اور جا کر درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی مدد کرو، اس کی فوج بہت تھوڑی ہے

جناب قاسم ابن سعد حکم ملتے ہی بپھرے ہوئے شیر کی مانند حملہ آور ہوا، جس وقت ابوالاسود دیلمی نے اس جوان کو دیکھا تو تلوار روک کر پوچھنے لگا کہ کیا پاک محمل

خیریت سے ہیں؟ جناب قاسم نے جواب دیا کہ الحمدللہ! وہ بالکل محفوظ ہیں اور مجھے خود پاک معظّمہ مخدومہ صلواۃ اللہ علیہا نے آپ کی مدد کیلئے بھیجا ہے، یہ سن کر جناب ابوالاسود دیلمی کی جان میں جان آئی تو پھران دونوں نے مل کر ملاعین ازل کی فوج پرحملہ کیا، انہوں نے دیکھا تو دوسری طرف جناب حنظلہ بن جندلہ خزاعی تلوار چلاتے ہوئے بہ آوازِ بلند اشعار پڑھ رہا تھا جن کا مفہوم یہ تھا کہ

﴿﴾

میرے دل میں یہ حسرت تھی کہ کاش میں میدان کربلا میں اپنے آقا و مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت اور حمایت میں تلوار چلاتا، لیکن شومیٔ قسمت کہ میں اس سعادتِ عظمٰی سے محروم رہا، کیونکہ میرا دل روحانی طور پر بیمار تھا مگر آج انشاءاللہ نوکِ سناں کے آب سے اِسے شفائے کاملہ نصیب ہوگی

آج میرے تمام دکھ درد ختم ہوجائیں گے اور میں نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی نصرت میں درجہءِ شہادت کو ضرور پالوں گا

ہم تو وہ ہیں کہ جو دشمنانِ دین کا خاتمہ تلوار سے کرتے ہیں، آج جو بھی میری تلوار کی زد میں آئے گا وہ قضا کا مہمان بن کر سیدھا جہنم رسید ہوگا

انسان کا مال، اولاد، جان، عزت اور ناموس ہر چیز دین کا صدقہ ہوتی ہے، اور ہمارا دین اِن مظلومین علیہم الصلواۃ والسلام کی نصرت کرنا ہے، ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ اِس کے عیوض ہمیں دنیا و آخرت میں کیا ملے گا یا کیا نہیں ملے گا آج ہم دنیا و آخرت، جنت و دوزخ سے بے نیاز ہوکر پاک مخدراتِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن کی نصرت کرنے آئے ہیں، اور انصار اللہ بن کر تلوار چلا رہے ہیں

اور ہم اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انصار اللہ کا معراجِ حقیقی خود اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے جو ہمیں نصیب ہونے والا ہے

ابو الضیاع ملعون نے ان کے جواب میں رجزیہ اشعار پڑھنا چاہے تو جناب ابوالاسود دیلمی نے اسے ڈانٹ کر خاموش کراتے ہوئے کہا کہ اے ملعونِ ازل بکواس بند کر، کیونکہ تو اپنی ملعون رعیت کا انجام ابھی کچھ دیر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج مقدر نے ہمیں اُس منزل اعلیٰ و ارفع پر پہنچا دیا ہے کہ جس کا تو تصور ہی نہیں کر سکتا

☆نحن اولیاء الله الذین لا ینکر فضلهم ولا یجحد حقهم الا زنیم

اس وقت ہم ولایت کے اُس مرتبۂ عظیم پر فائز ہیں کہ جس کی فضیلت وعظمت کا انکار سوائے اولادِ زانیہ کے کوئی نہیں کر سکتا

اس کے بعد جناب ابوالاسود دیلمی نے جناب حنظلہ بن جندلہ خزاعی سے کہا کہ اس ملعون ازل کی زبان ہمیشہ کیلئے بند کر دو، انہوں نے اشارہ سمجھتے ہوئے اِس ملعون کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ اس ملعون کا سر گردن تک دو حصوں میں تقسیم ہو کر دونوں شانوں پر لڑھک گیا، اِس ملعون کو جناب ابوالاسود نے بلا تاخیر اپنے نیزہ پر بلند کرتے ہوئے زمین پر دے مارا

چونکہ یہ جنگ اندرین کے قریب ہی ہو رہی تھی اس لئے جنگ شروع ہوتے ہی محمد بن اشعث بن قیس کندی ملعون نے ایک تیز رفتار گھوڑا سوار کو اندرین کے حاکم کی طرف یہ کہہ کر روانہ کیا کہ ہمارے قافلہ پر اچانک حملہ ہو گیا ہے، تم اپنی فوج سمیت جتنا جلدی ممکن ہو سکے ہماری مدد کیلئے پہنچو

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اندرین کا حاکم نصر بن عتبہ ملعون چھ ہزار فوج لے کر وہاں آ پہنچا، اورانہوں نے آتے ہی انصارِ مظلومین کو اپنے نرغہ میں لے لیا اس جنگ میں جناب ابوالاسود دیلمی، حنظلہ بن جندلہ خزاعی اوران کے بہت سے ساتھی درجہ شہادت پر فائز ہوئے، جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کی فوج کے 90 جوان اور 12 مستورات جن میں خود جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا بھی شامل تھیں حق نصرت ادا کرتے ہوئے راہیءِ ملک عدم ہوئے

جس وقت یہ جنگ اختتام پذیر ہوئی اور ملاعین کوفہ وشام نے قافلہءِ تسلیم ورضا کو روانگی کا حکم دیا تو اُس وقت ملکہءِ عالمین معظّمہ عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ سجاؑد بیٹا علیہ الصلواۃ والسلام! ان ظالموں سے کہو کہ ہمیں تھوڑی سی مہلت دے دیں، ہم چاہتے ہیں کہ ہم مقتل گاہ میں جا کران شہدائے راہِ حق کا کچھ سوگ منالیں، ان کی لاشوں پر کچھ وقت کیلیئے ہی سہی ہم بین کرلیں کیونکہ شرفاء ویسے بھی کسی کا احسان نہیں بھلایا کرتے خاص طور پر جب کوئی مشکل وقت میں احسان کرے تو ان کے احسان کا حتی المقدور بدلہ چکانا فرض ہوتا ہے کیونکہ خالق عالمین کا فرمان ہے کہ

☆ ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان

ان شہداء کا ہم سب پر احسان ہے کہ اِنھوں نے ہماری نصرت وحمایت میں اپنی جانیں قربان کی ہیں، اور ہم ان تمام مستورات کے بہت زیادہ شکرگزار ہیں کہ جنھوں نے ہماری مدد کیلیئے اپنے سر فدا کیئے ہیں، بیٹا! حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اس وقت جس حال میں ہیں ان کے احسانات نہیں اُتار سکتے، پھر بھی ہمیں اگر کچھ مہلت مل جائے تو ہمارا حق ہے کہ ہم ان مستورات کی لاشوں کی تکفین وتدفین

کریں تا کہ ہمارے یہاں سے چلے جانے کے بعد ان مستورات کی لاشوں کی بے حرمتی نہ ہو، ہم چاہتے ہیں کہ انہیں اپنی بیٹیوں کی طرح دفن کریں

آپ کو یاد ہو گا کہ گیارہ محرم کی رات بھی ہم نے میدانِ کربلا میں اپنی چار بیٹیوں کی لاشیں دفن کی تھیں، یہاں بھی امت ہمیں اگر اجازت دے تو ہم اپنی اِن بیٹیوں کی لاشوں کو اپنے ہاتھوں سپرد جنت کرنا چاہتی ہیں

ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اپنی ایک ایک بیٹی کی میت پر جائیں، ان کا سر اپنی آغوش میں لے کر بین کریں، ان کی تجہیز و تکفین کریں اور عزت و احترام کے ساتھ انہیں دفن کریں تا کہ ان کے احسانات کا کچھ تو شکریہ ادا ہو سکے

سب مومنین مل کر دعا کریں کہ ان مقدس و مکرم معظّمہ بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن کی خوشیوں کا سورج جلد طلوع ہو، جس طرح یہ پہلے اپنے وطن میں آباد تھیں پھر اُس سے بھی بہتر انداز میں اپنے اپنے گھروں میں آباد و شاد ہوں، شہنشاہِ وفا مولا ابوالفضل العباؑس علیہ الصلواۃ والسلام کی حفظ و امان میں اپنے پاک بھائیوں اور پیارے بیٹوں کے ہمراہ از سرنو اپنے گھروں میں اِس طرح آباد ہوں کہ پھر کبھی کوئی غم ان کے نقش کف نعلین تک بھی نہ پہنچ سکے

اس کے ساتھ ہمارا یہ بھی فریضہ ہے کہ ہم خاندانِ تطہیر علیہم الصلواۃ والسلام کے ہر ناصر کیلئے بھی تہہ دل سے دعا کریں کہ جنہوں نے اس گھر کی آبادی کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا

آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ ربِ محمد و آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام ازل سے ابد تک کے تمام ناصرانِ خاندانِ توحید و رسالت و امامت کو ابدی خوشیوں سے ہمکنار کرے

کہ جن کیلئے ہمارے آقا و مولا شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف فرماتے ہیں کہ

☆ السلام عليك يا انصار الله بابى انت و امى

اے اللہ تعالیٰ کی نصرت کرنے والے! تم سب پر ہمارا سلام ہو اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 45

دوستو ! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں کئی دنوں سے قافلہءِ تسلیم و رضا کے کربلا معلیٰ سے شام تک کے سفر کے حالات و واقعات کی تفصیل آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں ، اور یہ بات میں پہلے آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ کاروانِ تقدیس وشرافت و عصمت 10 ربیع الاول سن 61 ہجری = 8 دسمبر سن 680 عیسوی بروز منگل حلب سے آگے اندرین کی جانب روانہ ہوا تھا

کل میں نے جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا کا واقعہ بیان کیا تھا اس لئے راستہ کی زیادہ تفصیل عرض نہیں کر سکا تھا ، آج آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حلب سے روانہ ہوتے ہی ظالمین نے کسی ممکنہ خطرہ کے پیش نظر سیدھا راستہ چھوڑ کر حلب کے جنوب مغرب کی طرف کوہِ جوشن کے دامن کے ساتھ ساتھ سفر شروع کر دیا کیونکہ یہ جلد از جلد حلب سے دور نکل جانا چاہتے تھے

جبل جوشن نامی اِس پہاڑ کا قدیم نام تو جبل حلب تھا مگر بعد میں یہ پہاڑ شمر ذوالجوشن ملعون کے نام سے جبل جوشن مشہور ہو گیا تھا

جبل جوشن میں سرخ تانبے کی کان تھی جو تانبے کی فراہمی کا بہت بڑا ذریعہ تھی اور وہاں کے لوگوں کا واحد ذریعہ معاش بھی ، یہ تانبہ اعلیٰ قسم کا ہونے کی بنا پر پورے

عرب میں مشہور تھا، تانبے کی اِس کان کے ساتھ ہی اس پہاڑ کے دامن میں ایک قبہ مبارک آج بھی نظر آتا ہے جس کے دو چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں، یہ گنبد پہلے سیف الدولۃ حمدانی کے دور میں بنے تھے، اُس کے بعد سلطان عبدالحمید ثانی نے اس کے باقی حصے بنوائے تھے، آج اس روضہ مبارک کے اندر لوہے کی ضریح ہے جس کے اندر ایک مزار ہے جس پر اکثر اوقات سبز چادر چڑھائی جاتی ہے

اِس مزار کے علاوہ یہاں معتبر علمائے شیعہ کے مزارات بھی ہیں جن میں علامہ ابن شہر آشوب صاحب مناقب کا مزار بھی ہے، اس مقام کو مشہد السقط بھی کہتے ہیں عربی زبان میں کسی چیز کے بلندی سے گرنے کو سقط کہا جاتا ہے، دشمنانِ اہل بیت نے لفظ سقط کو اپنی غلیظ ذہنیت کے اظہار کا ذریعہ بناتے ہوئے کچھ توہین آمیز روایات گھڑی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے

میں اپنی کتب کے تمام قارئین محترم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خاندانِ توحید و رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کے متعلق کوئی توہین آمیز بات کہنا کفر اور ظلم عظیم ہے، اس لئے ہمیں نہ صرف ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے بلکہ جہاں تک ہوسکے حقائق کو سامنے لاتے ہوئے ایسی باتوں کی بھرپور انداز میں تردید کرنا چاہیے، یہ بھی ایک حق عبدیت ہے

اس قبہ مبارک کا راز سن 345 ہجری میں منکشف ہوا تھا، اس زمانہ میں حلب کا حاکم سیف الدولۃ حمدانی تھا، اس نے حلب شہر سے باہر جنوب مغرب کی طرف ایک پہاڑ کی بلندی پر اپنے لئے ایک بلند و بالا محل تعمیر کروایا تھا، جب کبھی رات کو بارش ہوتی تو یہ اُس محل کی بالائی منزل کی بارہ دری میں بیٹھ کے بارش کے مناظر

سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا

ایک رات اس نے دیکھا کہ جبل جوشن سے ایک نور ساطع ہوکر دامن کوہ میں ایک نشیبی مقام پر نازل ہورہا ہے، جس کی وجہ پوری وادی نور سے معمور ہے، یہ کافی دیر تک مشاہدہ کرتا رہا مگر اصل بات اس کی سمجھ میں نہ آسکی

صبح ہوتے ہی اُسے یہ بات بھول گئی، کئی دن بعد پھر بارش ہوئی تو یہ حسب معمول بارش کا نظارہ کرنے کیلیئے اپنے محل کی بالائی بارہ دری میں جا بیٹھا

اس وقت اِسے دوبارہ اسی مقام پر نورِ الٰہی کا مشاہدہ ہوا، یہ بہت حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ صبح انشاء اللہ میں ضرور اس مقام پر جا کر پتا کروں گا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور اِس نزولِ انوارِ اِلٰہی کا راز کیا ہے؟ مگر دوسری مرتبہ بھی صبح ہوتے ہی یہ بات اِس کے ذہن سے محو ہوگئی۔ پھر کچھ دنوں بعد جب تیسری مرتبہ اسے وہی مشاہدہ ہوا تو یہ اپنے امراء اور وزراء کو لے کر اس مقام پر جا پہنچا

سیف الدولۃ ابھی اُس مقام سے کچھ دور تھا کہ اپنے گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگا، اِس کے اعوانِ اقتدار بھی اس کی اتباع میں گھوڑوں سے اتر گئے

جب یہ سب لوگ عین اس جگہ پہنچے کہ جہاں انوار کا نزول ہوتا تھا تو وہاں انہیں کوئی قابل ذکر چیز نظر نہ آسکی، وہ ایک غیر ہموار زمین تھی جس کے ساتھ کان میں جانے والا قدیم راستہ تھا

سیف الدولۃ حمدانی نے حکم دیا کہ قریب کی آبادیوں کے تمام بزرگ افراد کو جمع کر کے میرے روبرو پیش کیا جائے، اِس کے سپاہی تمام بزرگ حضرات کو لے آئے، اس نے اُن تمام بزرگوں سے دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اِس

مقام مقدس کی حقیقت سے واقف ہے کہ جو بظاہر ایک ناہموار سی جگہ ہے
اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں اصل حقیقت کا تو علم نہیں ہے مگر ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ جب کبھی رات کے وقت بارش ہوتو اس مقام پر ایک نور نازل ہوتا ہے، ہم اور ہماری اولاد آج تک اس کا مشاہدہ کر رہی ہے
سیف الدولۃ حمدانی نے کہا کہ میں اصل حقیقت جاننا چاہتا ہوں، کوئی ہے جو مجھے اس راز سے آگاہ کر سکے؟ یہ بزرگ کہنے لگے کہ اس پہاڑ کے ساتھ کچھ سادات آباد ہیں، اصل حقیقت شاید انہیں معلوم ہو، اس نے فوراً حکم دیا کہ سادات میں سے بزرگ افراد کو نہایت ادب واحترام سے گذارش کریں کہ وہ یہاں تشریف لائیں تاکہ میں اِس مقام کی اور یہاں نزول انوارِ اِلٰہی کی حقیقت کو پا سکوں
واضح رہے کہ یہ غیبت کبریٰ کا دور تھا، اور عباسی ملاعین کے خوف سے اکثر سادات عظام آبادی سے دور پہاڑی وادیوں میں چھپ کر رہا کرتے تھے
حلب کے حاکم سیف الدولۃ حمدانی نے اپنا پیادہ سادات کی طرف روانہ کیا دوسری طرف حکم دیا کہ اس مقام کو کھودو شاید کوئی حقیقت سامنے آجائے، فوجیوں نے کدالوں سے وہ جگہ کھودی تو دو تین فٹ کی گہرائی سے ایک پتھر برآمد ہوا، جس پر لکھا تھا کہ

☆هذا قبر الحسنؑ بن الحسينؑ بن عليؑ ابن ابيطالب عليهم الصلواة والسلام

کچھ صاحبان انساب نے اس شہزادے کا نام جناب محسنؑ علیہ الصلواۃ والسلام بھی لکھا ہے
جس وقت یہ کتبہ برآمد ہوا تو سیف الدولۃ حمدانی اِسے دیکھتے ہی روتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ کہاں مدینہ؟ اور کہاں حلب؟

اب تو یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ پاک شہزادہ یہاں کیسے اور کن حالات میں تشریف لائے تھے؟ یہاں ان کی شہادت اور تدفین کے اسباب کیا تھے؟ اور ان کا مزار یہاں کیسے بنایا گیا ہوگا؟

ابھی یہی گفتگو جاری تھی کہ دامن کوہ میں رہنے والے سادات عظام اپنے بزرگوں کے ہمراہ تشریف لے آئے، حاکم نے ان کا مؤدبانہ استقبال کیا اور اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا، انہوں نے اس مزارِ مبارک کی حقیقی تفصیل سے سیف الدولۃ کو آگاہ فرمایا، آگاہ ہونے کے بعد اُس نے یہاں ایک قبہ مبارک تعمیر کروایا جو آج بھی زیارت گاہِ مومنین وملکوتِ سما ہے

جس وقت جناب سیف الدولۃ حمدانی نے اس بارے میں استفسار کیا تو ان میں سے ایک بزرگ سید نے شدت سے روتے ہوئے فرمایا کہ ہم آپ کو اپنے اجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کے کون کون سے دکھ سنائیں، کیونکہ دکھوں کی انتہا ہے

حقیقت یہ ہے کہ یہاں اِس مقام پر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کے چھوٹے معصوم بھائی کا مزارِ اطہر ہے، جس وقت قافلہءِ تسلیم و رضا کربلا سے شام کی طرف سفر کر رہا تھا تو دورانِ سفر وہ حلب سے روانہ ہوکر یہاں سے گزرا تھا، اُس وقت یہ پاک معصوم شہزادہ علیہ الصلواۃ والسلام محمل میں اپنی پاک والدۂ گرامی کی آغوشِ عاطفت میں موجود تھا

حلب کے لوگوں کی طرف سے ممکنہ خوف اور خطرہ کی وجہ سے ظالمین نے اونٹوں کو تیز تیز دوڑانا شروع کر دیا کیونکہ وہ جلد از جلد اِس علاقہ سے دور نکل جانا چاہتے تھے، اسی دوران اِس معصوم پر پیاس کا شدید غلبہ ہوا تو انہوں نے اپنی پاک ماں

سے پانی طلب کیا، ان کی پاک ماں نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا صبر کرو اس وقت جبل جوشن سے کئی مزدور کام کر کے اِسی راستہ سے واپس آ رہے تھے، شہزادے نے پاس سے گزرتے ہوئے ان مزدوروں سے پانی طلب کیا مگر ملاعین ازل نے انہیں اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ پانی لے سکتے کیونکہ اونٹ تیز دوڑ رہے تھے، اِسی دوران اچانک جھٹکا لگنے کی وجہ سے یہ معصوم شہزادہ علیہ الصلواۃ والسلام ☆فسقط من الناقۃ محمل سے نیچے آیا اور زمین کو زینت بخشی

اپنے لخت جگر کو زمین بوس ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا نے بین کرنا شروع کر دیئے، اور فرمانے لگیں کہ اے ظالمو! خدا کے واسطے ذرا اونٹوں کو روک لو، میرا نورِ نظر گر گیا ہے، میں تو بہت مشکل سے اب تک اسے بچاتی چلی آ رہی تھی، یہی میری زندگی کا آسرا تھا، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرا لعل پامال نہ ہو جائے، اے ظالمو! خوفِ خدا کرو، اگر محمل نہیں روک سکتے تو کم از کم میرے بیٹے کو اُٹھا کر مجھے دے دو

مگر افسوس صد افسوس کہ ان لعینوں نے محمل روکنے کی زحمت تک گوارا نہ کی اور اسی تیزی سے اپنا سفر جاری رکھا، جس کی وجہ سے پیچھے سے آتے ہوئے گھوڑا سوار فوجیوں کے گھوڑوں نے اِس معصوم شہزادے کے نرم و نازک جسم کو شہزادہ امیر قاسمؑ ابن حسنؑ علیہما الصلواۃ والسلام کی مانند کئی حصوں میں تقسیم کر دیا

جس وقت جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کو اِس بات کا پتہ چلا اور انہوں نے اپنی پاک والدہ گرامی صلواۃ اللہ علیہا کے بین سنے تو ظالمین کوفہ وشام سے فرمانے لگے کہ کیا تم سن نہیں رہے ہو کہ میری پاک ماں صلواۃ اللہ علیہا کیا فرما رہی ہیں، فوراً اونٹوں کو روک دو

ورنہ ہم اپنے اختیاراتِ اِلٰہیہ کو استعمال فرماتے ہوئے ابھی اوراسی وقت قیامت برپا کردیں گے

اُس وقت ظالمین نے خوفزدہ ہوکر اونٹ رکوائے، آپ جلدی سے اپنی ناقہ سے اترے اوراُس جگہ پہنچے کہ جہاں ان کے معصوم بھائی نے زمین کو زینت بخشی تھی یہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ایک پردہ پوش پاک مستور صلواۃ اللہ علیہا نے اِس معصوم شہزادے کو اپنی گود میں لے رکھا تھا مگر اس وقت تک یہ پاک شہزادہ جہانِ فانی سے رخصت ہو چکا تھا، سرکار بیمارِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام نے سیاہ برقعہ پوش خاتون سے فرمایا کہ کیا میں اپنی محسنہ کا نام پوچھ سکتا ہوں کہ جو اس ویرانہ میں ہم غریبوں پر اتنا بڑا احسان فرما رہی ہے

اُس پردہ دار معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ بیٹا سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام! میں کوئی غیر نہیں بلکہ آپ کی دادی اماں صلواۃ اللہ علیہا ہوں، اوراپنی بہو بیٹیوں کے ہمراہ کربلا سے ہی صعوباتِ سفر برداشت کرتی چلی آرہی ہوں

جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام اپنے معصوم بھائی کے پامال شدہ لاشہ اطہر کو اپنی دادی معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا سے وصول فرما کر اپنی پاک والدہ صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کے قریب آئے اور کہنے لگے کہ میری مظلومہ ماں! آپ کا لختِ جگر معراجِ شہادت پر فائز ہوکر آپ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہوگیا ہے، اورچشم زدن میں شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلواۃ والسلام کی طرح پامال ہوگیا ہے، جہاں آپ نے اب تک اتنے زیادہ نقصانات برداشت کئے ہیں رضائے اِلٰہی کی خاطر اِس نقصان پر بھی صبر کرلیں کیونکہ اب اس کی تلافی تو ممکن ہی نہیں ہے

البتہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ جب ہمارے ہر نقصان کی تلافی ہوگی اور ہم سب پر روا رکھے گئے ہر ظلم وستم کی اِن ظالمین سے باز پرس ہوگی

اُس وقت تمام محملوں میں موجود پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن نے بہ آوازِ بلند بین کرنا شروع کر دیئے اور گریہ کا ایک کہرام برپا ہوگیا، گریہ و بکا کا شور سن کر راہ گیر اور مزدور جمع ہو گئے کہ چلو معلوم کریں ان مسافروں پر کون سی ایسی اُفتاد آپڑی ہے کہ اس قدر زیادہ رونے کی آوازیں آ رہی ہیں

دوسری طرف ظالمین نے کہنا شروع کر دیا کہ جلدی کریں ہم نے ابھی کافی سفر کرنا ہے ہم زیادہ دیر تک یہاں نہیں رک سکتے، دوسرا یہاں ہمیں شورش اور مخالفت و مزاحمت کا خطرہ ہے اس لئے ہم یہاں زیادہ دیر ٹھہرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے، آپ جلدی روانہ ہونے کی کوشش کریں

اُس وقت سرکار سید سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام اپنے کمسن معصوم بھائی کی لاش کو ہاتھوں پر اُٹھائے حلب کے مزدوروں کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ یہ ظالمین ازل ہمیں اتنی مہلت نہیں دے رہے ہیں کہ ہم اپنے اِس معصوم شہید کے لاشہءِ اطہر کو دفن کرسکیں اس لئے میں اس کی لاش آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ ہم غریبوں پر یہ احسان کرنا کہ میرے اِس کمسن معصوم بھائی کو مسافر سمجھ کر یہیں اسی راستہ کے قریب ایک چھوٹی سی قبر بنا کر دفن کر دینا تا کہ یہ معصوم اِس ویرانہ میں بے گور وکفن نہ رہ جائے

قافلہءِ تسلیم و رضا کی روانگی کے بعد حلب کے مزدوروں نے اِس پاک شہزادہ کی یہاں قبر بنائی اور اِسے دفن کر دیا اور ساتھ ہی یہ کتبہ بھی لگا دیا، پھر چونکہ اِس

مزار کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں تھا اِس لئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں اِس کے آثار مٹتے چلے گئے

اب خلاقِ دوجہاں نے اپنے انوارِ الٰہیہ کا نزول فرما کر اظہارِ ذات کا خود بندوبست کیا ہے، اس لئے ہمیں امید ہے کہ اب اِس معصوم شہزادہ علیہ الصلواۃ والسلام کے مزارِ مقدس کا نام ونشان قیامت تک باقی رہے گا اور انشاءاللہ کبھی کوئی اسے بے نام نہیں کرسکے گا

سب مومنین مل کر اس پاک شہزادے کی والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کو پرسہ دیں اور ساتھ ہی یہ دعا بھی دیں کہ اِس پاک معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کو ابدی اور دائمی خوشیاں نصیب ہوں، ان کے پاک گھر میں ابدی بہاروں کا راج ہو، اپنے پاک سرتاج کے سایۂ حفظ وامان میں ابد تک مسکراتی رہیں، اپنے بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے سہرے پہنائیں تاکہ ان کے زخمی دل سے دکھوں کے داغ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مٹ جائیں

ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ان کے منتقم حقیقی بن کر جلد از جلد اِس دنیا میں تشریف لائیں اور ان کے اِس معصوم شہزادے کا انتقام لیں، تمام پاک خاندان کو دوبارہ دنیا میں آباد کریں اور ابدالآباد تک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آباد وشاد رہیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف

وَ صَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 46

9 ربیع الاول سن 61 ہجری = 7 دسمبر سن 680 عیسوی بروز سوموار یہ قافلہ رضائے اِلٰہی معمورہ سے روانہ ہو کر قنسرین سے ہوتا ہوا حلب پہنچا...... 10 ربیع الاول سن 61 ہجری = 8 دسمبر سن 680 عیسوی بروز منگل حلب سے روانہ ہو کر سرمدین سے ہوتا ہوا اندرین پہنچا

حلب سے 15 کلومیٹر آگے اور اندرین سے پہلے اسی راستہ پر سرمدین کا شہر واقع تھا، نہر بویق جو حلب کے وسط سے گزرتی تھی وہ سرمدین تک سیدھی جنوب کی طرف بہتی تھی اور وہاں سے پھر یہ مغرب کی طرف مڑ جاتی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ سرمدین کا شہر آج صفحۂ ہستی پر موجود ہے بھی یا نہیں مگر اُس دور میں موجود تھا اور یہ حلب کا ایک ماتحتی صوبہ شمار ہوتا تھا

یہاں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ اُس دور میں ایک بڑے صوبہ کے ماتحت جتنے ذیلی صوبے یا شہر ہوتے تھے، چاہے وہ مرکز سے قریب تر ہی کیوں نہ ہوتے، ان کے علیحدہ علیحدہ حاکم ہوا کرتے تھے، اِس لئے حلب کے انتہائی قریب ہونے کے باوجود سرمدین کا بھی ایک علیحدہ حاکم ہوتا تھا جو حلب کے حاکم کے سامنے جملہ امور میں جوابدہ ہوتا تھا اور اُسی کی ماتحتی میں کام کرتا تھا، سرمدین کا علاقہ کافی

زرخیز تھا اور یہاں کی آبادی بھی کافی زیادہ تھی

ملاعین ازل کا یہاں قیام کا اِرادہ تو نہیں تھا مگر وہ اپنے مذموم مقاصد کی تشہیر کیلئے سرمدین سے گزرنا ضرور چاہتے تھے، لیکن چونکہ جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا ان لوگوں کو پہلے ہی حقائق سے آگاہ کر چکی تھیں جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ ان ملاعین سے انتہائی متنفر ہو چکے تھے اور پورا شہر لشکر شام کا مخالف ہو چکا تھا

جب یہ ملاعین سرمدین کے مرکزی دروازہ پر پہنچے اور عامل و حاکم سرمدین کو اطلاع ملی تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کسی نتیجہ پر پہنچتا، اہل سرمدین نے از خود فیصلہ کر دیا

☆فغلقوا الابواب وصعدوا علی الستور (سقف)...... وصاروا یسبونھم و یلعنونھم ویرمونھم بالحجارہ

انہوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے، اور زن و مرد فصیل پر چڑھ گئے، ساتھ ہی انہوں نے نہ صرف اِن ظالمین و ملاعین پر لعنت کرنا شروع کر دی بلکہ ان پر پتھروں کی بارش بھی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ

☆یا قتلۃ الحسین علیہ الصلواۃ والسلام واللہ لا دخلتم مدینتنا

اے قاتلانِ حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام! ہمارے شہر میں ہرگز داخل نہ ہونا، اگر تم نے ایسا کیا تو پھر ہم اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تمہارے ساتھ جنگ ضرور کریں گے

اہل سرمدین کے سخت رویہ اور خطرناک تیور دیکھ کر ملاعین ازل سرمدین کے پاس سے گزرتے ہوئے آگے چلے گئے، اس موقع پر جو ملاعین ازل لشکر سے آگے آگے گھوڑوں پر سوار تھے، کتب مقاتل میں ان کے یہ نام درج ہیں

خولٰی بن یزید اصحی ملعون ،جمیل بن محارب ملعون ، اس کا بیٹا دغفل بن جمیل ملعون ، عبداللہ بن واقد ملعون ،صخر بن مالک ملعون ، محمد بن اشعث ملعون ، قیس بن اشعث ملعون ، یزید بن مثنیٰ ملعون ، اخر بن قیس ملعون ، زجر بن قیس ملعون ، یہ دونوں بھائی تھے ، منقذ بن مرہ عبدی ملعون ، قنفذ بن مرہ عبدی ملعون ، ،حکیم بن طفیل ملعون ،حرمل بن کاہلہ اسدی ملعون ، سنان بن انس ملعون ،شمر ذوالجوشن ملعون ،عمرا بن سعد ملعون ، ہانی بن ثبیت ملعون ، بشر بن خوط ملعون ، طارق بن ظبیان ملعون ......لعنت اللہ علیہم اجمعین

کچھ روضہ نگاروں نے لکھا ہے کہ نعوذ باللہ اُس وقت پاک پردہ داران توحید ورسالت صلواۃ اللہ علیہن کے ہاتھ پابند رضائے اِلٰہی تھے ، جوکہ درست نہیں ہے

اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہوئے عرض کروں گا کہ جناب عدنان علیہ الصلواۃ والسلام جوکہ شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ صمدیت کے ظاہراً سولہویں یا سترہویں پشت میں امین تھے ،جن کے بارے میں سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا

☆اذا بلغ نسبی الی عدنان علیہ الصلواۃ والسلام فامسکوا

ہمارا شجرۂ نسب جناب عدنان علیہ الصلواۃ والسلام سے آگے ہرگز تحریر نہ کرنا

اس موضوع پر میں ایک مجلس پڑھ چکا ہوں ،شاید آپ کو یاد ہو، میں نے یہ بیان کیا تھا کہ جس وقت بخت نصر نے مکہ پر حملہ کیا اور مکہ کو بہت نقصان پہنچایا تھا تو اُس وقت قبائل عرب کے سردار، رؤساء اور اشراف بخت نصر کی طوفانی فوج کا سامنا یا مقابلہ کرنے سے خائف ہوکر یمن کے شہر صنعا چلے گئے تھے

جناب عدنان علیہ الصلواۃ والسلام شام سے واپسی کے بعد حکم اِلٰہی کے ماتحت صنعا تشریف لے گئے ،تمام واقعات کا اعادہ کرنے کی بجائے میں اپنے موضوعِ کلام سے متعلق

بات کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اِس موقع پر انہوں نے یمن کے تمام قبائل کو طلب کیا اور اُنہیں کچھ اصول تعلیم فرمائے ، یہ تمام قبائل کے اشراف و روساء کا ایک متفقہ معاہدہ تھا جو میثاقِ یمن کے نام سے مشہور رہوا، اس میں حالت جنگ اور مابعد کے جو اصول مرتب کئے گئے تھے ان میں سے دو اصول بیان کرنا چاہتا ہوں

پہلا اصول یہ مقرر کیا گیا کہ عرب کے قبائل کی آپس میں جو لڑائیاں ہوں گی تو ظاہری سی بات ہے کہ ایک قبیلہ کو فتح ہوگی جبکہ دوسرے کو شکست ہوگی

مگر آج کے بعد ہم متفقہ طور پر یہ اصول مقرر کرتے ہیں کہ

ان جنگوں یا لڑائیوں میں طرفین کے جو سردار، کسی قبیلہ کے اشراف، خاندانی افراد یا ذی عزت لوگ قتل ہوں گے تو ان کی لاش کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی، ان کا کوئی عضو بدن نہیں کاٹا جائے گا، ان کے اجسام کو بے لباس نہیں کیا جائے گا، اور ان کی لاشوں کو پامال نہیں کیا جائے گا

اس لئے کہ جو کچھ آج ایک کے ساتھ ہوگا، تو کل دوسرے کی باری بھی آ سکتی ہے

قبائلی لڑائیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں جن میں کبھی کوئی فاتح ہوتا ہے اور کبھی مفتوح

اگر آج کا فاتح اپنے مفتوح کے ساتھ غیر شریفانہ سلوک کرے گا تو یقیناً کل اس کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا سلوک کیا جائے گا، آج اگر کوئی کسی شریف یا خاندانی فرد کی توہین کرے گا تو کل جب اسے شکست ہوگی تو زخم خوردہ فریق اس سے بڑھ کر بدلہ لے گا، اور یہ ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلے گا، اور یوں توہین و تذلیل کی کوئی انتہا نہیں رہے گی جس کی زد میں ہم سبھی آ سکتے ہیں، اور اشراف کی عزت کمینے لوگوں کے ہاتھوں ہمیشہ برباد ہوتی رہے گی، اس لئے اشراف کو موت

یا قتل کے بعد بھی عزت ملنا چاہیے، یہ قانون سب کیلئے یکساں لاگو اور رائج ہوگا، اور خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف پورا عرب تلوار بلند کرے گا

ظہورِ اسلام کے بعد سب سے پہلے اس اصول یا معاہدہ کی خلاف ورزی جنگ احد میں معاویہ علیہ الہاویہ کی ملعونہ ماں نے کی تھی جس نے اسد الرسول جناب حمزہ علیہ الصلواۃ والسلام کے جسد مبارک کی انتہائی بے حرمتی کی اور جگرخوارہ مشہور ہوئی

اس وقت ابوسفیان ملعون خود گھوڑے پر سوار ہوکر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا، اس وقت آپ ایک پہاڑی پر تشریف فرما تھے، پہاڑی سے نیچے کھڑے ہوکر اس ملعون نے اپنی تمام تر ذلالت اور کمینگی کے باوجود عرض کیا کہ اے مسلمانوں کے رسول! ہم آج فاتح ہیں مگر ہم سے ایک ایسی غلطی ہوئی ہے کہ جو میثاقِ یمن کی خلاف ورزی ہے، میں لات وھبل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ میری لاعلمی میں ہوا ہے اور اس میں میری منشاء ورضا کو بالکل دخل نہیں تھا، جس کیلئے میں فاتح ہونے کے باوجود آپ کے پاس چل کر معافی مانگنے آیا ہوں، کیونکہ کل ہماری باری بھی آسکتی ہے، آپ یہ مت سمجھیں کہ ہم نے میثاق یمن ختم کردیا ہے، وہ اپنی پہلی حالت میں برقرار رہے گا، میں اپنی ملعونہ بیوی کی اس خلافِ قانون واخلاق حرکت کی معافی مانگنے آیا ہوں

یہ بات آج تک کتب میں درج ہے کہ مکہ واپس آکر اس نے اپنی ملعونہ بیوی کو لعن وطعن کرتے ہوئے اس کی خوب درگت بنائی تھی کہ تو نے میثاق یمن کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت کیوں کی ہے؟

میثاقِ یمن سے پہلے عرب دنیا میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ جنگ کے خاتمہ پر فاتح

قبائل اپنے مفتوح قبائل کی عورتوں اور جوانوں کو رسیوں سے باندھ کر اپنے قبیلہ کے سردار کے سامنے پیش کیا کرتے تھے، جناب عدنان علیہ الصلواۃ والسلام نے ایک اصول یہ بھی وضع فرمایا کہ آج کے بعد کوئی قبیلہ کسی شریف زادی کو نہ تو رسیاں باندھ کر قید کرے گا، اور نہ ہی سر برہنہ کسی سردار کے سامنے پیش کرے گا، ہر شریف زادی کی عزت کا خیال رکھنا تمام قبائل کی اولین ذمہ داری ہوگی

کیونکہ جو آج کسی کے خلاف یہ عمل کرے گا، کل اس کے خلاف بھی وہی کچھ بلکہ اس سے بڑھ کر کیا جائے گا، اور یہ سلسلہ فقط یہیں تک نہیں رہے گا بلکہ اگر یہ بات بڑھی تو پھر کسی کی عزت محفوظ نہیں رہ سکے گی، اور یہ بات آبرو ریزی تک پہنچ جائے گی، اس لئے آج ہم مل کر یہ عہد کرتے ہیں کہ تمام شرفاء کی عزتیں ہمیشہ مشترکہ ہوں گی اور ہر شریف زادی کی عزت کی حفاظت ہم سب جان پر کھیل کر بھی کریں گے، اور جو بھی اس قانون کو توڑے گا اسے تلوار کی نوک سے سیدھا کیا جائے گا، سب نے اس قانون کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس پر مہر تصدیق ثبت کی

یہی وجہ تھی کہ جس وقت حاتم طائی کی دختر شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اپنے دوشِ اطہر سے چادر اتار کر زمین پر بچھا دی اور اسے عزت سے بٹھایا اور فرمایا کہ آپ ایک شریف خاندان کی عزت ہیں جو فقط میرے لئے نہیں بلکہ عرب کے تمام قبائل کیلئے واجب الاحترام ہیں

اس کے بعد تمام موجودگان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہر شریف زادی کی عزت کو تحفظ فراہم کرنا اسلام نے واجب قرار دیا ہے

اسی معاہدہ یا قانون کی ایک ذیلی شق یہ بھی تھی جو اتفاقِ رائے سے تسلیم کی گئی تھی

کہ کوئی بھی فاتح لشکر جب کسی شریف زادی کو اسیر کر کے اپنے پاس لائے گا تو اسے ایک عام کنیز کی حیثیت سے نہیں رکھا جائے گا یعنی نہ تو فاتح کو اسے فروخت کرنے کا حق ہوگا اور نہ ہی اسے کنیز بنا کر اپنے گھر میں رکھ سکے گا، بلکہ ہر شریف زادی یا معزز خاتون کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جہاں جانا یا رہنا چاہے اسے اجازت ہوگی یعنی وہ اپنی مرضی کی مالک ہوگی، کوئی اسے مجبور نہیں کر سکے گا

یہ قانون ہر کس و ناکس کیلئے برابر لاگو ہوگا تاکہ کل کوئی کمینہ کسی شریف زادی کو لونڈی نہ بنا سکے یا اسے ذلیل و رسوا نہ کر سکے

یہی وجہ تھی کہ جس وقت خلفیہ ثانی کے دور میں ایران کو فتح کیا گیا اور ایران کی شہزادیاں دربارِ خلافت میں پیش کی گئیں اور کچھ لوگوں نے انہیں خریدنا چاہا تو اِس موقع پر سرکار امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام نے ڈانٹ کر فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، یہ ناممکن ہے کیونکہ یہ بات میثاق یمن کے خلاف ہے اور اسلام کے اصولوں کے بھی سراسر منافی ہے، یہ ایک شہنشاہ کی ذی عزت دختران ہیں اور اشراف میں سے ہیں اس لئے انہیں نہ تو کوئی کنیز بنا سکتا ہے اور نہ ہی خرید سکتا ہے، یہ خودمختار ہیں جسے پسند کریں یا جس کے ساتھ جانا یا رہنا چاہیں، یہ آزاد ہیں

اسی بنا پر جس وقت مولا امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدۂ گرامی القدر صلواۃ اللہ علیہا کو گھر اطہر میں لایا جا رہا تھا تو مدینہ منورہ کی عورتوں نے ان کے محمل پر پھول نچھاور کیئے تھے

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ماضی میں عرب کا ملک محدود وسائل کی وجہ سے عجم کا ایک طفیلی ملک سمجھا جاتا تھا اور اس کے اسبابِ خورد و نوش کا انتظام اور ترقی کے

دیگر امور ایران کی حکومت انجام دیتی تھی ، اس لئے سارا عرب ایران کو اپنا محسن سمجھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ مدینہ کی عوام نے شہنشاہِ ایران کی دختران کو شہزادیوں جیسا پروٹوکول(Protocol) دیا تھا

یہ قانون میثاقِ یمن سے اسلامی دور تک قائم رہا اور کسی نے اسے توڑنے یا اس کی خلاف ورزی کرنے کی جسارت نہیں کی تھی ، اگر کہیں اس قانون کے خلاف کوئی کام کسی نے کیا بھی تو تمام اہل عرب نے اس کی بھرپور مذمت کی ، بلکہ ایسا کوئی واقعہ پہلی صدی ہجری تک تو بالکل ہوا ہی نہیں تھا

اسی قانون کی پاسداری کے طور پر مخدرات عصمت وطہارت صلواۃ اللہ علیہن کو بھی نہ تو قیدی بنایا گیا ، نہ دورانِ سفران کے ہاتھ باندھے گئے اور نہ ہی کبھی کہیں انہیں سر برہنہ کسی دربار میں پیش کیا گیا تھا

ایسی تمام روایات جو آج تک ہماری کتب میں موجود ہیں یہ سب عباسی عہد کے سیاسی حربوں کا شاخسانہ ہیں ، یعنی خلافِ حقیقت ہیں اور ساقط الاعتبار ہیں

میں عرض کر رہا تھا کہ سرمدین کے لوگوں نے ظالمین کے لشکر کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا تو انہوں نے فصیل کے ساتھ ساتھ اپنا سفر آگے جاری رکھا

سرمدین کی مستورات فصیل پر سوار تھیں ، انہوں نے دیکھا کہ محملوں پر پردہ پوش پاک مستوراتِ عصمت توحید صلواۃ اللہ علیہن سوار ہیں ، ان محملوں کے ساتھ ساتھ شہدائے کرب و بلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر منزل معراج پر محو سفر ہیں جن میں سب سے آگے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر عرش معلیٰ کی زینت ہے ، کسی طرف شہنشاہِ وفا سرکار ابوالفضل العباسؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر ہے ، کسی طرف شہزادہ علیؑ

اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کا سر ہے، پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کے ساتھ شہزادہ امیر قاسمؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا سرا طہر ہے، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کا معصوم سر ان کی والدۂ گرامی صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کے ساتھ محو خرام ہے

یہ منظر دیکھ کر فصیل پر سوار عورتوں نے اپنے سروں میں خاک ڈالی اور مل کر دکھ بھرے بین کرنا شروع کر دیئے، جیسے جیسے محمل سامنے آتے گئے یہ عورتیں ہر پاک مستور کو پرسہ دیتی رہیں، جس وقت شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدۂ گرامی کا محمل سامنے آیا تو عورتوں نے بے تحاشہ گریہ اور بین کرتے ہوئے انہیں پرسہ دیا اور کہنے لگیں کہ اے معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! آپ کے نوجوان لخت جگر کی شہادت کا ہمیں بے حد افسوس ہے، اس کا تو سہرہ بندی کا موسم تھا، خدا جانے ایسے ماہ لقا کی شہادت کو آپ نے کیسے برداشت کیا ہے کیونکہ جس ضعیف والدہ کا ایسا نوخیز بیٹا آنکھوں کے سامنے شہید ہو اس کا زندہ رہنا محال ہوتا ہے

اسی محمل کے ساتھ معظّمہ ءِ کونین عاؑلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کا محمل تھا، سرمدین کی عورتوں نے انہیں مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام کا پرسہ دینا شروع کیا اور کہنے لگیں کہ اے معظّمہ! ہمیں بتائیں کہ آپ کے پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کو کفر و نفاق کے بانیوں نے کیسے زین ذوالجناح سے اُتارا تھا؟ ان کی شہادت کے ساتھ ہی آپ کے نصیب کا سورج غروب ہوا ہوگا، ہم نے سنا ہے کہ یہ ظالمین ازل آپ کے ذی توقیر پاک بھائی علیہ الصلواۃ والسلام کی شہادت کے بعد آپ کے خیام کو لوٹنے کیلئے جمع ہو گئے تھے اور اُس وقت آپ سب ایک دوسرے کو گلے لگا کر روتے رہے تھے

جس وقت عورتوں کے سامنے شہنشاہِ وفا علیہ الصلواۃ والسلام کا سرا طہر آیا تو یوں گویا ہوئیں

کہ اے نبی زادیو صلواۃ اللہ علیہن ! آپ کے پردوں کے ضامن اور وفاؤں کے مان کا جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، یہ آپ کا نا قابل تلافی نقصان ہے جس کا ازالہ ممکن ہی نہیں ہے، کیا یہ سچ ہے کہ آپ کا یہ وفادار بھائی آخری وقت تک پردے بچانے کی اپنے تئیں کوشش کرتا رہا تھا، اور اسی کوشش میں انہوں نے اپنے دونوں بازو بھی قربان کر دیئے تھے

مخدومہ و معظّمہ عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کے پیچھے دو ظالم شجر طوبیٰ کی دو شاخوں پر جناب عون و محمد علیہما الصلواۃ والسلام کے پاک سر اُٹھائے چلے آ رہے تھے اور دونوں بیٹوں کی نگاہیں اپنی پاک والدہ معظّمہ صلواۃ اللہ علیہا کے محمل کا طواف کر رہی تھیں، اُس وقت ان عورتوں نے معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو ان کے فرزندوں کا پرسہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ آپ ان کمسن معصوم بیٹوں کا پرسہ قبول فرمائیں کہ جو جوانی کی دہلیز پر پہنچنے سے پہلے ہی اپنی تمام حسرتیں دل میں لے کر اپنے آقا کے مقصد پر قربان ہو گئے مگر آپ کو سرخرو اور سربلند کر چلے ہیں، ان کے تو کھیلنے کے دن تھے، ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ ہم کس طرح اظہارِ افسوس کریں

اس کے بعد شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کا محمل سامنے آیا کہ جنہوں نے واقعہ کربلا کے بعد اپنی ایک سالہ حیاتِ طیبہ دھوپ میں گزاری تھی اور ٹھنڈا پانی بھی کبھی نہیں پیا تھا، اس محمل کے ساتھ صغیر شہزادے علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر دیکھ کر سرمدین کی عورتوں نے اپنے منہ اور سروں پر ماتم کرنا شروع کر دیا جسے ایک ظالم نے انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے اٹھایا ہوا تھا، وہ پاک سر ایک معصوم سا عرشی گلاب بن کر شاخِ طوبیٰ پر کھلا ہوا تھا اور بڑی حسرت و یاس

سے اپنی ماں کی جانب دیکھ رہا تھا، شہزادہ علیؑ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام کی معصومیت دیکھ کر ان عورتوں کی چیخیں نکل گئیں، پہلے تو انہوں نے صغیر کی والدہ پاک صلواۃ اللہ علیہا کو ان کے معصوم بیٹے کا پرسہ دیا اس کے بعد ظالمین کوفہ و شام پر لعنت و ملامت کے کوڑے برسانے لگیں

اس کے بعد جب جناب مسلم بن عقیل علیہا الصلواۃ والسلام کی بیوہ اور جناب مولا غازی پاک علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک ہمشیر صلواۃ اللہ علیہا کا محمل فصیل کے قریب سے گزرا تو تمام عورتوں نے انہیں ان کے سرتاج اور بیٹوں کیلئے اپنے اپنے انداز میں تعزیت پیش کی

پھر ایک اور محمل سامنے آیا تو عورتوں کے گریہ و ماتم میں بے پناہ اضافہ ہوگیا، اس محمل میں ایک پاک ضعیفہ مستور کے ساتھ ایک ایسی کم نصیب پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا تھیں کہ جن کے آثار سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے کچھ وقت کیلئے مہندی لگائی تو تھی مگر کم نصیبی کہ انہیں حنا راس نہ آ سکی تھی، بزرگ معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے اپنی پاک بہو صلواۃ اللہ علیہا کو گلے سے لگایا ہوا تھا اور انہیں دلاسے دے رہی تھیں

عورتوں نے گریہ و ماتم کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے مولا امام حسنؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک گھر کی رونق معظّمہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا! آپ کے لخت جگر شہزادہ امیر قاؑسم علیہ الصلواۃ والسلام کا ارمان اور افسوس صد افسوس ہے کہ امت ملعون نے دستورِ عرب اور میثاقِ یمن کو پس پشت ڈالتے ہوئے جن کی لاش کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، جس کی پاک دلہن صلواۃ اللہ علیہا دلہن بنتے ہی بیوہ ہوگئیں، اور یہ سن کر ہمارے دل زخمی اور چھلنی ہو چکے ہیں کہ آپ کی پاک بہو کا مقدس ترین جہیز بھی ان کمینہ خصلت لوگوں

نے لوٹ لیا تھا، ہمیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ شاید صبر خداوندی کی حامل ہیں کہ نوخیز اور نوجوان بیٹے کی شہادت کے بعد اپنی بیوہ بہو کو سینہ سے لگائے اپنے مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے شام تشریف لے جا رہی ہیں

ہماری دعا ہے کہ جس مقصد کیلئے آپ سب نے ظلم وستم کی ایسی انتہاؤں کو قبول فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے وہ عظیم مقاصد پورے فرمائے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان پاک مخدرات عصمت صلواۃ اللہ علیہن کی غربت اور بے چارگی کو دیکھتے ہوئے اہل سرمدین نے ان کے پاک گھروں کی دوبارہ بحالی اور آبادی کی دعا بھی ضرور کی ہوگی کیونکہ یہ بات عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے

آیئے ہم سب مل کر بھی یہی دعا کریں السید محمد جعفرؑ الزمان کے سلطانِ معظم کا پاک مقصد فوراً سے بھی جلدی پایۂ تکمیل کو پہنچے، یہ تمام پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اپنے پاک گھروں میں پھر سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آباد ہوں

ہمارے مولا و آقا شہنشاہِ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف چشم زدن سے پہلے تشریف لا کر اِس ظالم دنیا سے ظالمین کو مع ظلم وستم نیست و نابود کر دیں تاکہ شہنشاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام پاک اولاد اِس دنیا میں خوشیوں اور ابدی مسرتوں کے ساتھ ابدالآباد تک آباد و شاد رہے اور انہیں کبھی کوئی غم لاحق نہ ہو

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَهُم بِقَائِمِهِمْ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشریف
وَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيهِ وَ عَلٰی آلِهٖ اَجمَعِين

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 47

10 ربیع الاول سن 61 ہجری = 8 دسمبر سن 680 عیسوی بروز منگل قافلہء تسلیم و رضا حلب سے روانہ ہوا، اور سرمدین سے ہوتا ہوا اندرین جا پہنچا، ایک دن یہاں قیام کرنے کے بعد حسب معمول قبل از صبح کاذب یہاں سے آگے روانہ ہوا اندرین سے روانگی کے بعد زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ صبح صادق کے وقت جناب درۃ الصدف سلام اللہ علیہا سے جھڑپ ہوئی جس کی مکمل تفصیل عرض کر چکا ہوں

اس کے بعد ان ملاعین ازل نے نہایت تیزی سے سفر شروع کر دیا، یہ لوگ جلد از جلد یہاں سے دور نکل جانا چاہتے تھے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اس معرکہ میں شہید ہونے والوں کے ورثاء کو جب پتہ چلے گا تو یقیناً وہ اپنے شہداء کا انتقام لینے کیلئے یکجا ہوکر ہمارا پیچھا کریں گے، اسی خطرہ کے پیش نظر انہوں نے معرۃ النعمان کا رخ کیا

معرۃ النعمان

مناسب یہی ہے کہ آئندہ کے واقعات بیان کرنے سے پہلے میں آپ کو اس شہر کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات فراہم کرتا چلوں

یہ جگہ حلب سے 83 کلومیٹر جنوب مشرق کی طرف ہے، حلب سے اندرین 40 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، اور وہاں سے یہ شہر مزید 43 کلومیٹر جنوب میں ہے واضح رہے کہ یہ سارا سفر نومبر اور دسمبر کے دنوں میں ہو رہا ہے، شام کا ملک گرم ملک نہیں ہے، بلکہ یہاں کا موسم اصفہان (ایران) کی طرح ہے، موسم سرما میں کسی کسی مقام پر یہاں برفباری بھی ہوتی ہے

میدانی علاقوں میں روزانہ کا اوسط سفر کم و بیش 80 سے 100 کلومیٹر تھا مگر اب یہ قدرے کم ہو کر 60 سے 80 کلومیٹر رہ گیا ہے کیونکہ ایک تو موجودہ سفر مسلسل پہاڑی علاقہ کا ہے، دوسرا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سردی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

معرۃ النعمان کا اصل نام صرف معرۃ تھا، یزید ملعون کی موت کے بعد نعمان بن بشیر انصاری ملعون نے اپنی بیعت لینے کا ارادہ کیا تھا اور اسی شہر میں فی النار ہوا تھا اور اس کی قبر بھی یہیں بنی تھی جس کی وجہ سے یہ شہر معرۃ النعمان کہلایا جانے لگا آپ کو یاد دِلاتا چلوں کہ نعمان بن بشیر انصاری ملعون جناب مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی سلام اللہ علیہ کا سُسر تھا، خود کو صحابی رسوؐل کہلواتا تھا، جنگ صفین کے دوران یہ ملعون مولا امیر کائنات علیہ الصلواۃ والسلام کا انصار میں سے واحد مخالف تھا، سرکار جناب امیر مسلمؑ علیہ الصلواۃ والسلام جب کوفہ تشریف لائے تھے تو یہ اُس وقت کوفہ کا گورنر تھا، پاک قافلہ ِتسلیم ورضا کو شام سے واپس مدینہ پہنچانے والی فوج کا نگران بھی یہی تھا، اِس کے متعلق مزید معلومات انشاءاللہ شام کے واقعات میں عرض کروں گا

کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ معرہ کا شہر مشہور فلسفی ابوالعلا معریٰ کے نام سے موسوم

ہے، جناب عبداللہ بن عمار بن یا سر اور جناب یوشع بن نون کا مزار بھی یہیں ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جناب یوشع بن نون کا اصل مزار انابلس میں ہے حقیقت کا بہتر علم ذاتِ خدا ہی کو ہے

معرۃ النعمان کے علاقہ میں پانی وافر مقدار میں دستیاب ہے، یہاں زیتون کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے، زیتون کا درخت ہمارے ملک کے کاہو کے درخت سے مشابہہ ہوتا ہے جس کے پھل سے روغن زیتون حاصل کیا جاتا ہے

لشکر شام دن کے تقریباً دس گیارہ بجے یہاں پہنچا، یہ ملاعین بغیر قیام کئے یہاں سے گزر کر آگے چلے گئے، اِس لئے یہاں کے لوگوں میں سے کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی، نہ کوئی اہمیت دی، اور نہ ہی ان کی کوئی آؤ بھگت کی، اور یہ لشکر چپ چاپ آگے روانہ ہوگیا، اس لئے یہاں کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا

کفر طاب یا کفر رماہ

معرۃ النعمان سے چھ یا سات کلومیٹر جنوب کی طرف کفر طاب کا قصبہ تھا جو آبادی میں مسلسل اضافہ کی وجہ سے اب شہر کی صورت اختیار کر چکا ہے، یہاں سے گزر کر انہوں نے شیزر کا رخ کیا

شیزر

اُس دور میں یہ معرۃ النعمان کے قریبی یا نواحی شہروں میں شمار ہوتا تھا، اور معرہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 40 کلومیٹر تھا، محل وقوع کے اعتبار سے یہ حماۃ سے 18 کلومیٹر شمال مغرب کی طرف واقع تھا، جہاں سے نہر عاصی نیم دائرہ میں گھوم کر

حماۃ کا رخ کرتی تھی، اِس شہر میں ایک فوجی قلعہ بھی تھا جس کے آثار آج بھی موجود ہیں

یہ وہی قلعہ ہے کہ جہاں جناب سیف الدولۃ کی ٹیکفورس سے معرکہ آرائی ہوتی رہی تھی، جدید ورلڈ اٹلس کے نقشہ میں شیزر کا نام موجود نہیں ہے مگر قدیم نقشوں میں اسی مقام کی نشاندہی کی گئی ہے

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ نہر عاصی اس شہر سے باہر نیم دائرے کی شکل میں گزرتی تھی گویا اس شہر کی حفاظت کیلئے یہ نہر ایک پانی سے بھری ہوئی خندق کا کام دیتی تھی، اس نہر پر ایک پل تھا جو شام سے آنے والوں کیلئے خندق عبور کرنے کا واحد راستہ تھا، یہ شہر 17 ہجری میں ابوعبیدہ بن حماۃ نے فتح کیا تھا، اُس دور میں یہاں زیادہ تر بنی منقذ کے لوگ آباد تھے

ملاعین شام نے اس شہر میں قیام کے اِرادہ سے شیزر کے حاکم کی طرف قاصد روانہ کیا کہ ہمارے خورد ونوش اور رہائش کا انتظام کیا جائے

شیزر کے حاکم نے یہ خط قبائل کے سرداروں کی موجودگی میں پڑھا اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تو تمام قبائلی سرداروں نے کہا کہ جب تک ہم اپنے ایک عمر رسیدہ بزرگ سے مشورہ نہ لے لیں ہم کوئی رائے نہیں دے سکتے اسی غرض سے یہ تمام قبائلی سردار اپنے بزرگ کے پاس آئے اور اسے تمام صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے مشورہ طلب کیا، شیزر کے اِس معمر بزرگ کا نام تاریخ کی کتب میں موجود نہیں ہے، یا پھر یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا ہے

یہ بزرگ ان لوگوں کی باتیں سن کر صدمہ سے رونے لگا، تھوڑی دیر کے بعد جب اس کی طبیعت اعتدال پر آئی تو اس نے قبائلی سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ مجھ سے مشورہ طلب کرنے آئے ہیں تو میرا فرض ہے کہ میں آپ کو صحیح مشورہ دوں، میرے خیال کے مطابق آپ سب کو متفق و متحد ہو کر ان ظالمین سے جنگ کرنا چاہیے، اور اگر آپ جنگ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں تو کم از کم اتنا تو کر سکتے ہو کہ ان ملاعین ازل کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیں کیونکہ یہ ظالمین ہمارے ہادی ورہبر شہنشاہ معظم سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک فرزند کو شہید کر کے واپس شام جا رہے ہیں، انہیں ایک گھونٹ پانی دینا گناہ عظیم ہے، سامانِ خورد ونوش مہیا کرنا روزِ قیامت کی شرمندگی کا موجب ہے، آپ سب میرے سامنے یہ قسم اُٹھائیں کہ آپ انہیں ایک دانہ گندم اور ایک گھونٹ پانی بھی نہیں دیں گے

اس معمر بزرگ کے کہنے پر تمام سرداروں نے متفقہ فیصلہ کرتے ہوئے قسم کھائی کہ انشاء اللہ ہم ایسا ہی کریں گے

اس کے بعد اہل شیزر نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پل کے زنجیر توڑ کر شہر میں داخل ہونے کا واحد راستہ مسدود کر دیا، اس زمانہ میں عام پل زنجیروں سے ہی بنائے جاتے تھے یعنی لکڑی کے تختے زنجیروں سے باندھ کر راستہ بنایا جاتا تھا زنجیروں اور تختوں سے تیار کئے جانے والے پل کو عربی میں قنطرہ کہا جاتا تھا

دوسرا کام یہ کیا کہ شیزر کے مرکزی دروازہ کے سامنے موجود خندق میں فوراً بھاری لکڑیاں بھر دی گئیں کہ اگر ظالمین زبردستی اندر گھسنے کی کوشش کریں تو خندق

میں فوراً آگ جلا کر اہل شہر کو ان کے شر و ضرر سے بچایا جا سکے

جس وقت یہ ملاعین ازل شیزر کے قریب پہنچے تو لوگوں نے خندق میں آگ روشن کر دی، فصیل پر چڑھ کر تیروں کے سروں پر کپڑا لپیٹ کر اور ان کپڑوں کو روغن زیتون سے تر کر کے آگ لگا کر جلتے ہوئے آتشی تیر ملعون لشکر پر برسانے شروع کر دیئے، ساتھ ہی شامی ملاعین کو لعن طعن کرنے لگے جس کی وجہ سے ملاعین ازل نے یہاں سے راہِ فرار اختیار کی اور رُکے بغیر آگے چلے گئے

بعد ازاں شام پہنچنے پر اہل لشکر نے فرعونِ شام یزید ملعون سے ان لوگوں کے منفی اور جارحانہ رویہ کی شکایت کی تھی، اس لئے کچھ دنوں بعد یزید ملعون کے حکم سے اِس شہر یعنی کفر طاب پر شامی فوج نے حملہ کر دیا، عوام کے گھروں کو آگ لگا کر انہیں مسمار کر دیا اور اِس پورے شہر کو برباد کر دیا گیا، اور یہاں کے حاکم کو خاندانِ تطہیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے جرم میں پابند سلاسل کر کے شام لے جایا گیا تھا

کنیسہ قسیس

شیزر سے بدحواس ہو کر نکلنے کے بعد جب یہ ملاعین ازل آگے روانہ ہوئے تو ان کے پاس طویل سفر کرنے کا وقت بالکل نہیں تھا کیونکہ شام ہونے والی تھی

اس لئے کسی نزدیکی مقام پر سر چھپانے کی جگہ تلاش کرتے ہوئے یہ نہر عاصی (ارالتس) کے کنارے کنارے چل پڑے، ابھی دو کلومیٹر سفر کیا ہو گا کہ نہر کے کنارے انہیں عیسائیوں کا ایک گرجا گھر نظر آیا

عربی زبان میں گرجا کو کنیسہ کہا جاتا ہے، لاطینی زبان میں کلیسا کہتے ہیں، چھوٹے

گرجا گھر کو سوقی زبان میں ''دَیر'' کہا جاتا ہے، لفظ دیر دار کی تصغیر ہے جس کا مطلب چھوٹا گرجا گھر ہے، اِس مقام پر عیسائیوں کا جو معبد تھا وہ کنیسہ یا کلیسا تھا ''قسیس'' راہب سے بلند درجہ کے عیسائی مذہبی پیشوا کو کہا جاتا ہے

یہ کنیسہ شاید آج دیر صلیب کے نام سے مشہور رہے مگر اب یہاں اُس دیر کے صرف کھنڈرات باقی ہیں

شامی اور کوفی ملاعین جس وقت اِس کنیسہ کے قریب آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ ایک بڑا گرجا گھر ہے جہاں عیسائیوں کا ایک بہت بڑا عبادت گزار اور مذہبی پیشوا رہتا ہے، یہ لوگ اُس کے پاس گئے اور اسے اپیل کی کہ ہم مسافر ہیں ہمیں فقط ایک رات یہاں گزارنے کی اجازت دیں صبح ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اُس عیسائی عابد نے بڑی لاپرواہی سے کہا کہ تم کلیسا کے صحن میں خیمے لگا دو، جہاں پانی کا معقول انتظام ہے، اگر کوئی چیز ضرورت ہو تو کنیسہ کے خادم سے لے لینا

انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم لوگ صحن میں رات بسر کرلیں گے مگر آپ اتنی مہربانی کریں کہ ہمارے ساتھ جو پردہ دار مستورات ہیں انہیں کلیسا کے کسی کمرہ میں رہنے کی اجازت دے دیں اور شہداء کے سروں کو کسی محفوظ جگہ پر رکھوا دیں کیونکہ ہمیں اپنے دشمنوں سے خطرہ ہے

اُس قسیس نے کہا کہ ٹھیک ہے تم لوگ صحن میں اپنے خیام نصب کرو، مستورات کو کنیسہ کے اندر بھیج دو، اور سر ہائے شہداء کو سامنے برآمدے میں رکھوا دو

اجازت ملنے پر انہوں نے پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیہن کو جناب سید الساجدین

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ کلیسا کے اندر بھیج دیا، باقی تمام سر ہائے شہداء برآمدے میں رکھ دیئے، مگر مولا امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر معراجِ طور پر ہی رہنے دیا اور خود کھانے پینے کے کام میں مصروف ہو گئے

یہاں جو واقعہ رونما ہوا، اُس کے راوی سلیمان بن اعمش ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کی ادائیگی کے لئے مکہ گیا اور اُس وقت میں طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ اچانک میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر دعا کر رہا تھا کہ

☆اللھم اغفرلی وانا اعلم انك لا تغفر

اے اللہ! تو مجھے بخش دے، مگر مجھے یقین ہے کہ تو مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گا

جناب سلیمان کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے یہ دعا سنی تو مجھے اس شخص پر رحم آیا، میں اُس کے پاس گیا اور کہا کہ اے عبد خدا! تو یہ کیسی دعا مانگ رہا ہے؟

انسان کو رحمت خدا سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے، تو ایسی ناامیدی کی باتیں کیوں کر رہا ہے؟ وہ بولا کہ میں بہت بڑا گناہگار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید اور مایوس ہو چکا ہوں

میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ اے احمق! انسان کے گناہ اگر جبل تہامہ سے بڑے ہوں، یا بارش کے قطرات سے زیادہ ہوں، یا زمین و آسمان سے بھی بڑے ہوں تو پھر بھی اُسے کریم ازل کی رحمت واسعہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے

وہ شخص روتے ہوئے کہنے لگا کہ میرا گناہ ان سب چیزوں سے بہت بڑا ہے

جنابِ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ آخر تیرا وہ کون سا گناہ ہے؟ کہ جو اِن تمام چیزوں سے بڑا ہے

اُس ملعونِ ازل نے اپنے جرائم کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ

میں اُس فوجی دستہ میں شامل تھا کہ جسے فرعونِ کوفہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون نے قافلہءِ تسلیم ورضا کو کربلا سے شام لے جانے پر مامور کیا تھا، دورانِ سفر جس وقت شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر پر مامور افراد عذابِ اِلٰہی سے معذب ہوکر واصل جہنم ہوئے تو جن چالیس افراد کو سرہائے اطہر کی نگرانی کا کام سونپا گیا اُن میں سے ایک میں بھی تھا

جب ہم کنیسہءِ قسیس پہنچے تو ہمیں کافی دیر ہو چکی تھی، ہم نے جلدی سے سرہائے اطہر کے صندوق کنیسہ کے ایک کمرے میں رکھ دیئے مگر امام مظلوم صص کے پاک سر کو صندوق میں بند کرنے کی بجائے ہم نے معراج کی منزل سے اتار کر صندوق کے اوپر رکھ دیا، اور گرجا کے برآمدہ میں ان صندوقوں کے سامنے بیٹھ کر ہم لوگ کھانا کھانے لگے اور ساتھ ہی ایک دوسرے سے گپ شپ کرنے لگے

اچانک سامنے والی دیوار سے ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا جس نے اپنی انگشت شہادت سے پتھر کی اُس دیوار پر یہ الفاظ تحریر فرمائے

☆اترجوا امة قتلت حسینا علیہ الصلواۃ والسلام ......الخ

واضح رہے کہ کوفہ سے شام کی طرف روانگی کے بعد پہلی منزل پر موٴکلانِ رؤس کے سامنے بھی یہی الفاظ تحریر کیئے گئے تھے، پھر جب وہ ملاعین لقمہءِ نارِ جہنم بنے اور ان میں سے صرف ایک ملعون بچ گیا تو موٴکلانِ رؤس کی دوسری ٹیم تشکیل دی گئی تھی، اور کنیسہءِ قسیس میں دوبارہ اُن کے سامنے یہی عبارت دستِ غیب سے تحریر فرمائی گئی تھی

واقعہ ءِ قسیس

کھانا کھانے کے بعد یہ موٴکلانِ روٴس امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرِ اطہر کو وہیں چھوڑ کر سو گئے، چونکہ یہ بہت زیادہ تھکے ہوئے تھے اس لئے جلد ہی انہیں نیند نے آلیا

رات ڈھلے قسیس راہب نے اپنے گرجا کی بالائی منزل سے نیچے جھانکا تو اُسے ایک عجیب منظر نظر آیا کہ ☆ فنری نوراً ساطعاً من فوق الراس

امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرِ اطہر سے نور ساطع ہو رہا تھا

وہ کافی دیر تک حیرت و استعجاب کے عالم میں دیکھتا رہا، پھر وہ نیچے اُتر آیا

اس وقت تک اکثر لوگ سو چکے تھے، کچھ سونے کی تیاری کر رہے تھے اور ایک دو پہرے دار جاگ رہے تھے، قسیس نے پہرہ داروں سے پوچھا کہ یہ پاک سر کس کا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کیوں پوچھتے ہیں؟

وہ بولا کہ میں آج رات کیلئے یہ پاک سر تم سے لینا چاہتا ہوں

انہوں نے جواب دیا کہ تو جا کر سالارِ لشکر سے بات کر، جو سامنے والے خیمہ میں سونے کی تیاری کر رہا ہے، ہم اس کے حکم کے بغیر یہ سر آپ کو نہیں دے سکتے

راہب عمر ابن سعد ملعون کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ یہ پاک سر کس کا ہے؟

اس ملعون نے بتایا کہ یہ سر امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ہے، راہب نے فوراً سوال کیا کہ کیا یہ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا کے لختِ جگر کا سر ہے؟

وہ ملعون بولا کہ ہاں انہیں کا پاک سر ہے

راہب کہنے لگا کہ جب نصرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مباہلہ ہوا تھا اور سرکار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر اطہر سے میدانِ مباہلہ میں تشریف لائے تھے تو اُن کے دونواسے ان کے ہمراہ تھے جن میں سے ایک نے آپ کی انگلی پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے کو آپ نے سینہء اطہر سے لگایا ہوا تھا، تم یہ بتاؤ کہ یہ پاک سر اُن میں سے کس شہزادے کا ہے؟

ابن سعد ملعون نے کہا کہ اپنے جس فرزند کو شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آغوش میں اُٹھا رکھا تھا یہ انہی کا سر ہے

راہب کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگا کہ کیا تم لوگوں نے کلمہ پڑھنا چھوڑ دیا؟ وہ ملعون بولا کہ ہم کلمہ گو مسلمان ہیں

راہب نے کہا کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی کہ تم کیسے مسلمان کلمہ گو ہو؟

☆لکم واللہ لو کان لعیسیٰ بن مریم سلام اللہ علیہا ابن لھمنا علیٰ احداقنا

اگر ہمارے نبی جناب عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی فرزند آج اِس دنیا میں موجود ہوتا تو اللہ کی قسم ہم اسے اپنی آنکھوں میں جگہ دیتے، اور اگر جناب موسیٰ علیہ السلام کے اسباط (نواسوں) میں سے کوئی آج موجود ہوتا تو واللہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر اسی کی عبادت کرتے

تم کیسے مسلمان ہو؟ کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک نواسے کو شہید کرنے کے بعد اُن کے پاک سر کی شہر بہ شہر تشہیر کرتے پھر رہے ہو، اور پھر بھی دعویٰ کرتے ہو کہ ہم کلمہ گو ہیں، ہم مسلمان ہیں، تم کو مسلمان کہلواتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی؟

عمر ابن سعد ملعون ذرا بگڑ کر کہنے لگا کہ یہ ہم مسلمانوں کا آپس کا مسئلہ ہے، تمہیں اِس معاملہ میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے، اِس کے علاوہ کوئی دوسری بات پوچھنا ہے تو پوچھ سکتے ہو ورنہ یہاں سے چلے جاؤ

راہب نے کہا کہ آج رات کیلئے یہ سر اطہر مجھے دے دو، میں اِسے اپنی عبادت گاہ میں لے جاؤں گا، ابن سعد ملعون نے لالچ بھرے انداز سے پوچھا کہ اگر میں یہ سر تمہیں دے دوں تو اس کے عیوض مجھے کیا ملے گا

راہب نے کہا کہ جو کچھ جی چاہے مانگ لو میں تمہیں دے دوں گا

وہ ملعون بولا کہ ایک رات کیلئے یہ سر اطہر اپنے پاس رکھنے کیلئے تمہیں ایک لاکھ درہم مجھے دینا ہوں گے، تب میں یہ سر تمہارے حوالے کروں گا

راہب نے جواب دیا کہ میرے پاس 80 ہزار درہم موجود ہیں، تم وہ لے لو اور یہ پاک سر مجھے دے دو

ابن سعد ملعون نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ اسی ہزار درہم لے کر یہ سر اطہر اس کے حوالے کر دو، اور گرجا کے باہر پہرہ سخت کر دو تا کہ یہ راہب پاک سر کو باہر نہ لے جا سکے

یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اِس قسیس سے جو 80 ہزار درہم ان ظالمین نے وصول کیئے تھے، دوسرے دن یہاں سے روانہ ہونے کے بعد ابن سعد ملعون نے جب انہیں کھول کر دیکھا تو ان میں سے ہر سکے کی ایک سائیڈ پر لکھا تھا کہ

☆ ولا تحسبن الله غافلا .... الخ

اور دوسری جانب یہ آیہ مبارکہ درج تھی کہ

☆وَسَيَعلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

یہ دیکھ کر اس ملعون ازل نے پریشان ہو کر کہا تھا کہ☆خسرت الدنیا والآخرہ اور حکم دیا کہ ان تمام سکوں کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے فوراً دریا میں پھینک دو

آمدم برسر مطلب

یہ قسیس مولا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر لے کر گریہ وزاری کرتا ہوا گرجا میں آیا

☆ ونظفه وحشا بمسك وكافور و وضعه فی حجرته

گردِ سفر صاف کرنے کیلئے پہلے اِس بزرگ نے سر اطہر کو غسل دیا، پھر مشک و کافور سے معطر کیا اور اپنے عبادت خانہ میں آ کر صلیب کے سامنے سجادۂ عبادت پر بیٹھ گیا، سر اطہر کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پیشانی پر بوسے دینے لگا اور روتے ہوئے کہنے لگا کہ یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ اِن ظالموں نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ آپ تو عرشِ علیٰ کے مکین تھے، لوگوں کو دین حق سکھانے کیلئے زمین پر تشریف لائے تھے، آپ تو ہمیں انسانیت اور امن و آشتی کا درس دینا چاہتے تھے، مگر افسوس صد افسوس! کہ بے قدر مخلوق نے آپ کے تمام احسانات کو پس پشت ڈالتے ہوئے آپ پر ظلم وستم کی انتہا کر دی ہے، واللہ اس سے زیادہ ظلم کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ اپنے محسن اعظم کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا جائے

اے فرزند رسولِ ثقلین! ہزار جان سے قربان جاؤں آپ کی عزت وعظمت پر

جس وقت اِس راہب کی بات مکمل ہوئی تو گرجا گھر میں ہاتف غیبی کی آواز گونجی

☆طوبیٰ لك وطوبیٰ لمن عرف حرمته

آپ کو طوبیٰ کی بشارت ہو، اور طوبیٰ ان کیلئے ہے کہ جوان کی پاک عظمت وشان سے واقف ہو...... یہ آواز سنتے ہی یہ راہب حیران ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگا جب اسے آس پاس کوئی ذی روح نظر نہ آیا تو یہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ واقعی ہاتف غیبی کی آواز ہے، جو اِسی کریم ازل کی وجہ سے خالق عالمین کی طرف سے آئی ہے، اُس وقت اس نے پاک سر کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور دعا کرنے لگا کہ

☆یا رب بحق عیسیٰ بن مریم علیهما السلام تامر هذا الراس بالتکلم

اے میرے خالق! تمہیں جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حق کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ اپنے اِس محبوب کو مجھ سے کلام کرنے کی اجازت عطا فرما

ابھی اس کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر نے آنکھیں کھولیں اور راہب سے مخاطب ہوکر فرمایا ☆ یا راهب ای شئ ترید

بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟...... یہ کلام سنتے ہی راہب ادب سے جھک کر عرض کرنے لگا کہ آقا! آپ مجھے اپنی شان اور عظمت سے آگاہ اور آشنا فرمائیں

شہنشاہِ معظم علیہ الصلواۃ والسلام نے اسے معارف تعلیم فرمائے، پھر اس راہب نے عرض کیا کہ مجھے روزِ قیامت بخشش کی ضمانت عطا فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ ہم تیری آخرت کے ضامن ہیں، اِس راہب نے عرض کیا کہ اب مجھے کلمہ پڑھائیں، آپ نے اسے کلمہ پڑھایا اور مشرف بہ اسلام کیا

اسی طرح روتے روتے رات گزر گئی، صبح کاذب کے قریب روانگی یا کوچ کے نقارے بجنے لگے، اُس وقت راہب نے بارگاہِ امام عالی مقام میں عرض کیا کہ آپ مجھے حکم دیں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

شہنشاہِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت تلاوت فرمائی کہ☆ ان الله مع الصابرین
عین اسی وقت عبادت خانہ کے دروازہ پر دستک ہوئی ، اِس راہب نے دروازہ کھولا تو ایک ظالم نے اِس سے کہا کہ سالارِ لشکر عمر ابن سعد ملعون یہ سر اطہر مانگ رہا ہے ، یہ راہب سر اطہر کو اُٹھائے روتا ہوا ابن سعد ملعون کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا کہ☆ یا عمر سئلتك بالله و بحق رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا تعود الی ما کنت تفعله بهذا الراس
میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ جس طرح بے ادبی سے اِس سر اطہر کو لے کر تو اس مقام پر آیا ہے ، مجھ سے وعدہ کر کہ پھر کبھی ایسی بے ادبی نہیں کرے گا ، اگر تو یہ وعدہ نہیں کرے گا تو میں یہ پاک سر تمہیں نہیں دوں گا
عمر ابن سعد ملعون نے وعدہ کرتے ہوئے کہا کہ یقین جانو میں پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا ، مگر یہ وعدہ فقط سر اطہر وصول کرنے کیلئے تھا ، کیونکہ یہاں سے روانہ ہونے کے بعد اس نے پہلے کی طرح بے ادبی کا عمل شروع کر دیا تھا
یہ راہب سرکار امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر ظالمین کے سپرد کر کے واپس آنے لگا تو اِس نے دیکھا کہ جناب سجادؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام پردہ دارانِ توحید صلواۃ اللہ علیہن کیلئے محمل تیار کر رہے تھے ، جب اِس کی نگاہ آپ پر پڑی تو یہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آپ کے قریب آیا اور سر جھکا کر پوچھنے لگا کہ اے عزت وعظمت خداوندی کے زندہ مظہر کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ کون ہیں؟ کیونکہ آپ کو دیکھ کر تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا تعلق کسی شہنشاہ گھرانہ سے ہے ، یا پھر آپ عرشِ اِلٰہی کے وارث و مالک ہیں

آپ مجھے اپنا تعارف کرائیں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ ملاعین ازل آپ کو کس جرم میں قیدی بنا کر لے جا رہے ہیں؟

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ اے راہب! جب کوئی شریف اُجڑ جائے تو اُس سے حسب ونسب نہیں پوچھا کرتے، کیونکہ لٹے ہوئے شرفاء کیلئے اجنبیت کا پردہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتا ہے

راہب آپ کے حسن کلام سے متاثر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آقا! میں سمجھ گیا ہوں کہ واقعی آپ کا تعلق شرفاء کے کسی اعلیٰ ترین خاندان سے ہے، صرف اپنے دل کی تسلی کرنا چاہتا ہوں

جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے رو کر فرمایا کہ میں علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہم الصلواۃ والسلام ہوں، ان ملاعین ازل نے میرے پاک بابا کو دھوکہ سے کوفہ بلوایا اور پھر بے جرم وخطا انہیں ان کے تمام اعوان وانصار سمیت کربلا کے ویرانہ میں گھیر کر شہید کر دیا، ہمارا ہنستا بستا گھر برباد اور ویران کر دیا، اب یہ ملاعین ازل مجھے پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے ہمراہ قیدی بنا کر یزید ابن معاویہ ملعون کے پاس شام لے جا رہے ہیں

یہ سنتے ہی راہب دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، پھر جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے قدموں پر گر کر پوچھنے لگا کہ آقا! یہ پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن آپ کی کیا لگتی ہیں؟ جو پردۂ تطہیر کی مالک ہیں، کہ کوئی نگاہ ان کے پاک پردہ کو بھی مس نہیں کر سکتی ہے، مگر صبر خداوندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِن بدفطرت ظالمین کے نرغہ میں کوفہ سے شام تشریف لے جا رہی ہیں

شرم وحیا کے مالک جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے سر جھکا کر فرمایا کہ اے راہب! یہ مجھ کم نصیب کی مائیں، پھوپھیاں، اور بہنیں ہیں، جو اپنے جوان بھائیوں کے سہارے ویرانوں اور بیابانوں کے سفر کرتے ہوئے کربلا تشریف لائی تھیں، مگر امت ملعون نے ان کے سبھی مان ختم کر دیئے ہیں، اور اب یہ بقائے اسلام کے مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے شام جا رہی ہیں، خدا جانے کہ آئندہ ان بے کس سادانیوں کو کن مظالم کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ ظالمین ازل ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے

مگر میں تم پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم سب رضائے پروردگار عالمین کے اسیر ہیں، اور اسی کی سربلندی کیلئے اور اس کے دین حق کی بقا اور سلامتی کیلئے شام جا رہے ہیں، ہم ان کمینہ صفت لوگوں کے قیدی ہرگز نہیں ہیں

تم آج کے بعد صبح و شام یہی دعا کرتے رہنا کہ جس مقصد اعلیٰ و ارفع کی تکمیل کیلئے ہم صبر و تحمل کے ساتھ اتنے صعوبات و مصائب برداشت کر رہے ہیں، ہمارا وہ پاک مقصد جلد پورا ہو اور ہم کفر و نفاق کے مرکز شام کو فتح کر کے کامیاب و کامران واپس آئیں، اور یہ دعا ضرور کرنا کہ ہمارا پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف جلد آئے تا کہ ان ظالمین کی طرف سے ہم پر روا رکھے گئے تمام مظالم کا انتقام لیا جائے

آنسوؤں کی اِس برسات کو قبولیت دعا کی علامت سمجھتے ہوئے تمام مومنین تہہ دل سے فقط یہی دعا کریں کہ خاندانِ توحید کے تمام رنج و آلام و مصائب ہمیشہ کیلئے ختم ہوں، اس پاک گھر میں صدیوں سے جو صف ماتم بچھی ہوئی ہے اب جلد از جلد وہ

لپیٹ دی جائے ،ان کوکم ازکم اتنی خوشیاں ضرور نصیب ہوں کہ انہیں کبھی بھولے
سے بھی کوئی دکھ یاد نہ آئے ،تطہیر قدیر کی مالک و وارث پاک بیبیوں صلواۃ اللہ علیہن
کے پاک پردہ کا انتقام لیا جائے ،ان کے آخری لخت جگر ہمارے شہنشاہِ معظم امام
زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف ابدی اور دائمی خوشیوں کا تاج پہن کر اپنی سب پاک دادیوں
صلواۃ اللہ علیہن کو خوش کریں ،تمام پاک پردہ دار اپنے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو خوش
دیکھیں ،ہر پاک ماں اپنے جوان لخت جگر کی سہرہ بندی کرے

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرجَھُم بِقَائِمِھِمٌ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ الشریف
وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 48

12 ربیع الاول سن 61 ہجری = 10 دسمبر سن 680 عیسوی بروز جمعرات صبح صادق کے وقت ظالمین کوفہ وشام کا یہ لشکر کنیسہ قسیس سے آگے روانہ ہوا

اب ان کے سامنے مرکزی شہر حماۃ تھا جو کنیسہ قسیس سے تقریباً 18 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا، حماۃ سے آگے 60 کلومیٹر پر حمص کا شہر تھا، حمص سے 10 کلومیٹر آگے اورانتس نامی ایک جھیل تھی ، اِس جھیل کی مشرقی جانب دامنات کا علاقہ تھا، یہ دو حصوں میں منقسم بارہ مربع میل میں پھیلا ہوا علاقہ تھا جن میں سے ایک حصہ کو دامناتِ شرقیہ اور دوسرے حصہ کو دامناتِ غربیہ کہا جاتا تھا

تاریخ ومقتل کی کسی کتاب میں یہ وضاحت موجود نہیں ہے کہ کنیسہ سے روانہ ہونے کے بعد قافلہءِ تسلیم ورضا نے کس جگہ قیام کیا تھا، لیکن جب ہم سفر اور فاصلوں کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ دامناتِ غربیہ کے قریب ہی کسی مقام پر یہ قافلہ قیام پذیر ہوا ہوگا کیونکہ اس سے اگلی منزل بعلبک ہے جو دامنات سے 90/80 کلومیٹر آگے ہے، اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کنیسہ سے روانہ ہوکر یہ لشکر ایک ہی دن میں بعلبک پہنچا ہوگا ، کیونکہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ ایک ہی دن میں اتنا زیادہ فاصلہ طے کیا جاسکے ، کیونکہ کنیسہ سے دامنات 88 کلومیٹر دور

ہے اور پھر دامنات سے بعلبک 90/80 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے

حماۃ

حماۃ ملک شام کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر ہے جو حمص سے 45 کلومیٹر اور دمشق سے 198 کلومیٹر شمال کی طرف، اور حلب سے کم وبیش 140 کلومیٹر جنوب کی طرف واقع ہے، نہر عاصی اُس زمانہ میں اِس شہر کے درمیان سے گزرتی تھی مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آج بھی یہ نہر شہر میں سے گزرتی ہے یا اس نے اپنا رُخ تبدیل کرلیا ہے اور اس نہر کا موجودہ نام کیا ہے

حماۃ کا شہر اُس دور کے ترقی یافتہ شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، جس میں باضابطہ طور پر کچی یا نیم پختہ دکانیں بنائی گئی تھیں جبکہ عام شہروں میں باقاعدہ دکانیں یا بازار نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ آج کل کے جمعہ بازار یا اتوار بازار کی طرح بازار لگائے جاتے تھے جہاں سے ضرورت منداشیائے ضرورت خرید کیا کرتے تھے

اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حماۃ چونکہ شامی عربی زبان میں بیوی کو کہتے ہیں، اس لئے یہ شہر حمص کی بیوی کے نام سے موسوم ہوکر حماۃ کہلایا تھا

اِس شہر میں بہت سے قلعے بھی تھے جن میں سے مرکزی قلعہ بہت مضبوط اور خوبصورت تھا جسے رومی حکومت نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے تین سوسال قبل تعمیر کروایا تھا، اِس مرکزی قلعہ کی خندق کافی چوڑی اور گہری تھی جس میں بوقت ضرورت حفاظت کی خاطر نہر عاصی کا پانی چھوڑ دیا جاتا تھا

پہلی مرتبہ ہلاکو خان نے اور دوسری مرتبہ جناب امیر تیمور رحمۃ اللہ علیہ نے حماۃ

کے اس مرکزی قلعہ کو تباہ و برباد کیا تھا

خلیفہ ثانی کے دورِ اقتدار 18 ہجری میں ابوعبیدہ بن جراح ملعون اور خالد بن ولید ملعون نے سب سے پہلے دمشق کو فتح کیا، اور یزید بن ابوسفیان ملعون کو یہاں کا حاکم بنانے کے بعد انہوں نے پہلے حمص اور بعد ازاں حماۃ پر حملہ کر کے ان دونوں شہروں کو فتح کیا تھا

اس زمانہ میں حماۃ شہر کے 9 دروازے تھے جن میں باب السِتن زیادہ معروف تھا خالد بن ولید ملعون کی ایک قبر اِس شہر میں بھی موجود ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ملعون مدینہ میں فی النار ہو کر وہیں دفن ہوا تھا، اور عائشہ بنت ابوبکر نے اس کی موت پر ماتم بھی کیا تھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بنائی گئی خالد بن ولید ملعون کی قبر فرضی ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خالد بن یزید کی قبر ہے مگر اس ملعون کی قبر دمشق میں ہے، حقیقت کلی کا علم تو مالک ذات کو ہی ہوسکتا ہے

شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک غلام سفینہ مہران تھا جسے آپ نے آزاد فرمایا تھا، ایک مرتبہ جب وہ کسی جزیرہ میں گیا تو وہاں ایک جنگلی شیر نے ان پر حملہ کر دیا، انہوں نے شیر سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں سرتاجِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں، یہ سنتے ہی وہ شیر ان کے قدموں میں لوٹنے لگا تھا اور انہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر واپس جنگل میں چلا گیا تھا

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُسی جناب سفینہ مہران کا مزار بھی اِسی شہر میں ہے

مولا امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے غلام خاص جناب قنبر سلام اللہ علیہ سے منسوب ایک مزار بھی یہاں آج تک موجود ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حجاج بن یوسف ملعونِ

ازل نے انہیں جناب کمیل سلام اللہ علیہ کے ساتھ کوفہ میں شہید کیا تھا، اوران کا اصل مدفن کوفہ میں ہے، مگر چونکہ حماۃ میں ان کے مزار کی شبیہ موجود ہے، لہٰذا زائرین کو یہاں بھی زیارت کیلیئے جانا چاہیے

اسی شہر میں ایک مقام کعب الاحبار ہے، جہاں جناب جعفر طیار علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک اولاد کے مزار ہائے اطہر ہیں، یہاں شہنشاہِ معظم سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کی ایک یادگار بھی ہے جو مشہد امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے نام سے معروف ہے

حماۃ شہر کے نزدیک مرکزی شاہراہ کے قریب خالد بن ولید ملعون یا خالد بن یزید ملعون کا ایک محمل بھی تھا جواب کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے

بقول یاقوت حموی یہاں نصیری شیعوں کی اکثریت تھی، مگر یہ معلوم نہیں کہ آجکل اِس شہر میں کس مذہب یا عقیدہ کے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے

مذکورہ بالا بنیادی معلومات کے بعد اپنے موضوعِ کلام کی طرف پلٹتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ کنیسہ قسیس سے روانہ ہونے کے بعد جب ظالمین ازل حماۃ کے قریب پہنچے تو انہوں نے سوچا کہ ہمیں حماۃ شہر جا کر یہاں بھی اپنی جھوٹی فتح کا جشن منانا چاہیے تاکہ یہاں کے لوگوں کے دلوں پر فرعونِ شام کی دھاک بیٹھ جائے، مگر اہل شہر نے تمام دروازے بند کر دیئے اور ان ملاعین کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا صرف یہی نہیں بلکہ فصیل شہر پر چڑھ کر اہل حماۃ نے ان ملاعین پر لعنت و ملامت کے کوڑے برسائے، اور کہنے لگے کہ چاہے تم لوگ ہم سب کو تباہ و برباد ہی کیوں نہ کر دو، ہم تمہیں اپنے شہر میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے، اور اپنے شہر میں اہل بیت اطہار علیہم الصلواۃ والسلام کی بے حرمتی نہیں ہونے دیں گے

مجبوراًان ملاعین ازل کوشہر سے باہر کا چکر کاٹ کرآگے روانہ ہونا پڑا

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قافلہِ تسلیم ورضا حماۃ کے شہر میں داخل ہوا تھا، جس کی دلیل کے طور پر وہ مشہد الراس اور مسجد الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی کا حوالہ دیتے ہیں جبکہ ان مقاماتِ مقدسہ کی حقیقت یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان ملعون کے دورِ اقتدار میں موصل کے مقام خولان (مشہد النقطہ) سے وہ پتھر اُٹھوا لیا تھا کہ دورانِ سفر جس پر مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر رکھا گیا تھا، جس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے، ان ملاعین نے اُس پتھر کو غائب کر دیا تھا، پھر کافی عرصہ کے بعد شاہانِ دیلمی بو یہ خاندان کے عالی مرتبہ افراد نے اُس پتھر کو تلاش کروایا اور اُسی کیلئے حماۃ میں ایک قبہ مبارک تعمیر کروایا جس کی ایک دیوار میں ایک بلند مقام پر شایان شان طریقہ سے اُس پتھر کو نصب کروایا گیا تھا، اس مقام کو مشہد الراس الشریف کہا جاتا ہے، یہاں ایک مسجد بھی ہے جو مسجد الحسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے مشہور ہے، جس سے ملحق ایک خوبصورت باغ بھی تھا

صاحب ریاض القدس بیان فرماتے ہیں کہ جب میں زیارات کے سلسلہ میں اِس مقام پر پہنچا تو مجھے اِس قبہ مبارک کی دیوار پر ایک پردہ نظر آیا، جس وقت میں نے وہ پردہ ہٹایا تو پس پردہ مجھے ایک سفید پتھر نظر آیا ☆ وکان علیه دم منجمد جس پر مجھے منجمد خون نظر آیا، میں نے غور سے دیکھا تو اس پر گلوئے مبارک کی شریانوں تک کے نقش موجود تھے، میرے استفسار پر ایک خادم نے مجھے بتایا کہ اسی پتھر پر مولا کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر رکھا گیا تھا، اس لئے آپ کے گلوئے مبارک کا نقش آج تک اِس پتھر پر موجود اور باقی ہے، اور اکثر اوقات

میں رات کے وقت اِس پتھر سے تلاوت قرآن کی آواز سنتا رہتا ہوں، ہر شب عاشورا اس مقام سے ایک ایسا نور ساطع ہوتا ہے کہ چراغوں کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، اہل شہر یہاں جمع ہوکر ماتم داری اور عزاداری کیا کرتے ہیں، روز عاشور دورانِ ماتم اس پتھر سے ہمیشہ خون جاری ہو جاتا ہے، یہی معجزہ آج کے زائرین کی ایک جماعت نے بھی دیکھا تھا، جس کے وڈیو کیسٹ بھی موجود ہیں

القصہ حماۃ سے مایوس اور بے عزت ہوکر یہ ملاعین حمص کی جانب روانہ ہوئے

لفظ حمص مختلف علاقوں میں مختلف اندازِ تلفظ سے بولا جاتا ہے، ماضی قدیم میں اسے حُمص کہا جاتا تھا، اہل شام اسے آج تک حِمص کہتے ہیں اور عراقی حَمص کہہ کر پکارتے ہیں

کچھ لوگ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ شہر حمص بن مہران بن جان بن مکنف کے نام سے مشہور ہے، کچھ دوسرے محققین کا خیال ہے کہ یہ حمص بن مکنف عملیقی کے نام سے موسوم ہے

یہ شہر دمشق سے 153 کلومیٹر سیدھا شمال اور معمولی سا مشرق کی جانب واقع ہے

ابو عبیدہ بن جراح ملعون کے فتح کرنے کے بعد یہ شہر ہمیشہ بنی امیہ کے ملاعین کا ایک گڑھ یا اڈا رہا تھا، اور آج بھی یہاں کثرت انھی کے پیروکاروں کی ہے، مگر نصیری بھی یہاں کافی تعداد میں آج تک آباد ہیں

یہ شہر ملک شام کا تیسرا بڑا شہر شمار ہوتا ہے، جس کی موجودہ آبادی کم و بیش 35

ہزار نفوس پر مشتمل ہے، اِس شہر میں بھی خالد بن ولید ملعون کی قبر ہے اور اسی ملعون سے منسوب ایک مسجد بھی ہے، جس سے تین سو میٹر جنوب کی طرف مسجد طیار ہے، یہ جگہ جناب جعفر طیار علیہ الصلواۃ والسلام کی ملکیت تھی، اور اسی جگہ ان کے شہزادگان جناب عبداللہ اصغر علیہ الصلواۃ والسلام اور جناب عبیداللہ اصغرؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے مزارات بھی ہیں اس شہر میں جناب ثوبان سلام اللہ علیہ (جو بہت مشہور، مقدس اور ذی مرتبہ صحابی ہیں) سمیت چودہ معتبر اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار موجود ہیں

یہ شہر حماۃ سے سیدھے راستہ پر 46/45 کلومیٹر دور ہے، مگر حماۃ سے حمص کا جو راستہ ملاعین شام نے اختیار کیا وہ نہر اورانٹس کے کنارے کنارے تھا اور اُس راستہ سے حمص 60 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا، یہ شہر دمشق اور حلب کے عین درمیان ہے، اس سے متعلق باقی معلومات دمشق کے واقعات میں عرض کروں گا

ظالمین جس وقت حماۃ سے روانہ ہوئے تو ان کا خیال تھا کہ ہم اب حمص میں جا کر ہی قیام کریں گے، اسی خیال سے انہوں نے وہاں کے حاکم عمر بن نشیط ملعون کی طرف اپنی آمد کا اطلاعی خط ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کیا

منزل جہنیہ کے ضمن میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کا بھائی خالد بن نشیط حاکم جہنیہ تھا جس وقت ان ملاعین ازل کا خط عمر بن نشیط ملعون کو موصول ہوا تو

☆فلما قرا الکتاب امر با لاعلا م فنشرت والمدینۃ تزینت و تدعی الناس من کل جانب و مکان و خرج و تلقاھم علیٰ حد مسیرہ ثلاثۃ امیال

خط ملتے ہی اِس ملعون ازل نے حکم دیا کہ لشکر شام کے استقبال کیلئے ہر طرف علم لہرائے جائیں، تمام شہر کو جتنا زیادہ ممکن ہو سکے سجایا جائے، گرد و نواح کے لوگوں

کو استقبال کیلئے بلایا جائے ، اور یہ لشکر جس وقت ہمارے شہر کے قریب پہنچے تو مجھے اطلاع دی جائے ، کیونکہ میں خود جا کر بھرپور طریقہ سے استقبال کروں گا
جس وقت لشکر شام حمص کے قریب پہنچا تو اس ملعون کو مطلع کیا گیا اور اس نے شہر سے تین میل باہر جا کر اس کا استقبال کیا تھا
پہلے تو اہل حمص کو معلوم ہی نہیں تھا کہ کون آ رہا ہے اور ہمیں کس کا استقبال کرنا ہے مگر عمر بن نشیط ملعون کے شہر سے باہر جانے کے بعد ایک آدمی نے رئیس البلد سے جا کر کہا کے اے سردار! کیا آپ کو معلوم ہے کہ جس لشکر کے استقبال کیلئے آپ جشن کا اہتمام کر رہے ہیں ، وہ ملعون لشکر کیا کچھ کر کے یہاں آ رہا ہے؟
رئیس البلد نے کہا کہ واقعی ہمیں کچھ علم نہیں ہے ، اُس شخص نے روتے ہوئے بتایا کہ یہ ملاعین ازل کوفہ کے نزدیک کربلا کے ویرانہ میں فرزند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولا امام حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کے بعد ان کے سرہائے اطہر بطور تحفہ فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون کے پاس لے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بہو بیٹیاں صلوٰۃ اللہ علیہن بھی ہیں ، جن کی شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ تشہیر و تضحیک کرتے ہوئے شام لے جا رہے ہیں اور اسی مقصد کیلئے اب یہ ملاعین ازل ہمارے شہر میں آ رہے ہیں
یہ بات سن کر رئیس البلد رونے لگا ، اس نے فوراً قبائلی سرداروں کو جمع کیا اور انہیں اِس جگر خراش حقیقت سے آگاہ کیا ، وہ سب بھی رونے لگے اور کہنے لگے کہ
☆فقالوا أ اکفر بعد الایمان ام ضلالِ بعد الھدیٰ
کیا ہمارے لئے کسی طور پر یہ بات مناسب ہے کہ ہم ایمان لانے کے بعد کافر ہو

جائیں، یا پھر ہدایت یافتہ ہونے کے بعد گمراہی کو گلے لگالیں؟

ہرگزنہیں ...... ہرگز ہرگز ایسانہیں ہوسکتا ...... بلکہ ہم اپنی جانوں پرکھیل کراوراپنی زندگی داؤ پرلگا کر حاکم حمص کے سامنےتلواروں کی دیوارکھڑی کردیں گے، اور ملاعین کے اس لشکرکو اپنے شہرمیں داخل نہیں ہونے دیں گے

استقبال کیلیئے آنے والی حمص کی مستورات پر جس وقت یہ حقیقت منکشف ہوئی تو انہوں نے بین شروع کردیئے اور آلِ ابوسفیان پرلعنت کرنا شروع کردی

جس وقت عمر بن نشیط ملعون ظالمین کو لے کرشہر کے دروازہ پرآیا تو عورتیں فصیل کی دیواروں پرسوارتھیں اورفرعونِ شام اورلشکر شام پرلعنت و ملامت کی سنگ باری کرنے میں مصروف تھیں

جب یہ فصیل کے بالکل قریب پہنچے تو عورتوں نے ان ظالمین پر پتھروں کی بارش کردی، یہ دیکھ کرحمص کےنوجوانوں کو جوش آگیا، انہوں نے بھی تلواریں بے نیام کرلیں، اس وقت خولٰی بن یزیداصبحی ملعون کوشک ہوا کہ یہ ساری چال خودعمر بن نشیط کی ہے، اس نے کسی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے آؤ دیکھا نہ تاؤ،تلوار نیام سے کھینچی اورعمر بن نشیط ملعون پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر زمین پرآرہا، حاکم شہر کی ہلاکت کے ساتھ ہی یہاں بھگدڑسی مچ گئی، اِس افراتفری سےنوجوانوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئےلشکر شام کوتلواروں کی زد میں لے لیا اور یہاں باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں فوج شام کے 26 گھوڑا سوار ملعون فی النار ہوئے، اور پیادے جو واصل جہنم ہوئے ان کی تعداد کاکہیں ذکرنہیں ہے

خولیٰ ملعون نے عمر بن نشیط ملعون کا سر نیزے پر چڑھا لیا اور اپنے لشکر کو بحیرہ اردن کی جھیل کی جانب چلنے کا حکم دیا، یہ جھیل 12 کلومیٹر شرقاً غرباً تھی، اس کے ساتھ دامنات کا علاقہ تھا، جس وقت یہ لوگ اِس جھیل کے پاس دامنات کے علاقہ میں پہنچے تو یہاں کسی شہر یا قصبہ میں قیام کرنے کی بجائے انہوں نے ویرانہ کو منزل قرار دیتے ہوئے قیام کیا...... یہاں صرف ایک واقعہ رونما ہوا

یہاں خیمہ زن ہونے کے بعد ملاعین نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سرہائے شہداء کو صندوقوں میں بند کر کے مقفل کر دیا

یہاں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ تمام شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سرہائے اطہر جن کو کوفہ سے شام لے جایا گیا تھا وہ دس صندوقوں میں رکھے گئے تھے، اور پچاس ملاعین ان صندوقوں کی نقل وحمل اور حفاظت پر تعینات تھے، جن کا نگران مغفر بن ثعلبہ عائذی ملعون تھا

اِس سارے سفر میں زجر بن قیس ملعون کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ لشکر کے اونٹوں کی نگرانی کرتا تھا اور دورانِ قیام ان اونٹوں کے چارے کا بندوبست کیا کرتا تھا

اسی طرح لشکر شام کے گھوڑوں کی ذمہ داری طارق بن طبیان ملعون کی تھی، دورانِ سفر تمام لشکر کے کھانے پینے یعنی طعام کے انتظامات ابو بردہ بن عوف ازدی ملعون کے سپرد تھے اور ان تینوں ملاعین کی معاونت کیلئے پانچ پانچ سو افراد متعین تھے، اسی طرح دوسرے کاموں کیلئے علیحدہ علیحدہ ملاعین مقرر تھے، مثلاً کوئی کام شیث بن ربعی ملعون کے ذمہ تھا، تو کسی اور کام کیلئے عمر ابن حجاج زبیدی ملعون کو مقرر کیا گیا تھا

تمام لشکر کوفہ وشام کا ذمہ دار اور انچارج یا افسر اعلیٰ عمر ابن سعد ملعون تھا اور جنگی جوانوں کا سالار اور نیزہ بردار دستے کا قائد خولیٰ بن یزید اصبحی ملعون تھا

دامنات میں قیام کے بعد مغفر بن ثعلبہ عائذی ملعون نے سر ہائے اطہر منزلِ معراج سے اتار کر صندوقوں میں بند کرائے، اور امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر ایک علیحدہ صندوق میں بند کرا دیا، ساری رات یہ ملاعین ان صندوقوں پر پہرہ دیتے رہے اور حسب معمول صبح کاذب سے کچھ پہلے یہاں سے بعلبک کی جانب روانہ ہوئے تو انہوں نے تمام صندوق اونٹوں پر سوار کر لئے، مگر جس وقت یہ بعلبک کے نزدیک پہنچے اور انہوں نے سر ہائے اطہر کو صندوقوں سے نکال کر ہر کلیم ذاتِ الٰہی کو طور کی منزل پر معراج دینا چاہا اور صندوق کھولے تو پتہ چلا کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر صندوق میں موجود نہیں ہے

یہ دیکھ کر مغفر بن ثعلبہ عائذی ملعون انتہائی پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ساری رات پہرہ دیتے رہے اور ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہیں ہوئے پھر امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر صندوق میں سے کہاں غائب ہو گیا ہے؟ یہ بدحواس ہو کر عمر ابن سعد ملعون کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا کہ میں نے اپنے سامنے امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر صندوق میں بند کرایا پھر رات کو پوری مستعدی سے ہم پہرہ دیتے رہے مگر اِس وقت ان کا سر اطہر غائب ہے

عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اگر واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو پھر ایسا کرو کہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی پاک دستار کے وارث جناب سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر اِس

وقت کہاں ہے؟ یقیناً وہ اس بات سے باخبر ہوں گے اور وہی بتا سکتے ہیں
مغفر ملعون جلدی سے جناب سجاؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آقا! آپ کے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر صندوق میں سے غائب ہو گیا ہے جبکہ تمام صندوق مقفل ہیں اور ہمہ وقت ہماری نگرانی میں رہے ہیں، اب آپ ہی ہمیں آگاہ فرمائیں کہ کریم کربلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک سر اِس وقت کہاں ہو سکتا ہے؟
اس ملعون کی یہ بات سن کر مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث مولا امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گریہ کرنا شروع کر دیا، کافی دیر تک گریہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اے ظالم ازلی!
حقیقت یہ ہے کہ جس وقت ہم مدینہ منورہ میں اپنے گھروں میں آباد تھے تو ہمارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ ہر رات جس وقت میرے چھوٹے بھائی ہمشکل پیمبر شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سو جاتے تو آپ چراغ لے کر اُن کے سرہانے تشریف لے جاتے تھے اور کافی دیر تک مصحف رُخِ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت فرماتے رہتے تھے، اب دورانِ سفر چونکہ بہت دنوں سے دونوں باپ بیٹے کی ملاقات نہیں ہوئی ہے، اِس لئے ہمارے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس وقت اپنے فخر یوسف فرزند ارجمند شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس موجود ہیں
اگر میرے پاک بابا کے سر اطہر کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس صندوق کو کھولو جس میں میرے بھائی شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاک بابا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حیاتِ طیبہ میں حسن پروردگار کے حامل اِس فرزند سے ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہیں ہوتے تھے اور ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے،

تم خود دیکھتے آ رہے ہو کہ دورانِ سفران کی نگاہ ہمیشہ اپنے اِس فخر روزگار بیٹے کے چہرے پر جمی رہتی ہے، اس لئے اِس وقت بھی ان کا پاک سر اپنے لختِ جگر کے سر والے صندوق میں موجود ہوگا اور وہ ان کے رخساروں اور ہونٹوں کو چوم رہے ہوں گے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم شام پہنچنے تک ان دونوں باپ بیٹوں کو جدا نہ کرو تو بہتر ہے اور اِن دونوں سروں کو ایک ہی صندوق میں اکٹھا رہنے دو

یہ سنتے ہی مغفر ملعون اس صندوق کے پاس آیا کہ جس میں شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر موجود تھا، اِس ملعون نے جلدی سے اسے غیر مقفل کیا اور کھولا تو جو کچھ اِس نے دیکھا تاریخ شاہد ہے کہ انتہائی دشمن ہونے کے باوجود یہ ملعونِ ازل خود رو پڑا، یہ کیا دیکھتا ہے کہ مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی نظر اپنے نورِ نظر کے پاک رُخ کا طواف کر رہی تھی، اور آپ کے ہونٹ اپنے پاک بیٹے کے ہونٹوں سے ملے ہوئے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے ہونٹوں کو آہستہ آہستہ چوم رہے تھے

یہ اِس قدر دردناک منظر تھا کہ دوست دشمن سبھی اِس انوکھے پیار بھرے انداز کو دیکھ کر رونے لگے، مولا امام سجاؑد علیہ الصلواۃ والسلام کافی دیر تک حسرت و یاس سے دونوں سروں کو دیکھتے رہے اور روتے رہے، پاک مخدراتِ عصمت تو حید صلواۃ اللہ علیھن میں گریہ و زاری کا کہرام برپا ہوگیا، حتیٰ کہ دشمن ملاعین بھی کافی دیر تک آپ کے پاک سر کو وہاں سے اُٹھانے کی جرأت نہ کر سکے اور پیار و محبت کا یہ نرالا انداز دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر روتے رہے

آیئے اس موقع پر ہم سب مل کر دعا کریں کہ ان باپ بیٹوں کے دکھ جلد ختم ہوں،

ان کی ابدی مسرتوں کا موسم آنے میں اب لمحہ بھر تاخیر نہ ہو، یہ فقط ہماری ہی نہیں بلکہ پورے پاک خاندان علیہم الصلواۃ والسلام کی خواہش ہے کہ ہم سب اب شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلواۃ والسلام کی نورانی پاک پیشانی کو شگن کے سہروں سے آراستہ دیکھیں، ان کی پاک ہمشیرگان صلواۃ اللہ علیہن اپنے ہاتھوں سے جوان بھائی کے شگن کریں، اِس تقدس مآب گھرانہ کی وہ خوشیاں جو ظالمین نے لوٹ لی تھیں اب انہیں دوبالا ہو کر واپس مل جائیں

یہی خواہش مولا کریم کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے زخمی دل میں ہے کہ میرا فخر یوسف گوہر لاثانی اپنے عنفوانِ شباب میں شگن کے سہرے پہنے، اِس لئے ہم سب مومنین کا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک دل کی حسرتوں کی تکمیل کیلئے ہمیشہ دعاگو رہیں کہ ہمارے شہنشاہِ زمانہ منتقم آلِ عبا عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلدی سے پہلے اِس دنیا میں تشریف لاکر اپنے اجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کی ہر حسرت کی تکمیل خود فرمائیں اور انہیں ابدی خوشیوں سے ہمکنار کریں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمْ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یاھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 49

13 ربیع الاول سن 61 ہجری = 11 دسمبر سن 680 عیسوی بروز جمعہ

جس وقت آفتابِ فلک مطلع سماوی پر نمودار ہوا تو فلک کج رفتار کے ساتھ ساتھ اہل شام نے دیکھا کہ ایک کاروان حمص سے دمشق جانے والے راستہ پر مصروفِ سفر ہے جس کا رُخ بعلبک کی جانب ہے، اس کارواں میں بہت سے شامی ملاعین ہیں جو اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہیں اور ہاتھوں میں علم اُٹھائے ہوئے ہیں، اِس گھوڑا سوار فوجی دستے کے پیچھے کچھ کمزور و ناتواں اونٹ ہیں جن پر محمل تو ہیں مگر ان محملوں کے اوپر نہ تو کوئی کٹھرا ہے اور نہ ہی پردہ داری کیلئے سرپوش ہیں

ان محملوں پر کچھ ایسی مقدس اور طاہر واطہر پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن اپنے کمسن بچوں کے ہمراہ سوار ہیں کہ جو پردۂ تطہیر قدیر کی مالک و وارث ہیں

اس لئے جناب جبرائیل ان محملوں کے چاروں طرف عصمت اِلٰہیہ کے پردے اُستوار کئے ہوئے ہے جن کی وجہ سے ان محملوں پر سوار پاک مستوراتِ مخدرات صلواۃ اللہ علیہن انوارِ اِلٰہیہ کے پردوں میں محفوظ و مامون ہیں اور انہیں کوئی نجس نگاہ مس نہیں کرسکتی، اور نہ ہی کوئی نجس سوچ ان کے حریم ذات تک پہنچنے کی جرأت کرسکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ عام آدمیوں کو یہ اونٹ فقط زانوؤں تک نظر آتے ہیں

یہ قافلہ دامناتِ غربیہ سے چل کر بعلبک کے شہر کے نزدیک پہنچنے والا ہے
قافلہءِ تسلیم و رضا کے واقعات بیان کرنے سے پہلے حسب سابق آپ کو جغرافیائی معلومات سے آگاہ کرتا چلوں

بعلبک

حمص سے دمشق جانے والی مرکزی شاہراہ سے تھوڑا سا ہٹ کر بعلبک کا شہر حمص سے 100 کلومیٹر سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، یہ ایک پر رونق شہر ہے، جس کا پانی انتہائی خوش ذائقہ اور زمین زرخیز ہے اس لئے اُس دور میں یہ باغات کا شہر کہلاتا تھا، اور یہاں کی آبادی اچھی خاصی تھی
اُس دور میں بعلبک شام یعنی دمشق کا ماتحتی صوبہ نہیں تھا بلکہ یہ شہر عسقلان کے ماتحت تھا جس کا حاکم یعقوب عسقلانی ملعون تھا
یہ ملعون یہاں سے ایک لشکر لے کر کربلا گیا تھا اور اس نے شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کے خلاف جنگ میں بھی حصہ لیا تھا
عسقلان کے بارے میں تاریخ یہ کہتی ہے کہ یہاں کی زیادہ تر آبادی عیسائیوں کی تھی، جناب قیس انصاری کے والد اسی شہر کے رہنے والے تھے، اور جناب قیس بیت اللحم سے شام تشریف لائے تو اپنے آبائی گھر میں چند روز قیام پذیر رہنے کے بعد یہیں سے ایک خواب کے ذریعہ رہنمائی ملنے کے بعد یعقوب عسقلانی ملعون کے لشکر کے ہمراہ پہلے دمشق اور پھر وہاں سے کربلا گئے تھے جہاں انہیں سعادتِ ازلی نصیب ہوئی تھی

یہاں پر مؤرخین وصاحبانِ مقاتل کے ایک مشہور اشتباہ کو رفع کرنا چاہتا ہوں
کچھ صاحبانِ مقاتل نے لکھا ہے کہ قافلہءِ تسلیم و رضا بعلبک سے روانہ ہونے کے بعد پہلے عسقلان اور پھر وہاں سے دمشق گیا تھا

اگر ہم دنیا کے نقشہ پر غور کریں یا جغرافیہ ومسالک کی کتب کا بغور مطالعہ کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قافلہءِ تسلیم ورضا کا بعلبک سے عسقلان جانا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ بعلبک سے عسقلان 370 کلومیٹر ہے جبکہ بعلبک سے دمشق کا فاصلہ صرف 75 کلومیٹر ہے، بعلبک سے عسقلان جانے والا راستہ دمشق سے 20 کلومیٹر جنوب سے گزرتا ہے، اور بعلبک سے 335 کلومیٹر دور اسرائیل کے شہر یروشلم سے گزر کر اس کے ساحل سمندر پر آباد شہر عسقلان جاتا ہے

اب آپ خود سوچیں کہ اِس قافلہ کو بعلبک سے دمشق پہنچنا تھا، پھر یہ کیسے ممکن ہے اور کیا یہ بات عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ یہ قافلہ دمشق کے قریب فقط 20 کلومیٹر کے فاصلہ سے گزر کر پہلے 370 کلومیٹر دور عسقلان جائے اور پھر وہاں سے واپس دمشق آ پہنچے

مقاتل کی کتب مآخذ جتنی بھی ہیں ان میں سے کسی ایک کتاب میں کہیں بھی کسی ایسی منزل کا ذکر نہیں ملتا جو عسقلان کے راستہ میں آتی ہیں، یہاں سے عسقلان آٹھ 8 دن کے فاصلہ پر ہے مگر درمیانی کسی منزل کا ذکر تک موجود نہیں ہے

دمشق سے اگر کوئی شخص عسقلان جا کر واپس آنا چاہے تو اسے 335 کلومیٹر جنوب مغرب کی طرف جا کر پھر 335 کلومیٹر واپس آنا پڑے گا، یعنی 670 کلومیٹر کا سفر طے کرنا پڑے گا

اگر ہم بعلبک سے عسقلان جانے والی روایت کو درست فرض کر بھی لیں تو 670 کلومیٹر کا اضافی سفر بغیر کسی وجہ کے کرنا ثابت ہوتا ہے جو کسی طور بھی قرین عقل نہیں ہے، فرعونِ شام یزید ملعون قافلہ ءِ تسلیم و رضا کی جلد از جلد دمشق آمد کا متمنی تھا جبکہ عسقلان جانے سے مزید 15 یا 16 دن کی تاخیر ہو جاتی جو اس ملعون کیلئے نا قابل برداشت تھی

ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے اس روایت کو درست تسلیم کرنا کم عقلی ہی ہے

یہ بھی بتاتا چلوں کہ جولان کے پہاڑ کی مشہور نہر قاسیون بعلبک کے بعد شروع ہو جاتی تھی، قدیم راستہ جو بعلبک سے دمشق آتا تھا وہ اسی نہر کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ آتا تھا، یہ نہر قاسیون ہی دمشق کو سیراب کرتی تھی اور باب الفرج جو دمشق شہر کا جنوب مغربی دروازہ تھا، اُس کے سامنے آ کر پھر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف سے چکر کاٹتی ہوئی شمال کی طرف مڑ جاتی تھی، پھر شمالی دروازوں سے گزرتی ہوئی مشرقی دروازہ باب جیرون سے صحرا میں چلی جاتی تھی

واقعاتِ بعلبک

حاکم عسقلان کے واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد یعقوب عسقلانی ملعون کوفہ گیا تھا، پھر وہاں سے قافلہ ءِ تسلیم و رضا کے ہمراہ شام روانہ ہوا تھا، مگر جب قافلہ پاک فلوجہ پہنچا تو وہاں سے تکریت والے راستہ پر مصروف سفر ہو گیا مگر یہ ملعون رقہ سے حمص والا راستہ اختیار کرتے ہوئے پہلے عسقلان پہنچ گیا تھا اور پھر وہاں سے اپنی نجس خواہشات کی تکمیل کیلئے بعلبک چلا آیا تھا

جس وقت قافلہ ءِ تسلیم و رضا بعلبک پہنچا تو اُس وقت یعقوب عسقلانی ملعون وہاں پہلے سے موجود تھا کیونکہ اس ملعونِ ازل کی یہ خواہش تھی کہ میں اپنے ماتحتی شہر میں اِس لشکر کا دھوم دھام سے استقبال کروں اور اپنی فتح کا ایک عظیم جشن مناؤں

جس وقت قافلہ بعلبک کے قریب پہنچا تو سالارِ لشکر عمر ابن سعد ملعون نے اسے اپنی آمد کی اطلاع دی تو اس نے فوراً ظالمین کوفہ و شام کے بھر پور استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں، اہل بعلبک سے کہا کہ تمام لوگ بازار میں پہنچ کر اس لشکر کا استقبال کریں، عورتوں کو حکم دیا کہ بعلبک کی تمام عورتیں اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر استقبال کریں اور اپنے فاتح فوجی جوانوں کو خوش آمدید کہیں کیونکہ یہ کربلا کی جنگ فتح کر کے آ رہے ہیں، اس لشکر کے ساتھ کچھ جنگی قیدی اور مفتوح لشکر کے سر بھی ہیں، تم سب ان کا پر جوش اور بھرپور استقبال کرو

جب اہل شہر کو یہ اطلاع ملی تو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے بعلبک سے چھ میل باہر آ کر شامی فوج کا استقبال کیا

ملاعین ازل نے یہاں پہنچ کر اپنے لپیٹے ہوئے علم کھولے اور ہر کلیم راہِ وفا کے سراطہر کو معراجِ طور پر سوار کیا

جب یہ لشکر بعلبک کی شہر پناہ کے قریب پہنچا تو دوسری مرتبہ منادی کروائی گئی کہ عرش مکین پاک ذواتِ متعالیات تمہارے شہر کو شرف عطا فرمانے کیلئے یہاں تشریف لا رہے ہیں، اُن کا شایانِ شان استقبال کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ

اِس اعلان کے بعد شہر کی کیفیت یہ تھی کہ تمام مکانوں کی چھتیں عورتوں سے بھری ہوئی تھیں جن کے ہاتھوں میں جھنڈیاں تھیں، کسی کے ہاتھ میں درختوں کی شاخیں

تھیں اور سب لوگ قافلہءِ تسلیم ورضا کے انتظار میں بے قرار تھے

اُس زمانہ میں اِس شہر کے درمیان ایک چھوٹا سا قلعہ تھا، پروگرام کے مطابق یعقوب عسقلانی ملعون نے قلعہ کے دروازے پر اِس لشکر کا استقبال کرنا تھا اور بعدازاں اِس لشکر نے قلعہ میں آ کر مقیم ہونا تھا

بعلبک کی اپنی آبادی بھی کافی تھی، پھر یعقوب عسقلانی ملعون نے گردونواح کے لوگ بھی استقبال کیلئے بلوائے تھے، اِس لئے سارے شہر میں اور خصوصاً قلعہ کے سامنے لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم تھا، اور سبھی مرد و زن فاخرہ اور زرق و برق لباس پہنے ہوئے تھے، قلعہ کے دروازے کے سامنے اِس ملعون نے بہت سی رقاصہ عورتیں اور لونڈیاں جمع کی ہوئی تھیں اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ جس وقت مستورات کے پاک محمل قلعہ کے سامنے آ پہنچیں تو تم سب مل کر ساز بجا بجا کر فتح کے گیت گانا اور ساتھ ہی دفوں اور ڈھولوں کی تال پر اتنا رقص کرنا کہ لوگ مبہوت ہو کر رہ جائیں

آپ کو یاد دِلاتا چلوں کہ دسمبر کا مہینہ شام میں شدید سردی ہوتی ہے اور یہ جبل جولان پر برفباری کا موسم ہوتا ہے، لہٰذا بعلبک میں بھی ان دنوں شدید سردی تھی غروبِ آفتاب میں ایک پہر باقی تھا یعنی یہ سہہ پہر کا وقت تھا کہ جب فصیل شہر کا دروازہ کھلا اور حکم ہوا کہ معظّمہءِ کائنات صلواۃ اللہ علیہا کی پاک بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن شہر میں تشریف لے آئیں

جونہی پاک محمل شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے نعرے لگانا شروع کر دیئے، گلیوں میں موجود اور چھتوں پر سوار عورتیں شور کرنے لگیں اور فتح کے گیت گانے

لگیں ، پھر جب ان عورتوں نے قافلہ ءِ تسلیم و رضا کی پاک مستورات صلواۃ اللہ علیھن کی ظاہری غربت اور کسمپرسی دیکھی تو زبان دراز عورتیں طعن و تشنیع پر اُتر آئیں اور کچھ نازیبا کلمات کہنے لگیں

ان کی بکواس سن کر معظّمہ عالّیہ بی بی صلواۃ اللہ علیھا کے چہرۂ اقدس پر جلالِ الٰہی کے آثار نمودار ہوئے اور آپ نے سرکار امیر المومنین علیہ الصلواۃ والسلام کے غیض آلود لہجہ میں انہیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے اپنے مال و دولت اور فراوانیءِ رزق پر فخر کیا ہے، انشاء اللہ آئندہ تمہارے شہر میں کبھی فراوانی نہیں ہوگی، تمہارے رزق قیامت تک تنگ ہی رہیں گے، اِس شہر میں ہمیشہ مہنگائی کا راج رہے گا، زیرزمین پانی بھی پینے کے قابل نہیں رہے گا، اور تم لوگ ہمیشہ دست ظلم و ستم کی زد میں ہی رہو گے

جیسے جیسے زبان اقدس سے فقرے ادا ہوتے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کن فیکونی کی طرح ان بد بخت لوگوں کی تقدیر بن کر نافذ ہوتے رہے

یہی وجہ ہے کہ بعلبک کی سرزمین پر آج باغات کا نام و نشان نہیں ہے، یہاں ہمیشہ مہنگائی رہتی ہے، یہاں کے لوگ جہاں جہاں بھی آباد ہیں وہ ہمیشہ نشانہ ءِ ظلم و ستم رہتے ہیں، غربت و افلاس ان کا مقدر ہوتا ہے، یہاں کا زیرزمین پانی آج بھی پینے کے قابل نہیں ہے، گویا ذلت اور رُسوائی اس سرزمین کا اب تک مقدر رہے

پاک مخدراتِ عصمت صلواۃ اللہ علیھن کے محمل آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جس وقت شہر کے مرکزی حصہ میں پہنچے تو یہاں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا

﴿ واقعہ راہب ﴾

یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے عطا کردہ دین کے عبادت گزار لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی سنت حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہمیشہ کیلئے رہبانیت اختیار کرتے ہیں، یعنی شادی نہیں کرتے اور مجرد رہتے ہیں، تارک الدنیا ہوتے ہیں، جس طرح دین اسلام کے متقی یا زاہد ہوتے ہیں، اسی طرح دین عیسیٰ علیہ السلام کے راہب ہوتے ہیں

بعلبک میں کافی تعداد عیسائیوں کی تھی جن میں بہت سے راہب بھی تھے، ان میں سے ایک راہب ایسا بھی تھا کہ جو اسلام قبول کر چکا تھا مگر زہد وتقویٰ کی وجہ سے تارک الدنیا تھا، مجھے کافی تحقیق کے باوجود اس راہب کا نام معلوم نہیں ہوسکا اور یہ بات بھی معلوم نہیں ہوسکی کہ اس کے اسلام قبول کرنے کی وجہ کیا تھی؟

تاریخ بتاتی ہے کہ جب قافلہ پاک بعلبک پہنچا تو سارے شہر میں طبل، دفیں اور ڈھول تاشے بجائے جانے لگے جس کی وجہ سے ہر طرف ایک شورسا برپا ہوگیا اور کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی

یہ راہب اپنے گھر کی چھت پر جا کر بیٹھ گیا اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے لگا تاکہ شہر کے ہنگاموں سے بچ کر اپنی عبادت میں مصروف رہے

غروبِ آفتاب سے کچھ پہلے کا وقت تھا کہ اچانک شہر میں ہر طرف یہ آوازیں بلند ہونے لگیں کہ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر آرہے ہیں، آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی گئیں مگر اس نے اُس جانب کوئی توجہ نہ کی

شہر کی کیفیت یہ تھی کہ آ گے آ گے معراج کی رفعتوں پر شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سر ہائے اطہر سوار تھے، جن کے ساتھ ساتھ اِس لشکر کے علم بردار تھے، ان کے پیچھے شامی فوجی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار تھے، ان کے پیچھے پیدل فوج تھی، آخر میں پاک پردہ دارانِ رسالت صلواۃ اللہ علیہن کے محمل تھے، دائیں بائیں مخلوق کا ہجوم تھا جو قافلہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، مکانوں کی چھتوں سے عورتیں دیکھ رہی تھیں جس وقت یہ قافلہ اِس راہب کے گھر کے قریب آیا تو یہ اُس وقت تلاوت میں مصروف تھا

یہاں تھوڑی سی وضاحت کرتا چلوں کہ معراجِ عرش پر سوار سر ہائے اطہر کو جس وقت گلیوں اور محلوں سے گزارا جاتا تھا تو چونکہ اُس دور میں دو یا تین منزلہ بلند و بالا مکانوں کا زیادہ رواج نہیں تھا اور مکانوں کی چھتیں بھی آج کی طرح بلند نہیں بنائی جاتی تھی، اِس لئے یہ پاک سر چھت پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے بالکل سامنے آ جایا کرتے تھے

امام مظلوم کرب و بلا علیہ الصلواۃ والسلام کا سر اطہر جس وقت اِس راہب کے عین سامنے تشریف لایا تو اتفاق یوں ہوا کہ سر بردار شامی ملعون اسی راہب کے مکان کی دیوار کے ساتھ آ کر کسی وجہ سے کچھ دیر کیلئے رک گیا، عین اسی وقت راہب نے سورۂ کہف کی تلاوت شروع کی، یہ راہب تلاوت میں اتنا منہمک و مستغرق تھا کہ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کا پاک سر بالکل اس کے سامنے موجود ہے......جس وقت اس نے یہ آیت تلاوت کی کہ

☆اِنَّ اَصحَابَ الکَهفِ وَ الَّرقِیمِ کَانُوا مِن آیَاتِنَا عَجَبًا ( )

اصحابِ کہف اور تختی والے اصحاب بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہیں، یہ آیہ مبارکہ تلاوت کرنے کے بعد اِس راہب نے تھوڑا سا توقف کیا تو عین اسی وقت امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر سے یہ آواز آئی کہ

☆اَمرِی اَعجَبُ مِنهَا.......... ہمارا معاملہ تو ان سے بھی زیادہ عجیب ہے

جس وقت راہب نے یہ آواز سنی تو سر اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ مگر اسے وہاں نزدیک کوئی انسان نظر نہ آیا

اچانک اس کی نظر پڑی تو اس نے دیکھا کہ مکان کی دیوار سے تھوڑا سا بلند منزل معراج پر سوار ایک خون آلود پاک سر ہے جس کی نگاہیں زندہ انسان کی طرح راہب کی جانب متوجہ ہیں، بوسہ گاہِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لب ہائے اطہر آہستہ آہستہ متحرک ہیں جن سے یہ آواز آرہی ہے

☆وَسَيَعلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ ()

عنقریب ظالموں کو پتا چل جائے گا...................... الخ

ہمارے آخری فرزند اور ذاتِ منتقم کو تو آنے دو، تمہیں تمام مظالم کا حساب دینا پڑے گا اور تم سب سے اِس طرح بدلہ لیا جائے گا جیسا کہ بدلہ لینے کا حق ہے

یہ کلام معجز بیان سنتے ہی یہ اس قدر حیران ہوا کہ اسے قرآنِ کریم بند کرنے کا ہوش تک نہ رہا اور سحر زدہ انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاک سر کے قریب آیا اور کچھ یوں گویا ہوا کہ☆

السلام عليك يا ايها المظلوم الشهيد، السلام عليك يا ايها الحى المرزوق ()

اے مقبولِ بارگاہِ اِلٰہی، اے شہید ظلم، اے زندہ و مرزوقِ من اللہ! میرا سلام عجز

قبول فرمائیں، آج مجھے یقین حاصل ہوا ہے کہ واقعی شہید زندہ اور مرزوقِ من اللہ ہوتے ہیں، آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ آپ کون ہیں؟

ابھی اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا کہ سربردار سپاہی آگے چل پڑا، جس سے یہ سلسلہ ہم کلامی منقطع ہوگیا، یہ راہب فوراً مکان کی چھت سے اتر کر دوڑتا ہوا گلی میں اُس ظالم کے پاس آیا جس نے امام مظلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر اطہر اٹھا رکھا تھا، اور اسے کہا کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں اس پاک سر کی زیارت کرنا چاہتا ہوں مگر اس ملعون نے اجازت نہ دی، کچھ سوچنے کے بعد راہب نے اس ظالم سے کہا کہ اگر تو کچھ وقت کیلئے مجھے یہ سرِ پاک دے دے تو میں تمہیں معقول انعام دوں گا تب لالچ میں آکر اُس ملعون نے سر اطہر اتار کر راہب کے حوالے کر دیا

یہ راہب سر اطہر لئے وہاں سے کچھ دور ایک خالی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا اور سر کو آغوش میں لے کر مقدس پیشانی پر بوسے دینے لگا، اور رو رو کر عرض کرنے لگا کہ آقا! اس قدر تو میں سمجھ چکا ہوں کہ آپ یقیناً مقبولِ بارگاہ ایزدی ہیں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اگرچہ مردے زندہ کئے تھے مگر جب انہیں مصلوب کیا گیا تھا تو سر اور جسم کا رشتہ بحال ہونے کے باوجود انہوں نے صلیب پر کلام نہیں فرمایا تھا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ بظاہر سر اور جسم کا رشتہ منقطع ہونے کے باوجود آپ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ یقیناً کلام فرما سکتے ہیں

اب آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں، کس جرم میں ان ملاعین ازل نے آپ کو اس حال تک پہنچا دیا ہے، اور یہ آپ

کے پاک سر کو اُٹھائے شہر بہ شہر کیوں پھرا رہے ہیں؟

میرے آقا! کاش میری آنکھیں نہ ہوتیں اور میں بازار میں آ کر یہ منظر نہ دیکھ سکتا، کیونکہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس سے میرا دل پھٹا جا رہا ہے، آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ ان فوجی ملاعین کے پیچھے محملوں پر جو پردہ دار موجود ہیں، کیا وہ آپ ہی کے رشتہ دار ہیں؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ ملاعین ازل انہیں ایسے ظلم بھرے ماحول میں کیوں لے آئے ہیں؟

شہنشاہِ معظم مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کے لب اطہر متحرک ہوئے اور فرمایا کہ آج بعلبک کی بجائے مدینہ منورہ کا شہر ہوتا، شہنشاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سنہری دور ہوتا، اور میں ان کے دوش پر یا پھر ان کی آغوش میں ہوتا تو کسی کو پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی کہ میں کون ہوں، اگر سننا چاہتے ہو اور برداشت کر سکتے ہو تو سنو کہ میں بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند اصغر حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہم الصلواۃ والسلام ہوں، بے جرم وخطا ان لوگوں نے کربلا میں ہمارا گھر لوٹ لیا، ہمارے نوجوانوں کو بے دردی سے شہید کر دیا جن کا خونِ ناحق اس وقت بھی میرے چہرے کی زینت ہے، ان مظالم پر بھی ان کا جی نہیں بھرا تو اِنہوں نے ہماری وارثِ تطہیر قدیر پاک مستورات صلواۃ اللہ علیہن کو اسیر کر لیا اور اب یہ ہمیں جگہ جگہ پھراتے ہوئے شام لے جا رہے ہیں، تمہیں جو محمل نظر آ رہے ہیں ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیاں اور نواسیاں سوار ہیں، اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمیں اِس حالت میں دیکھ کر ہمارے موالی اور ماننے والے بھی بیگانہ بن گئے ہیں

شامی اور کوفی ملاعین ازل نے ہمیں لوٹ کر اپنے ناپاک مقاصد پورے کیئے ہیں اور ہم بھی اپنے ایک عظیم ترین مقصد کی تکمیل کیلئے اِس وقت کوفہ سے شام کی طرف جا رہے ہیں، ہمارا مقصد اِس دنیا سے یزیدیت کا خاتمہ اور دین اِلٰہی کا اپنے حقیقی معنوں میں نفاذ ہے، اور یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہے کہ جب محمد و آل محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی ابدی اور دائمی یعنی کبھی نہ ختم ہونے والی حکومت اِلٰہیہ کا قیام عمل میں آئے گا
جس وقت مولا امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام نے یہ سب کچھ راہب سے بیان فرمایا تو وہ بے تاب ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، پھر کافی دیر روتے رہنے کے بعد اس نے عرض کیا کہ آقا! مجھے حکم دیں کہ میں آپ کیلئے اب کیا کر سکتا ہوں؟

کریم ازل نے فرمایا کہ تم اکیلے اس فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کی بجائے تم اس وقت خاموشی سے گھر چلے جاؤ اور یہی دعا کرتے رہو کہ حکومت اِلٰہیہ قائم کرنے والے، مظلومین اولین و آخرین کا انتقام لینے والے، اور ظالمین کا مع ظلم و جور خاتمہ کرنے والے ہمارے آخری فرزند عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے ظہور و خروج میں ذرہ بھر تاخیر نہ ہونے پائے

دورِ غیبت کے تمام مومنین کا بھی یہی فرض بنتا ہے کہ وہ صبح و شام آنسوؤں سے لبریز آنکھوں اور کپکپاتے ہونٹوں سے یہی دعا کرتے رہیں کہ ہمارے اِس دور کے امام، سلطانِ زمانہ، ولی العصر، مولا صاحب الزمان عجل اللہ فرجہٗ الشریف اپنے سرِ اطہر پر ابدی خوشیوں کا تاج سجائے تختِ عدل و انصاف پر جلد جلوہ فگن ہوں تاکہ محمد و آلِ محمد علیہم الصلواۃ والسلام کی تمام زندگی کے دکھوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے

تاریخ شاہد ہے کہ اِس دنیا میں جتنے ظلم و ستم اِس پاک خاندانِ اِلٰہیہ علیہم الصلواۃ والسلام پر

کیئے گیئے ہیں اتنے مظالم آج تک کسی اور پر نہیں کیئے گیئے، تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق آل اللہ علیہم الصلواۃ والسلام کے خونِ ناحق سے رنگین ہے

ہمارے دل کی پہلی اور آخری تمنا یہی ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اِس پاک خاندان رسالت علیہم الصلواۃ والسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کیلیئے اس دنیا میں آباد وشاد دیکھیں اور پاک نبی زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کے صدیوں پر محیط رنج والم ختم ہوجائیں

﴿ آمین یارب العالمین ﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَھُم بِقَائِمِھِمّ عَجَلَ اللّٰہُ فَرَجَہُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰہُ عَلَیہِ وَ عَلٰی آلِہٖ اَجمَعِین

یا ھوالوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

مجلس نمبر 50

واقعہ ضریر خزاعی

کل میں آپ کو بعلبک کے بارے میں بتا رہا تھا مگر وہاں کے راہب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے میرا موضوعِ سخن بدل گیا اور بات کچھ ادھوری رہ گئی تھی

میں آپ کو بتانا چاہ رہا تھا کہ بعلبک شامات کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر تھا جسے کبھی جنابِ سلیمان ابن داؤد علیہما السلام نے بھی اپنا مرکز بنایا تھا

بعد ازاں حکم پروردگار سے یہاں سے تقریباً 300 کلومیٹر مشرق کی جانب مقدس ہیکل تعمیر کروایا گیا جو پہلے ہیکل سلیمانی کے نام سے مشہور ہوا اور آج ہم اسے بیت المقدس کے نام سے جانتے ہیں جو کہ ہمارا قبلہء اول بھی ہے

زمانہ قدیم میں بعلبک کا حاکم ہیکل سلیمانی کا محافظ و نگران بھی ہوتا تھا، بعد میں جب بیت المقدس کو مرکزیت حاصل ہوئی تو بعلبک اس کا ایک صوبہ قرار پایا

ظہورِ اسلام کے بعد عسقلان کو مرکز بنایا گیا تو یہ بعلبک اس کا ماتحت صوبہ قرار پایا

مگر یہ صورتِ حال ہمیشہ بحال نہیں رہی بلکہ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے بدلتی رہی ہے

اِس شہر کے نام ''بعلبک'' کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ لفظ دو الفاظ کا مرکب ہے یعنی ''بعل'' اور ''بک'' کو ملا کر اس شہر کا نام رکھا گیا تھا

قدیم عربی اور عبرانی میں بعل کا لفظ پانچ چیزوں کیلئے استعمال ہوتا تھا

1 ...... وہ کھجور جو صرف اور صرف بارش کے پانی سے پروان چڑھی ہو اور کسی شخص نے اسے پانی نہ دیا ہو، یعنی بارانی کھجور کو بعل کہا جاتا ہے

2 ...... ہر چیز کے زوج یعنی جوڑے کو بعل کہا جاتا ہے، مثلاً انسانی جوڑا یعنی میاں بیوی، یا جانوروں کا جوڑا، یا پرندوں کا جوڑا وغیرہ

3 ...... وہ آسمان جو زمین کے سب سے زیادہ قریب ہے، جسے سماء الارض یا سماء الدنیا کہا جاتا ہے، عربی میں اسے بعل الارض بھی کہتے ہیں

4 ...... وہ سجی ہوئی یا مزیّن مستور کہ جس کے کان میں دُر ہوں، گلے میں مالا ہو، اور سر پر تاج موجود ہو، اسے بھی بعل کہا جاتا تھا

5 ...... قدیم یمنی اور بک قبیلہ کے لوگ جس بت کی پوجا کیا کرتے تھے اس کا نام بھی بعل تھا ...... بعل کی پوجا سب سے پہلے کہاں سے شروع ہوئی؟ اس بات کا علم نہیں ہے کیونکہ عہد نامہ قدیم میں اس کی پوجا کا ذکر ہے اور اِس کے پجاریوں کی خباثتوں کا بھی ذکر ہے کہ جو ان پجاریوں نے پیدا کی تھیں، ان خباثتوں کی ابتداء کب، کہاں اور کیسے ہوئی اس کا ذکر موجود نہیں ہے

اپنے آخری زمانہ میں یہ بت یمن میں پوجا جاتا تھا، اس بت کی شکل عورت کی تھی جس کے کانوں میں دُر تھے، گلے میں بارہ موتیوں کی مالا تھی اور سر پر ایک تاج رکھا ہوتا تھا، ساری مخلوق اس کی پوجا کرتی تھی، پہلے پہل یہ پوجا صرف سجدہ تک محدود رہی مگر پھر آہستہ آہستہ بہت سے غیر اخلاقی و غیر انسانی رسومات داخل ہو گئے، جیسے اولاد کو قربان کرنا، غلاموں کو بھینٹ چڑھانا، کسی مسافر کو پکڑ کر اس کے

سامنے بلی چڑھانا، بت کے سامنے برہنہ ناچنا، اور برہنہ طواف کرنا، اور جنسی تعلقات کو بلا امتیاز مادرو دختر بطور عبادت قائم کرنا وغیرہ وغیرہ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمام مذہبی برائیاں یا خرابیاں جو ایجاد ہوئیں درحقیقت وہ صداقت سے شروع ہوئیں کیونکہ ہر مذہب کی ابتدا تو اچھائی سے ہوتی تھی مگر بعد میں مذہبی اجارہ دار اپنی طرف سے لاتعداد بدعات کو شامل کر کے ساری اچھائیوں کو مسخ کر دیا کرتے تھے مثلاً ماضی میں قربانی کو جلایا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی سوختنی قربانی کو بہت اہمیت حاصل تھی، یہیں سے لوگوں نے اپنے مُردے جلانے کی رسم نکال لی کہ یہ بھی ہماری طرف سے اللہ کی قربانی شمار ہوں، بالآخر اچھائی کا یہ تصور تو معدوم ہو گیا مگر آج تک مردے برابر جلائے جا رہے ہیں

اسی طرح ابتدائی دور میں بارگاہِ اِلٰہی میں پیش کی جانے والی قربانیوں میں سے جسے آسمانی آگ آ کر جلا دیتی تھی وہ منظور و مقبول شمار ہوتی تھی اور جسے آسمانی آگ نہیں جلاتی تھی وہ نا منظور یا غیر مقبول شمار کی جاتی تھی یہاں سے آتش پرستی کو رواج ملا، بعینہٖ اسی طرح شاید کسی نبی نے جناب جبرائیل سے سنا ہو گا یا کسی فرشتے نے انہیں بتایا ہو گا کہ زیرِ آسمان ایک ستارہ طلوع کرتا ہے جس کی شکل ایک مستور سے ملتی جلتی ہے کہ جس کے کانوں میں دو دُر ہوتے ہیں، گلوئے اطہر میں بارہ موتیوں کا گلو بند ہوتا ہے، اور سر پر عصمت و طہارت کا تاج ہوتا ہے، یہ تصویر کشی سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمائی تھی، شاید اسی بات کی بنیاد پر کسی عقیدت مند نے ان کی شبیہ بنائی ہو گی مگر دیگر خرافات بعد والوں کے پیدا کردہ ہوں گے، مگر حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا

بعلبک والوں نے ایسی ہی ایک مورتی یمن سے بنوائی تھی اور اپنے شہر لائے تھے اس کا سارا خرچ ایک عورت نے برداشت کیا تھا، جسے بعد والوں نے احتراماً بعل کہنا شروع کر دیا تھا، جب یہاں اِس مورتی کی عبادت شروع ہوئی تو بک قبیلہ کے لوگوں نے اپنے شہر کا نام ''بعل بک'' رکھ دیا جو آج بھی ہے

ویسے آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا چلوں کہ یہ بک قبیلہ آج ہمارے پاکستان میں بھی مختلف مقامات پر آباد ہے، یہ لوگ بَک کی بجائے بُک کہلاتے ہیں

اس شہر بعلبک سے کچھ فاصلہ پر نہر یرموک بہتی تھی، اِس نہر یرموک سے جنوب مشرق میں ایک جھیل تھی جس میں سے کوہِ قاسیون کی مشہور نہر قاسیون نکلتی تھی جس کا ذکر میں نے اپنی کل کی مجلس میں کیا تھا

15/14 ہجری میں ان علاقوں میں بزورِ شمشیر اسلام پھیلایا گیا یعنی ابوعبیدہ سیف بن عمرو بن ابی عثمان اور یزید بن اسید الغسانی نے ان علاقوں پر اسلام کے نام پر قبضہ کیا اور اپنا نام نہاد اسلام نافذ کر دیا جس کی تفصیل درج کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے

کلام اِلٰہی کی سورۂ صافات میں اس شہر کے بارے میں ارشاد ہے کہ

☆و ان الیاس لمن المرسلین() اذ قال لقومہٖ الا تتقون() ا تدعون بعلاً وتذرون احسن الخالقین() الله ربکم ورب آبائکم الاولین() فکذبوہ فانھم لمحضرون() الا عباد الله المخلصین() وترکنا علیه فی الآخرین() سلام علیٰ اٰل یاسین ()

(سورہ الصفٰت آیہ ۱۲۲ تا ۱۳۰)

جناب الیاس واقعی اللہ کے رسولوں میں سے تھے، جب انہوں نے لوگوں سے

فرمایا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو، تم بعل کو پکارتے ہو، اس کی پوجا کرتے ہو اور بہترین خالق کو ترک کر دیتے ہو، جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے

قوم نے ان کی تصدیق نہ کی تو ہم نے انہیں عذاب کے سامنے لا کھڑا کیا، مگر اپنے مخلص بندوں کو بچا لیا اور ہمارا آل یٰسین (آل محمدؐ) علیہم الصلواۃ والسلام پر سلام ہو

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت بعلبک کے رہنے والے قبیلے بک کے بارے میں ہے، اور آل محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام پر سلام کرنے کی وجہ ان کی یہاں تشریف آوری ہے، گویا یہ ایک اشارہ تھا پاک پردہ دارانِ وحدت صلواۃ اللہ علیہن کی یہاں مستقبل میں تشریف آوری کے بارے میں

آمدم برسرموضوع!

کل میں نے یہ بیان کیا تھا کہ تقریباً سہ پہر کے وقت قافلۂ تسلیم ورضا بعلبک کے شہر میں داخل ہوا، اور غروبِ آفتاب سے کچھ بعد تک اسے مختلف گلیوں، محلوں اور بازاروں سے گزارا گیا، اور پھر شہر کے مرکزی قلعہ کے سامنے لایا گیا تھا

اسی دوران یہاں ایک واقعہ بھی پیش آیا جو میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ واقعہ بیان کرنے سے پہلے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بعلبک سے دمشق کے درمیان جو قصبات اُس دور میں موجود تھے ان کے نام، ان کی ترتیب اور ان کے درمیانہ فاصلے بیان کرتا چلوں تاکہ آپ آئندہ کے واقعات بخوبی سمجھ سکیں

بعلبک سے سریغیہ 25 کلومیٹر......سریغیہ سے مدایہ 18 کلومیٹر

مدایہ سے جابیہ 20 کلومیٹر...... جابیہ سے دمشق 14 کلومیٹر

یعنی بعلبک سے دمشق تک کا کل فاصلہ اُس وقت کے مروجہ راستوں سے کم وبیش

77 کلومیٹر تھا

صاحبانِ تاریخ لکھتے ہیں کہ عراق کا رہنے والا ایک تاجر تھا جس کا نام ضریر خزاعی تھا، بعض لوگوں نے ضہیر خزاعی بھی تحریر کیا ہے، کچھ صاحبانِ تاریخ کا خیال ہے کہ اس کا تعلق جناب حر علیہ السلام کے قبیلہ بنی ریاح سے تھا...... (واللہ اعلم بالصواب)

یہ تاجر عراق اور شام سے مال تجارت لاتا اور لے جاتا تھا، جس روز قافلہءِ تسلیم ورضا بعلبک پہنچا تو ضریر خزاعی بھی اُس روز شام سے عراق واپس آتے ہوئے بعلبک ہی میں قیام پذیر تھا

جس وقت پاک پردہ دارانِ توحید صلواۃ اللہ علیہن کو بازار میں لایا گیا تو اُس وقت یہ تاجر ☆ھونائم فی الفندق من فنادق البلد() شہر کی ایک سرائے میں سو رہا تھا، ہجوم کے شور سے اس کی آنکھ کھلی تو یہ پریشان ہو کر فوراً باہر آیا کہ دیکھوں تو سہی باہر یہ کیسا شور ہے؟

☆ورای الخلائق یستبشرون ویتضاحکون ویمرون فوجاً فوجاً()

اس نے دیکھا کہ شہر کے لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ جی بھر کے ہنسی مذاق کر رہے ہیں، اور موج در موج ایک طرف چلے جا رہے ہیں...... اس نے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ خوشیاں، مبارکباد، ڈھول تاشے، ساز اور موسیقی، یہ سب کیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ حجاز کے ایک شہزادے نے حاکم شام کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا، جن پر ملعون شامی لشکر کو فتح ہوئی ہے، یہ خوشیاں اسی فتح کے جشن کے طور پر منائی جا رہی ہیں کیونکہ آج سرہائے شہداء اور جنگی قیدی بعلبک لائے جا

رہے ہیں جو اس ہجوم کے پیچھے ہیں

ضریر نے پوچھا کہ حجاز کے جس شہزادہ نے فرعونِ شام کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا، کیا وہ مسلمان تھا یا اس کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے تھا؟

بعلبک کے رہنے والے شخص نے اسے بتایا کہ وہ مسلمان ہی تھے مگر وہ فرماتے تھے کہ ہم خلافت و امامت کے فرعونِ شام یزید ابن معاویہ ملعون سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم اس ملعون سے بہتر ہیں

ضریر خزاعی نے کہا کہ اگر وہ اپنے آپ کو فرعونِ شام ملعون سے افضل کہتے تھے تو وہ اس کی کوئی دلیل بھی تو دیتے ہوں گے

اُس شخص نے کہا کہ ہاں! وہ یہ کہتے تھے کہ چونکہ ہم فرزند رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے یزید ملعون سے امامت وخلافت کے زیادہ حقدار ہیں

ضریر نے پوچھا کہ فرعونِ شام ملعون اس بات کا کیا جواب دیتا تھا

اس نے کہا کہ فرعون شام ملعون کا مؤقف یہ تھا کہ آپ کے بڑے بھائی مولا امام حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ ہمارے حق میں فیصلہ دے دیا تھا اور وہ ہمارے حق میں دستبردار ہو گئے تھے اس لئے اب خلافت پر آپ کا کوئی حق ہے ہی نہیں، بلکہ خلافت کا اصل وارث اور صحیح حقدار میں ہوں

ضریر خزاعی نے سوال کیا کہ فرعونِ شام ملعون کی اس بات کا انہوں نے کیا جواب دیا تھا

اس نے جواب دیا کہ مولا امام حسینؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ اس ملعونِ ازل کے ملعون باپ کے ساتھ ہمارے پاک بھائی مولا امام حسنؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس

شرط پر صلح کی تھی کہ وہ اپنے بعد کسی کو حاکم یا خلیفہ مقرر کرنے کا مجاز نہیں ہوگا بلکہ اس کے مرنے کے بعد خلافت ہمارے پاس واپس آجائے گی

مگر معاویہ ابن ابی سفیان ملعون نے اِس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی زندگی ہی میں اپنے نالائق، شرابی، زانی اور فاسق و فاجر بیٹے یزید ملعون کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا، اس لئے اصول کے مطابق جب ایک فریق کسی معاہدہ کی شرائط توڑ دے یا کوئی ایک شرط بھی پوری نہ کرے تو وہ معاہدہ خود بخود کالعدم شمار کیا جاتا ہے اور دوسرا فریق ان شرائط پر عمل پیرا ہونے کا پابند نہیں رہتا ہے

ضریر خزاعی نے پوچھا کہ اے بھائی! مجھے یہ تو بتاؤ کہ حجاز کے اس شہزادے کا نام کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ ان کا اسم مبارک مولا حسینؑ ابن علیؑ علیہما الصلواۃ والسلام تھا

ضریر خزاعی خود روایت کرتا ہے کہ جس وقت اس شخص نے یہ نام پاک تلاوت کیا تو میرے دل و دماغ پر گویا ایک برق سی گری جس نے سب کچھ جلا کر رکھ دیا، میں نے فوراً دوسرا سوال کیا کہ ان کی پاک والدہ ماجدہ صلواۃ اللہ علیہا کا نام کیا تھا؟

اس شخص نے مجھے بتایا کہ ان کی پاک والدہ جناب سیدۃ النساء العالمین صلواۃ اللہ علیہا بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں

یہ بات سنتے ہی میرا کلیجہ منہ کو آنے لگا، مجھے ایسا محسوس ہوا گویا میرے ہوش و حواس جاتے رہے ہیں کیونکہ یہ بات تو میں سوچنا بھی گناہ سمجھتا تھا کہ اِس دنیا کا کوئی شخص مولا امام حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہم الصلواۃ والسلام کے ساتھ اتنی جسارت کرنے کی جراٗت بھی کر سکتا ہے، یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا

میں یہ بات سنتے ہی فوراً اُس جانب دوڑا کہ جدھر سے پاک محمل آ رہے تھے،

وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا تو پاک قافلہء تسلیم و رضا بعلبک کے صدر بازار میں داخل ہو رہا تھا، آگے آگے کچھ گھوڑے سوار تھے جن کے ہاتھوں میں علم لہرا رہے تھے، ان کے پیچھے کچھ ملاعین شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر کو نیزوں پر بلند کیئے ہوئے فخریہ انداز میں چلتے آ رہے تھے، ان کے عقب میں کچھ محمل تھے جن کے چاروں طرف تطہیر قدیر کے پردے آویزاں تھے جس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ انہی محملوں پر نبی زادیاں صلواۃ اللہ علیہن سوار ہوں گی

☆يقدمهم على ابن الحسين علیہا الصلواۃ والسلام علىٰ بعير مغلول اليدين و الرجلين

کاش کہ اسی وقت میری زندگی ختم ہو جاتی اور میں یہ منظر نہ دیکھ پاتا کہ ان پردہ دار محملوں سے آگے مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث ایک غیر موزوں سواری پر سوار تھے اور چونکہ بیماری اور نقاہت کی وجہ سے وہ ناقہ کی پشت پر بیٹھنے سے قاصر تھے اس لئے امت ملعون نے یہ اہتمام کیا تھا کہ ان کے دونوں قدم مبارک زیر ناقہ پابند کر دیئے تھے، وہ خود ناقہ کے کوہان پر جھکے ہوئے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے، میں یہ منظر دیکھ کر برداشت نہ کر سکا اور دھاڑیں مار مار کر روتا ہوا میں ان کی ناقہ کے قریب گیا اور ان کے پاک قدموں کو پکڑ کر بوسے دینے لگا، اس وقت میری کیفیت یہ تھی میری ہچکی بندھی ہوئی تھی

مولا امام سجادؑ علیہ الصلواۃ والسلام نے سر اطہر بلند فرمایا اور میری جانب دیکھتے ہوئے شانِ بے نیازی سے فرمایا کہ اس شہر کے باقی تمام لوگ تو ہنس رہے ہیں ایک تم ہو کہ اتنی شدت سے رو رہے ہو، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

میں نے قدم چوم کر عرض کیا کہ آقا! میں اکیلا تو نہیں رو رہا ہوں، آپ خود بھی تو

گریہ فرمارہے ہیں اور آپ کے پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن بھی تو رو رہے ہیں

آپ نے فرمایا کہ ہمارے تو مقدر میں ہی رونا لکھ دیا گیا ہے اور اب شاید زندگی بھر ہم روتے ہی رہیں گے، مگر تم کیوں رو رہے ہو؟

میں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ آقا! جس کے امام زمانہ علیہ الصلواۃ والسلام کو ظلم و جور سے شہید کر دیا جائے اور ان کے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو اسیر کر کے شہروں میں پھرایا جائے اس سے یہ پوچھنا مناسب نہیں ہوتا کہ تم کیوں رو رہے ہو، آپ یہ پوچھیں کہ میں زندہ کیوں اور کیسے ہوں؟ اس زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے، کاش کہ میں آپ کو اس حالت میں دیکھنے سے پہلے ہی مر جاتا، کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بہو بیٹیاں صلواۃ اللہ علیہن اس جگہ تشریف لانے کے لائق تھیں؟ کیا آپ اسی سلوک کے مستحق تھے کہ جو سلوک یہ ظالمین ازل آپ کے ساتھ کر رہے ہیں، مجھے یہ بتائیں کہ آپ کیسے اور کیونکر اس حالت میں یہاں تشریف لائے ہیں

میں اِس شہر میں تنہا ہوں اور مسافر ہوں، میں اس پوزیشن میں تو نہیں ہوں کہ ان ظالمین سے ٹکرا سکوں اور آپ کی نصرت کر سکوں، اب آپ ہی مجھے آگاہ فرمائیں کہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں

جناب امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام نے میری طرف شفقت و محبت آمیز نگاہ کی اور روتے ہوئے فرمایا کہ

☆وقال انى شممت منك رائحة المحبة و آنست فيك سينا من نار المحبة

ہمیں تم میں سے اپنی محبت و الفت کی خوشبو آ رہی ہے اور طورِ سینا کے فخر تمہارے

قلب منور پر عشق اِلٰہی جلوہ افروز نظر آ رہا ہے

میں نے روتے ہوئے دوبارہ عرض کیا کہ آقا! مجھے حکم فرمائیں کہ میں آپ کی کیا نصرت کرسکتا ہوں اور کس طرح کرسکتا ہوں؟

اس وقت مولا امام حسینؑ علیہ الصلواۃ والسلام کی دستار کے پاک وارث علیہ الصلواۃ والسلام نے نہایت درد انگیز لہجہ میں فرمایا کہ ان ظالمین سے کہو کہ ہمارے شہداء علیہم الصلواۃ والسلام کے سرہائے اطہر کو ہمارے محملوں سے دور لے جائیں کیونکہ ہمارے ساتھ ان شہداء کے چھوٹے چھوٹے معصوم یتیم بچے ہیں، جس وقت انہیں یہ پاک سر نظر آتے ہیں تو ان کی کیفیت بدل جاتی ہے یعنی ان کا غم تازہ ہو جاتا ہے

پھر آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں اور شدت سے روتے ہوئے فرمایا کہ ان ظالمین سے کہو کہ یہ میرے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کو محملوں سے دور لے جائیں کیونکہ میرے ساتھ میری دو کمسن بہنیں صلواۃ اللہ علیہا ہیں، جو پاک بابا سے ایک لمحہ کیلئے بھی جدا نہیں ہوتی تھیں مگر ان ظالمین نے انہیں بے وقت یتیم کر دیا ہے، وہ دونوں اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر کو اس حالت میں دیکھ کر برداشت نہیں کرسکتی ہیں اور زیادہ رونے لگتی ہیں

تمام کتب مقاتل میں یہ بات بار بار نظر آتی ہے کہ کم وبیش ہر جگہ، ہر قصبہ اور ہر شہر میں مولا امام زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام نے یا پھر پاک ملکہ عِ عالمین عاؐلیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا نے ہر کسی سے یہی فرمایا تھا کہ ظالمین سے کہو کہ ہمارے شہداء کے سرہائے اطہر کو محملوں سے دور لے جائیں

صاحبانِ مقاتل اپنی سمجھ کے مطابق اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس فرمان کا

مقصد یہ تھا کہ لوگ پاک پردہ دارانِ عصمت صلواۃ اللہ علیہا کی جانب زیادہ متوجہ نہ ہو سکیں، مگر میرے خیال کے مطابق اس امر کی تاکید کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس سارے سفر میں ملاعین ازل کا یہ معمول رہا تھا کہ جس وقت کسی شہر میں داخل ہونے لگتے تو یہ شہدائے کربلا علیہم الصلواۃ والسلام کے سروں کو صندوقوں سے برآمد کر کے معراج کی منزل پر بلند کر لیا کرتے اور نیزوں پر اُٹھا کر محملوں کے ساتھ ساتھ شہر میں لے آتے تھے

دوسری طرف صورتِ حال یہ تھی کہ اِس ستم رسیدہ قافلہ میں شہنشاہِ کربلا علیہ الصلواۃ والسلام کی دو کمسن پاک شہزادیاں صلواۃ اللہ علیہا موجود تھیں، اور جب بھی ان کی نگاہ اپنے پاک بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر اطہر پر پڑتی تو غم والم کی وجہ سے ان کی حالت دگرگوں ہونے لگتی تھی، جب تک انہیں سر اطہر نظر آتا رہتا وہ ٹکٹکی باندھے اسی جانب ہی دیکھتی رہتی تھیں، اور ان کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ ان کے رخ ہائے انور پر موت کی زردی سی چھا جاتی تھی، آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے تھے اور وہ دونوں بے ساختہ تڑپنے لگتی تھیں

یہی وجہ تھی کہ جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پردہ دار صلواۃ اللہ علیہن بھی اسی بات کی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ اگر ہو سکے تو ان پاک سروں کو محملوں سے دور لے جاؤ

اور یہی بات ضریر خزاعی سے جناب سجّاد علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمائی کہ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ والدین کی موت پر کمسن اور معصوم بچوں کو تو ان کا آخری دیدار بھی نہیں کرایا جاتا کیونکہ یہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید معصوم بچے یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں، مگر

میری ان دونوں کمسن اور معصوم بہنوں صلواۃ اللہ علیہا کی عجیب قسمت ہے کہ انہوں نے اپنی نگاہوں کے سامنے مظلوم بابا علیہ الصلواۃ والسلام پر ہر قسمی ظلم ہوتے دیکھے ہیں، ان کے پاک سر پر شمر ملعون کے خنجر کے وار ہوتے ملاحظہ کیئے ہیں، ان کے لاشہ اطہر کو لٹتے ہوئے دیکھ چکی ہیں، اور سب سے بڑھ کر شام غریباں کے وقت مظالم کی انتہا دیکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ اب جس وقت ان کی نگاہ اپنے پاک مظلوم بابا علیہ الصلواۃ والسلام کے سر پر پڑتی ہے تو پھر ان کی نگاہیں وہیں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہیں، ان کے رخ پر زردی چھا جاتی ہے، ان کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے مظلوم بابا علیہ الصلواۃ والسلام کو سینہ سے لگا کر پیار کریں مگر مجبوری یہ ہے کہ یہ تو بہ آوازِ بلند رو بھی نہیں سکتی ہیں، بین بھی نہیں کر سکتی ہیں کیونکہ ہر طرف ظالمین و ملاعین کا نرغہ اور پہرہ ہے، اس لئے ہمیں سب سے زیادہ فکر انہی دو معصوم اور کمسن بہنوں کی ہے کہ کہیں دورانِ سفر صدمات کی شدت سے ان کی روح نہ پرواز کر جائے، کیونکہ حکم اِلٰہی یہ تو ہے کہ ان دونوں کو میں نے سرزمین شام میں سپردِ جنت کرنا ہے

ضریر خزاعی یہ بات سنتے ہی جلدی سے سرہائے شہداء کے نگران دستہ کے انچارج کے پاس گیا اور اسے جا کر منت سماجت کرنے لگا کہ تم یہ تمام سر محملوں سے دور لے جاؤ، اُس ملعون نے کہا کہ اگر تم مجھے پچاس دینار دے دو تو میں تمہارا کہا مان لوں گا، ضریر خزاعی نے فوراً اسے پچاس دینار دیئے تو اس نے سر بردار نیزہ داروں سے کہا کہ یہ تمام سر فوراً محملوں سے آگے لے جاؤ، جس وقت یہ لوگ سرہائے اطہر کو محملوں سے آگے لے جانے لگے تو اُس وقت شمر ملعون نے تند و تیز لہجہ میں بکواس کی کہ ان سروں کو آگے لے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں

ایسا نہیں ہونے دوں گا

یہ سنتے ہی ضریر خزاعی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے چشم زدن میں نیام سے تلوار نکال کر اس ملعون ازل پر حملہ کر دیا مگر چونکہ وہ اپنے محافظوں کے گھیرے میں آ رہا تھا اس لئے وہ اس حملہ سے بچ گیا، اور اس کے محافظوں نے ضریر خزاعی پر حملہ کر دیا جس سے وہ زخمی ہو گیا اسی دوران کسی ملعون نے اس کے سر پر نیزہ سے ضرب لگائی جس کی وجہ سے ضریر خزاعی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا یہ ملاعین ازل اسے اسی حالت میں چھوڑ کر آگے چلے گئے، رات کے وقت اہل شہر میں سے کسی نے اسے ایک مسافر سمجھتے ہوئے وہاں سے اُٹھایا اور اسے اُسی سرائے میں پہنچا دیا کہ جہاں یہ پہلے سے قیام پذیر تھا

دوسرے روز بھی تمام دن یہ بے ہوش پڑا رہا، پھر دوسری رات اس کی آنکھ کھلی، پہلے تو اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ میں کہاں ہوں مگر کچھ دیر کے بعد جب حواس قدرے بحال ہوئے اور اس نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کی تو اسے سارا واقعہ یاد آ گیا

طبیعت بحال ہونے کے بعد اس نے وہاں بیٹھنا مناسب نہ سمجھا اور یہ سرائے سے شہر کی جانب چل دیا، اس نے سوچا کہ مجھے شہر میں جا کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو تلاش کرنا چاہیے اور انہیں ان شامی ملاعین کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنا چاہیے اگر چہ اُس دور میں مختلف قبائل کے علاقے یا شہر مخصوص ہوا کرتے تھے مگر بڑے شہروں میں ہر قوم اور ہر قبیلہ کے کچھ نہ کچھ لوگ ضرور مل جایا کرتے تھے

میں نے خود تو مقتل کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں پڑھی مگر متقدمین بزرگ علماء

سے سنا ہے کہ یہ ضریر خزاعی جناب حر علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے، اور اگر یہ بات درست ہے تو پھر ان کیلئے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اکھٹا کرنا زیادہ مشکل کام نہیں تھا کیونکہ یہ اپنے قبیلہ کے اشراف میں سے تھے اور اُس دور میں عرب لوگ اپنے اپنے قبیلہ کے اشراف پر جان چھڑکتے تھے

بہرحال حقیقت جو بھی ہو یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ جناب ضریر خزاعی پاک پردہ دارانِ توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کی نصرت کیلئے انصار جمع کرنے کی کوشش کرنے لگے، یہ چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے کہ جہاں ایک مزار ہے جس کے متعلق لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جناب الیاس علیہ السلام کا مزار ہے مگر در حقیقت یہ ان کا مزار نہیں بلکہ ان کا مقام غیبت ہے کیونکہ وہ مصلحت خداوندی کے تحت زندہ ہیں، مگر اہل بعلبک اس مقام کو جناب الیاس علیہ السلام کا مزار ہی سمجھتے اور جانتے ہیں

جس وقت یہ جناب الیاس علیہ السلام کے مقام غیبت پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ جمع ہیں اور حلقہ بنا کر گریہ وزاری اور ماتم داری کرنے میں مصروف ہیں

یہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان لوگوں کے قریب پہنچے اور ان سے دریافت کرنے لگے کہ آپ یہاں عزاداری اور ماتم داری کیوں کر رہے ہیں؟ جبکہ میں خود دیکھ کر آرہا ہوں کہ تمام اہل بعلبک آج خوشی اور جشن منا رہے ہیں

اس وقت ان لوگوں میں سے ایک بزرگ اس کے پاس آئے اور روتے ہوئے کہنے لگے کہ تمہاری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں مسافر ہو اور شاید کچھ زخمی بھی ہو، یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ جناب ضریر نے بتایا کہ واقعی میں یہاں مسافر ہوں اور عراق کے رہنے والا ہوں اور زخمی بھی ہوں، مگر آپ مجھے بتائیں کہ آپ اس

طرح جمع ہوکر گریہ وزاری کیوں کررہے ہیں؟

وہ بزرگ کہنے لگے کہ شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمانوں کی خوشی کا دن نہیں ہے بلکہ خوارج کیلئے خوشی کا دن ہے، ہم سب شہنشاہ معظم سرکار امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موالی اور چاہنے والے ہیں، کیا واقعی تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم سب پر آج کون سی قیامت آئی ہے؟ اس زندگی سے تو موت ہی بہتر تھی کہ یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی ہم سب مرگئے ہوتے، کیا ہم یہی دیکھنے کیلئے زندہ رہ گئے تھے کہ ملکہ ءِکون ومکاں سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا کی بہو بیٹیاں صلوٰۃ اللہ علیہن اسیر ہوکر ہمارے شہر میں تشریف لائی ہیں، انہیں ہماری مدد اور نصرت کی ضرورت بھی تھی، مگر افسوس صد افسوس کہ وہ ستم رسیدہ پاک مستورات صلوٰۃ اللہ علیہن مظلومین کی طرح ہمارے شہر میں سے گزر کر آگے چلی گئی ہیں اور ہم ان کیلئے کچھ بھی نہیں کرسکے

کافی دیر تک پرسہ داری کرنے اور گریہ وماتم کرنے کے بعد باہمی مشاورت سے یہ طے پایا کہ آج ہم سب جناب الیاس علیہ السلام کو گواہ بنا کر اور ان کے مزار پر ہاتھ رکھ کر عہد کرتے ہیں کہ جہاں تک ہم سے ممکن ہوسکا ہم مخدرات عصمت تو حید صلوٰۃ اللہ علیہن کی نصرت ضرور کریں گے اور اس سلسلہ میں اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے

ان لوگوں نے عہد و پیمان تو کر لئے مگر ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ یہ شامی فوج کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے اس لئے انہوں نے انصار جمع کرنے کی کوششیں تیز کردیں انصار جمع کرنے اور سامانِ جنگ اکٹھا کرنے میں انہیں کافی دن لگے اور اس دوران قافلہ ءِتسلیم ورضا شام کے شہر دمشق میں داخل ہوگیا مگر پھر بھی یہ نصرت

کیلئے کچھ زیادہ افراد تیار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو ایک مختصر جماعت تیار کر کے یہ لوگ بعلبک سے دمشق کی جانب روانہ ہوئے

تاریخ میں یہی لکھا ہے کہ جس روز قافلہءِ تسلیم و رضا دربارِ یزید ملعون کی آخری پیشی بھگت کر اپنے مستقل نور محل میں پہنچا، اُسی روز انصار کی یہ جماعت دمشق پہنچی مگر یہاں پہنچ کر ان کا یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ ہماری جماعت افرادی قوت کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہی مختصر ہے جبکہ شامی افواج کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم ان سے ٹکر لینے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں ہیں اور شامی فوج سے جنگ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے

انہوں نے یہ بھی سوچا کہ ہمیں اہل دمشق کو حقیقت حال سے آگاہ کر کے فرعونِ شام کے خلاف نفرت کو بیدار کرنا چاہیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہمیں ایک وفد کی صورت میں فرعونِ شام ملعون کے دربار میں پیش ہو کر احتجاج کرنا چاہیے شاید اس طرح اس مسئلہ کا کوئی بہتر حل سامنے آ سکے

کتب مقاتل میں یہ بات درج ہے کہ ان لوگوں نے دربارِ یزید ملعون میں پہنچ کر احتجاج کیا مگر اس ملعون ازل نے نہایت مکاری سے انہیں ٹال کر واپس جانے پر مجبور کر دیا، یہاں سے واپس جانے کے بعد یہ لوگ لشکر توابین میں شامل ہوئے اور مختلف مقامات پر انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے

دربار یزید ملعون میں پہنچ کر انہوں نے جس طرح احتجاج کیا، میں ذرا اُس کی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں

فرعونِ شام یزید ابن معاویہ علیہ لعن والعذاب کا دربار آراستہ ہے، جس میں

سنہری کرسیوں پر رؤسائے کوفہ و شام براجمان ہیں، تخت شاہی کے چاروں طرف سرخ پوش غلام ہاتھوں میں نیزے اورتلواریں لئے ایستادہ ہیں

اس وقت ایک دربان نے آ کر اطلاع دی کہ خزاعی قبیلہ کا ایک سردار بعلبک سے اپنے ایک وفد کے ساتھ دربار میں پیش ہونا چاہتا ہے

اجازت ملنے پر جناب ضریرخزاعی اپنی مختصرسی جماعت کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے، اورآ ہستہ آ ہستہ چلتے ہوئے فرعونِ شام کے تخت کے سامنے آ کھڑے ہوئے، اس ملعون ازل نے انہیں کرسی پر بیٹھنے کا اِشارہ کیا مگرانہوں نے کرسی پر بیٹھنے سے انکارکردیا اوراس ملعون سے مخاطب ہوئے کہا کہ اے ملعونِ ازل!

تم نے ہمارے خزاعی قبیلہ کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی ہے جس پر احتجاج کرنے کیلئے ہم یہاں آئے ہیں

تمام عرب وعجم جانتا اور مانتا ہے کہ جنگ ہمیشہ جوانوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے، میدانِ جنگ میں جوان قتل کرتے بھی ہیں اورقتل ہوبھی جاتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ جنگوں کا دستوراورمعمول یہی ہے

تم لوگوں نے خزاعی قبیلہ کے سرداراوراشراف گھرآلِ ریاح کے چشم و چراغ جناب حر بن یزید ریاحی علیہ السلام کوشہید کردیا مگر ہم خاموش رہے، تمہارے وحشی فوجیوں نے اُن کے نوجوان بیٹے جناب علیؑ بن حر ریاحی علیہ السلام کو بربریت اورظلم کے ساتھ شہید کیا مگر ہم لوگوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی لاشوں کی تدفین کی اجازت بھی طلب نہیں کی، پھرتم لوگ سبط پیمبرانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان کے سرکوکربلا سے شام تک شہر بہ شہراورقریہ بہ قریہ پھراتے رہے،

ان کی تضحیک وتشہیر کرتے رہے تو یہ صدمہ بھی ہم نے بہ مشکل برداشت کرلیا اِس وقت تو ہمیں اس بات کا جواب دے کہ رسول زادیوں صلواۃ اللہ علیہن کی طرح ہمارے سردار جناب حر علیہ السلام کے پردہ داروں کو بے وارث سمجھ کر قیدی کیوں بنایا گیا ہے؟ کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیوں صلواۃ اللہ علیہن کی طرح آلِ ریاح کی مستورات کا بھی کوئی وارث باقی نہیں رہا ہے؟ اور ہم ان کے ساتھ جو سلوک کرتے رہیں گے ہم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے؟

تمہارے کمینے اور بدفطرت فوجیوں نے کربلا کے ویرانہ میں ملکہءِ عالمین صلواۃ اللہ علیہا کی دختران صلواۃ اللہ علیہن کو بے وارث سمجھ کر لوٹ لیا، مگر وہ تمہارے ہر ظلم پر صبر خداوندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموش رہی ہیں اور سب کچھ برداشت کرتی چلی آ رہی ہیں

مگر ہم لوگ یہ بات برداشت نہیں کر سکتے اور ہم تم سب سے یہ جواب طلب کرنے آئے ہیں کہ آخر تمہارے بے غیرت جرنیلوں نے ہمارے پردہ داروں پر اتنے مظالم کیوں ڈھائے ہیں، انہوں نے آخر کون سا ایسا جرم کیا تھا کہ جس کی پاداش میں انہیں قیدی بنا کر پہلے کوفہ اور پھر شام لایا گیا، آخر کیوں؟؟؟؟؟

یہاں دو روایات موجود ہیں، پہلی روایت یہ ہے کہ ان کے احتجاج پر جناب حر علیہ السلام کے پردہ داروں کو رہا کر کے ان کے ساتھ بھیج دیا گیا تھا، دوسری روایت یہ ہے کہ ان کی رہائی کا حکم دیا گیا مگر خود انہوں نے معظّمہ کائنات جناب عالیہ بی بی صلواۃ اللہ علیہا کو زندان میں چھوڑ کر گھر جانے سے قطعاً انکار کر دیا تھا، میرے خیال کے مطابق دوسری روایت زیادہ قابل وثوق ہے...... (واللہ اعلم بالصواب)

اب اِس سارے واقعہ میں میرے لئے جو انتہائی دکھ اور افسوس کا پہلو ہے وہ یہ ہے کہ ریاحی خاندان کی مستورات کیلئے تو خزاعی قبیلہ نے فرعونِ وقت کے دربار میں احتجاج کیا اور آواز بھی بلند کی مگر صاحبانِ عصمت توحید و رسالت صلواۃ اللہ علیہن کیلئے تو کسی نے اجتماعی طور پر جمع ہو کر احتجاج نہیں کیا تھا، حتیٰ کہ خزاعی قبیلہ کے افراد نے بھی ان کیلئے کوئی صدائے احتجاج بلند نہ کی، اس کا دکھ ہمیشہ رہے گا

اچھی بات کا اعادہ کرنا ہمیشہ مستحسن شمار ہوتا ہے، اس لئے میں اپنی اس بات کو بار بار دہراتا رہتا ہوں اور آپ کو یاد دِلاتا رہتا ہوں کہ جب بھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوں اور دل میں رقت پیدا ہو تو فوراً صرف اور صرف یہی دعا کیا کریں کہ خدا کرے خاندانِ توحید کا پاک گھر پہلے سے بڑھ کر دوبارہ آباد ہو، ان مظلومین کا انتقام فوراً سے بیشتر ہو کہ چودہ سو سال سے جن کا انتقام تشنہءِ تکمیل ہے، مظلومین اولین و آخرین کے پاک وارث شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف جلد تشریف لائیں، ہم گناہ گاروں کی ترستی ہوئی آنکھیں دیکھیں کہ گلشن توحید و رسالت میں دائمی اور لامتناہی بہار اس انوکھے انداز میں آئے کہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خزاں ناآشنا رہے

عادلِ حقیقی عجل اللہ فرجہٗ الشریف منبر عدل و انصاف کو زینت عطا فرمائیں اور ہر ظالم سے یہ باز پرس کریں کہ تم نے ہمارے اجدادِ طاہرین علیہم الصلواۃ والسلام کو بے وارث سمجھتے ہوئے نشانہءِ ظلم و جور کیوں بنایا تھا؟ ہمارے پاک پردہ داروں صلواۃ اللہ علیہن کو ظلم بھرے بازاروں اور درباروں میں کیوں لے جایا گیا تھا؟ اور انہیں قید و بند کی صعوبات کس لئے جھیلنا پڑی تھیں؟

سب مومنین مل کر دعا کریں کہ ظالمین مع ظلم ختم ہو جائیں اور محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلواۃ والسلام کی ابدی اور کبھی نہ ختم ہونے والی حکومت اِلٰہیہ کا قیام جلد از جلد عمل میں آئے

﴿ آمین یا رب العالمین ﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّل فَرَجَهُم بِقَائِمِهِمْ عَجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَیهِ وَعَلیٰ آلِهٖ اَجمَعِین